بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محی السنہ، تاج الاصفیا، مرشد برحق، خطیب البراہین، حضرت علامہ
الحاج صوفی مفتی محمد نظام الدین قادری برکاتی رضوی محدث بستوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
کی حیات وخدمات پر ایک وقیع، معیاری اور جامع دستاویز بنام

جہانِ خطیب البراہین



جمع وترتیب

مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنّت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بانس کھور کلاں، ضلع بستی



اصلاح وارشاد

مولانا مفتی کمال احمد علیمی نظامی
استاذ ومفتی دارالعلوم علیمیہ
جمداشاہی، ضلع بستی



حسب فرمائش

نبیرۂ حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ



شائع کردہ
خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ، حسنی، بانس کھور کلاں، ضلع بستی، یوپی

سلسلۂ اشاعت نمبر: ۴

تفصیلات

❁...نام کتاب : جہانِ خطیب البراہین

❁...مرتّب : مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی

[شیخ الحدث دار العلوم اہل سنّت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بانس کھور کلاں، ضلع بستی]

❁...اصلاح وارشاد : حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی

[استاذ و مفتی- دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی]

❁...حسب فرمائش : نبیرۂ حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ محمد سعید نظامی مدظلہ العالی

❁...اشاعت اول : ۱۴۴۶ھ/۲۰۲۴ء

❁...شائع کردہ : خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ، حسنی، بانس کھور کلاں، ضلع بستی

❁...صفحات :

❁...ہدیہ : Rs. 700/-

❁ ملنے کے پتے ❁

☆...دار العلوم اہل سنّت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بانس کھور کلاں، ضلع بستی۔

☆...خانقاہِ نظامیہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر۔

☆...مکتبہ نظامیہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر۔

☆...مدرستہ البنات البرکاتیہ، مڑلا حسن پور، مہراج گنج۔

فہرست مضامین

باب چہارم فضائل ومکارم

باب پنجم علمی کمالات

باب ششم: روابط وتعلقات

باب ہفتم: متفرقات

باب: ہشتم، مناقب

شرف انتساب



حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے والدین کریمین

اور

ان کے داماد محترم معین الدین خان نظامی علیہ الرحمہ

اور

ہمارے والدین کریمین کے نام
جن کی دعاؤں نے مجھ حقیر کو اس لائق بنایا

محمد طاہر القادری نظامی مصباحی

تقدیم

حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی

استاذ و مفتی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی

مرشد بر حق، پیر طریقت، حضرت علامہ الحاج صوفی محمد نظام الدین قادری برکاتی صاحب علیہ الرحمہ کی پاکیزہ حیات امت مسلمہ کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے، آپ ان عظیم المرتبت شخصیات میں سے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، جن کی پیدائش کا مقصد ہی امت مسلمہ کی اصلاح اور ملت بیضا کی نصرت وحمایت ہوتا ہے۔

آپ کی حیات و خدمات پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، اب تک جو بھی کام ہوئے تھے منتشر تھے، ضرورت تھی کہ باضابطہ ایک مستقل مجموعہ سامنے لایا جائے جس میں اب تک ہونے والے تمام کاموں کو یک جا کر دیا جائے، تاکہ جس کسی کو حضور والا کے تعلق سے کچھ بھی جاننا ہو وہ اسی مجموعے کی طرف رجوع کرے۔

اس پہلو پر کافی دنوں سے کام کرنے کی سوچ رہا تھا، شہزادہ خطیب البراہین، حبیب العلما، نمونہ اسلاف، حضرت علامہ صوفی محمد حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم اور ان کے فرزند ارجمند، ادیب لبیب، حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب دامت فیوضہم سے اس بارے میں کئی بار بات بھی ہوئی، دونوں حضرات نے اس تعلق سے بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی، مگر شب و روز گزرتے گئے، کام شروع نہ ہو سکا۔

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، خدائے متعال کا فضل عظیم کہ حضور خطیب البراہین کے بارہویں عرس مبارک کا اشتہار شہزادہ حبیب العلما نے ارسال کیا تو طبیعت نے مجبور کر دیا کہ اس کام کو کر لیا جائے، محب مکرم حضرت مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی صاحب سے بات ہوئی، آپ نے اس کار خیر کی تیاری بہت پہلے سے کر رکھی تھی، کچھ مدّت پہلے ہم دونوں نے معارف خطیب البراہین کا ایک خاکہ بھی بنایا تھا، اب

وقت آگیا تھا کہ اس خاکے میں رنگ بھرا جائے،اس سلسلے میں نبیرۂ حضور خطیب البراہین ،صوفی باصفا،سعید ملت، حضرت مولانا صوفی محمد سعید نظامی صاحب دامت برکاتھم سے بات ہوئی، حضرت نے نہ صرف اس اقدام پر اظہارِ مسرت فرمایا بلکہ اس مجموعے کی اشاعت کا بار بھی اپنے سر اٹھانے کو تیار ہوگئے،فالحمد لله علی منه وکرمه.

اب ایک بار پھر سے حضور حبیب العلما اور حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ سے بات کی گئی، دونوں شخصیات نے انشراح صدر کے ساتھ دعاؤں سے نوازا، پھر حضور خطیب البراہین کی روحانیت سے استمداد کرتے ہوئے اس کار خیر کا آغاز کر دیا گیا۔

حضرت مصباحی صاحب نے بڑی محنت سے بکھرے ہوئے مواد یک جا کیے، تشنہ عناوین پر خود لکھا، احباب سے لکھوایا اور پھر سارے مواد کی ترتیب وتبویب کے بعد تزئین وسیٹنگ کے لیے رفیق مکرم، ذوالمجد والکرم، حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی صاحب، موقر استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور وسابق استاذ دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، بستی یوپی جیسے ماہر فن کو اس اہم ترین کام کی ذمہ داری سونپی گئی۔

کام چل رہا تھا، مگر پھر ہماری آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہوا، فائل ان پیج تھری میں تھی، حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی صاحب کے لیپ ٹاپ سے پوری فائل کرپٹ ہوگئی، ہم تو ہمت ہار بیٹھے، حضرت مصباحی صاحب بھی کافی پریشان ہوئے، مگر مایوسی کی اس کیفیت سے محب مکرم حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی صاحب نے نکالا، رات دن ایک کرکے پوری فائل کو ریکور کیا، کچھ جان میں جان آئی، مگر دوسری مصیبت یہ پیدا ہوئی کہ اصلاح کے لیے جو فائل میرے پاس آئی وہ کوشش بسیار کے باوجود نہیں کھل سکی، ہم پھر پریشان ہوئے، اس عالم اضطراب میں پھر حضرت مولانا غلام سید علی

علیمی نظامی صاحب نے ہمت کی اور پوری فائل ورڈ میں کرنے کی ٹھان لی، ابھی دو دن پہلے ہی کئی گھنٹے محنت کر کے فائل کنورٹ کی گئی، پھر میں نے پروف ریڈنگ و کرکشن کا کام شروع ہی کیا تھا کہ ایک تیسرا حادثہ پیش آگیا، یہ سب سے مشکل وقت تھا، محب مکرم حضرت مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی صاحب اپنے گھر مہراج گنج جا رہے تھے، راستے میں بائک سے ایکسیڈنٹ ہوا، شدید چوٹیں آئیں، میرے پاس بڑی مایوسی کے ساتھ میسیج کیا کہ اب پورا کام آپ ہی کے حوالے ہے، میں تو عرش سے فرش پر آگیا، منزل کے قریب جا کر لٹنے کا احساس ہوا، سوچا کام بند کر دوں، مگر پھر کسی نے مہمیز کیا، شاید کسی کی روحانیت کا تصرف تھا، میرے دیرینہ رفیق، حضرت مولانا حافظ و قاری افتخار احمد علیمی نظامی صاحب سابق استاذ دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ نے اس موقع پر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، اس کام کی تکمیل پر زور دیتے رہے، آخر کار چند دن اور چند راتوں کی نیند قربان کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی گئی، اور بزرگوں کی عنایات کے صدقے یہ کام ہو گیا۔

یہ کام جن جاں گداز حالات میں ہوا ہے، ان کا اثر اس کام پر ضرور پڑا ہے، قلت وقت، مسلسل حادثات، پھر اپنی تدریسی و تقریری مصروفیات نے ہمیں اپنے معیار پر کام نہیں کرنے دیا، بس جیسے بن پڑا ہم نے اپنی عقیدت کا خراج بارگاہِ مرشد میں پیش کر دیا ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اس مجموعے کی ترتیب و تالیف اور مقالات کی تحصیل میں سب سے بڑا کردار حضرت مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی صاحب کا رہا ہے، آپ کے علاوہ حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی صاحب کی انتھک محنتوں نے اس کاروان شوق کو منزل سے ہم کنار کیا، محب محترم حضرت مولانا افتخار احمد علیمی نظامی نے ہمیں قدم قدم پر مہمیز کیا، حضور حبیب العلما نے اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا، شہزادہ حبیب العلما نے اپنی دعاؤں سے سرفراز فرمایا، ان سب حضرات کو

اجر تو خدائے لم یزل ہی دے گا، ہم تو ان کی بارگاہوں میں گلدستہ تشکر ہی پیش کرسکتے ہیں۔

ہمارے سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق نبیرہ حضور خطیب البراہین ، حضرت علامہ صوفی محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کی ذات بابرکات ہے، جنھوں نے اس کام میں خصوصی دل چسپی لی اور اشاعتی مصارف کا بار گراں اپنے کندھوں پر اٹھاکر ہمیں سرخ رو کردیا۔

یہ کام بعجلت تمام ہوا ہے، کچھ مضامین پہلے سے شائع شدہ تھے، سابقہ تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں سرسری طور سے پڑھا گیا، ان پیج سے ورڈ میں کنورٹ کرنے کی وجہ سے کتابت کی بہت ساری غلطیاں دَر آئیں جنھیں حتی الامکان صحیح کرنے کی کوشش کی گئی، مگر ہمیں کامل اطمینان نہیں ہوسکا، قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ یہ کتاب پیش ہے، مطالعہ فرماکر دعا فرمائیں، نواز ش ہوگی۔

کمال احمد علیمی نظامی

۱۸؍ ربیع الآخر ۱۴۴۶ھ/ ۲۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

عرض مرتب



اللہ وحدہ لاشریک کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے حقیر انسان سے یہ کام لیا اور مجھے توفیق بخشی کہ میں مرشد برحق، حضور خطیب البراہین، تاج الاصفیا حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ اگیاشریف کی حیات وخدمات پر کام کروں، یہ اس رب کا کرم ہی ہے کہ اس نے پیر ومرشد کی حیات میں مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع عطافرمایااور پردہ فرمانے کے بعدان کے نقوش حیات کولوگوں تک پہونچانے کاحوصلہ عطافرمایا۔

''جہان خطیب البراہین'' کے جمع وترتیب کے لیے آج سے دوسال قبل نبیرۂ خطیب البراہین، شیخ طریقت حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ نے کہا تھاکہ میری خواہش ہے کہ نانا حضور پر ایک ایسی کتاب تیار کریں جس میں آپ کی حیات وخدمات پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہو، تعمیل حکم کے لیے خادم نے برادر طریقت حضرت علامہ کمال احمد علیمی سے ملاقات کی، خاکہ تیار کر لیا گیاکچھ اور آہستہ آہستہ کام ہوتارہا، چوں کہ درس وتدریس، اور ادارے کی دیگر ذمہ داریوں ہی میں اکثروقت نکل جاتارہا، خیر جب ایک حد تک کام ہوگیاتوخادم نے حضرت علامہ محمد سعید نظامی سے بتایاکہ اب طباعت کا انتظام کریں، الحمد للہ! حضرت نے اس کتاب کی اشاعت کے مصارف کا انتظام فرماکرہماراسب سے بڑامسئلہ حل فرمادیا، اوراب ''جہان خطیب البراہین'' پریس کے حوالے ہونے جارہی ہے۔

میں شکر گزار ہوں شہزادہ حضور خطیب البراہین، حبیب العلما، شیخ طریقت حضرت علامہ صوفی محمد حبیب الرحمن رضوی صاحب قبلہ کاکہ انھوں نے اس کتاب کو دیکھا، خوشی کااظہار کیااور دعاؤں سے بھی نوازااور اس کتاب کے لیے کچھ دعائیہ کلمات بھی تحریر کیے۔

اور شکر گزار ہوں شہزادۂ حبیب العلما حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ نظامی صاحب کا جنھوں نے کتاب کو دیکھا اور خوشی کا اظہار کیا اور حوصلہ افزائی کے چند کلمات بھی تحریر کیے۔

اور میں شکر گزار ہوں علامہ کمال احمد علیمی نظامی صاحب قبلہ کا جو اس عظیم کام میں روز اول سے لے کر اب تک رہنمائی فرماتے رہے اور اس کی تہذیب واصلاح میں اہم کردار ادا کیا اور میں شکر گزار ہوں مولانا غلام سید علیمی نظامی کا کہ انہوں نے اس کتاب کی تزئین کاری کر کے کتاب کو دیدہ زیب بنایا، اس کے علاوہ اپنے ان تمام احباب کا جو کسی بھی طرح اس کتاب کو تیار کرنے میں ہمارے معین ومددگار رہے۔

یہ کتاب دنیائے تصوف کے نیر تاباں، حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے، جس میں آپ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، پھر بھی ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ آپ کی حیات وخدمات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، ان شاءاللہ یہ سلسلہ آگے چلتا رہے گا۔

مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے، اگر اس میں کوئی خامی آپ حضرات کو نظر آئے تو انسان سمجھ کر در گزر فرمائیں، پروردگار عالم اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے اور زندگی کی آخری سانس تک مرشد برحق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو بافیض بنائے، آمین

اسیر خطیب البراہین

محمد طاہر القادری نظامی مصباحی

 9919171625

دعائیہ کلمات

شہزادۂ حضور خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ صوفی محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر

بحمدہ تعالی آج ۱۳/ ربیع الآخر ۱۴۴۶ ہجری مطابق ۱۷/ اکتوبر ۲۰۲۴ عیسوی بروز جمعرات عزیز القدر مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ حسنی بانس کھور کلاں ضلع بستی والد بزرگوار، محی السنہ، تاج الاصفیا، مرشد بر حق خطیب البراہین حضور محدث بستوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر ایک وقیع معیاری اور جامع دستاویز بنام "جہان خطیب البراہین" جو سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نظامیہ اگیا شریف میں یہ ضخیم دستاویز لے کر حاضر ہوئے سرورق حسب فرمائش عزیز سعید مولانا محمد سعید نظامی سلمہ اور جمع وترتیب عزیز القدر مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی اور عزیزم مولانا کمال احمد علیمی نظامی استاذ ومفتی دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی اور شائع کردہ خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیر ٹرسٹ حسنی بانس کھور کلاں ضلع بستی یوپی کے کالم نظر نواز ہوئے، دل باغ باغ ہوگیا، جس میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کی باعمل زندگی پر علمائے ذوی الاحترام اور محققین اسلام، شعرائے عظام کے پر مغز تاثرات کو یکجا کیا گیا ہے، جملہ ارادت مندان حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ لائق صد مبارکباد ہیں، کیوں کہ اہل طاعت کی محبت اور اہل معصیت سے نفرت جزو ایمان ہے، اسی لیے کریم رب نے اپنے بندوں کو دعا کی تعلیم دی کہ وہ جنت تک پہونچ جائیں ارشاد ہوا:

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جس پر تو نے انعام کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا، نہ بہکے ہووں کا.

پرہیز گار ہی اللہ کے دوست ہیں، جیسا کہ سورہ انفال میں ارشاد ہوا:

ان اولیاءہ الا المتقون ولکن اکثرھم لایعلمون۔ (پ۹ سورہ انفال آئت ۳۴)

ترجمہ. اس کے اولیا تو پرہیز گار ہی ہیں. مگر ان میں اکثر کو علم نہیں، اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، جیسا کہ رب کریم نے اپنے متقی و پرہیز گار بندوں کو اہمیت دیتے ہوئے سورہ بقرہ میں یوں ارشاد فرمایا:

واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (پ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۴ آیت ۱۹۴)

ترجمہ اور مان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے، سچوں کے ساتھ ہو جاؤ،

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم بھی دیا، جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہوا:

یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (پ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۵ ایت ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ.

اسی لیے اللہ تعالی کے وفادار بندے مقبولین بارگاہ الہی کے پاکیزہ حالات قوم کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں تاکہ دارین کی سرفرازی حاصل ہو، اسی پاکیزہ جذبے کے ساتھ مذکورہ بالا احباب نے جہان خطیب البراہین قوم وملت تک پہونچانے کی سعی محمود کی ہے، دعا ہے رب کریم ہمیں اپنے متقی و مقبول بندوں کے فیوض وبرکات سے دارین میں سرفراز فرمائے، آمین!

سایہ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرماآل رحمں مصطفی کے واسطے
یاالٰھی بہر حضرت مصطفی حیدر حسن
حسن وصفوت کر عطا ان کے گدا کے واسطے
کر عطا صدق و صفاو زہد وتقوی دین میں
سیدی حضرت رئیس الاتقیا کے واسطے

یا الٰہی کر نظام دین پر مستحکم ہمیں
مرشد برحق نظام الاولیا کے واسطے

آمین بجاه سید المرسلین، علیهم الصلوة والتسلیم وعلی آله واصحابه وذریاته و ابنه الغوث الاعظم الجیلانی محی الدین و اولیاء ملته وعلماء امته وصلحاء ملته اجمعین.

کاشانہ اتقیا کا جاروب کش
محمد حبیب الرحمن رضوی خادم خانقاہ نظامیہ اگیا شریف.

اظہار مسرت

پیر طریقت، نبیرہ حضور خطیب البراہین،
حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ دامت برکاتہم،
پرنسپل دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر

میری دلی خواہش تھی کہ نانا حضور، خطیب البراہین، حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر ایک مکمل اور جامع کتاب آجاتی تو بہت بہتر ہوتا، اس کے لیے کئی احباب نے مجھ سے تقاضا بھی کیا تھا، آج مولانا طاہر القادری نظامی مصباحی اور مولانا مفتی کمال احمد علیمی نظامی صاحبان نے اس تقاضے کو پورا کر دیا، پروردگار عالم ان حضرات کے علم و فضل میں برکت عطا فرمائے، اس خدمت کو قبول فرمائے اور فیضان خطیب البراہین سے مالا مال فرمائے. آمین ؑ

محمد سعید نظامی غفرلہ

تاثرجمیل

نبیرہ حضور خطیب البراہین، ادیب لبیب
حضرت علامہ ضیاء المصطفی نظامی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على حبيبه الكريم

خطیب البراہین، محی السنہ، عارف باللہ، حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین برکاتی رضوی محدث بستوی نور اللہ مرقدہٗ جلیل القدر ایک عظیم عالم ربانی تھے، جن کو درس نظامی پر کامل دسترس حاصل تھی، علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، علم تصوف واخلاق کے جملہ شعبوں میں آپ کو مہارت تھی۔

غرض یہ کہ علوم وفنون میں آپ کے کمالات کی تشریح وتوضیح کیوں کر ہو سکتی، اسی طرح علوم باطن میں آپ کے مراتب قرب وکمالات اوراتصال باطن دور بیں نگاہیں بہ خوبی جانتی اور پہچانتی ہیں، آپ کی عبادات وریاضات، اوراد ووظائف، اذکار وافکار، اعمال واشغال وغیرہ پر غور کیجیے اور متقدمین اولیائے کرام کے شبانہ روز سے ملاتے جائیے، توان کی زندگی کا ہر پہلو سیرت نبوی کی عملی تفسیر نظر آئے گا۔

آپ کے تبحر علمی، فراست وذکاوت، جودت طبع، نکتہ رسی، محدثانہ بصیرت کا اعتراف بڑے بڑے اصحاب علم وفضل کو تھا اور آج بھی ہے، اپنے تو اپنے غیروں نے بھی آپ کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا۔

آپ کی زندگی بچپن ہی سے انتہائی بے داغ اور صاف ستھری رہی ہے۔ کم گوئی و خندہ روئی، شرافت وبزرگی، نیکی ودین داری، زہد وتقویٰ، قناعت وغنا، توکل ورضا، صبر وشکر، ذکر وفکر، علم وعمل، اخلاص نیت اور جہد مسلسل آپ کی شخصیت کے نمایاں خدو خال تھے۔ اللہ کی یاد میں خلق خدا سے قریب رہ کر بھی دور اور دور رہ کر بھی قریب، گویا

خلوت در انجمن تھے۔ راستہ چلتے دنیا کی چکا چوند سے صرف نظر گویا نظر بر قدم ہے.

آپ اپنے انہیں ذاتی اوصاف کی بنا پر علمائے صوفیہ میں حد درجہ ممتاز و محترم اور عوام میں غیر معمولی طور سے مقبول و محبوب رہے۔ جہاں جائیں خلق خدا کھنچی چلی آئے، جہاں رہیں عوام و خواص پروانہ وار نثار ہوتے چلے جائیں، ہر جگہ سب میں یکساں طور سے مقبول تھے۔

ایک طویل زمانہ تک آپ کے قرآن واحادیث سے مبرہن مواعظ حسنہ انتہائی ذوق و شوق سے سنے جاتے رہے، وعظ و نصیحت کی ان دینی محفلوں کے ذریعہ ہزارہا بندگان خدا خدا تک پہونچے اور آپ کی مخلصانہ نصیحتوں سے متاثر ہو کر انہیں توبہ واستغفار کی توفیق نصیب ہوئی اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر وہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، رضویہ، نظامیہ میں داخل ہوئے۔

زیر نظر "جہان خطیب البراہین" میں جدی الکریم حضور خطیب البراہین قدس سرہ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں پر لکھے گیے گراں قدر مضامین، علماو مشائخ کے تاثرات وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔

مرتب برادر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی صاحب اور برادر طریقت حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی صاحب قبلہ جملہ وابستگان سلسلہ نظامیہ کی جانب مبارک بادو شکریہ کے مستحق ہیں۔

رب کریم اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور خطیب البراہین قدس سرہ کے مرقد انور پر رحمت و نور کے بھرن برسائے اور ہم جملہ متعلقین کو اُن کے روحانی فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین.

ضیاء المصطفی نظامی

خادم خانقاہ نظامیہ اگیا شریف، سنت کبیر نگر، یوپی.

تقریظ جلیل

علامہ مفتی عبدالحکیم نوری ناطق مصباحی
علامہ فضل حق اکیڈمی یس نگر یوپی

دور حاضر میں تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے حضرات کچھ حد تک مایوسیوں کے شکار ہیں، اس لیے کہ اکثر کا حال یہ ہے کہ موبائل کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، بوقت ضرورت اس میں دیکھ کر کام چلا لیتے ہیں، جب کہ کام چلانا اور ہے، مطالعہ اور ہے، اس سے مطالعہ نہیں ہوسکتا، بلاشبہ یہ اغیار کی سازش ہے، چنگیز خان کو بغداد میں کتب خانوں کو نذر آتش کرنے میں ہفتہ عشرہ لگا تھا، جب کہ اسلامی سرمایہ جو موبائل میں ہے لمحہ میں ختم ہوجائے گا، موبائل سے کام لیتے ہوئے اشاعت کتب کی سخت ضرورت ہے۔

بفضلہ تعالیٰ بعض نوجوان علما کی کاوشوں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوجاتا ہے، دنیاوی منفعت کے بجائے دنیاوی نقصان کو برداشت کرتے ہوئے شاداں فرحاں ہوکر روز و شب تصنیف و تالیف کے ذریعہ اشاعت دین میں مصروف ہیں۔

"جہان خطیب البراہین" کے مرتب حضرت مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی سے جب ملاقات ہوتی ہے تو یہی کہتے ہیں کہ دلائل الخیرات شریف، چہل کاف شریف، حزب البحر شریف کے ساتھ حضور خطیب البراھین پر یہ کررہا ہوں، گویا کہ ان کے شیخ طریقت نے قلبی طور پر انہیں خدمت دین انجام دینے کے شعور و آگہی سے آشنا کردیا ہے۔

اسی شعور و آگہی کے باعث اپنے احباب کی معاونت خصوصا حضرت علامہ کمال احمد نظامی علیمی کی اصلاح و ارشاد کے ساتھ تقریبا سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل جہان خطیب البراہین عقیدت مندان خطیب البراہین کے سامنے پیش کررہے ہیں،

جسے دیکھ کر اہل علم مسرور ہوں گے، رب العزت مولانا الاعز کو ہر منزل میں کامیاب وکامراں فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

طالب دعا:
عبد الحکیم نوری ناطق مصباحی علامہ فضل حق اکیڈمی یس نگر یوپی



باب اوّل

نقوش حیات

حیات خطیب البراہین کے تابندہ نقوش

شہزادۂ حضور خطیب البراہین، شیخ طریقت، حبیب العلما،
حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی مدظلہ النورانی
سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر

سلسلۂ نسب

محمد نظام الدین بن نصیب اللہ بن بیتاب علی بن محمد اسحاق علیہم الرحمہ

القاب

(۱)حضرت خطیب البراہین (۲)حضرت صوفی صاحب (۳)حضرت مفتی صاحب۔

منشاو مولد

۲۵/ جنوری ۱۹۲۸ء میں تپہ اجیار کا مردم خیز معروف و مشہور گاؤں موضع اگیا پوسٹ چھاتا (بڑا پوسٹ دودھارا تھانہ) ضلع بستی (فی الحال سنت کبیر نگر) یوپی

ابتدائی تعلیم

گاؤں کے مکتب میں حاصل فرمائی، درجہ فارسی وعربی کے لیے اجیار تپہ ضلع بستی کی پہلی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں اپنے خاندان کے درجہ پرائمری کے رفیق درس حضرت علامہ مفتی سخاوت علی علیہ الرحمہ کے ہمراہ ۱۹۴۳ء میں داخلہ لیا، دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں موضع دیوریا لال (جو بسڈیلہ کے دکھن تقریباً تین سو قدم پر واقع ہے) کے خیر الاذکیا علامہ محمد کاظم علی علیہ الرحمہ بھی رفیق درس ہو گئے (یہ اس دور کی بات ہے جب کہ آپ کی عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی، موضع بسڈیلہ و دیوریا کے پورب قریب ڈیڑھ کلومیٹر موضع مشرد کے باغ میں اہل سنت وجماعت و دیابنہ کے مابین مناظرہ ہوا جس میں حضور سید العلما حضرت علامہ سید آل مصطفی علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ اور شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت

علی خاں علیہ الرحمہ پیلی بھیت سے تشریف لائے جس میں رب کریم نے اہل سنت وجماعت کو فتح مبین عطا فرمایا) آپ کا بیان ہے کہ فن ونحو کی پہلی کتاب ''نحو میر'' کے بحمدہٖ تعالیٰ ہم لوگ حافظ تھے، موضع اگیا سے موضع بسڈیلہ کی دوری ۶؍ کلومیٹر ہے، صبح گھر سے پیدل جاتے وقت میں سناتا جاتا، حضرت مولانا سخاوت علی علیہ الرحمہ سنتے جاتے اور شام کو گھر واپسی پر مولانا سخاوت علی علیہ الرحمہ سناتے اور میں سنتا جاتا، غرضیکہ پوری دل چسپی کے ساتھ علوم دینیہ مشکوٰۃ وشرح جامی تک دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب فیض آبادی اور ان کے برادر اصغر فاروق ملت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب فیض آبادی ودیگر اساتذہ سے حاصل کیا۔

اعلیٰ تعلیم

۱۹۴۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہ تینوں حضرات یعنی آپ اور علامہ کاظم علی ومفتی سخاوت علی علیہم الرحمہ، امام النحو صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ (مصنف بشیر القاری فی شرح البخاری وبشیر الناجیہ والبشیر الکامل وغیرہا) وحضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج حافظ محمد مبین الدین فاروقی محدث امروہوی علیہ الرحمہ (مصنف شہید معظم وافضل المرسلین وحاشیہ طحاوی شریف وشرح تفسیر بیضاوی) کی خدمت میں مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ میں داخل ہوکر پوری محنت ولگن کے ساتھ علوم اسلامیہ حاصل کرتے رہے۔

پھر یہ تینوں حضرات ۱۰؍ شوال المکرم ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی میں داخل ہوئے، دارالعلوم اشرفیہ میں ان تینوں رفقا کے ہم درس رفقا میں حضرت علامہ سید حامد اشرف صاحب قبلہ اشرفی (شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ ممبئی) وبدر ملت حضرت علامہ بدر الدین صاحب رضوی اور حضرت علامہ محمد احمد شاہدی (شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ کان پور) وغیرہ تھے۔

استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت علامہ الحاج عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث مرادآبادی (بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) وحضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری، خیرالاذکیا، سندالمدرسین حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی، سلطان الواعظین، شہنشاہ تفہیم حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی (قصبہ گھوسی) وشیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی (قصبہ گھوسی) وغیرہ نور اللہ مرقدہم جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

فراغت

مذکورہ بالا اساتذۂ کرام جوافہام وتفہیم کے شہنشاہ اور کتب متداولہ مروجہ کے علوم وفنون کے ماہر اور یکتاے روزگار تھے، انھیں سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی اور ۱۰/ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ مطابق ۵/ مئی ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم کے ہونے والے جلسۂ دستار فضیلت میں سلطان الواعظین ابوالمحامد حضرت علامہ سید محمد میاں محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کچھوچھہ مقدسہ واستاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث مرادآبادی و دیگر اکابر سے سند ودستار فضیلت سے سرفرازی حاصل کی۔ ڈاکٹر عزیز اللہ خاں عزیزی نے سن فراغت یوں رقم فرمایا۔

آیا دو پانچ نو ایک خوشیوں کا دن
اوج پر پہونچی قسمت نہایت تری

تعلیمی لیاقت

عالم (الہ آباد بورڈ) ۱۹۵۲ء فاضل درس نظامیہ دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)۔

بیعت

اصلاح حال، تزکیۂ نفس، فلاح دارین اتصال نسبت کے لیے حضور تاجدار اہل

سنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت ،سید سرکار مفتی اعظم ہند، آل رحمٰن مصطفی رضاخان نوری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر زمانۂ طالب علمی ہی میں مورخہ ۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۱۹۵۱ء کو بیعت کا شرف حاصل کر کے سلسلۂ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ میں داخل ہوگئے۔

شرف اجازت وخلافت سلسلہ برکاتیہ

خاندان برکات سے آپ کو غیر معمولی عقیدت و محبت رہی ہے، مارہرہ مطہرہ کی حاضری آپ کا معمول تھا، خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر خانقاہ برکاتیہ کے عظیم چشم وچراغ، محبوب اہل سنت، پیشوائے اہل طریقت، واقف رموز شریعت، مقتدائے ملت، اولیاے حقیقت، سراج السالکین، شمس العارفین، زبدۃ الاصفیا، احسن العلما حضرت علامہ سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان صاحب سجادہ مارہرہ مطہرہ نے علما و مشائخ کی موجودگی میں مورخہ ۲۰؍صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵؍نومبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت واجازت سے سرفراز فرماکر مجمع عام میں اعلان بھی فرمادیا۔

اس وقت خانوادۂ برکاتیہ کے آقایان نعمت کے علاوہ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، بحرالعلوم حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ مبارک پور، عزیز ملت حضرت علامہ الشاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و دیگر اکابر علما و مشائخ موجود تھے۔

آپ کا بیان ہے کہ جس وقت حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے میری خلافت کا اعلان فرمایا اور میرے سر پہ سبز دستار باندھی اس وقت میرے اوپر فیضان برکات، انوار و تجلیات کی ایسی برسات ہوئی کہ میرا باطنی خلاپُر ہوگیا اور میری کیفیت کیا ہوئی اسے الفاظ میں نہیں بیان کیا جاسکتا۔ (انٹرویو از خانقاہ مارہرہ مطہرہ از خطیب البراہین نمبر راشٹریہ سہارا گورکھپور)

شرف اجازت و خلافت سلسلہ رضویہ

چوں کہ آپ نے شرف بیعت تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حاصل کیا جو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی رضویہ نوریہ شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے یہ خواہش ہونا فطری تھا کہ آپ کو اس سلسلہ کی بھی خلافت واجازت حاصل ہو،اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث حضور رئیس الاتقیا علامہ الحاج الشاہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ (جو تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے چہیتے خلیفہ ہیں جن کے بارے میں تاجدار اہل سنت فرمایا کرتے تھے کہ جسے زندہ ولی دیکھنا ہو وہ حاجی مبین الدین کو دیکھ لے) نے سلسلہ رضویہ نوریہ شاخ کی خلافت واجازت وصال سے سوا سال قبل ۵ر محرم الحرام ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء کو اپنے لائق ترین متقی و پرہیز گار اور مقبول انام شاگرد حضرت علامہ صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو عطا فرما کر اپنا خلیفۂ مجاز بنا دیا۔

بحمدہٖ تعالیٰ آپ گویا مجمع البحرین ہوگئے،دونوں سلسلوں سے آپ نے فیضیابی حاصل کرتے ہوئے اسی کے مطابق تشنگان علوم و معرفت میں دونوں ہاتھوں سے فیض تقسیم فرماتے رہے ،جن کے گرداگرد علوم وفنون کے طالب تزکیۂ باطن کے متلاشی،پند و مواعظت کے شائق صف بستہ نظر آتے ہیں جن کی تابانیوں سے ضمیر کی اصلاح اور تاریک دلوں میں تجلیوں کا ظہور ہو رہا ہے۔

اتصال نسبت کی برکتیں

آپ کا بیان ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ اتصال نسبت کی وجہ سے تصلب اور استقامت فی الدین اور خوف وخشیت الٰہی واتباع سنت ''اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ'' جذبہ فزوں تر ہوگیا۔(خطیب البراہین نمبر راشٹریہ سہارا گورکھپور صفحہ ۴۶)

والد ماجد

آپ کے والد ماجد جناب نصیب اللہ علیہ الرحمہ صوم وصلوٰۃ کے پابند دین دار،

صالح ونیک کردار، بااخلاق و ملنسار، اچھے حساب داں، دیانت دار کاشت کار و تاجر تھے، مہمانوں کی آمد پر بہت خوش ہوتے اور ہر طرح ان کی خدمت ودلجوئی میں لگے رہتے، آپ کے عمدہ اخلاق وشیریں گفتار کے پیش نظر اہل قریہ وقرب وجوار کے لوگ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ راقم الحروف کی پیدائش ماہ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء بروز پیر ہو چکی تھی، اس لیے راقم الحروف کو بھی تین یا چار سال محترم دادا علیہ الرحمہ کی آغوش شفقت میں پروان چڑھنے کا موقع میسر آیا، دادا جان علیہ الرحمہ نے ہمارے والد ماجد کی تعلیم وتربیت میں پوری توجہ دی اور انھیں عالم دین بنانے کے لیے بھرپور موقع عنایت فرمایا۔ رب کریم نے دادا جان کی پاکیزہ آرزؤں کو قبول فرمایا، ۱۹۵۲ء میں دستار فضیلت ہوگئی مگر ایک ہی سال کے بعد یعنی ۱۹۵۳ء بروز جمعہ مبارکہ کو وطن مالوف آگیا ہی میں دادا جان نے داعی اجل کو لبیک کہا اور گاؤں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ عابدہ، زاہدہ، محترمہ ریمونہ خاتون علیہا الرحمہ نماز تہجد کے بعد روزانہ سات یا آٹھ پارہ قرآن کریم کی تلاوت ودلائل الخیرات ودیگر اوراد ووظائف سے فارغ ہونے کے بعد ہی صبح کا ناشتہ کرتیں، محلے کی عورتیں دعا کے لیے بھیڑ لگائے رہتیں، آپ ہر ایک سے اخلاق کریمانہ سے پیش آتیں اور انھیں اور ان کے لائے ہوئے پانی وتیل میں دم کرتیں۔

تلاوت کریم سے پیار

بحمدہٖ تعالیٰ دادی محترمہ تلاوت قرآن کریم کی تو ایسی عادی تھیں کہ ماہ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۹۰ء میں جب والد بزرگوار اپنی ضعیفہ والدہ ماجدہ کو لے کر زیارت حرمین شریفین کے لیے ارادہ فرمایا تو دادی محترمہ کے کبر سنی کے پیش نظر خدمت کے لیے راقم الحروف کو بھی ساتھ لے گئے، ابھی ہم لوگ مکہ معظمہ میں قیام گاہ

پر پہونچے ہی تھے کہ دادی محترمہ نے تلاوت کے لیے قرآن کریم طلب فرمایا چوں کہ قرآن کریم ہمراہ نہیں لے جاسکے تھے،اس لیے والد بزرگوار نے اپنی والدہ ماجدہ کی بے قراری کو دیکھتے ہوئے مجھے حکم دیا کہ جاؤ مکہ مکرمہ کے کسی کتب خانے سے قرآن پاک لے آؤ؟ راقم الحروف بازار مکہ میں گیا اور قرآن پاک لیا اور محترمہ دادی کو جوں ہی پیش کیا وہ خوش ہوگئیں اور راقم الحروف کو دعائیں دیتے ہوئے فوراً قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہوگئیں۔

مکہ مکرمہ میں ایک بار دادی محترمہ کی طبیعت خراب ہوگئی تو بعد نماز تہجد قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہوئیں صبح ہم لوگ ناشتے کے لیے اصرار کرتے رہے مگر تلاوت کرنا موقوف نہ کیا، بار بار کہنے سے بمشکل تمام تھوڑا توقف کیا، بعد ناشتہ پھر تلاوت میں مشغول ہوگئیں، زوال کے وقت تھوڑا توقف کیا، نماز ظہر کے بعد سے عصر تک تلاوت جاری رکھا، بعد نماز مغرب پھر تلاوت کرنے بیٹھ گئیں، یہ منظر وارفتگی دیکھ کر ہم لوگ محو حیرت تھے کہ انسان کی طبیعت جب خراب ہوتی ہے تو آرام کرتا ہے اور محترمہ دادی کی خراب طبیعت کو تلاوت کلام ربانی سے آرام مل رہا ہے۔ سبحان اللہ!

مریدین کے لیے دعائے مغفرت

راقم الحروف نے دادی محترمہ علیہا الرحمہ کو دیکھا کہ ایک جذبۂ والہانہ کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں اور دعاؤں کے ساتھ یہ بھی دعا کر رہی تھیں کہ ”اے رب کریم! ہمارے مولانا بابو سے جو لوگ سلسلہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ و نظامیہ میں داخل ہوں تو اپنے کرم سے ان کی مغفرت فرما۔ آمین“ دعا سے فارغ ہونے کے بعد راقم الحروف سے کہنے لگیں کہ مولانا بابو خلافت پانے کے بعد گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ ”اماں“ بزرگوں نے اشاعت سلسلہ کی ذمہ داری مجھ ناچیز کو بھی عطا فرمادی ہے، آپ نماز پنجگانہ اور تہجد کے بعد بارگاہ رب العٰلمین میں دعا کریں کہ رب کریم بزرگوں کے طفیل داخل سلسلہ ہونے والوں کی مغفرت فرمائے، اسی وقت سے مریدین کے بخشش و مغفرت کی دعا کرتی ہوں۔ رب کریم قبول فرمائے۔ آمین

امت کے لیے دعا

اور یہی حال حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا بھی تھا، راقم الحروف نے آپ کو بارہا بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کرتے ہوئے دیکھا:

”اَللّٰھُمَّ اصَّلِحْ اُمَّۃَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ“ اے اللہ! ہمارے سردار محمد ﷺ کے امت کی اصلاح ودرستگی فرما۔

”اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ“ اے اللہ! ہمارے سردار محمد ﷺ کی امت پر رحم فرما۔

”اَللّٰھُمَّ اغفر لامۃ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ“ اے اللہ! ہمارے سردار محمد ﷺ کی امت کے لیے بخشش فرما۔

تعلیم قرآن کی تحریک

ہماری والدہ ماجدہ جن کا نام ”خوش بی بی“ علیہا الرحمہ تھا، شادی کے بعد والد بزرگوار قبلہ نے دیکھا کہ قرآن پاک نہیں پڑھی ہیں اور اسی طرح خاندان کی بہت سی عورتیں تعلیم قرآن سے محروم ہیں۔ چنانچہ والد گرامی صاحب قبلہ نے قرآن پاک پڑھنے کی تحریک بڑے زور وشور سے شروع فرمائی کہ خاندان کی کوئی عورت اور کوئی بچہ ایسا نہ رہے جو قرآن کریم پڑھنے سے محروم رہے، چنانچہ گاؤں کی عورتوں اور بچوں وبچیوں میں قرآن کریم پڑھنے کا ایسا ماحول بنا کہ خاندان ہی میں جناب ماسٹر علی اکبر صاحب کی دادی محترمہ شاہ باندی علیہا الرحمہ (المتوفیہ ۱۹۷۰ء) اہل قریہ جنھیں ”استانی صاحبہ“ کہا کرتے تھے وہ اپنے مکان پر جو مسجد کے پچھم ہے گاؤں کے بچوں وبچیوں کو فی سبیل اللہ پڑھایا کرتی تھیں، اب جوان عورتوں کو بھی پوری دل چسپی سے پڑھانے لگیں، ہماری خالہ مرحومہ جنت النساء علیہا الرحمہ (التوفیہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۶/ اگست ۱۹۹۲ء بروز پیر) ماشاء اللہ قرآن پاک پڑھے ہوئے تھیں جو پڑھنے والیوں کی معاون رہیں اور ہماری چچی عائشہ خاتون (زوجہ چچا انعام الدین المتوفی ۲۴/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۳۰/ دسمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات) نے اور ہماری والدہ جنابہ خوش بی بی علیہا الرحمہ

نے بھی قرآن پاک ختم کیا اور گھر میں برابر تلاوت ہونے لگی بالآخر والدہ ماجدہ نے ۱۹/ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۷/ فروری ۱۹۷۸ء بروز پیر پونے نو بجے دن میں اگیا مکان ہی پہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

''قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' کا ایک منظر

فقیر راقم الحروف ان دنوں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے الہ آباد بورڈ کا فارم بھرے ہوئے تھا جس کا سینٹر شبلی انٹر کالج شہر اعظم گڑھ تھا۔ ۲۶/ فروری ۱۹۷۸ء سے امتحان شروع ہونے والا تھا، راقم الحروف بیمار والدہ کی کیفیت کے پیش نظر شریک امتحان ہونے میں متردد تھا، میری کیفیت وکشش وپنج کو دیکھ کر والدہ ماجدہ نے خود ہی اطمینان دلاتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ زیادہ نہ سوچو، جاؤ اللہ کا نام لے کر امتحان میں شریک ہوجاؤ۔ چنانچہ والدہ کے تسلی دینے پر ۲۶/ فروری ۱۹۷۸ء کو شبلی انٹر کالج شہر اعظم گڑھ کے ہونے والے امتحان میں شریک ہوا کہ ۲۷/ فروری ۱۹۷۸ء کی شام میں اپنے خاندان ہی کے جناب عزیز اللہ خان صاحب نظامی شبلی انٹر کالج شہر اعظم گڑھ مجھے لینے کے لیے پہونچے، میں دیکھتے ہی سمجھ گیا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' کہا، راقم الحروف کے آنکھوں میں آنسوؤں کو دیکھ کر شرکائے امتحان جمع ہوگئے، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری نے مجھے تسلی دیتے ہوئے والدہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی، رات ایک بجے کے قریب اگیا گھر پہونچا، دیکھا والدہ کا جنازہ کفن سے ملبوس چارپائی پر تیار رکھا ہوا ہے، مجھے دیکھتے ہی والد بزرگوار کے رفیق دیرینہ حضرت علامہ مفتی سخاوت علی علیہ الرحمہ مجھے سینے سے لگا کر رونے لگے، مگر والد صاحب میری طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ رکھے ہوئے جنازے کے پاس پہلے ہی سے نماز نفل پڑھنے میں مشغول تھے اور مسلسل پڑھتے ہی رہے، یہ منظر دیکھ کر راقم الحروف کی نگاہ قرآن کریم کے دوسرے پارہ پہ گئی کہ خالق موت وحیات نے یہی فرمایا ہے ''وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ'' [پارہ ۲/ سورۂ بقرہ ع ۱۹ آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷]

ترجمہ:۔ اور خوش خبری سنا! ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت

پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا، یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ سبحان اللہ!

قبر پہ تلاوت قرآن کریم کی تاکید

مرحومہ والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ کی تجہیز وتکفین کے بعد والد بزرگوار قبلہ کی تلقین قبر کے مواجہہ میں سورۂ بقرہ تلاوت کی گئی، بعدہٗ راقم الحروف سے تاکیداً فرمایا کہ بیٹا! تم دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں پڑھاتے ہو روزآنہ گھر سے آتے جاتے ہو، میری خواہش ہے کہ تم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے مواجہہ میں چالیس یوم سورۂ ملک، سورۂ رحمٰن، سورۂ یٰسین وسورۂ دخان وغیرہ روزآنہ شام میں پڑھ کر دعائے مغفرت کیا کرو، والد گرامی قبلہ یہ ارشاد فرما کر دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا تشریف لے گئے اور راقم الحروف بحمدہٖ تعالیٰ روزآنہ بعد نماز عصر قرآن کریم و لالٹین لے کر ماں کی قبر پر جاتا رہا اور مسلسل چالیس دن تلقینات والد بزرگوار کے مطابق عمل کیا اور اکتالیسویں روز بعد نماز فجر تدریس الاسلام بسڈیلہ کے درجۂ حفظ کے طلبا باری باری ایک ایک کر کے پانچ پارہ، چھ پارہ اور سات پارہ پڑھتے ہوئے زوال کے پہلے پہلے پورا قرآن کریم ختم کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلك.

سالانہ محفل ایصال ثواب کی تاکید

اس کے بعد والد گرامی قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ سال میں گھر پہ تقریب فاتحہ کی ایک محفل رکھی جائے جس میں قرآن خوانی ہو اور اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نیز اہل اللہ کا ذکر ہو اور تمام اہل اللہ خصوصاً مرحومین وجملہ مومنین کے ارواح پاک کو ایصال ثواب کیا جائے، چنانچہ اسی وقت سے پورے خاندان میں باقاعدہ اس کا رواج ہو گیا، اس کے بعد ہی حضرت علامہ عبد العزیز خاں صاحب کے والد ماجد مرحوم الحاج محمد نعیم علیہ الرحمہ کا ۴؍ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۷؍ دسمبر ۱۹۸۵ء بروز منگل انتقال ہوا، اسی وقت سے حضرت مولانا عبد العزیز اور ان کے تمام اہل خانہ پورے اہتمام کے ساتھ

سالانہ ایصال ثواب کی محفل وقرآن خوانی کا پروگرام کرتے رہے ہیں اور ہمارے چچازاد بھائی حافظ محبوب الرحمٰن، مفتی شکیل الرحمٰن وغیرہ اپنی والدہ ماجدہ کا اور حافظ رضوان الرحمٰن و مولانا محب الرحمٰن وغیرہ اپنے والد ماجد کا اور نعیم اللہ عرف نمو بابا کے بچے اپنے والدین کا اور اسی طرح اور افراد خاندان بھی اپنے اپنے گھروں پہ تقریب فاتحہ کی سالانہ محفل وقرآن خوانی کا التزام رکھتے ہیں۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

دارالعلوم غوثیہ رضویہ کا قیام

گاؤں کے بچوں کو دینی تعلیم دینے والی محترمہ شاہ باندی علیہا الرحمہ کا ۱۹۷۰ء میں انتقال ہو چکا تھا، اس وقت اگیا گاؤں میں کوئی دینی ادارہ نہیں تھا، اگیا پوکھرے پر درجۂ پنجم تک ایک پرائمری اسکول چل رہا تھا، والد گرامی قبلہ اور حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰/ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز جمعرات) یہ دونوں حضرات گاؤں ہی کے نہیں بلکہ پورے علاقے کے پہلے فارغ ہونے والے سنی عالم تھے، اس لیے ان دونوں حضرات نے گاؤں میں ایک دارالعلوم قائم کرنے کی تحریک چلائی، چنانچہ فوری طور پر ۱۹۷۱ء میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے حضرت مولانا عبدالستار صاحب تدریسی لائے گئے جو اگیا گاؤں ہی میں مرحوم الحاج محمد الیاس علیہ الرحمہ کے مکان پر بچوں کے تعلیم وتربیت میں لگ گئے، ادھر اہل قریہ نے باہمی غور و خوض کے بعد یہ طے کیا کہ گاؤں کے باہر اگیا پوکھرے کے پورب ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے، اس وقت ہمارے خاندان میں مرحوم حاجی محمد مستقیم علیہ الرحمہ باندرہ ممبئی میں اچھا کاروبار کرتے تھے، گاؤں کے پہلے سیٹھ تھے، ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، انھوں نے پوری دل چسپی لی۔

چنانچہ ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم غوثیہ رضویہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر ہو گئی، پھر آنے والے دنوں میں گاؤں کے دیگر حضرات کی بھی مالی حالت بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئی، انھوں نے بھی ادارہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی میں بھرپور تعاون کیا جس

سے شعبۂ حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ درس نظامیہ ودرجات عالیہ کا مکمل انتظام ہوگیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہر سال دورودراز کے مقیم طلبا الہ آباد بورڈ سے عالم، فاضل منشی اور کامل کے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں اور شعبۂ حفظ وقرأت ودرجۂ فضیلت سے فارغ التحصیل ہوکر کثیر تعداد میں مسلسل نکلتے رہتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلك

تدریسی خدمات

بحمدہٖ تعالیٰ! حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تدریسی خدمات ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۸ء کل چھپن سال ہے۔ جس کی قدرے تفصیل یوں ہے۔

(۱) دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول ضلع (بستی) سنت کبیر نگر (یوپی)
(۲) دارالعلوم اہل سنت شاہ عالم احمد آباد گجرات
(۳) دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع (گونڈہ) بلرام پور (یوپی)
(۴) دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، بکھرہ ضلع (بستی) سنت کبیر نگر (یوپی)

دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا

اس مرکزی دینی درس گاہ میں آپ ۱۹۶۳ء تا ۲۰۰۸ء کل پینتالیس (۴۵) سال تک پورے اخلاص کے ساتھ طالبان علوم نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی تعلیم وتربیت میں لگے رہے، اس ادارے سے ہر سال سیکڑوں علما وفضلا، حفاظ وقرا فارغ التحصیل ہوہوکر نکلتے رہے، آپ کے اس پینتالیس سالہ دور میں تنویر الاسلام کے تعلیمی وتعمیری اور تبلیغی شعبوں کو خوب خوب فروغ حاصل ہوا، آپ ۳۰؍ جون ۱۹۸۷ء میں ریٹائرڈ ہوگئے۔

درس بخاری کی خصوصیت

بحمدہٖ تعالیٰ آپ اکیس سال تک بلا معاوضہ فی سبیل اللہ درس بخاری دیتے رہے، آپ کے درس بخاری کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی کہ بلاناغہ نماز فجر پڑھنے کے

بعد ہی دورۂ حدیث کے طلبا آپ کے کمرے میں آجایا کرتے، آپ انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ مسلسل دو گھنٹے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ الصحیح للبخاری" کا درس دیتے۔ دوسری خصوصیت یہ رہی کہ آپ دینی جلسوں میں تشریف لے جاتے، جلسہ ختم ہوتے ہی تنویر الاسلام امرڈوبھا میں آنے کے لیے بے قرار ہوجایا کرتے تاکہ درس بخاری کا ناغہ نہ ہوجائے حتیٰ کہ کبھی آپ اپنے وطن مالوف اگیا گھر کے پروگرام میں بھی تشریف لاتے تو پروگرام ختم ہونے پر ہم لوگ پوری کوشش کرتے کہ اس وقت قیام فرمائیں، صبح تشریف لے جائیں، تو آپ پُرزور لہجے میں ارشاد فرماتے کہ درس بخاری کا ناغہ ہوجائے گا۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مسلسل وکوشش پیہم سے سال پورا ہونے تک بخاری شریف کی دونوں جلدیں ختم کرادیا کرتے۔ سبحان اللہ!

تصانیف حضور خطیب البراہین

ابھی تک یعنی ماہ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ جنوری ۲۰۱۲ء تک آپ کی تصانیف میں سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع کی جاسکی ہیں۔

(۱) فضائل تلاوت قرآن مبین (۲) اختیارات امام النبیین (۳) خطباب خطیب البراہین (۴) فضائل مدینہ (۵) کھانے پینے کا اسلامی طریقہ (۶) برکات روزہ (۷) فلسفۂ قربانی (۸) حقوق والدین (۹) برکات مسواک (۱۰) داڑھی کی اہمیت (۱۱) احوال الصالحین۔ ان شاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں آپ کی مزید کتابیں پیش خدمت کی جائیں گی۔

آپ پر لکھی گئیں شائع شدہ کتابوں کی تفصیل

ابھی تک یعنی ماہ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ جنوری ۲۰۱۲ء تک آپ کی شخصیت پر مندرجہ ذیل کتابیں لکھی جاچکی ہیں مزید سلسلہ جاری ہے۔

(نظام حسن ومبین (۲) دوعظیم شخصیتیں (۳) آئینۂ محدث بستوی (۴) خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت (۵) خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں

(۶)خطیب البراہین آئینۂ اشعار میں(۷)محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں(۸)محدث بستوی نمبر میگزین(۹)خطیب البراہین نمبر روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور

خصوصیات

بحمدہٖ تعالیٰ درسیات میں جہاں آپ ایک ماہر و بے مثل مدرس ہیں وہیں یگانۂ روزگار مخلص خطیب بھی ہیں،آپ کے خطاب کی خصوصیت یہ ہے کہ بلا خوف لومۃ لائم حقائق کو سادہ اور سلیس زبان میں کتاب و سنت اور معتبر مذہبی کتب کے حوالوں سے مبرہن کرتے ہوئے موقع و محل کے مطابق کلام اعلیٰ حضرت یا استاذ زمن حضرت حسن رضا بریلوی علیہما الرحمہ کے اشعار کو پیش فرماکر بیان میں چار چاند لگادیتے ہیں،بیانات میں حوالوں کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ اگر حوالوں کے درمیان سے ان کی مختصر دل پذیر شرح اور سادہ جامع تبصرے نکال دیئے جائیں تو بس حوالے ہی حوالے ہیں،اصل عربی عبارات کے ساتھ ان کے ترجمے بھی ہیں۔

اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن و حدیث اور بزرگوں کی باتوں میں جو تاثیر ہوتی ہے وہ ایک داعی و خطیب کی اپنی باتوں میں نہیں ہوتی،لہٰذا اپنی بات کم سے کم کہہ کر اللہ و رسول اور بزرگوں کی باتیں براہ راست زیادہ بیان کی جائیں۔[خطیب البراہین نمبر روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور صفحہ ۵۸]

حوالوں سے متعلق آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ یہ مبرہن و مدلل بیانات میرے کریم النفس استاذ حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کے فیض صحبت کا اثر ہے کیوں کہ حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا کہ جو باتیں وہ بیان فرماتے اسے فوراً کتاب کھول کر دکھادیا کرتے،چنانچہ آپ کا ہر ہر خطاب دلائل و براہین سے مزین ہوتا ہے،اسی لیے تو علما و مشائخ اور دانشوروں نے آپ کو خطیب البراہین کے لقب سے یاد فرمایا۔آپ کے مخلص شاگرد مولانا سراج الدین حباب بستوی نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے۔

آپ کا ارشاد ہوتا ہے مدلل مبرہن
کیا حدیثوں کے حوالے اور کیا ام الکتاب
نور و نکہت سے مزین ہوتا ہے قول وعمل
آپ کی تقریر ایسی منفرد جیسے گلاب
جلوہ گر پیش نظر صوفی نظام الدین ہیں
پیروی سے ہورہا ہے ایک عالم فیضیاب
آپ ہیں پیکر عمل کے انتہائی ہیں خلیق
اور روے پاک سے ظاہر بزرگی کا شباب
ایسے پابند شرع سے مطمئن ہے ہر مرید
اور شاگردی پہ نازاں ہے سراج الدین حبابؔ

صاحبزادہ

راقم الحروف محمد حبیب الرحمٰن صاحب رضوی نوری استاذ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ وسربراہ اعلیٰ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازارضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

تاریخ پیدائش

ماہ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء بروز پیر

صاحبزادی

عزیزہ شریف النساء۔ تاریخ پیدائش ماہ شوال ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء

عم مکرم

محمد حنیف مرحوم

برادران محترم

(۱)جناب انعام الدین مرحوم (۲)جناب اکرام الدین

برادرزادگان

ازصلب انعام الدین:(۱)جمیل الرحمٰن(۲)محفوظ الرحمٰن(۳)سعید الرحمٰن (۴)حافظ و قاری رضوان الرحمٰن(۵) مولانا محب الرحمٰن اور دو بچیاں: (۱) قمر النساء (۲)حمیدالنساء

ازصلب جناب اکرام الدین

(۱)عزیزالرحمٰن(۲)حافظ وقاری محبوب الرحمٰن(۳)نعمت الرحمٰن(۴)مفتی شکیل الرحمٰن اور ایک صاحبزادی فاطمہ خاتون۔

خواہر

(۱)کرم پھول(۲)حقیق النساء

خلفا

(۱)راقم محمد حبیب الرحمٰن رضوی(۲)شہزادہ حضور رئیس الاتقیا جناب ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب

حج وزیارت

ماہ ذی قعدہ ۱۴۱۰ء مطابق ماہ جون ۱۹۹۰ء میں والدہ ماجدہ اور صاحبزادہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن رضوی واخترعادل نظامی وغیرہ کے ساتھ زیارت حرمین شریفین سے بہرہ ور ہوئے۔



حضور خطیب البراہین: حیات وخدمات

مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پروردگار عالم نے سب سے پہلے اپنے پیارے حبیب آقاے دوجہاں، مدنی تاجدار محمد عربی ارواحنافداہ ﷺ کے نور پاک کو پیدا فرمایا پھر آپ کے نور سے کائنات کو وجود بخشا، اس کائنات میں زمین کو پیدا فرماکر اسے ہر طرح سے مزین و آراستہ کیا پھر "خلیفة اللہ فی الارض" حضرت آدم نبینا علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اس زمین کا خلیفہ بناکر بھیجا اور آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے اس دنیا کو لالہ زار بنایا، آپ سب سے پہلے نبی اور سب سے پہلے انسان ہیں، آپ کے ذریعہ انسانی آبادی کو خوب خوب فروغ ملا، کرامت وبزرگی والی اس مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ رب العزت انسانوں ہی میں سے حسب ضرورت کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دولاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام ورسلان عظام کو بھیجتا رہا، سب سے آخری نبی ہمارے سرکار آقاے دوجہاں محمد عربی ﷺ کو بناکر بھیجا اور ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں گھری ہوئی اس انسانی آبادی کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملی، آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی ہوسکتا ہے اور نہ رسول اس لیے دعوت الی الحق (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کی ذمہ داری پروردگار عالم نے آپ کی امت کے ناتواں کندھوں پر رکھی اور "کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ" فرماکر ہر اہل ایمان پر حسب حیثیت ، لیاقت وصلاحیت دعوت الی الحق کو لازم قرار دیا، امت مرحومہ کے علما، صوفیا اور

مشائخ نے اپنی ذمہ داریوں کو بھرپور نبھایا بالخصوص سرزمین ہند پر انھیں کے دم قدم سے بہار آئی اور آج جو ہر طرف مذہب اسلام کے ماننے والے موجود ہیں یہ انھیں کے وجود مسعود اور محنتوں کا ثمرہ ہے۔

یوں تو سرزمین ہند میں علما و صوفیا کے ذریعہ جس مسلک (یعنی مسلک اہل سنت وجماعت) کی ترویج واشاعت کی گئی بعد کے علمائے کرام، صوفیائے عظام نے اسے عوام وخواص میں خوب خوب پھیلایا اور اپنی زبان وقلم سے امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، ماضی قریب کے ان علمائے کرام اور صوفیائے عظام میں ایک قابل ذکر نام محی السنۃ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ جنھوں نے امت مسلمہ کے مابین علم دین کے فروغ اور ان کے اعمال وعقائد کی اصلاح کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور پوری زندگی سنت نبوی کے سانچے میں ڈھل کر العلماء ورثۃ الانبیاء کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

آپ کی زندگی عصر حاضر کے علمائے کرام، صوفیائے عظام، پیران طریقت اور عوام وخواص سب کے لیے مشعل راہ۔ ہم آئندہ صفحات میں آپ کے حیات وخدمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تا کہ مخلوق خدا آپ کی شخصیت کو دلائل وبراہین کی روشنی میں پہچان سکے اور آپ کے نقش قدم پر چل کر اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے سیرت وکردار کو سنوار سکے۔

نام ونسب

نام ونسب:۔ محمد نظام الدین بن نصیب اللہ بن بیتاب علی بن محمد اسحاق

آپ کا مسلک:۔ آپ مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مسکناً بستوی ہیں۔

القاب:۔ خطیب البراہین، محدث بستوی، صوفی صاحب وغیرہ

مولد ومسکن:۔ ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کا ایک قدیمی ضلع بستی ہے (جو آج سنت کبیر نگر ہے) یہ ضلع ۱۸۶۵ء میں برٹش گورنمنٹ نے اپنے انتظامی سہولت کی بنیاد

پر ضلع گورکھپور سے پانچ تحصیلوں کو کاٹ کر بنایا تھا اور ان تحصیلوں میں ایک تحصیل خلیل آباد تھی، تحصیل خلیل آباد میں تپہ اجیار کو ایک اہم مقام حاصل ہے، جو مسلم اکثریتی علاقہ مانا جاتا ہے تپہ اجیار کے موضع اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر کے زراعت پیشہ سنی مسلم پٹھان کے گھر میں آپ کی ولادت ہوئی، گھر میں غربت ضرور تھی مگر ماحول اسلامی تھا، آنکھ کھولنے کے بعد چاروں طرف اسلامی ماحول پایا تہجد گزار والدہ اور پابند شرع والد محترم کی صحبت آپ کی ذات پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوئی کہ آپ بچپن ہی سے صوم وصلاۃ کے پابند رہے۔

آپ کا نام محمد نظام الدین آپ کے والد محترم ہی نے رکھا۔ حضرت مولانا محمد محسن صاحب قبلہ نظامی اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

”میں نے ایک مرتبہ حضرت سے پوچھا کہ حضرت آپ کا نام کس نے رکھا تو حضرت نے فرمایا میرا نام میرے والد محترم ہی نے رکھا، آپ اس زمانے میں پورے گاوں میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے اور گاوں کے اکثر لوگ اپنے بچوں کا نام والد صاحب ہی سے رکھواتے تھے“۔

تحصیل علم

والد محترم غضب کے ذہین تھے، پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے وقت آپ سارے اسکول میں ممتاز تھے، آپ کی امتیازی صلاحیت ولیاقت کے معترف اسکول کے اساتذہ بھی تھے۔

کہا جاتا ہے ”الولد سر لابیہ“ کہ لڑکا باپ کا عکس ہوا کرتا ہے، لڑکے میں باپ کی صلاحیت ولیاقت جھلکتی ہے، حضرت کے ذہانت وفطانت میں کسی کو کلام نہیں، حضرت قرآن واحادیث وبزرگان دین کے اقوال اور حوالہ اس قدر تفصیل سے بیان کرتے کہ سننے والا حیران وششدر رہ جاتا، اس سے آپ کے ذہانت وفطانت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جب آپ نے شعور کی منزل میں قدم رکھا تو والد محترم کو آپ کے تعلیم کی فکر لاحق ہوئی والد محترم نے آپ کا داخلہ گاؤں ہی کے ایک مکتب میں کرایا جہاں آپ نے پرائمری کی تعلیم حاصل کی، پرائمری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ضلع بستی کے سب سے قدیم ادارہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ (جو اس وقت ضلع سنت کبیر نگر میں واقع ہے) میں آپ نے داخلہ لیا، حضرت علامہ کاظم علی اور حضرت علامہ سخاوت علی علیہما الرحمہ جیسی شخصیتوں کی معیت میں حضرت علامہ عبد الروف فیض آبادی اور حضرت مولانا محمد فاروق صاحب قبلہ علیہما الرحمہ سے درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور بڑے ہی دل جمعی کے ساتھ حصول علم میں لگے رہے، عسرت و تنگدستی کے با وجود بھی آپ نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا اور دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں شب و روز اساتذہ سے حصول علم و اکتساب فیض کرتے رہے۔

کہتے ہیں غربت انسان کے حوصلوں کو پست اور قدم کو لڑکھڑا دیتی ہے، مگر جن کے اندر منزل مقصود کی حصولیابی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، بڑی سی بڑی رکاوٹیں بھی اسے منزل مقصود تک پہنچنے میں حائل نہیں ہو پاتیں، حصول علم کے لیے ایسا ہی جذبہ بیکراں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے اندر موجود تھا، آپ کے مستحکم عزائم کو غربت و افلاس کے مشکلات بھی پست نہ کر سکے کیوں کہ ایک طرف جہاں آپ کے دل میں تبلیغ دین کی تڑپ تھی وہیں اسلاف کی سیرت آپ کے حوصلوں کو مہمیز دے رہی تھی، جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ آپ نے کوہ ہمالہ جیسی مصیبتوں کو بھی خش و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ سچ ہے

عزم محکم ہو تو کشتی لب ساحل پہونچے
حوصلہ چاہیے طوفانوں سے ٹکرانے کا

ذیل میں ہم آپ کی غربت و تنگ دستی کے دو واقعات کو نقل کرتے ہیں جن سے جہاں آپ کے عزم محکم کا اندازہ ہو جائے گا وہیں عصر حاضر کے وہ طلبا جو اداروں اور

گھروں سے تمام تر سہولت پانے کے باوجود بھی بلا محنت علامہ بننے کی خواہش رکھتے ہیں اور تھوڑی سی انتظامی یا مالی کمی ہونے پر گھر والوں اور اہل ادارہ کو تنگ کرنے سے بھی نہیں چوکتے، ان کے لیے یہ واقعات نہ صرف نصیحت بلکہ حصول منزل کے لیے نمونہ عمل بھی ہیں۔

(۱) جس وقت آپ دار العلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں زیر تعلیم تھے اس وقت تنگدستی کا عالم یہ تھا کہ جسم پر صرف ایک کپڑا رہا کرتا تھا اور وہی کل ملکیت ہوا کرتی تھی جمعہ کے دن گھر تشریف لاتے، گاوں کا وہ پوکھرہ جہاں پورے گاوں کے لوگ اپنے کپڑوں کو دھلا کرتے تھے، آپ بھی تشریف لے جاتے اور کسی کپڑے سے ستر ڈھک کر جسم کے سارے کپڑے اتار دیتے، صابن کی جگہ ریہ (وہ مٹی جس سے دھوبی اس زمانے میں کپڑا دھلا کرتے تھے) سے اپنے کپڑوں کو دھلتے اور پھر اسے سوکھنے کے لیے ڈال دیتے جب کپڑے سوکھ جاتے تو آپ غسل کرتے اور پھر نماز جمعہ ادا کرتے آپ کے صاجبزادے حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب رضوی اس واقعے کو اپنے ایک مضمون میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

”تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ فقط بدن پر ایک کپڑا ہوتا، کرتا پائجامہ بجائے صابن سے صاف کرنے کے ریہ مٹی سے ایک کپڑا دھل کر سکھاتے، کپڑا خشک ہو جاتا تو اسی کپڑے کو پہن کر نماز جمعہ ادا کرتے“۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو خطیب البراہین نمبر صفحہ ۸)

مذکورہ واقعے سے اس چیز کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ آپ نے تنگدستی کی وجہ سے صرف ایک کپڑا ہی پہن کر تعلیم حاصل کی، اب آئیے دوسرا واقعہ بھی ملاحظہ فرمالیں، جس میں آپ کے شب و روز کا بھی تذکرہ ملتا ہے، کہ کس طرح آپ نے پیٹ کی آگ بجھا کر علم دین کو حاصل کیا۔

(۲) یہ واقعہ اس زمانے کا ہے، جس وقت ہر ہندوستانی سفید فام ظالم و جابر حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے جدو جہد کر رہا تھا، ہندوستانیوں کی حکمت عملی کی

وجہ سے برسوں پرانی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی تھیں اور آہستہ آہستہ آزادی کی صبح نمو دار ہورہی تھی، اس وقت آپ ابھی اپنے عمر کی دو دہائیوں کو بھی پار نہ کرپائے تھے، ابھی آپ کی عمر صرف ۱۹؍ سال کی تھی کہ علم دین کے حصول کے لیے اپنے روحانی مربی رئیس الاتقیا حضرت علامہ حاجی محمد مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ اور امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں مدرسہ اسلامیہ اندر کورٹ میرٹھ کی سرزمین پر زانوئے ادب تہ کر چکے تھے، آگے کا واقعہ خود حضور خطیب البراہین کے صاحبزادے حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

"ابا حضور فرمایا کرتے تھے عسرت و تنگدستی اس قدر تھی کہ ناشتے کا کوئی انتظام نہیں تھا، شادی وغیرہ کے موقع پر جو روٹیاں بچ جایا کرتی تھیں، شہر میرٹھ کے لوگ اسے اپنے جانوروں کے لیے خرید کرلایا کرتے تھے اور اپنے چوپایوں کو کھلایا کرتے، ہم لوگ بھی بازار سے وہی روٹی خرید کرلاتے اور کپڑے میں رکھ کر اینٹ وغیرہ سے باریک کرتے شام کو پانی میں بھگو دیتے، صبح گڑ ملا کر کھالیا کرتے تھے اور پوری دل جمعی سے علوم اسلامیہ کے حصول میں لگے رہتے"۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۸)

مذکورہ بالا دونوں واقعات عصر حاضر کے ان طلبا کے لیے مشعل راہ ہیں، جو تمام تر سہولتوں، اچھے اور عمدہ کھانوں کے باوجود بھی علم دین کے حصول سے کتراتے ہیں۔

دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ کا رخ کیا اس وقت یہ ادارہ حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ حاجی محمد مبین الدین امروہوی اور امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہما الرحمۃ والرضوان کی بنیاد پر طالبان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھانے کے لیے ایک عظیم سرچشمہ کی حیثیت رکھتا تھا، آپ نے ۱۹۴۷ء میں وہاں داخلہ لیا اور ایک سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر اساتذہ کی رہنمائی اور ان

کی اجازت سے آپ نے ملک کی عظیم دانش گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کا رخ کیا اور ۱۹۴۸ء میں مبارکپور کی سرزمین پر واقع علم و ہنر کی اس عظیم دانش گاہ میں داخلہ لیا جس کے افراد آج پوری دنیا میں اپنی علمی لیاقتوں، تنظیمی صلاحیتوں اور تبلیغی کارناموں سے اسلام وسنیت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

۱۹۴۸ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ملک کے عظیم مدبر، فکری وروحانی تربیت دینے والے عمدہ مربی، درس وتدریس میں مہارت رکھنے والے بہترین مدرسین کی ایک عظیم ٹیم موجود تھی، یہی وجہ ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا شہرہ اس دور میں بھی دور دور تک تھا، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس گلشن میں کھلنے والے پھولوں کی آبیاری اور دیکھ ریکھ کے لیے ملک کے دانشوروں کی ایک عظیم ٹیم اکٹھا کر رکھا تھا، جن میں اکثر لوگوں کو بدر الطریقہ، صدر الشریعہ، مصنف بہار شریعت حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل تھا، اس وقت کا الجامعۃ الاشرفیہ اس زمانے میں مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے جانا جاتا تھا، جس کو استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت علامہ الحاج عبدالعزیز محدث مرادآبادی، حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری، شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ اعظمی، صاحب تصانیف کثیرہ سلطان الواعظین حضرت حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی اور حضرت علامہ حافظ عبدالروف صاحب قبلہ بلیاوی علیہم الرحمہ جیسی عظیم شخصیتوں کی خدمات جلیلہ حاصل تھیں۔

آپ نے ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک ان مبارک ہستیوں کے علمی فیضان سے خوب خوب اکتساب فیض کیا اور علمی وروحانی دولتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرا، صوم وصلاۃ کے پابند والدین کے گود میں آپ نے آنکھ کھولی تھی، اس لیے آپ پر گھریلو ماحول کا اثر شروع ہی سے رہا، آپ بچپن ہی سے صوم وصلاۃ کے پابند رہے، مدرسہ میں بھی آپ کے ساتھی آپ کو صوفی صاحب ہی کہا کرتے تھے، جس کی شکایت آپ نے ایک مرتبہ حضو حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کی جس کی تفصیل حضرت علامہ مبارک

حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور و استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اپنی تصنیف ''دو عظیم شخصیتیں''میں یوں رقم طراز ہیں:

''جامعہ اشرفیہ میں کچھ حضرات نے حضرت صوفی صاحب کے حوالے سے یہ واقعہ ذکر کیا ہے، کہ ایک بار آپ نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کیا کہ حضور! میرے احباب مجھے صوفی صاحب کہتے ہیں جب کہ میں اپنے کو اس کا مصداق نہیں پاتا، اس لیے آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ مجھے اس نام سے نہ پکاریں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ پر ایک پر اسرار نظر ڈالی اور پر زور انداز میں فرمایا جی ہاں! ہم بھی آپ کو صوفی صاحب کہتے، آپ ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں''۔(دو عظیم شخصیتیں صفحہ:۴۳)

سبحان اللہ! ایک مرد درویش کے منھ سے نکلی ہوئی بات بارگاہ رب العزت میں اس قدر مقبول ہوئی کہ ساری دنیا آپ کو صوفی صاحب کہنے لگی۔ کیوں نہ ہو؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں دوران طالب علمی ہی میں آپ کی پرہیز گاری کی گواہی اس دور کے ہاسٹل کے نگراں حضرت مولانا علی احمد مبارک پوری علیہ الرحمہ یوں دیتے ہیں:

''دوران طالب علمی جب بھی طلبا کو جگانے کے لیے گیا تو مولانا نظام الدین کو یا تو وضو کرتے ہوئے پایا یا وضو سے فارغ پایا''۔(دو عظیم شخصیتیں)

آپ تقریبا پانچ سال تک الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم رہے، مگر اساتذہ کا ادب واحترام ہمیشہ ملحوظ رکھا آخر وہ ساعت سعیدہ آہی گئی، کہ ۱۹۵۲ء میں جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں ابوالمحامد سید محمد میاں کچھوچھوی محدث اعظم ہند اور دیگر علما و مشائخ نے آپ کے سر پر تاج فضیلت رکھا۔ (اور آپ کے تحصیل علم کا ایک عظیم سفر ختم ہوا)

مادرِ علمی (الجامعۃ الاشرفیہ) سے دلی لگاؤ

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں آپ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب قبلہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے، جس وقت آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں دورہ حدیث کی تکمیل کررہے تھے، اسی زمانے میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کسی سبب سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے استعفیٰ دے کر دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں منصب شیخ الحدیث پر تشریف لے گئے، دارالعلوم شاہ عالم میں ابھی حال ہی میں دورہ حدیث کی جماعت قائم ہوئی تھی اس لیے دارالعلوم میں طلبا کی کمی تھی، آپ کے کچھ ساتھی حضرت اعظمی صاحب قبلہ کے ساتھ احمد آباد جاکر تعلیم حاصل کرنے لگے، لوگوں کو یہ گمان تھا کہ حضرت اعظمی صاحب قبلہ کے ساتھ صوفی صاحب ضرور جائیں گے کیوں کہ آپ اعظمی صاحب قبلہ کے قریبی تھے، مگر آپ نے ایسا کچھ نہ کیا بلکہ بارگاہ حافظ ملت میں رہ کر ان کے دست مبارک سے مصباحیت کا تاج پہننا ہی اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھا اور بارگاہ حافظ ملت میں لگے رہے، فراغت کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ خود علامہ اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنے جن معتمد شاگردوں کو اپنے پاس احمد آباد میں درس وتدریس کے لیے بلایا ان میں آپ کی ذات گرامی بھی شامل تھی، بلکہ آپ کو سب سے پہلے بلاکر یہ واضح کردیا کہ آپ کی شخصیت سے نہ تو اعظمی صاحب قبلہ کو کچھ ناراضگی تھی اور نہ ہی کوئی تکلیف بلکہ آپ ہمیشہ حضرت کے محبوب نظر رہے۔

حضرت علامہ اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ کو کس قدر چاہتے تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خط سے لگا سکتے ہیں:

از بھیونڈی ۹؍ نومبر ۱۹۶۱ء

مولانا العزیز محمد نظام الدین رضوی دام مجدکم... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مرتبہ بہت دنوں بعد آپ نے مجھ فقیر کو یاد کیا۔ خیر

عمرت دراز بادکہ ایں ہم غنیمت است

دوسرے عزیزوں نے تو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ مع الخیر ہوں اور نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اپنے مشاغل میں منہمک ہوں، البتہ کبھی کبھی آپ عزیزوں کی جدائی اور اپنی تنہائی سوچ کر آب دیدہ ہو جاتا ہوں۔ افسوس

خزاں جو آئی بہاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
سفینہ ڈوبا سہاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
بوقت بیکسی یاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
اندھیری شب میں ستاروں نے ساتھ چھوڑدیا

بچے کو دعا کا تحفہ دیجیے اور اراکین خصوصًا ناظم صاحب کو سلام کہہ دیجیے، آج کل بحمدہٖ تعالیٰ بھیونڈی میں میرے وعظ ہو رہے ہیں، کل نواں، پرسوں دسواں وعظ ہوگا۔ فقط

دعاگو:۔ الاعظمی عفی عنہٗ...۹/ نومبر ۱۹۶۱ء

تدریسی خدمات کا آغاز

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد آپ نے غیر منقسم ضلع بستی کے ایک قدیمی صنعتی قصبہ مہنداول میں واقع دارالعلوم اہلسنت فیض الاسلام کے غریب مخلص ارکان کے اصرار پر نہایت ہی قلیل مشاہرے پر درس و تدریس کی ذمہ داری قبول کرلی اور نہایت ہی عرق ریزی اور حسن تدبیر سے طلبا کو علم دین سے آراستہ کرنے میں لگ لیے گئے، دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول میں درس و تدریس کی خدمت کرتے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے مشفق اور کرم فرما استاذ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی نور اللہ مرقدہ کا حکم نامہ آپ تک پہونچ گیا جس میں آپ کو مدینۃ الاولیا شہر احمد آباد کے دارالعلوم شاہ عالم میں درس و تدریس کے لیے بلایا گیا تھا، آپ نے مختصر عرصے میں اہل مہنداول کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، مہنداول والوں کو جب یہ خبر ملی کہ آپ احمد آباد جانے کے لیے سوچ رہے ہیں، تو اہل مہنداول آپ کی خدمت میں آکر عرض

کرنے لگے کہ حضور !اگر مشاہرے کی بات ہے تو ہم غریب مسلمان بھی اسی مشاہرے کا انتظام کر دیں گے جو آپ کو احمد آباد میں ملے گا لیکن آپ احمد آباد نہ جائیں مگر حضرت نے اہل مہنداول کو حقیقت حال سے آگاہ کراتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

آپ لوگوں کی محبت اپنی جگہ لیکن میرا جانا اس لیے ضروری ہے کہ میرے استاذ کریم نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور ان کے حکم کی تعمیل میرے لیے لازم ہے مشاہرہ کی کمی و بیشی کا فقیر کے نظر میں کوئی معاملہ نہیں آپ سبھی لوگ جانتے ہیں، جب سے میں خدمت کر رہا ہوں میں نے اشارے کنائے میں بھی اضافہ تنخواہ کے لیے آپ لوگوں سے نہیں کہا میں دولت دنیا کے لیے نہیں بلکہ دولت اخروی کے لیے اپنے استاذ کی خد مت میں جا رہا ہوں۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۱۷)

اہل مہنداول نے آپ کے عزم بالجزم کو دیکھا اور انھیں یہ یقین ہو گیا کہ آپ احمد آباد جائیں گے ہی تو غیور سنی مسلمانوں نے آپ کو نمناک آنکھوں سے الوداع کہا اور آپ احمد آباد کے لیے عازم سفر ہوئے، احمد آباد صوبہ گجرات کا وہ عظیم شہر ہے جسے چار احمدوں نے مل کر بسایا تھا، جن کے زمانے کی تعمیرات آج بھی اس کی گواہی دے رہے ہیں ان چار احمدوں میں (۱) گنج احمد کھٹو (۲) سلطان احمد شاہ بادشاہ (۳) ملک احمد (۴) احمد قاضی صاحب ہیں، اوّل الذکر تینوں بزرگوں کا مزار شہر احمد آباد ہی میں ہے جب کہ حضرت قاضی احمد صاحب کی درگاہ پٹن میں ہے، جو صوبہ گجرات کا ایک علاقہ ہے۔

احمد آباد کے جس ادارے میں آپ کو درس و تدریس کے لیے مدعو کیا گیا تھا اس زمانے میں اس کی شہرت دور دور تک تھی کیوں کہ اس وقت میں دارالعلوم کے مسند تدریس پر ملک کی ایسی ایسی عبقری شخصیتیں جلوہ بار تھیں جن کے علم و فضل اور درسی صلاحیتوں کا چرچا ملک بھر میں پھیلا ہوا تھا، خصوصیت کے ساتھ رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج محمد مبین الدین امروہوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) اور شہنشاہ افہام و تفہیم، سلطان الواعظین، صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی

صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کی خدمات جلیلہ اس دارالعلوم کو حاصل تھیں۔

جس وقت آپ احمد آباد تشریف لے گئے غالباوہ ۱۹۵۴ء کا زمانہ تھا، نہایت ہی عرق ریزی کے ساتھ درس و تدریس کا آغاز کیااور اپنے شفیق وکرم فرمااستاذ کے انتخاب پر کھرے اترے ،اپنے مشفق و مہربان اساتذہ کے زیر سایہ رہ کر جہاں آپ نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کیاوہیں اپنے اندر تزکیہ نفس ، تطہیر قلب اور اصلاح باطن پر بھی توجہ صرف کی اور بہت کچھ سیکھا۔ حضرت علامہ محمد محسن صاحب قبلہ نظامی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا جو حضرت کے قریب بچپن ہی سے رہے ہیں، دارالعلوم شاہ عالم میں قیام کے دوران حضرت نے کیا حاصل کیا اپنے ایک مقالے میں کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

”بسا اوقات حضرت اپنی زبان فیض ترجمان سے خود ہی ارشاد فرماتے کہ دارالعلوم شاہ عالم کی تدریسی خدمات کے دوران حضور رئیس الاتقیا محدث امروہوی قدس سرہ القوی کوانتہائی قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا، جس کی وجہ سے میری حیات کا یہ درخشندہ باب واشگاف ہوا کہ میرے رگ و ریشہ میں امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت سرایت کرگئی، دوسرے اتباع سنت رسول گرامی وقار ﷺ کا بھی جذبہ فراواں مجھے استاذ محترم کی متبع سنت زندگی سے حاصل ہوا“۔

آپ نے حضور رئیس الاتقیاعلیہ الرحمہ کی بارگاہ سے جہاں بہت کچھ حاصل کیا وہیں آپ کی ایک اداکواپنی زندگی کا جزولاینفک بنالیا، بیان کیاجاتاہے کہ حضور رئیس الاتقیاعلیہ الرحمہ جب چلتے تھے توان کی نگاہیں ہمیشہ نیچی رہاکرتی تھیں گویاکہ آپ جب چلتے تواپنی نگاہوں کوزمین پر گاڑکر چلتے تھے، حضور رئیس الاتقیاعلیہ الرحمہ کی یہ اداآپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

”حضور صوفی صاحب قبلہ کی نیچی نگاہ کرکے چلنے کی ادا عملی طور پر حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ مبین احمد امروہوی علیہ الرحمہ سے ملی تھی“۔(آئینۂ محدث بستوی)

آپ کا قیام احمد آباد کی سرزمین پر درس و تدریس کی غرض سے غالباً ۱۹۵۴ء تک رہا وہاں آپ طالبان علوم نبویہ کے علمی پیاس کو بجھاتے رہے اور خود اپنے اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے رہے، حضرت علامہ اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کے استعفیٰ دینے کے بعد آپ بھی استعفیٰ دے کر یوپی تشریف لائے۔

مہنداول واپسی

دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات سے واپس آنے کے بعد آپ نے پھر اہل مہنداول کی التجا پر دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول کے عہدۂ صدارت کو قبول کیا اور طالبان علوم نبویہ آپ سے اکتساب فیض کرنے لگے، حضرت کی تشریف آوری سے اہل مہنداول بہت خوش تھے اور آپ بھی درس و تدریس کے علاوہ اہل مہنداول کی اصلاح فکر و اعتقاد کی مسلسل کوشش کرتے رہے، رفتہ رفتہ اہل مہنداول کے ذہن و فکر کو اسلامی شعور سے آشنا کرادیا یہ کوئی ۱۹۵۹ء کا زمانہ تھا، دوبارہ واپسی پر مہنداول میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ رہے پھر وہاں سے استعفیٰ دے کر دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ پچپڑوا گونڈہ تشریف لے گئے۔

دارالعلوم فضل رحمانیہ میں تقرری

دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ (موجودہ ضلع بلرام پور) کا عظیم ترین ادارہ ہے، آپ نے پچپڑوا اور علاقہ بھانبھر کے غیور سنی مسلمانوں کے نمائندہ صوفی عبدالحمید کی التجا پر اس ادارے میں درس و تدریس کی خدمت کو قبول کی، اراکین ادارہ نے آپ کو دارالعلوم کے صدرالمدرسین کے عہدے پر تقرر کیا، آپ نہایت ہی حسن تدبیر کے ساتھ سارے معاملات کو دیکھتے رہے اور نہایت ہی دیانت داری اور محنت و جانفشانی کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، آہستہ آہستہ آپ کی شہرت قرب

وجوار تک ہوگئی اور وہاں کے سنی مسلمان میلاد پاک اور جلسوں میں آپ کو مدعو کرنے لگے ،آپ پروگرام میں جاتے اور واپس آکر دن میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے،آپ کے لیے چار سالہ وقت دارالعلوم فضل رحمانیہ میں کیسا رہا حضرت علامہ محمد محسن نظامی صاحب قبلہ اپنے ایک مضمون میں اس کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

”خود راقم الحروف سے ایک موقع پر حضور پیر طریقت صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ ۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا کی تعلیمی وتعمیری ہمہ جہت ترقی کو دیکھ کر دارالعلوم کے ارباب حل وعقد اور اطراف وجوانب کے باوقار سنی مسلمانوں کی ایک معتدبہ تعداد نے میری خدمات اور مساعی سے متاثر ہوکر دارالعلوم کے جملہ نظم ونسق کی مکمل ذمہ داری مجھے تفویض کر دی حالاں کہ میرے ناتواں کاندھے اس بار کو نہ اٹھاسکتے تھے لیکن فضل رحمٰن ورحیم پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے یہ ذمہ داریاں قبول کرلیں اور انتہائی دیانت داری کے ساتھ میں نے اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا،اس درمیان مجھے خار دار وادیوں سے بھی گزرنا پڑا جب کہ احباب و مخلصین نے پھولوں کے گلدستے بھی پیش کیے ،اپنوں کی مدح اور غیروں کی طعن وتشنیع کے درمیان خدمت دین متین کرتا رہا۔

اس طرح کل تقریباچار سال تک دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ آپ کے وجود مسعود سے مہکتا رہااور تعلیمی وتعمیری منازل طے کرتا رہا۔

آپ کو صوفی عبدالمجید پچپڑ والے کرکس طرح پہنچے اس کی تفصیل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عمرانیات کے پروفیسر ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

”صوفی عبدالمجید مدرس دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا کا بیان ہے کہ میں ضلع بستی میں ایک عالم دین کی شہرت سن کراپنے ادارے کی زیب وزینت بنانے کے لیے رخت سفر باندھ کران کی طرف چلا،ابھی جس جگہ مجھے جانا تھااس جگہ پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ را

سنتے ہی میں دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول کے عالم دین اور اراکین کو باہم گفت وشنید کرتے دیکھا، میں سلام کرکے ایک گوشے میں بیٹھ گیا، کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس عالم دین کے لب ولہجے ، انداز گفتگو اور ان کے شیریں کلام میں مقناطیسی اثر دیکھا جس نے میرے ذہن وفکر پر مسلط ہوکر مجھے اسیر کرلیا، اب میرا ارادہ بالکل بدل گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ فضل رحمانیہ کے اراکین نے جس عالم دین کے لیے مجھے بھیجا ہے اب وہاں نہ جاکر جیسے بھی ہوسکے اسی عالم دین، نورانی شکل وصورت، شیریں کلام والے، نیچی نگاہ والے کو لے کر جائوں گا، تھوڑی دیر گفتگو کے بعد مَنْ جَدَّ فَوَجَدَ کے مصداق میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ (نظام حسن ومبین صفحہ ۱۹)

دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں آپ کی آمد

۱۹۶۳ء کے زمانے میں آپ کے درس وتدریس کا شہرہ دوردور تک پھیل چکا تھا، اس وقت حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ جو آپ کے روحانی مربی اور استاذ بھی ہیں مرکز اہل سنت وجماعت بریلی شریف میں تشریف فرما تھے اور اپنے فیض سے طالبان علوم نبویہ کو سرفراز کررہے تھے، آپ نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے پاس خط لکھا کہ بریلی شریف کی عظیم دانش گاہ دارالعلوم منظر اسلام کو آپ کے خدمت کی ضرورت ہے، آپ بریلی شریف تشریف لائیں، اسی درمیان آپ کے رفیق درس حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے صدر المدرسین تھے انھیں بھی امرڈوبھا میں اپنے دست راست کی ضرورت تھی، وہ بھی آپ کو امرڈوبھا میں آنے کے لیے اصرار کررہے تھے، ایک طرف استاذ گرامی کا حکم اور دوسری طرف رفیق درس کا اصرار تھا، حالات کی نزاکت کو دیکھ کر آپ نے اپنے اس استاذ گرامی کی بارگاہ میں پوری تفصیل لکھ کر رفیق درس سے دیرینہ تعلقات اور آبائی وطن سے قربت کو بیان کرکے حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ سے فیصلے کی درخواست کی حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ نے آپ کو دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس وتدریس کی خدمت انجام دینے کی اجازت عطا فرمادی۔

آپ کے علمی وروحانی مربی حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کی اجازت ملنے کے بعد حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس وتدیس کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کردی اور ۱۴/اپریل ۱۹۶۳ء سے آپ نے دارلعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس وتدیس کا آغاز کردیا، حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ کی حکمت عملی، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی محنت وجانفشانی ودیگر اساتذہ کی محنتیں رنگ لائیں، دارلعلوم اہل سنت تنویر الاسلام ترقی کی راہوں پر چل پڑا اور ملک کے کونے کونے سے طلبا تنویر الاسلام کی جانب رخ کرنے لگے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو تنویر الاسلام میں جلوہ افروز ہوئے ابھی چند سال ہوئے تھے کہ حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ اپنے کاروباری مصروفیت کی بنا پر صدر المدرسین کے عہدے سے استعفیٰ دے کر عروس البلاد ممبئی تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے، یہ ایک اتفاق ہی کہا جائے گا کہ آپ کے دو رفیقان درس جو تپہ اجیار کے رہنے والے تھے ایک تو حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ اور دوسرے امام المنطق حضرت علامہ کاظم علی علیہ الرحمہ دونوں حضرات کی آخری آرام گاہ ممبئی ہی بنی۔

خطیب البراہین صدر مدرس کے عہدے پر

حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ کے استعفیٰ دینے کے بعد ارکان ادارہ نے آپ کو منصب صدارت قبول کرنے کی پیش کش کی، پہلے تو آپ نے انکار کیا مگر ارکان ومدرسین کے پیہم اصرار پر حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ نے عہدہ صدارت کو قبول کرلیا، آپ کے دور صدارت میں دارالعلوم نے کتنی ترقی کی حضرت علامہ ادریس بستوی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں آپ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے دور صدارت میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام ملک کی صف اول کی درسگاہ میں شمار کیا جانے لگا، کثیر تعداد میں بیرونی طلبا یہاں نظر آنے لگے اور جدید درسگاہوں کی تعمیرات کا بھی سلسلہ چل پڑا، آپ کے

صدارت کا فیضان واضح طور پر نظر آنے لگا،ایک جدید مسجد دارالعلوم کے گراونڈ میں بنام ''تنویرالمساجد''تعمیر ہوئی،جو اس علاقے میں منفردالمثال ہے، حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام کے عرج و ارتقا کی ساری داستان حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی مرہون منت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی دعائے نیم شبی اور آہ سحر گاہی نے تنویرالاسلام کو بام عروج تک پہنچا دیا۔(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ نمبر۲۲)

اساتذہ اور طلبا میں مقبولیت

عہدہ صدارت ایک ایسا عہدہ ہے جو ہر کسی کو راس نہیں آتا،صدارت کا تاج پرخار ہوتا ہے، صدر مدرس اگر کہیں صبر و استقلال کا دامن چھوڑ دے اور دور اندیشی سے کام نہ لے تو پل بھر میں اس کا وقار مجروح ہو کر رہ جاتا ہے اور اساتذہ وطلبا کی نظروں میں خار ہو جاتا ہے،اس عہدہ پر رہ کر اگر انسان خود اصول کا پابند ہو اور اپنے ماتحتوں کو حکمت عملی تحت بااصول بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے،ادارے کی تعلیمی و تعمیری ترقی میں اہم رول ادا کر سکتا ہے، مگر عصر حاضر میں ایسا اکثر نہیں ہوتا بلکہ پرنسپل حضرات اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر خود تو پابندی نہیں کرتے اور ماتحتوں پر ہمیشہ رعب صدارت قائم کرنا چاہتے ہیں،جس کی بنا پر ماتحت میں کام کرنے والے مدرسین و ملازمین نہ صرف ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں بلکہ ان کے شاکی بھی ہو جاتے ہیں اور جب اساتذہ وصدرالمدرسین کا آپسی تال میل نہیں ہوتا تو اس کا براہ راست اثر تعلیمی اور تعمیری ترقی پر پڑتا ہے، نتیجہ میں ادارہ تنزلی کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے، مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ تقریبا دو دہائیوں سے زائد عرصہ تک اس عہدے پر فائز رہے، مگر اساتذہ نے نہ تو کبھی آپ کے خلاف کوئی صف بندی کی اور نہ ہی طلبا نے کوئی گروپ بندی، کیوں کہ آپ قول بلا عمل کے قائل نہیں تھے، بلکہ اپنے ہر قول پر پہلے خود عمل کرتے پھر اساتذہ کو اس پر عمل کرنے کے لیے کہتے، یوں ہی طلبا پر شفقت اور کبھی

حسب ضرورت سختی بھی کرتے مگر آپ کی مقبولیت اساتذہ اور طلبا کے درمیان ہمیشہ یکساں رہی۔

اس زمانے میں گرانٹ لسٹ میں شامل ہونے کے بعد اداروں میں جس طرح اقربا پروری اور مالداری کو ترجیح دی جارہی ہے یہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے، آج انتظامیہ رشتوں اور نوٹوں کی گڈیوں کا احترام زیادہ اور صلاحیت کا احترام کم کرتی ہے کیوں کہ آج صلاحیت نہیں رشتہ اور پیسہ دیکھا جاتا ہے، مگر حضور خطیب الراہین علیہ الرحمہ کے عہد صدارت میں جب دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام گرانٹ لسٹ میں شامل کیا گیا تو آپ نے حسب لیاقت وصلاحیت جو جس کا اہل تھا اسے اسی جگہ پر رکھا اور نہایت ہی حسن تدبیر سے یہ کام انجام پذیر ہوگیا۔

طریقہ تدریس

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ جہاں خطابت، تقویٰ طہارت اور دیگر معمولات میں یگانہ روزگار تھے وہیں پر آپ کی علمی صلاحیت، انداز درس وتدریس اور افہام وتفہیم کا دور دور تک چرچا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے جب دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام میں قدم رکھا تو طلبا کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور چند ہی سالوں میں تنویرالاسلام کا شمار ہندوستان کے معتبر اداروں میں ہونے لگا، آپ طلبا کو کس انداز میں پڑھاتے تھے آئیے آپ کی بارگاہ کے خوشہ چیں علمائے کرام میں سے تین شخصیتوں کے بیان قلم بند کررہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علامہ محمد ادریس بستوی یوں تحریر فرماتے ہیں:

”حضور خطیب البراہین کا انداز درس نہایت ہی سادہ اور پراثر ہے، آپ کا معمول ہے کہ جو کتاب بھی پڑھاتے ہیں اس کا پورا حق ادا کردیتے ہیں۔

(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۲۳)

”حضرت کا انداز تدریس بڑا نرالا ہوتا تھا، میرا خیال ہے کہ آپ کا انداز آپ کے

استاذ گرامی جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ الحاج عبدالعزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے کافی ملتا جلتا تھا کیوں کہ حافظ ملت بھی لمبی چوڑی تقریر کر کے طلبا کا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، عموماً حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ضروری مقامات پر تشریح کر دیتے، اگر کہیں کوئی اعتراض پیدا ہونے والا ہوتا تو اسے پہلے ہی دفع کر دیتے، طلبا سے عبارت ضرور پڑھواتے، الفاظ و اعراب کی غلطی پر سخت تنبیہ کرتے"۔(آئینہ محدث بستوی صفحہ ۴۵)

اخیر میں ہم حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے درس و تدریس کے متعلق حضرت علامہ محمد محسن نظامی کا تاثر نقل کر رہے ہیں جو خود دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے نائب پرنسپل کے عہدے پر سالوں سے رہے اور پھر شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہ کر ادارے کی خدمت کی، آپ نے حضرت کو بچپن سے دیکھا اور پھر آپ ہی کی درس گاہ کے خوشہ چیں بھی ہیں وہ اپنے ایک مضمون میں حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ کے درس و تدریس کے متعلق کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

"آپ کا انداز درس و تدریس انتہائی سادہ اور الفاظ کے پیچ وخم سے عاری تھا، شریک درس طلبا کو ذہن کے مطابق اسباق سے متعلق ایسی جامع تقریر فرماتے کہ ابتدائی و منتہی درجات کے طلبا آپ کی درسگاہ سے مطمئن ہو کر اٹھتے طلبا آپ کے انداز تفہیم اور عبارت کی تشریح نیز ترجمہ و مطالب کے بیان سے اس قدر متاثر ہوتے کہ بسا اوقات رفقائے درس آپس میں اپنے ذہنی شکوک و شبہات، اشکالات و ایرادات کا ذکر فرماتے اور اس وقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اشکالات و ایرادات کا دفاع جس انداز سے کرتے اس سے طلبا کے چہروں پر بشاشت نمودار ہو جاتی اور طلبا بالکل مطمئن ہو جاتے، آپ طلبا کو ہمیشہ مطالعہ اور مذاکرہ کرنے کی تاکید فرماتے اور بغیر مطالعہ کے عبارت خوانی کرنے والے طلبا کی زجر و توبیخ فرماتے بلکہ حواشی کتب پڑھنے کی تاکید فرماتے اور ترغیب دیتے، کبھی عبارت کے لطائف و نکات سے متعلق کوئی سوال فرماتے

تو طلبا خاموش رہ جاتے پھر آپ حاشیہ کی عبارت پڑھ کر سمجھا دیا کرتے تھے تا کہ طلبا میں حاشیہ کتب پڑھنے اور سمجھنے کا جذبہ و حوصلہ پیدا ہو سکے، آپ کسی بھی کتاب کا بغیر مطالعہ پڑھانا پسند نہ فرماتے تھے، ابتدائی کتابیں بھی اگر زیر درس ہوتیں تو ان کا بھی مطالعہ فرماتے"۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر ص ۳۱)

یہ تھا آپ کے طریقہ تدریس کا مختصر تعارف یہی وجہ ہے کہ آپ کی درسگاہ سے فیض یافتہ علما یورپ و ایشیا میں اسلام و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ان کے ذریعہ آپ کا علمی فیضان عام ہو رہا ہے، آپ مختلف اداروں میں کل ۵۴/سال تک درس و تدریس سے منسلک رہے جس میں ۲۷/سال تک درس بخاری دیا اور اس میں ۲۰/سال تک درس بخاری بلا معاوضہ دیتے رہے، آپ کی اس خدمت کو دنیا رہتی دنیا تک یاد کرتی رہے گی۔

آپ کی سادگی

سادگی اور عاجزی پر ہے شہنشاہی نثار
لمحہ لمحہ ہے فقیرانہ نظام الدین کا

آپ نے اپنی پوری زندگی نہایت سادگی میں گزاری، آپ کی پوری زندگی میں کہیں بھی تصنع اور ریاکاری کی بو بھی نہیں ملتی، نہ تو آپ نے کبھی عوامی مقبولیت کے تئیں زرق برق لباس اور رنگ برنگے کپڑوں کا استعمال کیا اور نہ ہی عوام پر رعب جمانے کے لیے لچھے دار تقریریں کیں اور نہ ہی مریدین کو مرعوب کرنے کے لیے کبھی اپنی ولایت اور کرامت کا ڈھنڈھورا پیٹا، آپ کی زندگی بچپن، جوانی و بوڑھاپے میں یکساں سادی اور غیر شرعی امور سے ہمیشہ پاک و صاف رہی، اہل سنت و جماعت کے ایک جید عالم دین بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ و الرضوان آپ کے زمانہ طالب علمی کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"زمانہ طالب علمی ہی سے آپ (صوفی صاحب) ایک نہایت سنجیدہ متین محنتی اور

اپنے کام پر لگے رہنے والے طالب علم تھے، نیک بختی آپ کے چہرے کا غازہ اطاعت شعاری آپ کی پیشانی کا نور تھی، جوانی تو دیوانی ہے مشہور ہے اور آج کل کے جوان طالب علم تو عام طور سے کریلا اور نیم چڑھا ہوتے ہیں، لیکن مولانا موصوف کا پورا دور طالب علمی صبح کے اجالے کی طرح روشن اور دریا کے پانی کی طرح صاف ستھرا ہے"۔

(خطبات خطیب البراہین صفحہ ۴)

آپ کی سادگی کے متعلق "آئینۂ محدث بستوی" کے مصنف رقم طراز ہیں:

ایک بزرگ لکھتے ہیں (اگر تم اندازہ لگانا چاہو کہ کسی خوب صورت لباس کے پہننے سے کبر و عجب پیدا ہوتا ہے کہ نہیں تو دیکھو پہننے سے پہلے اور اس کے بعد کیا تغیرات پیدا ہوئے، اگر تم نے اس کا اندازہ لگا لیا تو سمجھ لو کہ تم نے سلوک کی آدھی منزل طے کر لی) حضرت صوفی صاحب کو جب اس زاویہ نظر سے پڑھتے ہیں تو ہمیں تضاد سے دوچار نہیں ہونا پڑتا ہے، وہ ہر حال میں یکساں اور ایک رنگ میں نظر آتے ہیں وہی سادہ لباس وہی انداز غریبانہ، وہی سادگی و پرکاری، وہی اطوار فقیرانہ، نہ کہیں تکلف کی بو آتی ہے، نہ کہیں تصنع کی جھلک۔

مزید آگے تحریر فرماتے ہیں:

"آپ قبل اجازت و خلافت بھی اتنے ہی ملنسار اور پابند شرع تھے، جتنا کہ بعد میں دیکھے گئے، البتہ سونے پر سہاگہ ضرور ہوا، ظاہری ہئیت میں کوئی خاص تبدیلی نہ دیکھی گئی، ظاہر ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟"۔ (آئینہ محدث بستوی صفحہ ۳۸)

آپ کی سادگی ہی آپ کی سب سے بڑی خوبی رہی ہے، چاہے وہ علما و دانشوروں کا طبقہ رہا ہو یا عوام کا ہر ایک کو آپ کی یہی سادگی بھاتی ہے، ہر کوئی آپ کا مداح اور تقریباً ہر طبقے کے لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہیں۔



خطیب البراہین اور آپ کے معمولات

جس کے رگ رگ میں بسا ہے ذکر حق ذکر رسول
جس کا ہر لمحہ عبادت صوفئ ملت کی ذات
سنتوں کے آئینے میں ہر قدم جس کا اٹھے
پیکر زہد و شرافت صوفئ ملت کی ذات

ہر ایک آدمی کی زندگی کے الگ الگ معمولات ہوا کرتے ہیں، کسی کے بیشتر اوقات حصول زر واقتدار میں صرف ہوتے ہیں، تو کسی کی زندگی کے اکثر اوقات تسبیح وتحلیل میں گزرتے ہیں، کچھ تو دنیا میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ انھیں اس کے علاوہ سوچنے کی فرصت نہیں ہوتی، کچھ اللہ عزوجل کے ذکر وفکر میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے انھیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، کچھ بندگان خدا ایسے بھی ہوتے ہیں جو دن میں مخلوق خدا کے درمیان رہ کر ان کے فکر واعتقا کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر سرد آہ کھینچتے ہیں، ان کی آنکھیں خوف خدا سے اشکبار ہوتی ہیں، زبان پر وحدہٗ لا شریک کی تسبیح ہوا کرتی ہے، انھیں بندگان خدا میں ایک ذات حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی محدث بستوی علیہ الرحمہ کی ہے جو دن میں طالبان علوم نبویہ کو علم دین سے آراستہ کرتے رہے تو رات میں بارگاہ رب العزت میں گریہ وزاری تسبیح وتکبیر، تلاوت قرآن کریم، دلائل الخیرات شریف کا وظیفہ کرنا آپ کا معمول رہا۔ ہم ذیل میں آپ کے روز وشب کے معمولات کا ایک مختصر خاکہ پیش کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

آپ جب دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں رہتے تو نماز فجر اور مختصر وظائف کے بعد اپنی درسگاہ میں آجاتے، پھر دارالعلوم کے طلبا آجاتے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدا بلند ہونے لگتی، ڈیڑھ سے دو گھنٹے تک درس بخاری دیتے، پہلے

عبارت خوانی، پھر اس کا ترجمہ، اس کے بعد حسب ضرورت اس کی تشریح، مسائل کی تخریج کے ساتھ ساتھ، احادیث مبارکہ کے اندر تطبیق موقع بموقع اسماء الرجال پر بحث آپ کا معمول تھا۔

بخاری شریف کا درس دینے کے بعد آپ سیدھے اپنے کمرے میں آتے اور ہلکا ناشتہ کرتے پھر کچھ دیر آرام کرتے اس کے بعد اٹھتے وضو کرتے اور پھر کمرے میں داخل ہو جاتے، اگر کوئی مرید یا حاجت مند آیا ہوا ہوتا تو اس کے دکھ درد کو سنتے اور کچھ نصیحت کرتے پھر مطالعہ کتب میں لگ جاتے، یہ سلسلہ ظہر کی نماز تک چلتا، اذان ہوتی با جماعت ظہر کی نماز ادا کرتے، پھر کھانا تناول فرماتے اور تھوڑی دیر بعد چھوٹا استنجا کرتے پھر قیلولہ کرتے، جب قیلولہ سے بیدار ہوتے وضو کرتے، اگر کوئی مہمان ہوتا تو اس سے ملاقات کرتے، اس کی مہمان نوازی کرتے ورنہ مطالعہ کتب میں لگ جاتے اور یہ عمل عصر کی اذان تک جاری رہتا، بعد نماز عصر اکثر کبھی کبھی مسجد ہی میں قیام کرتے، اوارادو وظائف میں مشغول رہتے، عصر اور مغرب کے درمیان کچھ نہ کھاتے بلکہ مسجد ہی میں ذکر و فکر میں لگے رہتے، بعد نماز مغرب آتے ہلکا ناشتہ کرتے اور آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کرتے اور ان کو نصیحت کرتے، یہ سلسلہ عشا کی نماز تک چلتا رہتا، عشا کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے، تھوڑی دیر بعد استنجا کر کے پھر آرام کرتے، رات کے آخری پہر میں بیدار ہو جاتے خود اپنے ہاتھ سے پانی لیتے اور وضو کرتے، رات میں پانی لیتے وقت اگر کوئی طالب علم جاگ جاتا اور آپ کو پانی دینا چاہتا تو آپ اسے منع کر دیتے اور بڑے نرم انداز میں کہتے بیٹا جاو! ابھی رات ہے سو جاو، پھر تہجد کی نماز ادا کرتے اس کے بعد گریہ وزاری کرتے دلائل الخیرات شریف اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے نوافل اکثر چھپا کر پڑھتے، آپ کے خلف اکبر و سجادہ نشین شیخ طریقت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ النورانی بیان فرماتے ہیں:

”رمضان المبارک کے مہینے میں کبھی کبھی ابا حضور کا قیام دار العلوم پر ہوا کرتا تھا، ابا حضور! تھوڑی دیر رات میں آرام کرتے پھر اٹھ جاتے اور اداووظائف، تلاوت کلام

اللہ اور نوافل کی کثرت کرتے ، جب سحری کا وقت ہوتا تو مجھے دارالعلوم کے اساتذہ کو بلانے کے لیے بھیج دیتے اور خود چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے، جب اساتذہ کرام آتے اور جگاتے تو ابا حضور! آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کب کے سو ئے ہوئے ہیں"۔

حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ کے نواسے حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب کا بیان ہے کہ جب نانا ہم کو ہمارے گھر سے امرڈوبھا پڑھنے کے لیے اپنے پاس لائے اس وقت میں بہت چھوٹا تھا، نانا ہم کو اپنے پاس سلایا کرتے تھے ، ایک رات اچانک میری آنکھ کھل گئی، نانا بارگاہ رب العزت میں سر رکھ کر گریہ وزاری کر رہے تھے، چوں کہ میں نے آپ کو اس حال میں کبھی نہیں دیکھا تھا، اس لیے ڈر گیا، کچھ دیر بعد حضرت کو جب میری حالت کا احساس ہوا تو میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے تسلی دی، پھر میں سو گیا۔

۲۰۰۹ء کی بات ہے جس وقت حضرت دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر سے آکر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر میں قیام پذیر ہوئے (تو اس وقت شروع میں تقریباً چھ ماہ تک حضرت کے کمرے میں میں ہی سویا کرتا تھا، اس وقت سے لے کر اخیر وقت تک ہمیں خدمت کرنے کا بھرپور موقع میسر آیا) اس وقت سردی کے ایام تھے، حضرت کا بستر فرش پر ہی لگایا اور خود حضرت کے پائتانے اپنا بستر لگا کر یہ سوچ کر سو گیا کہ کہیں حضرت اٹھیں اور انھیں کوئی حاجت ہو تو آہٹ محسوس ہوگی اور میں جاگ جاوں گا، پہلے دن حضرت رات میں دو تین مرتبہ اٹھے میں بھی اٹھ جاتا تھا، حضرت استنجا خانہ جاتے اور پھر اپنے بستر پر لیٹ جاتے اس طرح ایک رات گزر گئی، دوسرے دن بھی میں نے رات ہونے پر بستر لگا دیا، حضرت آرام فرمانے لگے، میں بھی لائٹ بجھا کر لیٹ گیا، جب رات ڈھلی حضرت بیدار ہوئے، میری آنکھ کھل چکی تھی مگر میں لحاف کے نیچے پڑا دیکھتا رہا حضرت استنجا خانہ گئے اور طہارت حاصل کی پھر وضو فرمائے اور مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے لگے میں تھوڑی دیر تک

اپنے لحاف کے نیچے سے دیکھتا رہا اور پھر سو گیا اس وقت مجھے گزشتہ رات کے بار بار اٹھنے کی حکمت معلوم ہوئی کہ اللہ والے اپنے نوافل کو اکثر بندوں سے چھپا کر ادا کرتے ہیں ،پھر تو میں اپنے وقت پر سو جایا کرتا تھا اور حضرت حسب معمول اپنا کام کیا کرتے تھے"۔

آپ شعبان المعظم کی ۱۵/ تاریخ کو اپنے پاس موجودہ رقموں کی زکوٰۃ نکالتے اور لفافے میں بند کر کے اسے اس کے حقداروں تک بھجوا دیتے جس میں دینی ادارے بھی شامل ہوا کرتے تھے،اسی درمیان دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام کے اساتذہ کو بھی کپڑے وغیرہ نذرانہ میں پیش فرماتے،شعبان المعظم کی آخری چھٹی میں جب آپ گھر تشریف لاتے تو اپنے اعزا و اقربا اور اہل خاندان کو بھی تحفے تحائف اور نذرانہ دیتے تھے اور مرحومین کے لیے صدقہ و خیرات کرتے۔

اہل خانہ کے مرحوین کے لیے سال میں ۱۹/ ربیع النور کو اپنے آبائی وطن اگیا میں نہایت ہی اہتمام کے ساتھ قران خوانی کراتے ،ادارے کے طلبا،غربا اور مساکین کی دعوت کرتے اور دل کھول کر ان پر خرچ کرتے۔

اسی طرح مشائخ قادریہ کے ایصال ثواب کے لیے ربیع الآخر کے مہینے میں اکثر دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں نیاز کا اہتمام کرتے ،بعد نماز ظہر قرآن خوانی ہوتی پھر پروگرام ہوتا، جس میں اکثر باہر کے کسی خطیب کو مدعو کیا جاتا،اس پروگرام میں مشائخ قادریہ کی فضیلت اور ان کی سیرت پر بھرپور خطاب ہوتا،اخیر میں حضرت کے صاحبزادے شجرہ عالیہ، قادریہ ،برکاتیہ،رضویہ پڑھتے پھر خود مشائخ کرام کے ارواح کو ایصال ثواب کرتے،صلاۃ و سلام کے بعد پروگرام کا اختتام ہوتا۔

مہمان نوازی آپ بڑی ہی فراخ دلی سے کرتے،آپ کے پاس مریدین و دیگر احباب اہل سنت کی آمد ہر روز ہوا کرتی تھی،ان کی مہمان نوازی اپنے جیب خاص سے کیا کرتے تھے،اگر کوئی عالم دین آپ کے پاس ملنے کے لیے آتا تو اسے اپنے بغل میں بٹھاتے اور ان کی خاطر و تواضع کرتے، اگر کوئی سادات کرام میں سے تشریف لاتے

توانھیں اپنی مسند پر بٹھاتے، ان کے سامنے خود دو زانو ہو کر بیٹھتے اور ان کی ہر ممکن خدمت کرتے سادات کرام کی قدم بوسی آپ کا معمول تھا، حضرت مفتی شکیل الرحمٰن مصباحی استاذ جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی اپنے ایک مضمون میں یوں رقم طراز ہیں:

''ایک مرتبہ دارالعلوم امجدیہ ارشدالعلوم اوجھاگنج بستی میں جلسہ دستار بندی کے موقع پر حضور سید امین میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ہوئے تھے اور اس جلسہ میں صوفی صاحب بھی مدعو تھے، صوفی صاحب قبلہ تشریف لائے اور سنا کہ حضور امین میاں صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں، آپ نے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور راقم کو بھیجا کہ حضرت سے اجازت لے لو کہ خادم ملنا چاہتا ہے، راقم نے حضور سے عرض کیا کہ حضرت صوفی صاحب آئے ہوئے ہیں اور ملنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تشریف لائیں، اس کے بعد جب صوفی صاحب ملنے گئے، تو آپ کھڑے ہو گئے اور بہت ہی پرتپاک طریقے سے ملے، صوفی صاحب نے دست بوسی کے بعد قدم چومنا چاہا تو آپ پیچھے ہٹتے ہوئے فرماتے ہیں، ارے آپ، ارے آپ، اس کے بعد آپ نے بغل میں بیٹھنے کا اصرار کیا لیکن صوفی صاحب ادب کی وجہ سے سامنے ہی بیٹھے''۔(محدث بستوی نمبر صفحہ ۴۷)

حضرت مولانا محمد سعید صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ حضرت عرس کے موقع پر جب مارہرہ شریف لے جاتے اور سادات کرام میں سے اگر کسی پر نظر پڑ جاتی تو ان کی قدم بوسی فرماتے۔

آپ کے شہزادے حضور حبیب العلما صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ آپ جب گھر آتے تو اپنی والدہ کی قدم بوسی کرتے، ان کی خیریت دریافت کرتے اور شام کو سوتے وقت تیل لے کر والدہ کے سرہانے پہونچ جاتے اہل خانہ عرض کرتے ہم لوگ تو خدمت کے لیے ہیں ہی آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے؟ مگر آپ فرمایا کرتے آپ لوگ تو روز خدمت کرتے ہیں، ہماری بھی تو والدہ ہیں کیا ہمارا فریضہ نہیں بنتا ہے، خود اپنے ہاتھ سے ان کے سر میں تیل لگاتے اور ان کی خدمت کرتے۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ جب دارالعلوم کے لیے چلتے تو والدہ سے سلام کرتے اور قدم بوسی فرماتے، والدہ محترمہ دعائیں دیتیں، پروردگار عالم آپ کو سورج کی طرح چمکائے، ماں کی دعا کی برکت دیکھیں آپ عالم اسلام میں آج بھی سورج کے مانند چمک رہے ہیں اور اپنے فیوض و برکات خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمارہے ہیں۔

آپ کے نزدیک امیر و غریب میں کبھی کوئی فرق نہیں رہا، ہر ایک کے ساتھ اسلامی اصول کے مطابق پیش آتے، حالت سفر میں بھی نماز کا اہتمام کرتے اگر اپنی سواری سے سفر کر رہے ہوتے تو جب نماز کا وقت آتا جہاں بھی ہوتے گاڑی کھڑی کرادی مصلیٰ بچھادیا اور نماز شروع کردی، ٹرین میں بھی نماز کی پابندی کرتے اکثر اسٹیشن پر اتر کر نماز ادا کرتے اور اگر نماز کا وقت جارہا ہے اور اترنے کی گنجائش نہیں ہے تو ٹرین میں ہی ادا کر لیتے، سفر ختم ہونے پر اس کا اعادہ کرتے، ٹرین میں اوراد و وظائف کا بھی اہتمام کرتے تلاوت کلام پاک اور دلائل الخیرات شریف کثرت سے پڑھتے۔

آپ کی زندگی سادگی میں گزری، کرتا پاجامہ اکثر کرتا، لنگی، صدری اور عمامہ آپ کا لباس رہا، زرق برق لباس سے آپ کافی محتاط رہے، مگر اس سادگی میں خودداری ہمیشہ نظر آتی رہی، آپ کے مریدوں میں امرا، روسا کی کثیر تعداد موجود ہے مگر آپ نے کبھی کسی سے اپنے لیے کسی چیز کا نہ تو مطالبہ کیا اور نہ ہی کسی چیز کی خواہش ظاہر کی، ہندوستان و نیپال کے مختلف مقامات پر بغرض دعوت و تبلیغ آپ ہمیشہ جاتے رہے مگر کسی سے کبھی ایک روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا، جو مل گیا رکھ لیا اور اپنا کام کر کے واپس آگئے، کبھی کبھی فجر کے وقت آپ مسجد میں جھاڑو بھی لگاتے اور اگر اتفاق سے کوئی موذن نہیں ہے تو آپ اذان بھی دے دیتے، گویا آپ کی زندگی کو جس پہلو سے دیکھا جائے اس میں خاکساری، خودداری اور سنت نبوی کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے، در حقیقت آپ کی زندگی عصر حاضر کے علما و مشائخ لیے منارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔



خطیب البراہین اور آپ کا تقویٰ

زاہد و عابد بھی ہیں اور متقی زندہ ولی
عزت ہند و ستاں صوفی نظا م الدین ہیں

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری کسی پر پوشیدہ نہیں عوام و خواص کے درمیان اپنی پرہیز گاری کی بنیاد پر آپ نے ایک عظیم مقام حاصل کیا ہے، کسی بیک گراونڈ کے باوجود بھی لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ملک و بیرون ملک میں موجود ہیں جس میں ہزاروں کی تعداد علمائے ذوی الاحترام کی ہے، یہ سب نتیجہ ہے آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا، تو لیجیے آپ کے تقویٰ شعار زندگی کے چند گوشوں کو ملاحظہ کیجیے۔

پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّا دِ قِیْنَ"(پ ۱۱ ع ۴) اسی طرح ایک جگہ اور ارشاد فرماتا ہے: " اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ "۔

مذکورہ بالا دونوں آیات مبارکہ کو غور سے دیکھیں۔ ایک جگہ پروردگار عالم ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے اور سچوں کی معیت میں زندگی گزارنے کا حکم دے رہا ہے، تو دوسری جگہ متقی اور پرہیز گار بندوں کو اپنا دوست ہونے کا اعلان کر رہا ہے، اس لیے سب سے پہلے ہم تقویٰ کا معنی بیان کر دے رہے ہیں تا کہ اس فرمان ایزدی کی روشنی میں ہم محبوبان بارگاہ رب العزت کی شناخت کر سکیں، ان کی معیت میں رہ کر حکم خدا کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی زندگی میں انقلاب لا سکیں، ہم ذیل میں تقویٰ کا معنی بیان کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ " ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ " کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

تقویٰ کے کئی معنٰی ہیں نفس کو خوف و ہراس سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑکر نفس کوگناہ سے بچانا، حضرت ابن عباس رضِی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک، کبائر و فواحش سے بچے، بعضوں نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسرں سے بہتر نہ سمجھے اور بعض کا قول یہ ہے کہ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کوادا کرنا ہے، بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کے ترک کا نام تقویٰ ہے، بعض نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کا نام ہے۔(تفسیر جلالین بحوالہ کنزالایمان)

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایک متقی کی جتنی صفتیں اوپر مذکور ہوئیں، وہ آپ کے اندر پائی جاتی ہیں آپ سنت نبوی ﷺ کے عامل اور صحابہ کی سیرت کو اپنانے والے نماز پنج گانہ با جماعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ تہجد کی پابندی ہمیشہ کرتے رہے، نفس پرستی گناہ اور فواحش سے احتراز آپ کا شیوہ رہا ، امر بالمعروف نہی عن المنکر پر ہمیشہ عمل کرتے رہے، آپ نے ایک عابد شب زندہ دار شریعت مصطفویہ کا پاسدار بن کر اپنی زندگی گزاری، آپ کے تقویٰ کا ہر شخص قائل ہے، یہی وجہ ہے کہ نہایت ہی کم مدت میں مخلوق خدا کی لاکھوں کی تعداد آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئی، ہم ذیل میں آپ کے تقویٰ کے بارے میں چند مشاہیر علمائے کرام کی شہادت پیش کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری نائب قاضِی القضاۃ فی الہند یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت صوفی صاحب قبلہ محتاط، صاحب بصیرت اور پابند شرع عالم دین ہیں۔

(دوعظیم شخصیتیں صفحہ ۴۲)

(۲) حضرت علامہ سید نجم الدین سہروردی صاحب قبلہ جھونسی شریف آپ کی

تقویٰ شعار زندگی کے بارے یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت صوفی صاحب قبلہ انتہائی شریف النفس، متقی، پرہیزگار اور باعمل عالم دین ہیں۔(محدث بستوی نمبر صفحہ ۶)

(۳) حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت صوفی نظام الدین صاحب محض صوفی نہیں بلکہ ایک عالم دین بھی ہیں اور ایسے عالم باعمل ہیں جن کی اہم خصوصیت دنیا کی آرائش و جمال سے بیزار رہنے کی ہے اور ہمیشہ تقویٰ وطہارت، پرہیزگاری و دیانت داری کے راہوں پر چلنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے ہیں۔(دو عظیم شخصیتیں صفحہ ۴۱)

(۴) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ اعجاز احمد صاحب قبلہ شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا صوفی نظام الدین صاحب زاہد، متقی عالم دین ہیں، آپ کی عملی زندگی میں اسلاف کی روش کا انداز ہے۔(فضائل زکوٰۃ صفحہ ۴)

(۵) نمونہ سلف حضرت علامہ مفتی محمد شہاب الدین نوری صدر شعبہ افتا دارالعلوم اہل سنّت فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یوں تحریر فرماتے ہیں:

موصوف ایک مستند عالم باعمل، صاحب زہد وورع وتقویٰ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کی واضح تفسیر ہیں۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۱۶)

اس جگہ میں صرف پانچ علمائے کرام کے تاثرات کو نقل کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں کیوں کہ آنے صفحات میں ان شاء اللہ العزیز درجنوں علمائے کرام و شعرائے عظام کے تاثرات ایک باب کے تحت نقل کروں گا جسے آپ ملاحظہ کریں گے۔

آپ کے تقویٰ کی داستان زبان زد خاص وعام ہے، جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، دنیا جانتی ہے کہ آج اکثر لوگ سفر میں نماز کی پابندی نہیں کر پاتے

ہیں مگر آپ نہ صرف نماز کی پابندی کرتے رہے بلکہ دلائل الخیرات شریف اور تلاوت قرآن پاک کا ہمیشہ اہتمام کرتے رہے، آپ حالت سفر میں کس قدر نماز کی پابندی کرتے حضرت مولانا خورشید احمد نظامی علیہ الرحمہ صدرالمدرسین دار العلوم اہل سنت نظام الاسلام شہر جھابوا ایم پی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

شہر جھابوا سے ۸۰ رکلو میٹر دور ایک شہر علی راج پور ہے، بعد نماز ظہر حضرت کو لے کر جھابوا سے علی راج کے لیے چلا، حضرت نے پوچھا مولانا عصر کہاں پڑھیں گے میں نے عرض کیا حضرت شہر علی راج پور میں، چوں کہ راستہ بہت خراب تھا اس لیے حضرت نے پوچھا کہ کیا ہم لوگ علی راج پور پہونچ جائیں گے، میں نے کہا جی ہاں! ان شاء اللہ گاڑی چلتی رہی آپ ذکر و فکر میں لگے رہے، عصر کا وقت ہو چکا تھا، اچانک حضرت نے فرمایا مولانا عصر کی نماز پڑھنی ہے، میں نے عرض کیا حضور چند منٹ اور لگیں گے، سفر جاری رہا، اتنے میں آپ نے سخت لہجے میں فرمایا گاڑی روکو، گاڑی روک دی گئی، آپ فوراً اترے اور فرمایا مصلیٰ لاؤ، مصلیٰ دیا گیا، آپ نے عصر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا، میاں نماز وقت پر ادا کرنی چاہئے، یہی مومن کو زیب دیتا ہے۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۲۰)

آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کی منظر کشی حضرت علامہ ادریس بستوی کچھ اس طرح کرتے ہیں:

اگر کسی کا نصیبہ جاگے اور صبح صادق سے پہلے صوفی صاحب کی بارگاہ میں پہونچ جائے تو انھیں آہ سرد بھرتا ہوا پائے گا، رنگ صبغۃ اللہ کا منظر پیش کرتا ہے اور ان کی چشم گریاں کا نظارہ کرنا ہو تو نماز فجر کے بعد انھیں قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھ لو آنکھوں سے موتیوں کی لڑی جھڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۷۹)

جب ساری دنیا میٹھی نیند سویا کرتی اس وقت آپ رب کی باگاہ میں پیشانی رکھ کر آنسو بہاتے آپ کی شب بیداری، گریہ و زاری کے چشم دید گواہ حضرت مولانا خورشید

احمد نظامی صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت نظام الاسلام جھابوا ایم ،پی ،اپنے ایک مضمون میں اپنی آنکھوں دیکھی حالت کو کچھ اس طرح نقل فرماتے ہیں:

شہر جھابوا کے بغل میں بامنیاں ایک قصبہ ہے ،وہاں حضرت کا پروگرام تھا اور حاجی محمد اسماعیل کے یہاں حضرت کا قیام تھا، پروگرام ختم ہونے کے بعد لوگ قیام گاہ پر موجود تھے، حضرت نے فرمایا رات زیادہ ہوگئی ہے ،آپ لوگ سوجائیں اور خود بھی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے، بغل کے کمرے میں میں اور قاری رئیس القادری گورکھپوری (مہتمم دارالعلوم مظہر العلوم گھوسی پور گورکھپور) آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے، رات کے تقریباً تین بج رہے تھے اتنے میں کسی کے سسکنے کی آواز آئی ،رات کا وقت تھا ہر طرف سناٹا تھا، آواز صاف آرہی تھی ،میں نے قاری رئیس القادری صاحب سے کہا یہ کس کے رونے کی آواز آرہی ہے ، قاری صاحب نے بھی غور سے سنا پھر کہا مولانا یہ حضرت کے گریہ وزاری کی آواز ہے ،وقت فجر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۲۰)

عبادت وریاضت کے ساتھ آپ معاملات میں بھی بہت محتاط تھے ،ہر ممکن یہ کوشش ہوتی تھی کہ کہیں کوئی گناہ کا کام نہ ہوجائے اور اس سے پروردگار عالم کی بارگاہ میں ہماری پکڑ ہو، آپ کے احتیاط کا ایک واقعہ حضرت مولانا ادریس بستوی یوں تحریر فرماتے ہیں:

مجھ سے جناب ماسٹر سجاد مہنداولی نے بیان کیا کہ ایک بار میں اپنے رشتہ دار بھونو بھائی کی دکان پر بکھرہ گیا تھا، صوفی صاحب قبلہ اور چند علمائے کرام بھونو بھیا کی دکان پر آئے، سب لوگ مؤدب ہوکر کھڑے ہو گئے، ایک مولانا صاحب صوفی صاحب کا سوئٹر جو پوری آستین کا تھا نکالا اور کہا اس سوئٹر کو وضو کرتے وقت نکالنا پڑتا ہے، اس کے دونو آستینوں کو کلائی تک چاک کر کے چین لگا دیجئے، کہتے ہیں ہم لوگ بات کرنے میں مصروف ہو گئے دکان سے چین خرید کر آگئی اور بھونو بھیا نے آستین چاک کر کے کترن

سے ایک سفید کپڑا نکال کر چین کے ساتھ دونوں آستینوں کو بنا دیا، تھوڑی دیر بعد حضرت صوفی صاحب قبلہ نے فرمایا آستین بنا دیجیے، اب ہم لوگ چلیں گے، بھونو بھیا نے کہا حضرت تیار ہو چکی ہے، حضرت نے آستین کو دیکھا تو فرمایا، یہ سفید کپڑا کہاں سے لگایا گیا، بھونو بھیا نے عرض کیا حضرت کترن سے نکال کر لگایا گیا ہے، فرمایا نہیں یہ تو غلط ہوا، دوسرے کا کترن میرے لیے کیسے جائز ہو گا، اسے توڑ کر نکالو، ماسٹر سجاد مہنداولی کہتے ہیں، میرے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، اس کترن کا کپڑا اسلائی توڑ کر نکالا گیا، حضرت نے پیسہ دے کر بزار کی دکان سے ایک گرہ کپڑا منگایا، پھر اس کپڑے کو لگا کر سوئٹر میں چین سلی گئی، پھر حضرت تشریف لے گئے۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۵۸)

سبحان اللہ! یہ ہے آپ کا تقویٰ اور احتیاط کہ کہیں کسی دوسرے کی چیز بلا اجازت استعمال نہ ہو جائے، جواز روئے شرع درست نہیں ہے، کیوں کہ خلاف شرع چلنے والا منزل مقصود تک نہیں پہونچتا وہ بھٹک جاتا ہے، احکام شرع کی پابندی اور اس پر عمل کرنا کوئی آپ سے سیکھے، آج تو نذرانے کے نام پر لوگ کیا کیا اور کس طرح وصول کر لیتے ہیں، مگر واہ رے رواج اور وقت کے حالات کیا کہا جائے اس خاکی انسان کو یہ اپنی دائمی مصیبت اور آخرت کے گھر کو اس قدر بھول چکا ہے، جسے دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کے موجوں میں اضطراب نہیں

مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نذرانے کے معاملے میں بھی بہت محتاط رہے آپ نذرانہ وہی قبول کرتے جواز روئے شرع درست ہوتا، (آپ پیسہ ہو چاہے جیسا ہو کے قائل نہیں) بلکہ اسی مال کو قبول کرتے جو جائز و حلال ہو شریعت مطہرہ کا ایک مسئلہ ہے کہ نابالغ اپنے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس لیے اگر وہ اپنی چیز کا کسی کو مالک بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا، نذرانے میں یہی ہوتا ہے کہ اپنا پیسہ اپنا سامان کسی کو بخوشی پیش کیا جاتا ہے کہ آپ اس کے مالک ہیں، اس میں جیسا تصرف کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، اس

مسئلے کے رو سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ نابالغ چوں کہ کسی چیز کا مالک نہیں اس لیے اگر وہ نذرانے میں کسی کو کچھ دے تو اسے قبول نہیں کرنا چاہئے، بلکہ سمجھا کر اسے واپس کر دینا چاہیے، ہم نے خود بہت سے لوگوں کو دیکھا پیسہ آئے بالغ سے ہو یا نابالغ سے سب کچھ دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیتے ہیں اور فوراً اسے جیب میں جگہ دے دیتے ہیں، مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نابالغ کا نذرانہ قبول نہ کرتے، بلکہ اس بچے کو واپس کر دیا کرتے اور دعا بھی دیتے۔

صاحبِ آئینہ محدث بستوی تحریر کرتے ہیں:

ایک بار حضرت صوفی صاحب قبلہ مہراج گنج کے دورے پر تھے، میرے سامنے ایک بوڑھے نے اپنے بچے کے ہاتھ سے حضرت کو نذرانہ دینا چاہا، تو آپ نے یہ کہہ کے واپس کر دیا کہ بچے کے ہاتھ کا نذرانہ لینا جائز نہیں کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، لیکن لطف تو یہ ہے کہ بچے کا دل رکھنے کے لیے اس کے ہاتھ سے روپیہ لے لیا پھر مسئلہ کی توضیح کے ساتھ روپیہ اس کے والد کو واپس کر دیا۔ (آئینہ محدث بستوی صفحہ نمبر ۵)

آپ نماز پنج گانہ باجماعت کا اہتمام کرتے، حتی الامکان باجماعت مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے، تیز بارش اور سخت کیچڑ میں بھی آپ مسجد پہونچ جاتے، خود پڑھتے اور لوگوں کو اس کی پابندی کی تاکید کرتے، نماز باجماعت کی پابندی آپ کس طرح کرتے رہے، حبیب العلما حضرت علامہ حبیب الرحمن صاحب اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

برسات کا موسم تھا، جمعرات کی رات، تھی والد صاحب گھر پر آئے ہوئے تھے، عشا کی اذان ہونے والی تھی، تیز بارش ہو رہی تھی والد صاحب نے لالٹین اٹھائی اور مسجد کی جانب چل پڑے، راستہ کیچڑ آلود تھا اس پر تیز بارش، والد صاحب مسجد گئے، نماز پڑھ کر واپس آئے اور مجھے گھر دیکھا تو پوچھ پڑے آپ کو میں نے مسجد میں نہیں دیکھا، میں نے عرض کیا ابا حضور! تیز بارش تھی، والدہ نے کہا بیٹا یہیں نماز پڑھ لو، میں نے گھر پر ہی نماز ادا کر لی، والد صاحب نے کہا یہ بتاو کہ اگر آپ کے والد کی طبیعت

خراب ہو جائے تیز بارش ہو رہی ہو اور ڈاکٹر دور رہتا ہو تو کیا آپ ڈاکٹر بلانے نہیں جائیں گے، میں نے کہا کیوں نہیں، والد صاحب نے کہا بیٹا! نماز باجماعت کا معاملہ اس سے اہم ہے، آج کے بعد جماعت نہ چھوڑئے گا۔

کس قدر آپ کی پابندی ہے اور کس طرح آپ کی نصیحت، اگر سارے والدین اسی طرح نماز کی تاکید شروع کر دیں تو کیا ہر گھر میں نماز کا ماحول نہیں بن جائے گا، مگر جب والدین خود یادِ خدا سے غافل ہیں تو اپنی اولاد کو تاکید کیسے کر سکتے ہیں۔

جماعت کی پابندی کا ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمالیں تاکہ روح کو تازگی اور دل کے اندر نماز باجماعت ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، فجر کا وقت تھا بادل گرج رہے تھے، بجلی چمک اور کڑک رہی تھی، احاطہ تنویر الاسلام امرڈوبھا اور مسجد کے درمیان والی کچی سڑک نالہ کی صورت میں بہہ رہی تھی اور شاید میں مسجد ہی کی طرف دیکھ رہا تھا، اور موسم کا جائزہ لے رہا تھا، مگر اس سخت بارش میں نکلنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صوفی صاحب کے کمرے کا دروازہ کھلا آپ نے ایک ہاتھ میں لالٹین اٹھا رکھا تھا اور بلا خوف و خطر مسجد کی طرف چلے جا رہے تھے، سڑک پر گھٹنوں تک پانی تھا، کیچڑ الگ سے اس موسلا دھار بارش میں مسجد کے صحن کی دیوار پر لالٹین رکھا اور اذان دینا شروع کر دیا، ظاہر ہے کہ اذان ختم ہونے سے قبل آپ پانی سے شرابور ہو چکے تھے۔ (آئینہ محدث بستوی)

یہ ہے آپ کے نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام، اس کے علاوہ آپ کی شخصیت کو جس پہلو سے بھی مطالعہ کیا جائے آپ کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر خانقاہ کے شیوخ آپ کا احترام کرتے رہے، علما، صلحا اور عوام کا ہر طبقہ آپ کی قدم بوسی اپنے لیے معراج تصور کرتا رہا، پروردگار عالم ہم کو بھی آپ کے تقویٰ شعار زندگی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



خطیب البراہین اور خدمت خلق

انسان کی مدد اور اس کی خدمت اگر اللہ اس کے رسول کی رضاو خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہو تو یہ عبادت ہے، اسی لیے اللہ کے نیک بندے اپنی زندگی کو مخلوق خدا کی خدمت میں گزار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو انھیں کے لیے وقف کر دیتے ہیں، وہ مخلوق خدا کی خدمت کر کے خوش ہوا کرتے ہیں، کیوں کہ خدمت خلق ایک عبادت ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو اپنے رب کی عبادت میں خوشی محسوس ہوتی ہے، کسی حاجت مند کی مالی امداد کرنا، کسی مظلوم کی مدد کرنا، گرتے ہوؤں کو اٹھانا، برائیوں پر ٹوکنا، اچھائیوں کی نشان دہی کرنا، ایمان و عقائد کی تحفظ و بقا کے لیے عملی اقدام کرنا، یہ سب خدمت خلق میں آتا ہے۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی شخصیت کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کو خدمت خلق کے لیے وقف کر دیا تھا، ان کی پریشانیوں کو سننا اور ان کی مجبوریوں کو سمجھنا آپ کا روز کا معمول تھا، آپ اگر ایک طرف حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے تو دوسری طرف ملک و بیرون ملک دعوت و تبلیغ کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان و عقائد کی تحفظ و بقا کے لیے کوشش کرتے، اگر ایک طرف گناہوں سے توبہ کرا کر لوگوں کو سلسلہ قادریہ سے جوڑتے رہے تو دوسری طرف درسگاہ میں علمائے کرام کی ٹیم تیار کر کے انھیں اہل سنت و جماعت کے ایمان و عقائد کی حفاظت کے لیے بھیجتے رہے، گویا جس طرف سے بھی دیکھا جائے آپ کے اندر خدمت خلق کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں آپ کے خدمت خلق کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

آج خدمت خلق کے دعویداروں کی کمی نہیں، اگر کسی کو کچھ دے دیا تو دینے والے کی شہرت ہونی چاہیے، میڈیا میں نام آنا چاہیے، مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے اندر ایسی کوئی بات نہیں تھی، بلکہ آپ ہر کام شریعت کے دائرے میں کرتے تھے،

آپ نے اگر کسی کی مدد کی کسی کی رہنمائی فرمائی، کسی کو غلطیوں پر ڈانٹا، تو اس میں اپنا کچھ مقصد نہیں، مقصد صرف رضائے الٰہی رہا کرتا تھا، نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں امرڈوبھا پڑھ رہا تھا، میں نے خود دیکھا حضرت کے پاس ضرورت مند آیا کرتے تھے، حضرت لڑکے کی شادی ہے، حضرت بیمار ہیں علاج کرانا ہے، اسی طرح لوگ اپنی ضرورتوں کو بیان کرتے، حضرت حسب حیثیت ان کی مالی مدد کرتے، مگر کسی سے کبھی بیان نہ کیا کی میں نے فلاں کو یہ دیا یا اتنی مدد کی، یوں ہی بہت سے لوگوں کی بازار حضرت خود کراتے تھے، کبھی کبھی بند مٹھی میں کچھ رقم ہوتی مجھے دیتے لے جاو فلاں مکان پر فلاں صاحب ہیں ان کو دے آو، میں خود جاتا اور بند مٹھی میں جو رقم ہوتی ان کو دے دیتا، جنھیں حضرت دینے کے لیے کہہ کر بھیجتے تھے۔

علامہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ آپ مدارس و مکاتب میں بھی دل کھول کر تعاون کرتے اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت جب کسی مسجد یا مدرسے کی سنگ بنیاد کی تقریب میں جایا کرتے تو واپسی کے وقت کسی ذمہ دار کو بلا کر آہستہ سے جیب سے کچھ رقم نکالتے اور یہ کہتے ہوئے حوالے کر دیتے کہ اس سے نل لگوا لیجیے گا یا اور کوئی ضروری کام کروا لیجیے گا۔ ۱۹۹۸ء میں جب ہمارے گاوں میں دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ حسنی کی بنیاد حضرت نے رکھی تو مجھے بلا کر بطور امداد ایک اچھی رقم عطا فرمائی خود جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے گراونڈ میں جب مسجد بنانے کی بات آئی تو آپ نے انتظامیہ کو بلا کر ایک اٹیچی سامنے رکھی اور اس کو کھولنے کا حکم دیا، جب اس کو کھولا گیا تو مختلف لفافوں میں سوا لاکھ کی رقم ملی، آپ نے انتظامیہ کو یہ کہتے ہوئے رقم کو حوالے کر دیا کہ اسے لے جائیے مسجد کی تعمیر میں لگا دیجیے گا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا کہ جس طرح مال سے مدد کر دینا یا کسی اور طرح کسی کے کام آجانا اگر رضائے الٰہی کے لیے ہو تو خدمت خلق ہے، یوں ہی کسی کو برائی سے روکنا اور

اچھائیوں کی رغبت دلانا بھی خدمت خلق ہے، کیوں کہ اگر چند سکوں سے مدد کر کے کسی کی دنیا سنواری جا سکتی ہے، تو کسی کے ایمان وعقائد کو سنوار کر اس کو عقبیٰ کی لازوال نعمت سے مالا مال کیا جا سکتا ہے، دنیا کے مقابلے میں کسی کے آخرت کو سنوارنا اور اہم ہوتا ہے، کیوں کہ دنیا تو چند دن کے لیے ہے مگر آخرت ہمیشگی کے لیے ہے، یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین بندگان خدا کی آخرت کو سنوارنے کو ترجیح دیتے ہیں، یہی حال حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا رہا، اگر کسی کو خلاف شرع دیکھا تو فوراً ٹوکا اور احکام شرع پر عمل کرنے کی تلقین کی اور آخرت کی یاد اس طرح دلائی کہ آدمی اس کی طرف مائل ہو گیا۔
ہم نے ایسے بہت سے افراد کو دیکھا ہے، جن کی زندگی میں حضرت کی نصیحتوں نے انقلاب پیدا کر دیا، دیوریا جو مشرقی یوپی کا ایک ضلع ہے، وہاں پر میری ملاقات ایک مرتبہ ایک ڈاکٹر صاحب سے ہوئی، غالباً ان کا نام غلام حسین تھا، مگر پہلی ملاقات میں میں یہ سمجھ بھی نہ سکا کہ یہ ڈاکٹر ہوں گے، ان کے رہن سہن اور لباس سے اول نظر میں میں نے یہ سمجھا کہ کوئی مولانا ہوں گے، لیکن جب گفتگو ہوئی تو سمجھ میں آیا کہ یہ پیشے سے ڈاکٹر ہیں اور صوفی صاحب کے مرید ہیں، انھوں نے خود بیان کیا کہ حضرت سے مرید ہونے سے پہلے میرے دل میں یہ تمنا تھی کی کسی پیر سے مرید ہو جاوں، کئی شیوخ سے ملاقات کیا مگر میری طبیعت کسی کی طرف مائل نہ ہوئی، ایک مرتبہ جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر مبارک پور پہونچا اور حضرت کو دیکھا تو دل حضرت کی جانب کھینچتا چلا گیا اور صبح کے وقت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں حضرت سے مرید ہو گیا، مرید کرنے کے بعد حضرت نے کچھ نصیحت کی اور فرمایا بابو قرآن پڑھنا جانتے ہو، میں نے عرض کیا حضور نہیں، آپ نے فرمایا اس کو پڑھنا سیکھ لو، دیکھو ایمان لانے والے صحابہ کرام سب بچے ہی نہیں ہوا کرتے تھے، مگر ان حضرات نے قرآن پاک سیکھا اس لیے قرآن پاک پڑھنا سیکھ لو اور روزانہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ اس کی تلاوت بھی کیا کرو اور چہرے کو حضور کی سنت سے سجالو، یہی ایک مومن کی شان ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ مرید ہونے سے قبل ہر روز میں داڑھی صاف کیا کرتا تھا، مگر حضرت سے مرید ہونے کے بعد میں نے کبھی داڑھی پر استرہ نہیں لگوایا۔

مرید ہونے کے بعد گھر پہونچا، دوسرے دن ایک حافظ صاحب سے قران پاک پڑھنے کی خواہش ظاہر کی انہوں نے شام میں مجھے وقت دیا میں نے کہا حضرت جب بھی ہوسکے، جو وقت آپ کہیں میں اس وقت قرآن پڑھنے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ ہر دن بعد نماز مغرب حافظ صاحب آجایا کرتے تھے اور میں اپنا سارا کام چھوڑ کر قرآن پاک سیکھنے میں لگ جایا کرتا تھا، چند مہینوں کی محنت سے میں نے اچھی طرح قرآن پڑھنا سیکھ لیا اور قران پاک کی تلاوت کرنے لگا، ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ جس طرح روز وقت نکال کر پڑھنا سیکھ لیا کیوں نہ اسی وقت تھوڑا تھوڑا یاد کرنا شروع کردوں بس کیا تھا اللہ کا نام لے کر یاد کرنا شروع کردیا، الحمدللہ! آج میں حافظ قرآن ہوگیا ہوں، ہر دن ڈسپنسری آتا ہوں اور راستے میں بھی کچھ تلاوت کرلیتا ہوں۔

یہ ہے شیخ طریقت کے نصیحتوں کا اثر کہ ایک مرید کی زندگی میں اس قدر انقلاب آیا کہ وہ نہ صرف قران پڑھنا سیکھ لیا بلکہ حافظ قرآن بھی ہوگیا۔

اسی طرح ضلع دیوریا ہی کے حضرت کے ایک مرید تھے جو پولس محکمہ میں ملازت کرتے تھے اور اس وقت انسپکٹر کے پوسٹ پر تھے ان کے بارے میں پہلے ہی سن رکھا تھا، ۲۰۰۹ء میں شہزادہ حضور خطیب البراہین کی معیت میں ایک بار دیوریا جانا ہوا، اتفاق سے ان سے بھی ملاقات ہوگئی، جسم پر اسلامی لباس، سر پر بر کاتی ٹوپی حد شرع داڑھی سے سجا سجایا چہرہ، گلے میں رومال، صاحبزادے نے تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا، مولانا یہی اسلم بھائی ہیں، جو اس وقت بلیا میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز ہیں، اسلم بھائی کے اسلامی لباس اسلامی داڑھی دیکھ کر خوشی ہوئی۔

اسلم بھائی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت سے مرید ہوا تو حضرت نے مجھے داڑھی رکھنے کے لیے کہا اور نماز پنج گانہ کی تاکید فرمائی، نماز ادا کرنے میں تو کوئی دقت نہیں تھی

مگر پولس محکمہ میں داڑھی رکھنا ایک پریشانی کا باعث تھا، خیر حالات سے قطع نظر مرشد کا حکم تھا داڑھی رکھ لی، اب مجھے پولس محکمہ کی جانب سے پریشان کیا جانے لگا اور داڑھی نہ رکھنے کا بہت دباؤ پڑا، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ داڑھی رکھنے کی وجہ سے مجھے اپنی نوکری سے ہی ہاتھ دھونا پڑے گا، میں حضرت کے پاس آیا اور پورا واقعہ اپنے مرشد کی بارگاہ میں بیان کر دیا حضور اگر داڑھی رکھتا ہوں تو نوکری جاتی ہے اور اگر نہیں رکھتا ہوں تو شریعت کا حکم چھوٹتا ہے، حضور اگر نوکری چلی گئی تو میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ حضرت نے بڑے ہی محبت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

بابو روزی دینے والا اللہ رب العزت ہے، پھر جس نوکری کو کرنے سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر عمل نہ ہو سکے وہ نوکری ہی کس کام کی، پھر بڑے ہی پر اعتماد لہجے میں ارشاد فرمایا: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) جاؤ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

میں حضرت کے پاس واپس آیا، ڈیوٹی پر گیا، الحمد للہ آہستہ آہستہ سارا معاملہ ٹھیک ہو گیا اور آج بھی میں حدود شرع میں رہ کر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہوں، مگر اب مجھے کوئی پریشانی نہیں، مسلم و غیر مسلم سب میری قدر کرتے ہیں بلکہ آبادیوں میں جانے پر خوب خاطر تواضع ہوتی ہے، یہ سب مرشد کا کرم ہے۔

آپ کی نگاہ جس بھی مسلمان پر پڑتی چاہے وہ آپ کا مرید ہو یا نہ ہو غیر شرعی عمل پر اسے ضرور ٹوکتے اور محبت بھرے لفظوں میں سمجھاتے بابو دنیا فانی ہے اور آخرت کی پونجی ہی اصل کمائی ہے، اگر دنیا کے چکر میں اپنی آخرت برباد کر لی تو اپنے رب کو کیا منھ دکھاوگے، حضرت مولانا نظام الدین نوری ایڈیٹر سہ ماہی نوری نکات اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء کے اداریہ میں ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

غالباً ۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے مدینہ مسجد نزد ریلوے اسٹیشن بستی بیعت و ارشاد کے سلسلے میں حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ تشریف لائے تھے، جس میں حبیب

العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ بھی تشریف لائے تھے، بعد صلاۃ وسلام لوگ حضرت کی دست بوسی کرنے لگے، حقیر مدیر بھی ایک شخص کے پیچھے کھڑا تھا، شخص مذکور کے ہاتھ میں دو انگوٹھی تھی، حضرت نے فرمایا ایک انگوٹھی پہننے کا حکم ہے وہ بھی ساڑھے چار ماشہ چاندی کی اور آپ دو انگوٹھی پہنے ہیں آپ فوراً اتاریے"۔(سہ ماہی نوری نکات کا محدث بستوی نمبر صفحہ ۱۴)

آپ لوگوں کو نصیحت کرتے، زبان میں اگرچہ سادگی ہوتی مگر اس کا اثر یہ ہوتا کہ وہ بات لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی تھی، آپ کی سادگی ہی لوگوں کو بھاتی تھی پھر نصیحت قبول کرنے والا شخص خود آپ کا گرویدہ ہو جاتا، حضرت مولانا نظام الدین نوری اپنے اداریہ میں ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

غلام غازی جناب محمد اسماعیل ساکن محلہ ڈفالی ٹولہ بستی نے بتایا کہ ایک مرتبہ ہم دعا کے غرض سے امرڈوبھا گئے، لگ بھگ چالیس پینتالیس منٹ تک حضرت کی خدمت میں رہے، حضرت نے فرمایا:

"بابو داڑھی رکھ لو، نماز پڑھو اور سوانح اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کرو"

امرڈوبھا سے واپس آنے کے بعد میرے دل میں پابندی سے نماز ادا کرنے کی خواہش بیدار ہوئی اور سوانح اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کرنے کے بعد بہت سی دینی کتابیں پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی"۔(سہ ماہی نوری نکات کا محدث بستوی نمبر صفحہ ۱۶)

اسی طرح ایک واقعہ حضرت مولانا محمد غیاث الدین احمد عارف مصباحی استاذ جامعہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لچھمی پور ضلع مہراج گنج حضرت مولانا مفتی محمد صادق مصباحی کے حوالے سے یوں نقل کرتے ہیں:

حضرت صوفی صاحب قبلہ نہایت ہی احسن طریقے سے غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں، مخاطب کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی اور وہ آسانی سے شریعت کی بات بھی مان لیتا ہے، حضرت مفتی محمد صادق مصباحی صاحب قبلہ استاذ جامعہ عربیہ سعید العلوم لچھمی پور

مہراج گنج بیان کرتے ہیں کہ میرے طالب علمی کا زمانہ تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ ہما رے گائوں تشریف لائے تھے، میں نے بھی حضرت سے مرید ہونے کی خواہش کا اظہا ر کیا، اچانک حضرت کی نظر میرے پائجامے پر پڑ گئی، جو ٹخنوں سے نیچے تھا، حضرت نے نہایت ہی شفقت سے سمجھایا ''بابو آپ لوگ عالم دین بن رہے ہیں اگر آپ ہی شریعت کا خیال نہیں کریں گے تو دوسرے کو کیسے سمجھائیں گے''۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۲۳)

آپ کی دور رس نگاہ لوگوں کے حالات پر رہتی، موقع ملنے پر ان کی اس طرح اصلاح کرتے کہ ان کی اصلاح بھی ہو جاتی اور انھیں برا بھی نہیں لگتا، حضرت مولانا محمد تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی اپنے ایک مضمون میں ایک واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر یوپی کے عمائدین میں سے ہم پیالہ وہم نوالہ رفیق و عبد اللہ تھے، رفیق و عبد اللہ میں سے جناب محمد رفیق صاحب نے حضرت صوفی صاحب قبلہ سے ایک بار کہا، سنا ہے آپ اپنے ہاتھ والی گھڑی فروخت کریں گے، حضرت نے فرمایا ہاں، کہنے لگے آپ نے کتنے میں خریدا تھا اور کیا قیمت لیں گے، آپ نے مسکرا کر فرمایا میں نے کتنے میں خریدا تھا آپ کو اس سے کیا ہے، اس وقت اتنا ہدیہ ہے پسند آئے تو لے لیجیے، غالبا پچیس روپئے یا پینتالیس روپئے قیمت آپ نے بتائی۔

در اصل رفیق و عبد اللہ دو شخصوں کا نام تھا دونوں تاجر پیشہ تھے، گھوم پھر کر اپنا مال تجارت کپڑا فروخت کرنا انکا طریقہ کار تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ نے ایک ہی جملوں میں سخت تنبیہ فرما دیا کہ خبر دار اپنا مال زیادہ فروخت کرنے کی فکر میں جھوٹ اور جھوٹھی قسم کا سہارا مت لینا، کیوں کہ یہ دونوں حرام ہیں، اپنے مال کی متعیّنہ قیمت بتاو اور لگے رہو، خدا تمھیں برکتیں دے گا، یہ تجارت کے بنیادی اصول کا اہم دفعہ ہے''۔(روزنامہ

راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۵۲)

عصر حاضر میں بزنس کا جو رواج ہے اس میں بہت سے لوگ تو جھوٹ کا سہارا ہی لیتے ہیں، خاص کر گھوم پھر کر کپڑوں کی تجارت کرنے والے، جب کہ جھوٹ بول کر سامان بیچنا دھوکا دینا ہے جو اسلام میں درست نہیں ہے، مسلمانوں کو اس طرح کی تجارت سے بچنا چاہیے۔

آپ نے غیر شرعی رسموں کا بھی بھرپور محاسبہ کیا تحریر و تقریر کے ذریعہ ملک کے کونے کونے میں لوگوں کو غیر شرعی عمل سے اجتناب کی تاکید کرتے رہے، آپ غیر شرعی رسموں کو روکنے میں کس قدر سخت تھے، مندرجہ ذیل واقعہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

آپ کے وطن موضع اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر میں دیوالی کے موقع پر قبرستان کی زمین پر میلہ لگتا تھا، جس میں ہندو مسلم لڑکے لڑکیاں مرد و عورت کثرت کے ساتھ آیا کرتے تھے، پٹاخے چھوڑے جاتے قسم قسم کے خرافات ہوتے قبرستان کی بے حرمتی ہوتی اور اختلاط مرد و زن بھی ہوتا، ایک سال دیوالی کے موقع پر آپ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنے چند احباب کو لے کر قبرستان پہونچ گئے، جب لوگوں کے آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اور آپ کے ہمنواوں نے روکنا شروع کیا، ابتدا میں کچھ مخالفت ہوئی مگر جب آپ کی طرف سے لوگوں نے سختی دیکھی تو اس سال قبرستان میں میلہ نہیں لگا، لیکن لوگ آپ کے بارے میں قسم قسم کی باتیں کرتے رہے، انہیں ایام میں آپ کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا، دفن کے بعد کچھ گنواروں نے یہ افواہ پھیلانا شروع کر دیا کہ میلہ روکنے کا بدلہ صوفی صاحب کو آخر مل ہی گیا، بہن کا انتقال ہو گیا، اس افواہ کو لوگوں میں خوب ہوا دیا گیا، تاکہ آئندہ میلے کا راستہ صاف ہو جائے، جب یہ خبر آپ تک پہونچی تو آپ نے ارشاد فرمایا، میلہ تو نہیں لگے گا چاہے میرے خاندان کا ایک ایک فرد ختم ہو جائے، آپ نے فرمایا کان کھول کر سن لو موت برحق ہے، غیر شرعی عمل روکنے سے پر

وردگارعالم خوش ہوتا ہے اس سے کسی کی موت نہیں ہوتی۔

آپ کی اس تبلیغ سے اگیا کی قبرستان میں میلہ لگنا بند ہو گیا اور ایک مسلم قبرستان کی بے حرمتی بند ہوگئی۔

آپ دور دراز رہنے والے اپنے مریدوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے، کبھی ان کے پاس جاکر تو کبھی خطوط کے ذریعہ ان کے حالات کی خبر گیری کرتے اور موقع بموقع ان کی اصلاح اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی تلقین و تاکید کرتے، ۲۰۰۹ء میں جب پہلی مرتبہ مندسور ایم پی گیا، اس وقت میرا قیام حضرت کے ایک مخلص مرید الحاج سلطان احمد منصوری ایڈوکیٹ کے مکان پر تھا، انھوں نے اور ان کے اہل خانہ نے جو اخلاق میرے ساتھ پیش کیا، اس سے میں بہت متاثر ہوا اس کے بعد بہت مرتبہ میرا جانا ہوا مگر جب بھی جاتا ہوں قیام انھیں کے مکان پر رہتا ہے، وہ خود اور ان کے بچے ایڈوکیٹ انور احمد منصوری، ڈاکٹر احسان منصوری، شکیل بھائی، محمد عمر فاروق بھائی اور الحاج محمد رمضانی وغیرہ ساتھ چل کر جامعہ کا تعاون بھی کراتے ہیں۔

ایک دن کی بات ہے کہ میں الحاج سلطان احمد منصوری کی آفس میں بیٹھا ہوا تھا حضرت کے متعلق گفتگو چل پڑی، حضرت کے چہیتے مرید الحاج محمد رمضانی صاحب بھی موجود تھے، دوران گفتگو معلوم ہوا کہ حاجی محمد رمضانی صاحب کے پاس حضرت کے بہت سے خطوط موجود ہیں، میں نے حاجی صاحب سے ان خطوط کی فوٹو کاپی دینے کی درخواست کی اور کہا کہ ان خطوط کی نقل ہمیں فراہم کرادیں تاکہ ان خطوط کو میں امت مسلمہ تک پہونچا سکوں، خیر اس سال تو نہ ہو سکا مگر جب ۲۰۱۱ء میں میں مندسور پہونچا تو حاجی رمضانی صاحب کو ان کی پرانی بات یاد دلائی، حاجی رمضانی صاحب نے چند خطوط کی فوٹو کاپی ہمیں فراہم کرادیا اور کہنے لگے مولانا صاحب خطوط اور بھی تھے مگر بے احتیاطی کی وجہ سے ضائع ہوگئے، ان خطوط کو جب میں نے پڑھا تو تھوڑی دیر تک میں غور کرنے لگا، خطوط کیا تھے ان کے ہر ہر سطر سے معاشرے کے اصلاح کے موتی ٹپک

رہے تھے،امت مسلمہ کو دین پر چلنے کی تلقین کی گئی تھی، پورا خط پڑھ ڈالیے اس میں اپنے لیے کچھ نہیں لکھا گیا ہے، جو کچھ بھی ہے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے ہے،ان خطوط میں سے ایک خط ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

عزیزی ۹۲ رمضانی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں خیریت سے ہوں آپ تمام اہل خانہ کے لیے دل سے دعا گو ہوں کہ ہر بلا و مصیبت سے خدائے قدیر مامون رکھے۔

حاجی ۹۲ حسین اور عزیزی ۹۲ یعقوب کو سلام و دعائے ترقی کہیں، عزیزی ۹۲ فاروق، ۹۲ شکیل، ۹۲ ہاشم، ۹۲ صدیق کو دعائے ترقی اور نماز کی پابندی کے لیے کہیں اور میری جانب سے یہ سمجھادیں کہ ٹی وی وغیرہ سے پرہیز کریں، حاجی نصیب علی خان، حاجی عبدالرحیم اور ۹۲ صابر خان کو بھی دعائے ترقی وسلام کہیں، باقی سب ٹھیک ہے، سارے ملنے والوں کو سلام و دعائے ترقی کہیں۔

فقط والسلام

۹۲ نظام الدین عفی عنہ

مذکورہ بالا خط کو ایک بار اور پڑھ لیں، آپ کو ۹۲ جو عدد ہر نام کے شروع میں نظر آ رہا ہے وہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا عدد ہے، آپ خطوط میں آقائے دو جہاں ﷺ کا اسم مبارک نہ لکھ کر صرف عدد لکھتے تھے، کیونکہ خطوط اکثر ادھر ادھر گرتے پڑتے پہنچتے ہیں اس لیے آپ اکثر آقائے دو جہاں ﷺ کا نام نہ لکھ کر اس کا عدد لکھا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا خط سے آپ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے اندر موجود خدمت خلق کے جذبے کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کتنا عمدہ طریقہ ہے اصلاح کرنے کا، اگر ایک طرف ترقی کی دعا کر رہے ہیں تو دوسری طرف نماز کی پابندی کرنے اور ٹی وی وغیرہ نہ دیکھنے کی تلقین کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب بھی حضرت کا گزر ان آبادیوں سے ہوا کرتا تو

وہاں کے لوگ اپنی پلکیں بچھا کر حضرت کا انتظار کرتے اور حضرت کے پہنچ جانے پر ان کا والہانہ استقبال کرتے، مریدین ہر طرف سے پھولوں کا گلدستہ اور گاڑیاں لے کر آپ کے ساتھ ساتھ چلتے، ہر طرف نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی صدا سے فضا گونج جایا کرتی، آپ کے خدمت خلق کا ہی نتیجہ ہے کہ آج سیکڑوں مدارس، مکاتب مساجد، جامعات، کالجز، سوسائٹیاں اور چیر ٹیبل ادارے آپ کے نام سے موسوم ہیں، شہر ہو، قصبہ ہو یا دیہات ہر جگہ نظامی رنگ دیکھنے کو ملتا ہے، آپ کے نام موسوم چند اداروں، مساجد، کا نام حسب ذیل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر (یوپی)

(۲) دار لعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ برکاتی محلہ مقام حسنی پوسٹ بانس کھور کلاں ضلع بستی (یوپی)

(۳) الجامعۃ النظامیہ مقام شکرولی، پوسٹ سنولی ضلع مہراج گنج (یوپی)

(۴) نظامی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی مقام ہریا پنڈت پوسٹ لال پور ضلع مہراج گنج (یوپی)

(۵) الجامعۃ النظامیہ للبنات الاسلامیہ مقام اگیا پوسٹ چھاتا، سنت کبیر نگر (یوپی)

(۶) آل انڈیا بزم نظامی مقام اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

(۷) انجمن غلامان حضرت صوفی نظام الدین کرلا ممبئی

(۸) دار العلوم اہل سنت نظام الاسلام کیلاش مارگ (ہوڑہ) ضلع جھابوا ایم پی

(۹) جامعہ نظامیہ عزیز البنات مقام پیسیا للائن پوسٹ پچھمی پور ضلع مہراج گنج یوپی

(۱۰) نظام المساجد واقع گراونڈ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار

(۱۱) مسجد نظام لہرولی بازار سنت کبیر نگر (یوپی)

(۱۲) نظام المساجد مقام حسنی پوسٹ بانس کھور کلاں ضلع بستی (یوپی)

(۱۳) مسجد غوثیہ نظامیہ مقام منڈی گیٹ مندسور ایم پی

(۱۴) دارالعلوم نظام العلوم موضع اور ہی خلیل آباد سنت کبیر نگر

(۱۵) مدرسہ عربیہ نظامیہ عزیزیہ موضع ترکلہوا سنت کبیر نگر

(۱۶) خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ، موضع حسنی، پوسٹ بانس کھور کلاں، بستی، یوپی



خطیب البراہین اور سنت نبوی پر عمل

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے تم ہو براہین و بیاں تم ہو
کوئی سنت کسی لمحہ نہ تم سے چھوٹتی دیکھی
خدا جانے تمھارا مرتبہ کیا ہے کہاں تم ہو
تمھاری سیرتیں منھ بولتی تصویر قرآں کی
نبی کے عادت واطوار کے عکس عیاں تم ہو

حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمۃ والرضوان ایک پابند شرع عالم دین کا نام ہے، آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو سنت نبوی پر عمل ہے، ہر چھوٹے بڑے کام میں آپ سنت نبوی کا اہتمام کرتے رہے، آنے والے چند صفحات میں مختصر طور پر میں آپ کی عملی زندگی کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے جارہاہوں آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ آپ سنت نبوی پر کس قدر عامل تھے۔

اس باب میں ہم نے اپنے کسی بھی بات پر حدیث پاک کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی مضمون کو لمبا کرنے کی کوشش کی ہے، کیوں کہ خود میرا ہی ایک مفصل مضمون بنام (محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں) ایک کتاب کی شکل میں، اردو ہندی، گجراتی

زبان میں دارالقلم لہرولی بازار سے شائع ہوچکا ہے، تفصیل اور حوالوں کے خواہشمند حضرات اس کتاب کا مطالعہ کریں یہاں مختصراً حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زندگی کے اس باب کو بھی ملاحظہ کیجیے جو سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔

رب قدیر کا ارشاد ہے: ''مَا اٰتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْ ہُ وَمَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا''۔ (پارہ ۲۸ سورۂ ممتحنہ)

یعنی اے میرے بندو! میرا حبیب جسے میں نے آخری پیغمبر بنا کر بھیجا تمہیں جس چیز کے کرنے کا حکم دے اسے بجالاؤ اور وہ تمہیں جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ اور اگر رک گئے تو یقینا اسی میں تمھارے دارین کی سعادت اور جنت کی ضمانت ہے، اب مسلمان کو چاہیے وہ پروردگاعالم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی زندگی کی صبح وشام کو سنت رسول کی روشنی میں گزارے، کیوں کہ تمام جدید وقدیم مسائل کا حل سنت نبوی کی روشنی میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور اسی پر چل کر زندگی کے بہتر ایام گزارے جا سکتے ہیں، جیسا کہ خود پروردگار عالم کا فرمان عالی شان ہے۔ ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' یعنی اسوہ حسنہ رسول اعظم کی مقدس زندگی ہی ہے انھیں کی حیات طیبہ کے روشن پہلو کو اپنا کر ہم اپنی دنیا کو سنوار سکتے ہیں اور آخرت میں سرخروئی بھی حاصل کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے اپنی زندگی کو سنت رسول کے سانچے میں ڈھال کر گزارتے ہیں تاکہ خالق حقیقی کے فرمان عالی شان پر عمل بھی ہو جائے اور سنت رسول کی برکتوں سے مالا مال بھی۔ اللہ تعالیٰ کے انھیں نیک اور صالح بندوں میں ایک ذات محی السنۃ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ہے، آپ ایک سچے عاشق رسول تھے، سنت نبوی پر عمل کرنا آپ کا شیوہ رہا، ہر کام میں سنت نبوی کا پاس ولحاظ رکھتے، سنت نبوی پر عمل کا جذبہ آپ کے اندر کس قدر تھا اس کی تفصیل ہماری کتاب (محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں) میں ملاحظہ فرمائیں ہم ذیل میں آپ کی سنتوں بھری زندگی کا ایک خاکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے

ہیں تاکہ یہ کتاب بھی اس باب سے تشنہ نہ رہ جائے۔

آج کل کچھ پیر حضرات اپنے آپ کو شریعت سے بے نیاز تصور کرتے ہیں اور اس بے نیازی کی آڑ میں وہ بہت کچھ کر ڈالتے ہیں، مگر سیدھے سادھے مریدوں کی نظر میں ان کا کرنا اور کہنا کچھ بھی عیب نہیں ہے، کیوں کہ انھیں سمجھا دیا جاتا ہے کہ ہم اہل شریعت نہیں بلکہ اہل طریقت ہیں، ایسے لوگوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ نہ تو انھیں شریعت کا کچھ پاس ولحاظ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے مریدوں کو، مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ خود شریعت پر عمل کرتے رہے اور اپنے مریدین و معتقدین وجملہ مسلمانان عالم کو زبان و قلم، تحریر وتقریر کے ذریعہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے، یہی حق ہے، یہی صراط مستقیم ہے، یہی راستہ جنت میں لے جائے گا، تمام عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے، یہی ہمیشہ آپ کی تبلیغ رہی، آپ نہ صرف لوگوں کو تلقین کرتے بلکہ خود نہایت ہی پابندی سے خود بھی اس پر عمل کرتے، سفر ہو یا حضر نماز پنجگانہ کا اہتمام ہمیشہ رہا، اکثر اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھتے اور اگر کسی وجہ سے اسٹیشن پر ٹرین نہیں رکتی اور نماز کا وقت جاتا رہتا، تو ٹرین میں ہی نماز ادا کر لیتے اور جب ٹرین رکتی تو اس نماز کو دہراتے، نماز پنج گانہ کے علاوہ اور دیگر نوافل کا بھی اہتمام کرتے۔

یوں ہی ہمیشہ آپ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے، کھانا نہایت ہی مختصر اور تین انگلیوں سے کھاتے، کپڑا جوتا وغیرہ پہنتے وقت ہمیشہ داہنے کا خیال رکھتے، کمرے میں داخل ہوتے تو داہنا پیر داخل کرتے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے اگر کبھی بسم اللہ شریف پڑھنا بھول جاتے تو کمرے سے نکل آتے اور پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر ہی کمرے میں داخل ہوتے، ننگے سر کھانے پینے سے احتراز کرتے، چلتے تو نگاہیں نیچی ہوتیں، عورتوں سے پردہ کرتے اور خود انھیں پردے میں رہنے کی تلقین کرتے، عورتوں سے آپ کس قدر پردہ کرتے اس واقعے کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

جب دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا گرانٹ لسٹ پر آیا، اس وقت آپ وہاں کے صدرالمدرسین تھے، ادارے کے معیار کو جانچنے کے لیے ایک عورت

بحیثیت آفیسر (غالباً رجسٹرار تھی) جس کا نام صالحہ رضوی تھا، اس کا آنا ہوا اس نے سارے اساتذہ کو بلایا، جب سارے اساتذہ اکٹھا ہو گئے تو اس نے پوچھا کوئی اور باقی ہے، جو نہیں آیا ہے، اساتذہ نے کہا اب صرف صوفی صاحب باقی ہیں، اس آفیسر عورت نے کہا انھیں بھی بلایا جائے، ایک صاحب گئے مگر دروازے سے واپس آ گئے، عورت نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا تو انھوں نے کہا محترمہ ہمت نہیں پڑی کہ ان کو آنے کے لیے کہوں، اس عورت نے پوچھا آخر کیوں؟ تو اس پر سارے اساتذہ بیک زبان ہو کر بول پڑے، محترمہ وہ صوفی صاحب ہیں، عورتوں سے نہیں ملتے، اس عورت نے کہا کہ اگر وہ نہیں ملتے تو میں ہی چل کر ان سے مل لیتی ہوں، یہ کہا اور حضرت کے کمرے کی جانب چل پڑی، محترمہ کے قدم جوں ہی حضرت کے کمرے میں پڑے، حضرت کو کسی کے قدموں کی آہٹ کا احساس ہوا ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر عورت پڑی، حضرت فوراً کمرے کے ایک گوشے میں چھپ گئے اور لاحول پڑھنے لگے، خاتون حضرت کی اس حالت کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئی اور سر جھکائے واپس چلی آئی، اساتذہ کے سامنے اس نے اپنا بیان کچھ اس طرح دیا۔

”مجھے خوشی بھی ہو رہی ہے اور افسوس بھی، خوشی اس لیے ہو رہی ہے کہ ہم نے پہلی مرتبہ کسی مرد کو دیکھا ہے اور افسوس اس لیے کہ ہم نے ایک مرد درویش کو تکلیف پہونچائی ہے، آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ آپ حضرات ان سے میری جانب سے معافی مانگ لیں گے“۔ (خطیب البراہین آئینۂ اشعار میں)

آپ ہدیہ قبول کرتے اور خود لوگوں کو ہدیہ دیتے بھی، مدارس میں تعطیل کلاں شعبان المعظم کی ۱۰ر تاریخ کے بعد اکثر ہوا کرتی ہے، شعبان المعظم کی اس ہونے والی چھٹی میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے اساتذہ و ملازمین کو کپڑا اور دیگر چیزیں نذرانے میں پیش کرتے، اعزا و اقربا، اہل خاندان اور گھر والوں کو بھی خوب نوازتے، یوں تو آپ کی نوازشات کی برسات پورے سال ہوتی رہتی، مگر رمضان

المبارک سے پہلے آپ کی سخاوت کا عالم ہی کچھ اور ہوتا، آپ اپنے ہم نوا تو ہم نوا مخالفین کو بھی نوازنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھتے۔

آپ جب گھر پہونچتے تو درازی عمر کے باوجود بھی اپنی والدہ کی خدمت کرتے، سر میں تیل لگاتے اور ہر طرح کی خدمت کرتے، بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت اور سب سے عزت سے ملنا آپ کا شیوہ رہا۔

مریدین کی لاکھوں کی تعداد ہونے کے باوجود بھی آپ نے کبھی بھی کسی سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا، ملک کے کونے کونے میں آپ کو تبلیغ کے لیے بلایا جاتا مگر کبھی بھی آپ نے کسی سے نذرانے کا مطالبہ نہ کیا، آپ جو بھی کام کرتے اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کے لیے کرتے، کوئی کام دکھاوے کے لیے نہیں کرتے ریا کاری کا آپ کے اندر دور دور تک وجود نہ تھا، آپ نے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے کبھی بھی تصنع سے کام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ سادگی پسند رہے، سفید کرتا سفید لنگی، سفید عمامہ زیب تن کرتے، اس سادگی میں وہ حسن پنہاں تھا کہ لوگ خود بخود آپ کے دامن کرم میں پناہ لینے کے لیے جوق در جوق چلے آتے۔

آپ کلام پاک کی تلاوت نہایت ہی پابندی کے ساتھ کرتے، تلاوت کے وقت کبھی کبھی آپ پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

آپ بلا ضرورت شرعی تصویر کشی کو ہمیشہ حرام سمجھتے رہے اور اسی پر آپ کا پوری زندگی عمل بھی رہا تصویر کشی کے متعلق آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری پر جماعت اہل سنت کے ایک عظیم عالم دین محقق مسائل جدیدہ فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ آپ کے ایک مرید نے حج نفل کے لیے آپ سے اصرار کیا، تو راقم الحروف سے آپ نے رجوع کیا، راقم الحروف نے عرض کیا حج نفل کے لیے بھی سارے

علمانے تصویر کھینچوانے کی اجازت نہیں دی ہے، گو عموم ہونے کی وجہ سے شرعاً گنجائش ہے، لیکن حضرت بچیں تو بہتر ہے کہ تقویٰ کا تقاضہ بہر حال احتیاط اور احتراز ہی ہے، خدا شاہد ہے کہ آپ نے اسباب کی فراہمی اور اصرار مریدین کے باوجود بھی احتراز ہی کو ترجیح دیا۔" (داڑھی کی اہمیت صفحہ ۳)

آپ گھریلو معاملات میں بھی سنت رسول ﷺ کا خیال رکھتے تھے، گھر میں اہل خانہ محلہ اور گاؤں والوں کے ساتھ بھی حسن اخلاق سے پیش آتے تھے، آج بہت ایسے مشائخ ہیں جن کے مریدین ان کے گاؤں میں توکیا ان کے علاقے میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے، مگر یہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات ہے کہ گھر گاؤں اور پورے علاقے میں ہر طرف نظامی رنگ دیکھنے کو ملتا ہے۔

گویا حضور خطیب البراہین کی مبارک زندگی کو جس بھی پہلو سے دیکھا جائے اس میں سنت نبوی کی جھلک نظر آئے گی، آپ کی زندگی سنت نبوی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم براہین و بیاں تم ہو



خطیب البراہین اور آپ کی بے مثل خطابت

حقائق با دلائل ہیں مجال دم زدن کیوں ہو
خطابت میں نہاں حکمت محدث بستوی کی ہے

(مولانا ابوالوفا)

کس قدر کیف سے معمور ہے تقریر تیری
جاذب فکر ونظر واقعی تحریر تیری
مفتی اعظم دوراں سے ملی دولت دل
تیری پیشانی سے تابندہ ہے توقیر تیری

(ڈاکٹر شکیل اعظمی)

دعوت و تبلیغ کے لیے ایک عالم دین کو جہاں اعلیٰ علمی لیاقت وصلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہیں تقریر و تحریر کے اندر مہارت کی بھی ضرورت پڑتی ہے، کیوں کہ اپنی بات قوم تک پہونچانے کے لیے یا تو قلم کا سہارا لینا پڑتا ہے یا پھر تقریر کا، اگر آدمی اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے میں تقریر و تحریر کی صلاحیت رکھتا ہے تو اکناف عالم تک اپنی بات کو بآسانی پہونچا سکتا ہے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ جہاں دیگر صفات کے حامل تھے وہیں خطابت میں بھی یکتاے روزگار اور اپنے ہم عصروں میں ہمیشہ منفرد نظر آئے، خطابت میں دور دور تک آپ کی نظیر دیکھنے کو نہیں ملتی، قرآن واحادیث اقوال ائمہ و علما، شارحین حدیث و مفسرین قرآن کے نظریات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اتنے وافر مقدار میں پیش فرماتے کہ سامعین پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی، آپ کے بے مول خطاب کے معترف اپنے تو اپنے دوسرے مکتب فکر کے لوگ بھی ہیں، آپ کی مبرہن و مدلل تقاریر کو سن کر علمائے کرام و مشائخ عظام نے آپ کو خطیب البراہین کے عظیم خطاب سے نوزا، آپ کی تقریر کا انداز کیا تھا۔ ہم ذیل میں دو ایسے علمائے کرام کی تحریروں کو بطور شہادت پیش کر رہے ہیں جنھوں نے آپ کو دیکھا بھی ہے اور آپ کی تقاریر کو بھی سماعت کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت علامہ صدر الوریٰ قادری مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، آپ کی خطابت پر اپنا تاثر کچھ اس طرح پیش فرماتے ہیں:

آپ خطابت و عظ و تقریر پر جب اترتے ہیں تو جس موضوع پر چاہتے ہیں دلائل و براہین کا ایسا جوہر دیکھاتے ہیں کہ سننے والے حیرت و استعجاب میں انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، کسی بات کو قرآن کریم سے مبرہن کرنا ہو تو پارہ رکوع آیت نمبر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حافظ قرآن کیا بیان کر سکتا ہے، احادیث نبویہ سے مدلل و پختہ کرنا ہو تو صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث سے جلد و صفحہ کی تعیین کے ساتھ اس حسین انداز میں حدیثیں پڑھتے ہیں کہ سامعین یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حضرت

صوفی صاحب قبلہ کی ایک نگاہ بخاری کے صفحات پر تو دوسری نگاہ مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث پر ہے، یہیں تک محدود نہیں بلکہ اپنے موقف کی تائید میں مرقات، مدارج النبوۃ، روض الریاحین اور دیگر کتب معتبرہ کے نصوص پیش فرما کر ایسا مستحکم بنا دیتے ہیں کہ اس کے آگے کسی مخالف کو مجال دم زدن نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ آپ جماعت اہل سنت میں خطیب البراہین کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۳۰)

حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی آپ کی خطابت کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں:

آپ کا طریقہ خطاب یہ ہے کہ جس موضوع پر بیان فرماتے ہیں پہلے اس کے تعلق سے قرآن کریم کی آیت مبارکہ تلاوت فرماتے ہیں، پھر احادیث نبویہ سے اس کو ثابت کرتے ہیں، اس کے بعد صحابہ کرام وائمہ عظام کے اقوال وافعال سے مبرہن فرماتے ہیں، قابل توجہ بات یہ ہے کہ ہر بات کے لیے قرآن واحادیث واقوال ائمہ سے دلیل اور برہان اس طور پر پیش فرماتے ہیں کہ آیات کا پارہ، رکوع اور آیت نمبر بیان کرنے کا التزام فرماتے ہیں، خطاب میں دلائل اور ثبوت کا ایک سیل رواں جاری ہوتا ہے، جس سے اپنے اور غیر دونوں ہی متاثر ہوتے ہیں۔(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۳۹)

یہ ہے آپ کی خطابت کے متعلق علماے اہل سنت کا تاثر جو انہوں نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں سپرد قلم کیا ہے، علمائے اہل سنت کے مذکورہ تاثرات سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کا طریقہ خطاب آج کے پیشہ ور مقررین و خطبا کی روش سے ہٹ کر رہا، کیوں کہ کسی موضوع کا انتخاب کرنا اور اس پر دلائل و براہین کی روشنی میں اپنی بات کو کما حقہ پیش کرنا، ایسے خطیب نایاب تو نہیں مگر کم یاب ضرور ہیں، آپ کے ہم عصر دیگر مقررین و خطبا کے ثانی تو پیدا ہو گئے مگر دور دور تک خطیب

البراہین کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا، کیوں کہ فی زمانہ خطیبوں کا عالم تو یہ ہے کہ موضوع کچھ اور ہوتا ہے، آیت کا مفہوم کچھ اور سمت متعیّن کرتا ہے، جب کہ لطیفے اور واقعات کا کوئی ربط موضوع سے نہیں رہتا، اکثر خطبا کی پوری تقریر سننے کے بعد سامع یہ سمجھ بھی نہیں پاتا کہ خطیب صاحب اپنی اس تقریر سے قوم کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں اور کچھ خطیب اس قدر اشعار گنگنانے لگتے ہیں کہ شاعر اور خطیب کا فرق بھی سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے اور کہیں کہیں شعرا اپنے اشعار کی وضاحت اس قدر کرنے لگتے ہیں کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ناظم اجلاس نے انہیں نعت رسول سنانے کے لیے بلایا ہے یا تقریر کرنے کے لیے، آج اکثر خطیبوں کی نظر امت کی اصلاح پر نہیں بلکہ لوگوں کی پسند پر ہوتی ہے، عوام کے نعروں پر ہوتی ہے، ان کی نگاہ امت کی اصلاح پر نہیں ان کے داد پر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خطیب عوام سے نعرہ لگوانا چاہتا ہے اور عوام اس سے گھن گرج تقریر سننا چاہتی ہے، گویا ہمارے جلسوں اور کانفرنسوں کی حالت دن بدن رو بزوال ہوتی چلی جارہی ہے، یہ وقت کا سب سے بڑا المیہ ہے، اگر ان جلسوں اور کانفرنسوں کو با معنٰی بنایا جائے حالات حاضرہ، موجودہ مسائل اور مسلمانوں کو ضروری مسائل پر ان جلسوں اور کانفرنسوں میں عمل کرنے کی دعوت دی جائے تو یقینا اس سے بڑا انقلاب لایا جاسکتا ہے امت کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔

الحمدللہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی نگاہ امت کے حالات پر ہوتی تقریر کا آغاز کرتے، آیت مبارکہ پڑھتے پھر اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے، سر جھکا ہوتا، اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے تقریر شروع کردیتے، نہ عوام کے سبحان اللہ کہنے کی فکر ہوتی اور نہ ہی پروگرام کمیٹی سے نذرانے کی خواہش، اللہ اور اس کے رسول کے لیے تقریر کرتے، گویا حضور خطیب البراہین کے اندر وہ تمام خوبیاں تھیں جو ایک داعی کے اندر ہونی چاہیے، عصر حاضر کے خطبا کے لیے آپ کی زندگی مشعل راہ ہے۔

سید نا سرکار اعلیٰ حضرت سے محبت

عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے، مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَاَ کْثَرَ ذِکْرَہٗ یعنی جو جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا اکثر ذکر کرتا رہتا ہے، جب بھی اس کے محبوب کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ مچل جاتا ہے، اپنوں کی محفل ہو یا بے گانوں کی، ہزاروں کی محفل ہو یا گوشہ تنہائی ہمیشہ اس کے ذکر سے اپنی زبان کو وہ تر و تازہ رکھتا ہے، اسے اپنے محبوب کے ذکر ہی سے سکون ملتا ہے، وہ اس کا ذکر کرنے پر خوش ہوتا ہے اور اس کی ہجو پر اس کا خون کھولنے لگتا ہے، وہ اپنے محبوب کے حاسدوں اور دشمنوں سے دشمنی اور اس سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سید نا سرکار اعلیٰ حضرت سے غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے، اس لیے ان کی ہر محفل میں ان کا تذکرہ ہوا کرتا تھا، ہر بات پر سید نا سرکار اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کا حوالہ ہوا کرتا تھا۔

یوں تو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اہل سنت و جماعت کے تمام علمائے کرام و مشائخ عظام سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے، مگر سرکار اعلیٰ حضرت سے آپ کی محبت عشق کے حد تک تھی، آپ کی ہر محفل میں سید نا سرکا اعلیٰ حضرت کا ذکر ہوا کرتا، ملک کے طول و عرض میں دعوت و تبلیغ اور بیعت و ارشاد کے لیے جانا ہوتا، چاہے اسٹیج ہو یا مریدوں کا حلقہ جب بھی کوئی دینی مذہبی بات ہوتی تو اس کے حوالے کے لیے سید نا سرکار اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کا حوالہ ضرور دیتے، دوران خطاب اعلیٰ حضرت کے اشعار سے محفل جھوم جاتی، سرکار دو عالم آقائے دو جہاں ﷺ کی شان میں اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی نعت ”سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی“ اور درود ”کعبے کے بدر الدجیٰ تم پے کروں درود“ اور مشہور زمانہ سلام ”مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کا ورد ہمیشہ زبان پر ہوتا۔

جب کہیں کسی کو مرید کرتے تو جہاں تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے قطع تعلق رکھنے کا عہد لیتے وہیں مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے گامزن رہنے کی تلقین

کرتے، جہاں کہیں بھی ہوتے عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف ضرور حاضر ہوتے، گویا اعلیٰ حضرت کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی۔ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان رہے، مسلک اعلیٰ حضرت سے محبت کرنے والوں سے محبت اور بغاوت کرنے والوں سے نفرت کرتے، آپ نے اس معاملہ میں اپنے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہیں کی جو مسلک میں اپنا ہے وہ اپنا ہے جو بیگانہ ہے وہ بیگانہ، خود آپ کی سسرال کی آبادی کی اکثریت وہابیوں کی رہی، آپ کے سسر مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل پیرا رہے، آپ ان کی حیات تک ان کے گھر آتے جاتے رہے، اخیر وقت میں آپ کے سسر مرحوم نے وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازے کی نماز صوفی صاحب ہی پڑھائیں گے، حضرت نے ان کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر کچھ دنوں کے بعد جب آپ کے سالے کا رابطہ وہابیوں سے بڑھا تو پہلے آپ نے انھیں بلا کر سمجھایا کہ وہابی گمراہ بدمذہب اور گستاخ رسول ہیں، ان سے دوری بنائے رہو، بار بار سمجھانے پر بھی جب وہ نہ مانے اور ان وہابیوں کے ساتھ ان کے تعلقات گہرے ہونے لگے تو حضرت نے ان کو چھوڑ دیا جب کہ ان کے سالے کے پاس تقریباً چالیس بیگھہ زمین تھی جس کی قیمت آج کے اس دور میں کروڑ سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ بار بار کہتے تھے کہ مولانا صاحب آتے رہیے، یہ جائیداد ہم آپ ہی کو دیں گے مگر حضرت نے فرمایا کہ آپ اللہ اور اس کے رسول سے پھر گئے ہیں اس لیے ہم آپ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے، ہاں اگر آپ وہابیت سے توبہ کر لیں تو رشتہ داری کے مراسم نبھائے جا سکتے ہے مگر وہ نہ تو وہابیت سے تائب ہوئے اور نہ ہی حضرت نے ان سے ربط وضبط رکھا اور ایسا کیوں نہ ہو جو اللہ و رسول کا نہیں وہ ہمارا نہیں ہو سکتا یہی تو ایک مومن کی شان ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ مسلک کے معاملے میں کتنے سخت رہے کہ لاکھوں کی جائیداد کو ٹھوکر مارنا گوارہ کر لیا مگر دین حق مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے عمل پیرا رہے اور اس کے خلاف کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔



خطیب البراہین اورآپ کے دعاوں کی تاثیر

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ڈاکٹر اقبال

شفا پائی مریضوں نے در با فیض ہے بیشک
دعاوں میں بڑی برکت محدث بستوی کی ہے

مولانا ابوالوفا

پروردگار عالم کے وہ مقدس بندے جن کی صبح وشام یادِ خدا میں کٹتی ہے، جو ہمیشہ اسی کے یاد میں مست رہتے ہیں، جب کبھی وہ اپنے رب کی بارگاہ میں دست دعا اٹھاتے ہیں، تو ان کی دعائیں رنگ لاتی ہیں، اور بابِ اجابت کو چوم کر شرف قبولیت سے بہرہ ور ہوتی ہیں، خود پروردگار عالم اپنے مقدس کلام میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ ''فَادْعُوْنِیْ وَاسْتَجِبْ لَکُمْ'' گویا جب بندہ مومن اپنے رب کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتا ہے تو پروردگار عالم اپنے اس بندے کو اس کے سوا دیتا ہے، چاہے وہ اپنے لیے مانگے یا کسی اور کے لیے، شرط یہ ہے کہ اس بندے کے دل میں اخلاص ہو اور پروردگار عالم کی جانب رجوع لائے۔

یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے متقی اور پرہیزگار لوگوں سے دعاوں کے خواست گار ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کی دعائوں کی برکتوں سے بھرپور فیضیاب بھی ہوتے ہیں، یہ حق ہے کہ بندگان خدا کی مقدس جماعت کی دعاوں سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے ہیں، ان کے دعاوں سے بہت سے بے اولاد صاحب اولاد ہوجاتے ہیں، مفلس ولاچار مال ودولت سے مالامال ہوجاتے ہیں، مصیبت زدہ دکھ درد سے، قرض دار ساہو کاروں کے ظلم وستم سے نجات پاتے ہیں، ان کی دعاوں نے نہ جانے کتنے گھروں کو اجڑنے سے بچالیا، بہت سے دلوں میں ایمان وایقان کی شمع فروزاں

روشن کر دیا، گھروں کا ماحول سنور گیا، یہ اگر پھونک ماردیں تو بڑے سے بڑا کام ہو جائے، نگاہیں ڈال دیں تو دل روشن ہو جائے، ان کے یہاں سب کچھ ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ان کے خالی ہاتھوں میں کونین کی نعمتیں ہوتی ہیں دنیا کے حالات سے ان کے مقام و مرتبہ کو نہ پرکھو، گدڑی میں ملبوس، ٹوٹی چٹائی پر فروکش بظاہر تہی دامن ضرور ہوتے ہیں، مگر جب کسی کو نوازتے ہیں تو حکومت و سلطنت بھی عطا کر دیتے ہیں، دنیا نے دیکھا ہے کہ سلطنتیں ان کی ٹھوکروں پر پلتی ہیں، حکومتیں بھی ان سے مقابلے کی تاب نہیں لاسکیں، یہ وقت کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں جو ان سے ٹکراتا ہے، اس کا وجود خاک میں مل جاتا اور جو عجز وانکساری سے ان کی چوکھٹ پر اپنے تحفظ کی بھیک مانگتا ہے، اسے تحفظ واستحکام ملتا ہے، سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں میں ایک شخصیت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی رہی جو اپنی حیات میں مرجع خلائق رہے اور اب بھی لوگ ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہو رہے ہیں، ان کے دعاوں نے نہ جانے کتنے ویرانوں کو آباد کیا، مصائب وآلام میں گھرے لوگوں کو سکون واطمینان عطا کیا، غربت وافلاس کا خاتمہ ہوا، بھٹکے ہوئوں کو اسلام کی سچی ڈگر ملی، اللہ اور اس کے رسول کے عظمت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا، ضرورت مند لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوئیں، بیماروں کو بیماری سے نجات ملی۔

ہم ذیل میں چند واقعات کا تذکرہ کر رہے ہیں، جن کا تعلق آپ کی دعاؤں سے ہے، ایسے واقعات سے تو ایک دفتر پر کیا جا سکتا ہے مگر یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے، روح کو تازگی، ایمان کو پختگی اور عقیدے کو ٹھوس کرنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں، اس لیے کہ بزرگان دین کے واقعات اور ان کے خوارق عادات امور کو دیکھ کر بہت سے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

دعا کی برکت سے گم شدہ سونا مل گیا

۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے، ایک مرتبہ صوبہ مدھ پردیش، کے ضلع مندسور میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا جانا ہوا، آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، آپ کے نواسے حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ اور حضرت قاری رئیس القادری صاحب بھی تھے، حسب سابق شہر مندسور کے محلہ منڈی گیٹ میں حاجی محمد رمضانی کے گھر آپ کا قیام تھا، آپ بخاری شریف کی تلاوت کر رہے تھے، (حاجی محمد رمضانی صاحب کو معلوم تھا، کہ حضرت ہمیشہ بخاری شریف کا درس دیتے ہیں اور مندسور میں حضرت کئی دن تک ٹھہرا کرتے ہیں، اس لیے حاجی صاحب حضرت کے مطالعہ کے لیے اپنے گھر بخاری شریف خرید کر رکھ لیے تھے، میں نے خود حاجی صاحب کے گھر موجود بخاری شریف کی ان دونوں جلدوں کو دیکھا ہے جسے حضرت پڑھا کرتے تھے، حضرت نے اس میں کہیں کہیں حاشیہ بھی لگایا ہے) اور تمام رفقائے سفر اسی کمرے میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حاجی محمد رمضانی کے بڑے صاحبزادے عمر فاروق بھائی آئے، سلام کر کے حضرت کے قریب بیٹھ گئے اور حضرت سے عرض کرنے لگے، حضور! میرے پاس پچاس گرام گراہکوں کا سونا تھا میں ایک کاریگر ہوں گراہکوں کا سونا پگھلا کر زیور بناتا ہوں مگر وہ پچاس گرام سونا جو ہمارے پاس تھا اچانک غائب ہو گیا، بہت تلاش کیا نہیں مل رہا ہے، جہاں جہاں گیا تھا ان لوگوں سے بھی پوچھا مگر سب نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا ہے، حضور دعا فرمادیں کہ وہ سونا مل جائے، اگر وہ سونا نہیں ملا تو میں اپنے آپ کو گروی رکھ کر بھی گراہکوں کا سونا نہیں ادا کر پاؤں گا، میرے بچے بھوکے مر جائیں گے، حضرت نے سنا اور فرمایا جائیے، پھر حضرت بخاری شریف پڑھنے لگے، عمر فاروق بھائی کا بیان ہے کہ میں نے پھر عرض کیا حضرت نے پھر کہا جائے، اسی طرح پانچ مرتبہ حضرت نے مجھے جانے کو کہا، اتنے میں مجھے رونا آگیا، میری آنکھیں چھلک پڑیں میں پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگا، میں نے دل میں ٹھان لیا کہ جب تک حضرت دعا نہیں کریں گے میں یہاں سے نہیں جائوں گا، مجھے روتا ہوا دیکھ کر حضرت نے بخاری شریف بند کر دیا اور قریب بلایا، دعا کیا اور کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل پڑھتے رہو ان شاء اللہ گم شدہ سونا مل جائے گا، میں کمرے سے باہر نکلا، مرشد کے تسلی دلانے پر دل مضطرب کو ایک حد تک سکون مل چکا تھا، میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کا ورد کرتے کرتے کمرے سے باہر نکل گیا، ابھی صرف تین ہی مرتبہ پڑھا تھا کہ میرے چچا محمد یعقوب سے ملاقات ہو گئی، چچا نے مجھے روتے ہوئے دیکھ کر مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے ان سے پوری بات بتا دی، انھوں نے مجھ سے پوچھا اچھا تو بتا کہاں کہاں گیا تھا، میں نے ان جگہوں کو بتانے کے بعد کہا مگر چچا جان میں تو ان جگہوں کو دیکھ آیا ہوں اور ان جگہوں پر میں نے سونا نکالا بھی نہیں تھا، میرے چچا فوراً صرافہ مارکیٹ میں اس دکان پر گئے جہاں میں گیا تھا اور اس دکاندار سے سونا کے بارے میں پوچھا، پہلے تو اس نے انکار کیا مگر جب چچا نے اس پر زور دیا تو اس نے اقرار کیا ہاں! سونا میرے ہی پاس ہے، مگر میں سونا عمر فاروق ہی کو دوں گا اسے بلاو، میرے چچا نے مجھے بلایا میں وہاں پہنچا، دکاندار نے وہ سونا مجھے واپس کر دیا، جو دکاندار کچھ بھی ہونے سے انکار کر رہا تھا، حضرت کی دعا کے بعد اب وہی دکاندار سونا دے دیا، عمر فاروق بھائی کہتے ہیں کہ میں نے اس سونے کا زیور بنایا اور گراہکوں سے مزدوری لی، کام کرتا رہا اور آج الحمد للہ! اب پیر و مرشد کے کرم سے کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اگر حضرت کی دعا سے وہ سونا نہ ملا ہوتا تو میں آج کہیں کا نہ ہوتا، کیوں کہ میرے پاس نہ تو کوئی پونجی تھی نہ کچھ تھا، اس وقت میں صرف ایک کاری گر تھا، مگر اس سونے کی کاریگری سے اتنی برکت ہوئی کہ اس کے بعد آہستہ آہستہ میں کام شروع کیا اور آج اللہ کے کرم سے مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے، آج صرافہ مار کیٹ میں میرے دکان کی ایک حیثیت ہے، میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب میرے مرشد کا کرم ہے۔

مسجد کے لیے کافروں نے زمین واپس کر دی

۲۲فروری۲۰۰۸ءبروز جمعہ مبارکہ کی بات ہے کہ موضع کھڑکھوڑی ضلع مہراج گنج میں ایک قدیم مسجد تھی جو کثرت آبادی کی وجہ سے تنگ ہو چکی تھی،اس کے توسیع کی بات آئی،تووہاں کے مسلمانوں نے مسجد کے بغل میں موجود کچھ ہندوں کی زمین خرید لی اور اس پر مسجد کی بنیاد رکھنے کے لیے حضرت کو بلانے کے لیے راقم الحروف سے گاوں کے ذمہ دار لوگوں نے رابطہ کیا،میں نے شہزادۂ حضور خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور تاریخ مل گئی، تاریخ متعیّنہ پر سنگ بنیاد کا پروگرام بھی رکھا گیا،ایک طرف مسجد کے سنگ بنیاد اور دوسری طرف پیرو مرشد کی آمد آمد کی خبر سے پورے علاقے اور خاص کر اس گاوں میں خوشی کا ایک ماحول تھا،میں بھی شام چار بجے وہاں پہونچ گیا اور حضرت کے استقبال کے لیے احباب کے ساتھ آبادی سے باہر چار کلو میٹر تک گیا،حضرت تشریف لائے ، گاؤں میں ہر طرف خوشی کا ماحول تھا،اچانک شوکت علی انصاری نے (جو اسی گاوں کے رہنے والے ہیں) ہمیں روتے ہوئے یہ بتایا کہ جن ہندوں نے ہم لو گوں سے مسجد کے لیے زمین فروخت کی تھی ان لوگوں نے زمین دینے سے انکار کر دیا ہے، خوشی کا ماحول اچانک غم میں تبدیل ہو گیا اور یہ سب کچھ چند شر پسند عناصر کے اشاروں پر ہوا تھا،حالات کو دیکھ کر گاوں کے باشعور مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کچھ بھی ہو،اگر وہ زمین نہ بھی دیں گے ، پھر بھی مسجد کی تعمیر مسجد کی پرانی زمین پر ہوگی، یہ معاملہ عوام پر ظاہر نہ ہو اس لیے ذمہ دار افراد نے اس بات کو وہیں دبا دیا۔

رات کے نو بج چکے تھے،جلسے کی کاروائی شروع ہونے والی تھی حضرت کے کھانے کا انتظام ساجد علی خان کے یہاں تھا،ان کے بڑے لڑکے ماسٹر طفیل احمد میرے پاس آئے اور کہا کہ کھانے کا انتظام ہو گیا ہے، حضرت کو لے چلا جائے، میں نے حضرت کے صاحبزادے سے عرض کیا،انھوں نے فرمایا بابوا با کو تیار کر لو ہم اور ماسٹر

طفیل احمد حضرت کو دونوں طرف سے سہارا دے کر چلنے لگے، حضرت ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے، خود ارشاد فرما رہے ہیں یا اللہ بہت مشکل وقت پر آنا ہوا ہے، پھر فرما رہے ہیں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، جب کہ مسجد کی زمین کے متعلق حضرت سے کسی نے کوئی تذکرہ ہی نہ کیا تھا اور نہ ان کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ معلومات تھی، حضرت کے اس جملے کو میں اور ماسٹر طفیل دونوں نے سنا، چوں کہ حضرت کے قریب ہمیں دو لوگ تھے، میں نے سوچا ہو سکتا ہے ہم نے ہی صرف سنا ہو، خیر بات ختم ہو گئی، حضرت کے ساتھ سب لوگوں نے کھانا کھا یا، ہم اور ماسٹر طفیل احمد حضرت کو مدرسے کے ایک کمرے میں پہونچا دیئے اور واپس آکر ہم دونوں کھانا کھانے لگے، ماسٹر طفیل نے ہم سے کہا آپ نے کچھ سنا ہے، حضرت راستے میں کیا فرما رہے تھے، میں نے کہا کیا فرما رہے تھے، ماسٹر صاحب نے کہا حضرت کہہ رہے تھے، یا اللہ بہت مشکل وقت پر آنا ہوا ہے، پھر کہہ رہے تھے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ، ہم نے کہا یہ تو ہم نے بھی سنا ہے، ماسٹر صاحب نے کہا حضرت اب مسجد کا معاملہ ان شاء اللہ حل ہو جائے گا، میں نے کہا جب تک معاملہ حل نہ ہو جائے یہ راز راز ہی رہنے دینا کیوں کہ یہ بزرگوں کی بات ہے۔

خیر پروگرام شروع ہوا اور بحسن خوبی اختتام پذیر بھی ہو گیا، صلاۃ وسلام کے بعد حضرت کے سامنے مائک لایا گیا، حضرت دعا کرنے لگے مگر اس روز دعا کا انداز ہی کچھ اور تھا، کیفیت ہی کچھ اور تھی ''الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی'' کا ورد شروع ہوا تو شروع ہو گیا، مرشد کا ہاتھ اٹھ گیا تھا، مریدین آمین کہہ رہے تھے، مجمع پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، دیر تک ورد کرتے رہے، دعا ختم کرنے کے بعد وہیں سے مسجد کی بنیاد رکھنے کے لیے گاڑی پر سوار ہو گئے، آگے چل کر گاڑی روک دی گئی، وہاں سے مسجد دور تھی، لوگوں نے کہا صاحبزادے صاحب سے بنیاد رکھوا لیا جائے، حضرت کو رات کی تاریکی میں اتنی دور چلانا مناسب نہیں ہے، مگر حضرت خود گاڑی سے اتر گئے اور مسجد کی جانب

چل دئیے، حضرت نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی اور دعا فرما کر واپس اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے، جب حضرت چلنے لگے تو جناب نصیب علی بھائی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے حضور قوم کی عزت کا سوال ہے، اگر وہ زمین نہیں ملی تو لوگ بہت ہنسیں گے، حضرت نے دلاسہ دلایا اور صبر کی تلقین کی، مسجد کا کام شروع ہوا، دو ہی دن میں حالات نے اس قدر کروٹ لیے کہ جن لوگوں نے زمین دینے سے انکار کیا تھا وہ خود مسلمانوں کو زمین دینے کے لیے تیار ہو گئے اور مسجد کی تعمیر اسی بنیاد پر ہوئی جو پہلے دن کھودی گئی تھی اور حضرت کا یہ فرمان پورا ہوا، خیر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چار سالہ پرانا کینسر ٹھیک ہو گیا

مرض سے کینسر کے شفا پا گیا
کھجوریا میں ہے ظاہر کرامت تیری

ضلع مہراج گنج کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کی تقریباً ہر آبادی میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے مرید موجود ہیں بلکہ اگر ضلعی سطح پر دیکھا جائے تو اکثریت آپ ہی کے دامن کرم سے وابستہ ہے، یہ ضلع ہمارے پڑوسی ملک نیپال سے ملا ہوا ہے، یہاں پر اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت غریب طبقہ کے لوگوں کی ہے، پھر بھی گزشتہ دو دہائیوں سے ان میں جو تعلیمی اور دینی بیداری آئی ہے اسے مرشد کامل کی نگاہ کرم ہی کہا جائے گا، یہاں مسلمانوں کے خود کے اپنے دینی ادارے، مدارس، مکاتب، دار لعلوم و جامعات، لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے جونیر ہائی اسکول، ہائی اسکول انٹر کالج اور لڑکیوں کے لیے دینی ادارے قائم ہو چکے ہیں، اسی ضلع ہیڈ کوارٹر سے چند کلو میٹر ہی پر ایک گاوں کھجوریا نندابھار ہے اسی گاوں کے محمد صغیر جو کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا تھے، بہت علاج کرایا مگر صحت یاب نہ ہو رہے تھے، زندگی سے مایوس اس آدمی سے لوگوں نے کہا اب تو آپ کو ڈاکٹروں سے مایوسی ہو چکی ہے مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کسی

اللہ والے سے دعا کرائیے، اسی گاوں میں حضرت کے ایک مرید لیاقت حسین نام کے ہیں انھوں نے کہا چلیے میں حضرت سے دعا کرادوں گا ہو سکتا ہے کہ پروردگار عالم حضرت ہی کے دعا کی برکت سے آپ کو شفا عطا فرمادے، لیاقت بھائی انہیں لے کر دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر پہونچے اور حضرت مولانا عالمگیر نظامی صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات کی اور پورے حالات کو بیان کر دئیے اور کہا انہیں حضرت سے مرید کرادیں اور دعا کرادیں، ہو سکتا ہے پروردگار عالم حضرت کی دعا کی برکت سے انھیں شفا عطا فرمادے، مولانا عالمگیر نظامی صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت سے پوری صورت حال کے بارے میں بتادیا اور مرید کرنے کی گزارش بھی کی، حضرت نے فرمایا انہیں غسل کرادیجئے، جب وہ غسل کر چکے تو حضرت نے انہیں داخل سلسلہ کیا اور نماز پڑھنے کی تاکید کی، پانی پر دم کر کے دیا اور فرمایا اس کو پیتے رہیے گا، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے، یہ سن کر محمد صغیر کی آنکھیں بھر آئیں اور بھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، حضرت نے انھیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، اس پر بھروسہ رکھیے، پانی پیتے رہیے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مایوسی کے اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی کرن محمد صغیر صاحب کو نظر آنے لگی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر روانہ ہو گئے، پابندی کے ساتھ پانی پینے لگے، جوں جوں وقت گزرتا گیا مرض کا اثر کم ہوتا گیا، کچھ دنوں بعد جو مرض جسمانی طبیبوں کے علاج سے ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، وہ ایک روحانی بوریہ نشیں طبیب کے دم کیے ہوئے پانی سے آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگا، ایک وقت آیا کہ محمد صغیر مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے، محمد صغیر صاحب کے دل میں آیا کہ چلوں ایک مرتبہ اس ڈاکٹر سے مل لوں جس کے یہاں سے میرا علاج چل رہا تھا، چنانچہ وہ گورکھپور گئے اور ڈاکٹر سے ملاقات کی پہلے تو وہ پہچان نہ سکا، تعارف کے بعد جب وہ پہچانا اور اس کو صورت حال

سے آگاہی ہوئی تو وہ کچھ دیر تک ان کا منھ دیکھتا رہا اور پھر اپنا سر پکڑ لیا، اس واقعہ کی ترجمانی ڈاکٹر عزیز اللہ خان عزیزی نے یوں کی ہے۔

مرض سے کینسر کے شفا پاگیا
کھجوریا میں ہے ظاہر کرامت تیری

(خطیب البراہین آئینہ اشعار میں صفحہ ۴۴/۴۵)

شرابی نے شراب پینا چھوڑ دی

صوبہ مہاراشٹر کا کپڑے کا ایک بڑا صنعتی شہر بھیونڈی ہے جو ضلع تھانہ میں پایا جاتا ہے، یہ شہر مسلم اکثریتی شہر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں بھی حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے مریدین کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اسی شہر میں ایک مرتبہ ایک مرید نے حضرت کی دعوت کی، حضرت اس کے گھر پہونچے، ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد صاحب خانہ نے حضرت کے سامنے اپنی پریشانی بیان کرنا شروع کیا، حضور میرے پاس صرف ایک ہی لڑکا ہے، غلط صحبتوں میں پڑکر بگڑ گیا ہے، شراب اور جوئے کا عادی بن گیا ہے، چھڑانے کی بہت کوشش کی، بہت سمجھایا مگر اس پر کچھ اثر نہیں ہورہا ہے، اپنی اور میری کمائی کی ساری دولت اڑا دے رہا ہے، شادی شدہ ہے، بال بچوں والا ہے، اگر اس کا یہی حال رہا تو اس کے بچوں و بڑھاپے میں میرا کیا حال ہوگا حضور دعا فرمادیں تاکہ ہمارا بچہ اس بری لت کو چھوڑ دے اور شرافت کے ساتھ زندگی گزارے۔

حضرت نے ساری باتیں بغور سماعت فرمائیں، کچھ دیر سر جھکائے رہے، پھر سر کو اٹھایا اور فریادی کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا، ایک گلاس پانی لاو، حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پانی لایا گیا، آپ نے کچھ پڑھ کر پانی پر دم کردیا اور فرمایا اسے اپنے لڑکے کو پلادو، صاحب خانہ نے اپنے اکلوتے اولاد کو دم کیا ہوا پانی پلادیا۔

اس واقعہ کے راوی (شمش الحق بھائی اس واقعہ کے راوی ہیں جو لہر جوتیا ضلع سنت کبیر نگر کے رہنے والے ہیں) کا بیان ہے کہ پانی پینے کے بعد اس لڑکے کی زندگی میں

ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا اس نے اسی دن سے شراب اور جوئے سے توبہ کرلی اور اسی پر قائم رہا، اس واقعے کی ترجمانی جناب عزیزاللہ خان نے یوں کی ہے۔

چھوڑ دی ایک شرابی نے علت بری
یوں دعا کر گئی ہے سرایت تیری

(خطیب البراہین آئینۂ اشعار میں صفحہ ۴۰)

اس کے علاوہ بہت سے ایسے واقعات میرے علم میں ہیں جنھیں حیطہ تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ مزید بہت سے ایسے حیرت انگیز مشاہدات مریدین و متوسلین کے سینوں میں بھی موجود ہوں گے جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی میرے خیال میں فی الحال کرامتوں کے متلاشی لوگوں کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے، ورنہ اہل شریعت و معرفت کے نزدیک سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسوہ رسول کے سانچے میں ڈھال لے، جیسا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک بیان کا مفہوم ہے۔

لوگ کرامتوں کی خواہش کرتے ہیں، لیکن سب سے بڑی کرامت شریعت مصطفویہ پر عمل پیرا رہنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زندگی اسوہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ ہے۔



حضور خطیب البراہین کا سفر آخرت

حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والتسلیم سے لے کر اب تک لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ چلا آرہا ہے اور تاقیامت یہ سلسلہ چلتا رہے گا، جب بھی کسی ذی روح کی حیات کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو وہ اپنی جان جان آفریں کو سپرد کر دیتا ہے اور اپنے خالق و مالک کے اس فرمان: ''اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَاخِرُوْنَ'' کے مطابق راہی ملک عدم ہو کر '' كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' کی حقیقی و سچی تفسیر بن کر مکینان عالم کو موت کے لیے ہمیشہ تیار رہنے کی تلقین کرتا ہوا پسماندگان و دیگر احباب کو روتا بلکتا چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

اسی طرح کچھ ۱۴؍ مارچ ۲۰۱۳ء مطابق یکم جمادی الاول بروز جمعرات صبح آٹھ بجے ہوا جب یہ المناک خبر پہونچی کہ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی مصباحی علیہ الرحمہ اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مجھ حقیر کو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریباً چار سال تک خدمت کرنے کا موقع میسر آیا، ان کے کرم کی بارش مجھ حقیر پر ہمیشہ ہوتی رہی اور ان شاء اللہ العزیز ہوتی رہے گی، وہ دن یاد کر کے دل مسوس اٹھتا ہے، ماضی کی یادیں جدائی کے زخم کو ہمیشہ کرید کر ہرا کرتی رہتی ہیں، جب آپ ہم لوگوں کے درمیان تھے، کیا انداز تھا نوازنے کا، افسوس کہ اب وہ دن دیکھنے کو نہیں ملے گا۔

عید الاضحیٰ کی چھٹی گزار کر ۲۰۱۲ء کی صبح میں اپنے گھر سے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار پہونچا، حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضرت کی طبیعت ناساز تھی، دوپہر میں دو تین مرتبہ دست آیا جس سے نقاہت اور بڑھ گئی، شام کو شہزادہ حضور خطیب البراہین حبیب العلما صاحب قبلہ تشریف لائے تو حضرت آرام کر رہے تھے مگر دیکھنے میں کمزوری صاف ظاہر ہو رہی تھی، مشورے کے بعد حضرت علامہ

محمد سعید نظامی صاحب نے ڈاکٹر تصور حسین نظامی کو فون کر کے حالات سے آگاہ کیا اور انھیں فوراً جامعہ پر آنے کے لیے کہا، خیر ڈاکٹر صاحب بعد نماز مغرب آئے اور حضرت کو دیکھا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت بے ہوش ہیں ،انھوں نے فوراً علاج شروع کیا، گلوکوز کی باٹل اور طاقت کا انجکشن دینا شروع کیا، تقریباً ایک گھنٹے کے بعد حضرت کو چھینک آئی اور حضرت نے بلند آواز سے الحمد للہ پڑھا، سب کے جان میں جان آئی، بوتل چڑھتا رہا حضرت کی طبیعت معمول پر آنے لگی، ڈاکٹر صاحب جاتے جاتے کہہ گئے کہ ہر دس پندرہ منٹ پر حضرت کو گلوز کا پانی دیتے رہیے گا، اس میں کوتاہی نہ ہونے پائے کیوں کہ حضرت کو اس وقت پانی کی سخت ضرورت ہے ، حضرت لیٹے رہے، راقم الحروف، قاری امیر حسن نظامی اور مولانا محمد مصطفی رضا نظامی حضرت کی خدمت میں لگے رہے، حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ نے ہم سے کہا بابو! ابا کے پاس کون رہے گا، میں نے عرض کیا حضور! آپ اپنے کمرے میں آرام فرمائیں، ہم خدام کی یہ سعادت مندی ہوگی کہ حضرت ہمیں خدمت کرنے کا موقع عطا کر رہے ہیں مگر بار بار آکر حضرت کی حالت کے بارے میں جان کاری لیتے رہے ،رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے حضرت نے اشارے سے کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی ،میں نے علامہ محمد سعید نظامی صاحب کو فون کر کے حالات سے آگاہ کیا اور کہا ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کر لیجیے کہ کون سا کھانا حضرت کو اچھا پڑے گا، انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو فون پر حالات کے بارے میں بتایا اور ان کے مشورے پر دودھ میں دلیا بنا کر جامعہ پر پہنچا دیا، حضرت نے تھوڑا کھانا تناول فرمایا پھر اٹھنے کے لیے اشارہ کرنے لگے ،ہم اور قاری امیر حسن نظامی حضرت کو لے کر برآمدے میں آئے اور حضرت تھوڑی دیر تک چہل قدمی کرتے رہے، چلتے چلتے شہزادے کے حجرے میں داخل ہو گئے، حضرت کو چلتا دیکھ کر شہزادے کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگے، تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد حضرت کو ان کے بستر پر لٹا دیا گیا اور وہ پوری رات، پورا دن، دوسری رات بھی

ہم تینوں لوگ حضرت کو ہر پندرہ بیس منٹ پر پانی اور کچھ کھانے کی چیز دیتے رہے اور حضرت تیزی کے ساتھ صحت یاب ہو رہے تھے، ایک دو دن میں آپ کی صحت لوٹ آئی، حضرت کے اس حالت کو دیکھ کر اہل خانہ نے حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت کو گھر پر لایا جائے کیوں کہ پوری زندگی حضرت نے مدرسوں ہی میں گزار دیا اور ہم لوگ آپ کی خدمت سے محروم رہے، چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ حضرت کو جب جامعہ سے لے جانے کی تیاری کرنے لگے تو جامعہ کے اساتذہ وطلبا نے آکر مجھ راقم الحروف سے کہا کہ حضرت آپ کی بات مانتے ہیں ،آپ شہزادے سے عرض کریں کہ حضرت کو لے کر نہ جائیں یہاں پر حضرت کی خدمت میں کوئی کمی نہ آئے گی، میں نے اساتذہ وطلبا سے کہا جذبات سے کام نہیں لیا جاتا، یہ سچ ہے کہ آپ لوگ خدمت کریں گے مگر اس وقت جو خدمت گھر والے کر دیں گے آپ حضرات سے نہ ہو سکے گا، یہی کیا کم سعادت مندی کی بات ہے کہ اتنے دنوں تک حضرت نے آپ لوگوں کو خدمت کرنے کا موقع فراہم کیا، جب حضرت جامعہ سے اگیا جانے لگے تو اساتذہ وطلبا دونوں طرف صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور دست بوسی وقدم بوسی کرنے لگے، بعد نماز مغرب حضرت اگیا تشریف لے گئے ،ہفتہ عشرہ کے علاج کے بعد حضرت کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی، حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ اور حضرت کی شہزادی اور پورے اہل خانہ ہمیشہ خدمت میں لگے رہتے تھے، یہ زندگی کا پہلا موقع تھا جب حضرت اتنے دنوں تک گھر پر ٹھہرے تھے۔

۱۰ر مارچ ۲۰۱۳ء بروز اتوار میں اور قاری امیر حسن نظامی حضرت سے ملاقات کی غرض سے سرزمین اگیا ان کے مکان پر آئے، جب حضرت کے حجرے میں پہونچے تو حضرت لیٹے ہوئے تھے، ہم لوگوں نے سلام عرض کیا اور چارپائی پکڑ کر بیٹھ گئے پھر ہاتھ پیر اور سر میں تیل کی مالش کیا اور حضرت کی خدمت کرتے رہے، حضرت اپنے انداز میں دعائیں دیتے رہے، پھر ۱۲ر مارچ ۲۰۱۳ء بروز منگل بعد نماز مغرب حضرت

سے ملاقات کی غرض سے آپ کی رہائش گاہ تک ہم اور قاری امیر حسن نظامی پہونچے، مہمان خانہ میں بیٹھ کر چائے پانی پیا گیا جب حضرت کے حجرے میں داخل ہوئے اور حضرت کی زیارت کی تو دیکھا کہ بخار تیز ہے اور سر پر پانی بھگو کر رومال رکھا ہوا ہے، حضرت آرام کر رہے تھے، نبیرہ حضور خطیب البراہین حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی ایڈیٹر سہ ماہی پیام نظامی و جنرل سکریٹری آل انڈیا بزم نظامی نے فرمایا کہ ابھی دوا پلا کر سلایا ہوں، ہم لوگوں نے زیارت کی اور واپس جامعہ چلے آئے، رات کی طبیعت دیکھا تھا اس لیے بدھ کے روز دن میں پھر چلا گیا، طبیعت رات ہی کی طرح تھی تھوڑی دیر تک زیارت کرتا رہا پھر واپس جامعہ چلا آیا۔

بدھ کی رات کو تقریباً آٹھ بجے نبیرہ حضور خطیب البراہین حضرت مولانا محمد سعید صاحب نظامی کا فون آیا، موبائل پر سلام ودعا کے بعد انھوں نے کہا کہ آپ کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا نظامی مارکیٹ پر، انھوں نے کہا تیار رہیں گے میں مارکیٹ پر پہونچ رہا ہوں، حضرت کے لیے بستی دوا لینے چلنا ہے، حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب تشریف لائے اور ہم دونوں بستی کے لیے روانہ ہو گے، حضرت کے مرید فخر الدین بھائی نظامی کو پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا، بستی میں فخر الدین بھائی نظامی ہم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے، وہاں بھاپ دینے والی مشین اور کچھ دوائیں خریدی گئیں اور پھر ہم لوگ رات دس بجے حضرت کے آبائی وطن اگیا پہونچ گئے، حضرت کے مکان پر پہونچے تو دیکھا روز کے اعتبار سے بھیڑ کچھ زیادہ تھی اور حضرت کی سانس میں گھڑگھڑاہٹ کچھ زیادہ تھی، ڈاکٹر انیس صاحب نظامی جو آپ کے خاندان ہی کے ہیں، سرہانے کھڑے تھے، فوری طور پر بھاپ دینے والی مشین کو درست کیا گیا، اس میں دوا ڈالی گئی، راقم الحروف حضرت کو گود میں لے کر بیٹھ گیا اور مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب نظامی نے بھاپ دینا شروع کر دیا، بھاپ تقریباً آدھے گھنٹے تک دیا جاتا رہا، بھاپ سے گھڑگھڑاہٹ ختم ہو چکی تھی، سانس معمول کے مطابق آنے لگی تھی، حضرت کو آرام ہو چکا تھا، حضرت آرام کرنے

لگے، کمرے میں موجود بھیڑ کو ہٹا دیا گیا اور حضرت کو لٹا دیا گیا، کمرے میں چند مخصوص اہل خانہ کے علاوہ کوئی نہیں رہ گیا تھا، آپ رات بھر آرام کرتے رہے۔

فجر سے پہلے حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی نے حضرت کو پھر بھاپ دیا اور بعد نماز فجر دودھ، شہد اور بادام وغیرہ ملا کر پلایا حضرت پیتے رہے اور مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی کو دیکھتے رہے، حضرت نے آدھا گلاس نوش فرمالیا، سب کو یقین ہو چلا تھا کہ اب طبیعت معمول پر آگئی ہے۔

صبح کے تقریباً پونے آٹھ بج رہے تھے، حضرت کے کمرے میں حضرت مولانا توکل حسین صاحب، حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ، مولانا محمد سعید نظامی اور دیگر افراد اکٹھا تھے اور مشورہ کر رہے تھے کہ حضرت کو سہارا ہاسپیٹل لکھنؤ یا ساوتری ہاسپیٹل گورکھپور دکھا دیا جائے، اتنے میں اچانک حضرت کی طبیعت بگڑنے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں آپ کا وقت موعود آپہونچا اور مسکراتے ہوئے جان جان آفریں کو سپرد کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میں رات میں چوں کہ حضرت کے مکان سے دیر میں لہرولی پہنچا تھا، صبح بعد نماز فجر نیند کا احساس ہوا اور ایک مرتبہ پھر سو گیا، صبح کے کوئی آٹھ بجے تھے کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی، نمبر مولانا محمد سعید صاحب نظامی کا تھا، نمبر دیکھتے ہی نیند غائب ہوگئی، فون ریسیو کیا اور سلام کیا، مولانا موصوف سے خیریت دریافت کیا تو مولانا موصوف صرف اتنا کہہ سکے کہ مولانا صاحب نانا، پھر رونے لگے، میں پوچھتا رہا کیا ہوا؟ زیادہ طبیعت خراب ہے، ادھر سے کچھ جواب نہ آیا اور فون کٹ گیا، پھر میں اِدھر سے لگانے لگا لیکن فون بزی بتا رہا تھا، حضرت کے اہل خانہ کے بیشتر حضرات کا نمبر ہمارے پاس تھا بہت کوشش کی مگر فون نہ لگا، دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ اگیا کے ایک طالب سے تصدیق کرائی تو پتہ چلا کہ علم و فن کا بے تاج بادشاہ، دنیائے تصوف کا نیّر تاباں جسے دنیا زندہ ولی کہا کرتی ہے اب وہ نہ رہا بلکہ اپنے خالق حقیقی سے جاملا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' اتنی

دیر میں جامعہ کے طلبا واساتذہ اکٹھا ہو چکے تھے، جب اس خبر کا علم انھیں ہوا، ماحول سوگوار ہو گیا، ہر طرف اداسی چھا گئی، فوراً قرآن خوانی وفاتحہ کا اہتمام کیا گیا۔

ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ہر طرف سے فون کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، ہر طرف اعلان ہونا شروع ہو گیا، مساجد، ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ ہر ایک کے ذریعہ یہ خبر پوری دنیا میں چند ہی منٹ میں پھیل گئی۔

ملک وبیرون ملک جو جہاں سنا وہ وہیں سے جنازے میں شرکت کے لیے چل پڑا، ٹرینوں میں جگہ نہیں، پورے ملک سے لکھنؤ آنے والی فلائٹوں میں کوئی ٹکٹ نہیں، ریلوے اسٹیشن اور ہوائی اڈوں پر ٹوپی اور داڑھی والے ہی نظر آرہے تھے، جنازے کی نماز کب ادا کی جائے گی اس میں مختلف لوگوں کی مختلف آرا تھے مگر تھوڑی دیر میں بعد نماز جمعہ جنازے کی نماز ادا کرنے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور اسی وقت کا ہر طرف اعلان کر دیا گیا۔

جمعرات کو بعد نماز عصر مولانا محمد سعید صاحب نظامی، مولانا حیدر علی اشرفی اور خود راقم الحروف نے جنازے کی نماز ادا کرنے کے لیے ایک جگہ کا انتخاب کیا، جہاں تقریباً ایک لاکھ لوگ جنازے کی نماز ادا کر سکتے تھے اور اس میں صفوں کے لیے لائن بھی بنا دی گئی، بعد نماز مغرب حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ کے حکم پر ایک میٹنگ کی گئی جس میں مختلف انتظامی امور پر تبادلۂ خیال کیا گیا جس میں حضرت کے آخری دیدار، پانی کا انتظام، گاڑیوں کی پارکنگ کا معاملہ وغیرہ طے پایا، سب لوگ اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے سر شام ہی سے لگ گئے۔

جمعہ کی صبح ہوتے ہی لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہو گیا، لوگ آتے رہے اور حضرت کی زیارت کرتے رہے، یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے دس بجے تک چلتا رہا، ساڑھے دس بجے کے بعد موضع اگیا کی ساری گلیاں، سڑکیں، اپنے تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگیں تھیں، عقیدت مندوں کا سیلاب بڑھتا جا رہا تھا، اس سیل رواں کو کنٹرول سے باہر دیکھتے ہوئے زیارت کا سلسلہ بند کر دیا گیا، چوں کہ وقت دوسرا ہو چکا تھا اس

لیےغسل کی تیاری شروع کردی گئی مگر لوگ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے، گیارہ بجے غسل دیا گیا، جس کمرے میں غسل دیا جارہا تھا پورا کمرہ بھرا ہوا تھا، غسل دینے میں شہزادہ خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ ونبیرگان خطیب البراہین حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی، حضرت مولانا محمد سعید نظامی، مولانا ثناء المصطفیٰ نظامی، حکیم رضاء المصطفیٰ نظامی اس کے علاوہ حاجی سمیع اللہ نظامی، حاجی محمد عمران نظامی، ماسٹر ماشاء اللہ وغیرہ نے مل کر غسل دیا، اس کے بعد وہ کفن دیا گیا جس کو حج کے موقع پر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے آب زمزم میں غسل دیا تھا، اس وقت حضرت کے وصال کیے تقریباً ۲۸؍ گھنٹے ہو چکے تھے مگر جسم مبارک اس قدر نرم تھا معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی وصال فرمائے ہیں، چہرے مبارک پر ہلکی مسکراہٹ تھی جو اہل اللہ کے وصال کے وقت رہا کرتی ہے۔

بعد نماز جمعہ آپ کا جنازہ اٹھا، عقیدت مندوں نے نعرہ تکبیر ورسالت بلند کی، لوگ آپ کا جنازہ لے کر آپ کی آخری آرام گاہ کی جانب چل پڑے، اس وقت عقیدت مندوں کا جذبہ قابل دید تھا، ہر طرف انسانی سر ہی نظر آتا تھا، گاؤں کی گلیوں میں، سڑکوں پر، کھیت وکھلیان میں، گھروں کی چھتوں پر، جس طرف نظر دوڑائی جاتی انسان ہی انسان نظر آتے تھے، جنازہ چل رہا تھا، ہر کوئی کندھا دینے کے لیے بیتاب تھا، جب جنازہ خانقاہ سے پورب درخت کے نیچے پہونچا اچانک شہد کی مکھیوں کا ایک ریلا آیا اور تابوت کے اوپر مثل ابر سائبان ہو گیا، لوگ گھبرا گئے، قریب تھا کہ بھگدڑ مچ جاتی مگر چند لمحوں ہی میں شہد کی مکھیاں غائب ہو گئیں اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ کہاں چلی گئیں، کسی طرح جنازہ خانقاہ کے برآمدے تک پہونچا، حضرت کے آخری دیدار کرانے کا پروگرام تھا اور جنازہ کے وقت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا مگر مخلوق خدا کی اس کثرت کو دیکھتے ہوئے انتظامیہ نے کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں سمجھا اور اس پروگرام کو کینسل کر دیا گیا۔

علاقے کی مساجد میں ہر طرف جمعہ کی نماز ہو چکی تھی اور لوگ بڑی تیزی کے ساتھ موضع اگیا کی جانب چلے آرہے تھے، ملک کے مختلف خانقاہوں کے شیوخ، مدارس وجامعات اور دارالعلوم کے اساتذہ وطلبا، مریدین ومعتقدین، ارباب سیاست اور فرزندان اسلام کی بھیڑ قابل دید تھی، جو جگہ جنازے کے لیے تجویز کی گئی تھی وہ تو گیارہ بجے دن ہی میں اپنے تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگی تھی، تقریبًا چار بجے حضرت کے جنازے کو اٹھایا گیا اور سیدھے آپ کے آخری آرام گاہ کی جانب لے کر چل دیا گیا، ہر طرف سے نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت کی صدا بلند ہو رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انسانوں کے سمندر میں ان کے سروں سے جنازہ مثل کشتی کے گزرتا چلا جارہا ہے، جنازہ آپ کی آخری آرام گاہ تک پہونچا، ہر طرف سے آواز پہونچانے کے لیے مجمع میں حاضر علما کو مکبر بنا دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اس جنازے میں کوئی بھی بدعقیدہ شریک نہ ہو، اس کے شریک ہونے کی اجازت نہیں ہے، شہزادۂ خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے بعد حضرت حبیب العلما صاحب قبلہ، حضرت علامہ محمد سعید نظامی، حاجی صفی اللہ، حاجی سمیع اللہ نظامی، محمد عمران نظامی وغیرہ و دیگر احباب نے مل کر آپ کے جسد خاکی کو لحد میں اتارا اور تدفین عمل میں آئی، مغرب کے وقت تک لوگ مٹی دیتے رہے، اخیر میں فاتحہ خوانی ہوئی اور علامہ محمد سعید نظامی نے اذان دی، حضرت کے جنازے میں کتنے لوگوں نے شرکت کی اس کی صحیح تعداد تو نہیں بتایا جا سکتا، مگر میڈیا کے لوگوں نے اس کی تعداد تین لاکھ سے پانچ لاکھ تک رپورٹ کیا ہے۔

علم وعمل کا یہ کوہ گراں، زہد و تقویٰ کا حسین پیکر، درس و تدریس، تحریر و تقریر کا بے تاج بادشاہ، پاک دامنی و پارسائی کا کوہ نور آج ہماری نظروں سے روپوش ہو گیا، لاکھوں عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر راہی خلد بریں ہو گیا، مگر آپ کی یادیں آج بھی باقی ہیں، وہ کل بھی ہمارے درمیان زندہ تھے اور آج بھی زندہ ہیں، اپنے نقوش حیات کی بنیاد پر، آندھیاں چلتی رہیں گی، حالات بدلتے رہیں گے مگر آپ اورآپ کی یادیں

تاقیامت ان شاء اللہ العزیزباقی رہیں گی کیوں کہ اس کے پیچھے آپ کا اخلاص کارفرما ہے۔

پروردگار عالم آپ کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کی تحریک کو مزید پائیداری عطا فرمائے، آپ کے جانشین، مریدین، معتقدین اور متوسلین کو آپ کے مشن کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ



حضور خطیب البراہین کے رفیقان درس

محی السنہ تاج الاصفیا حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والے حضرات کی فہرست تو بہت طویل ہے، ہم ذیل میں آپ کے چار ہم سبق ساتھیوں کا تذکرہ کررہے ہیں جس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ مرشد برحق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والے حضرات کس طرح ظاہری اور باطنی خوبیوں کے مالک تھے۔

اشرف العلما حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ

اشرف العلما حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی المصباحی علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، مبارک پور اشرفیہ میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ آپ کے ہم سبق ساتھی رہے ہیں، فروغ اہل سنت کے لیے آپ نے درس و تدریس کے علاوہ افراد سازی بھی کی اور بہت سارے مساجد و مکاتب کے بانی و سرپرست رہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کچھوچھہ مقدسہ میں حاصل کی، اس کے بعد ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۶۵ ہجری میں آپ نے عالمی شہرت کی حامل درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور حضور حافظ ملت کی نگرانی میں نہایت ہی عرق ریزی کے ساتھ علوم عقلیہ و نقلیہ کے حصول میں سعی پیہم کرتے رہے آپ نے ۱۹۵۲عیسوی میں درس

نظامی کی تکمیل کی اور شعبان المعظم ۱۳۷۱ہجری میں مطابق ۱۹۵۲عیسوی میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سالانہ جلسے میں علماء ومشائخ کے ہاتھوں آپ کو تاج مصباحیت سے سرفراز کیا گیا۔

فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ فاروقیہ حمیدیہ بنارس سے درس وتدریس کا آغاز کیا اور ایک سال تک درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی طلب پر آپ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں تشریف لائے اور مسلسل ۱۴؍سال تک جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں طالبان علوم نبویہ کو اپنے علمی پنگھٹ سے سیراب کرتے رہے، آپ کی درس گاہ سے فیض یافتہ علما میں شیخ الاسلام حضور سید مدنی میاں، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی، علامہ یسین اختر مصباحی جیسی جلیل القدر ہستیوں کا نام آتا ہے ۱۹۸۷عیسوی میں عروس البلاد ممبئی میں زکریا مسجد کے ٹرسٹیوں کے بے حد اصرار اور حضور حافظ ملت کے ایما پر آپ ممبئی تشریف لے گئے اور زکریا مسجد کی امامت وخطابت سے وہاں پر اپنی خدمات کا آغاز کیا، عروس البلاد ممبئی اگرچہ ایک زرخیز جگہ تھی مگر دینی علوم وفنون کے معاملے میں اس وقت کوئی معیاری ادارہ نہیں تھا، آپ نے ۱۳۸۷ہجری میں دارالعلوم محمدیہ کی بنیاد رکھی، یہ عروس البلاد میں اہل سنت وجماعت کے لیے ایک انقلابی قدم تھا، آہستہ آہستہ یہ ادارہ ترقی کے شاہراہ پر گامزن رہا اور آگے چل کر اسلام وسنت کے ایک عظیم قلعہ کی شکل میں یہ ادارہ ممبئی میں پہچانا گیا، خود حضور اشرف العلما اپنی آخری حیات تک اس ادارے میں درس حدیث دیتے رہے، اس کے علاوہ حضور اشرف العلما نے مختلف تنظیم اور انجمن قائم کیے، دارالقضا، دارالافتا، دارالحدیث، فیضان اشرف برائے نشر واشاعت، کمپیوٹر سینٹر، محمدیہ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ قائم کرکے مسلمان ہند کی بھرپور خدمت کی، آپ نے فتاوی رضویہ کی ترتیب وتہذیب میں بھی حصہ لیا، آپ ۱۸؍صفر المظفر ۱۴۲۵ہجری مطابق ۱۹؍اپریل ۲۰۰۴عیسوی بروز جمعہ مبارکہ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بدر ملت حضرت علامہ بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمہ

استاذ المشائخ ،بدر الملۃ و الدین ،حضرت علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی گورکھپوری علیہ الرحمہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے ہم سبق ساتھی رہے، اور ان دونوں بزرگوں کی رفاقت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقریباچار سال تک رہی، بدر ملت اپنے عہد کے ایک نامور علما ساز عالم دین، عظیم مفکر، عمدہ ادیب و مصنف، بہترین مدرس، بافیض شیخ رہے، نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے صراط مستقیم ملی، آپ کی نگاہ کیمیا اثر نے نا جانے کتنے دلوں کو صاف و شفاف آئینہ بنا دیا آپ کے علمی پنگٹ سے سیراب ہونے والوں میں بہت سے لوگ اپنے زمانے کے غزالی اور رازی بن کر چمکے اپنی ولادت کے بارے میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

میری پیدائش اپنے ننہال موضع حمید پور میں ہوئی جو راؤت پارس سے تقریبًا دو میل کے فاصلے پر ہے میری ولادت کا سن ایک انداز کے مطابق ۱۳۴۸ہجری مطابق ۱۹۲۹عیسوی ہے۔(جواہر المنطق صفحہ نمبر پانچ)

آپ کی ابتدائی تعلیم قصبہ شاہ پور میں ہوئی اس کے بعد عربی و فارسی کی بہتر تعلیم کے لیے آپ کے والد محترم نے مدرسہ انوار العلوم جین پور اعظم گڑھ ۱۹۴۴عیسوی میں کرائی پھر اس کے بعد اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ستمبر ۱۹۴۸ء میں آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا یہی وہ زمانہ تھا جب ملک کے حالات ابتر تھے تقسیم ہند کی وجہ سے مسلمانان ہند کو بھاری قیمت چکانی پڑی تھی اسی زمانے میں حضور خطیب البراہین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے، آپ کا داخلہ بھی اسی جماعت میں ہوا جس جماعت میں حضور خطیب البراہین تعلیم حاصل کر رہے تھے، آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

شوال ۱۳۶۷ہجری مطابق ستمبر ۱۹۴۸میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔(جواہر المنطق صفحہ نمبر پانچ)

آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقریباً چار سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے، ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۷۱ہجری مطابق ۵؍ مئی ۱۹۵۲میں ادارے کے سالانہ جلسے میں علماو مشائخ کے ہاتھوں آپ کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا گیا اور سند تفویض کی گئی فراغت کے بعد شوال المکرم میں حضور حافظ ملت نے آپ کو اپنے پاس ہی رکھ لیا، آپ حضور حافظ ملت کی نگرانی میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بچوں کو تعلیم دیتے رہے پھر اپریل ۱۹۵۲ کو حضور حافظ ملت نے آپ کو دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دینے کے لیے بلیا ضلع کے موضع کٹواری میں بھیجا، آپ ۲۱؍ جولائی ۱۹۵۳ء تک اس آبادی میں اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے، اس کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے درسی خدمات انجام دینے کے لیے آپ کو شہر بستی یوپی بھیجا اور تین اگست ۱۹۵۳ء کو بستی شہر کے انجمن معین الاسلام پرانی بستی ضلع بستی یوپی میں درس نظامی کی تدریس کے لیے آپ کی تقرری عمل میں آئی، آپ وہاں تقریباً ڈھائی سال تک درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے مگر اراکین سے عدم موافقت کی بنیاد پر آپ نے استعفیٰ دے دیا اس کے بعد کے حالات خود حضور بدر ملت سے ملاحظہ فرمائیں۔

انجمن معین الاسلام بستی سے استعفیٰ دیے ہوئے مجھے تقریباً چار مہینے گزرے تھے کہ درس گاہ فیض الرسول براؤں شریف، ضلع بستی کے بانی حضرت سیدی مولانا شاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ نے اپنے ادارے میں میرا تقرر فرمایا اور ۵ ۱۳۷ہجری مطابق ۱۰؍ جولائی ۱۹۵۶ عیسوی سے ۲۰؍ شوال المکرم ،۵؍ نومبر ۱۹۷۵ء تک ادارہ ہذا میں بحیثیتِ صدر المدرسین میں تدریسی فرائض انجام دیتا رہا، ناموافق حالات کی بنا پر ۲۱؍ شوال مذکور سے درسی خدمت سے استعفار دے دیا۔

آپ کے زمانے میں فیض الرسول کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی اور اس ادارے نے ملک و قوم کو ایک سے ایک نایاب ہیرے عطا کیے براؤں شریف سے استعفی دینے کے بعد مدرسہ غوثیہ فیض العلوم، بڑھیا، ضلع بستی موجودہ ضلع سدھارتھ نگر کے اراکین

کی دعوت پر ادارے کی خدمت کے لیے آپ بڑھیا تشریف لے گئے اور آخری سانس تک اسی ادارے کی خدمت میں لگے رہے علم و فضل کا یہ آفتاب ۷؍ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲؍ مارچ ۱۹۹۲ء کو ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا، آپ کا مزار مبارک بڑھیا شریف میں مرجع خلائق ہے۔

درس و تدریس کی مشغولیت کے باوجود فیض الرسول میں آئے ہوئے استفتا کا جواب بھی لکھا کرتے تھے فتاوی فیض الرسول میں آپ کے فتاوے شائع ہوئے ہیں۔

آپ نے عربی ادب میں فیض الادب اول دوم، علم منطق میں جواہر المنطق، علم نحو میں تلخیص الاعراب کے علاوہ درجہ پرائمری کے لیے تعمیر ادب کا حصہ اول سے پنجم تک تحریر فرمایا، سوانح اعلیٰ حضرت آپ کی وہ مایہ ناز تصنیف ہے جو آج بھی سیدی سرکار اعلی حضرت پر کام کرنے والے حضرات کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کی تصنیفات کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہندو پاک میں بیشتر اداروں میں آپ کی کتابیں داخل نصاب ہیں، آپ ۱۹۵۱ء میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا، آپ کو مظہرِ اعلیٰ حضرت سلطان المناظرین حضرت علامہ حشمت علی خان لکھنوی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت و خلافت حاصل رہی، اس کے بعد پھر ایک وقت آیا کہ آپ کے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور دیگر سلاسل کی خلافت عرس رضوی کی موقع پر بریلی شریف میں عطا فرمائی۔

حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ

آپ کا نام سخاوت علی ابن اسرار احمد مرحوم، کنیت ابو اظہار اور تخلص سخا ہے، آپ مقام اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر میں ایک سنی مسلم پٹھان کے گھر پیدا ہوئے، آپ حضور خطیب البراہین کے رفیق درس اور جگری دوست تھے، پوری زندگی حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ اور علامہ سخاوت علیہ الرحمہ کے درمیان

گہرے مراسم رہے اور تینوں حضرات اگیا سے لے کر الجامعۃ الاشرفیہ تک ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے، علامہ غلام یحییٰ انجم مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

ابتدا ہی سے مولانا صوفی نظام الدین، مولانا کاظم علی اور آپ یعنی علامہ سخاوت علی کے درمیان گہرے روابط تھے، یہ اصحاب ثلاثہ ۱۹۴۷ء میں میرٹھ گئے، وہاں کی عظیم درس گاہ مدرسہ اسلامیہ میں صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی اور حضرت مولانا مومبین الدین امروہوی کی خدمت میں ایک سال رہ کر اکتساب علوم کیا، ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور کو پہنچے، مسلسل چار سال تک اس ادارے میں خوشہ چینی کی اور ۱۹۵۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ (تذکرے علمائے بستی صفحہ نمبر ۱۴۴)

فراغت کے بعد آپ ممبئی چلے گئے محلہ ٹانک بندر میں ایک نائٹ اسکول سے درس و تدریس کا آغاز کیا، مگر چند ماہ بعد وہاں سے اپنے آبائی وطن اگیا میں واپس آ گئے، اس وقت دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ میں ایک عالم کی ضرورت تھی اہل بسڈیلہ کے اصرار پر آپ علامہ اعجاز احمد اعظمی کی نیابت میں درس و تدریس کا آغاز کیا، اور تقریباً ڈھائی سال تک تعلیم دیتے رہے، پھر ۱۹۵۵ء میں علامہ عبدالمصطفی اعظمی کے طلب پر آپ احمد آباد گجرات گئے اور چار سال تک وہاں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، رمضان المبارک کی چھٹی میں آپ گھر آئے ہوئے تھے، اسی درمیان رئیس اڑیسہ علامہ حبیب الرحمن قادری کے حکم پر آپ دارالعلوم تنویر الاسلام، امرڈوبھا چلے گئے، اس زمانے میں ادارہ اپنے ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا، آپ کی حکمت عملی نے ادارے کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا، اور نوجوانوں کو ادارے کی جانب متوجہ کرنے کے لیے آپ نے ایک لائبریری قائم کی، آہستہ آہستہ طالبان علوم نبویہ کا ہجوم بڑھتا چلا گیا، درس و تدریس کے لیے اچھے اچھے اساتذہ کا انتخاب کیا گیا، آپ ہی کے اصرار پر حضور خطیب البراہین بھی اس ادارے میں تشریف لائے، آپ کی شبانہ روز کوششیں رنگ لائیں اور تنویر الاسلام ایک مرکزی ادارہ بن کر ابھرا، ادارے کو رجسٹرڈ آپ ہی نے

کرایا، آپ ہی کے زمانے میں ادارے کا الحاق بھی ہوا پھر ایک وقت آیا کہ گھریلو مصروفیات کی بنیاد پر آپ ممبئی گئے، پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے، آپ نے دو کتابیں تصنیف کیں، پہلی تنویر الہدیٰ فی حیات الشہداء والموتی دوسری تنویر الاسلام در فضائل صلاۃ وسلام آپ کو حضور مفتی اعظم ہند سے ۱۹۵۱ء میں شرف بیعت حاصل ہے۔

حضرت علامہ کاظم علی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ کاظم علی علیہ الرحمہ بسڈیلہ سے مبارک پور تک حضور خطیب البراہین کے ساتھ رہے اور ان دو بزرگوں میں گہری دوستی بھی تھی ،آپ کو اللہ رب العزت نے معقولات و منقولات پر مکمل دسترس عطا فرمایا تھا، انتظامی امور کے ماہر حضور حافظ ملت کے سچے مرید اور اچھے شاگرد تھے۔

آپ دیوریا ضلع سنت کبیر نگر میں ۱۹۳۲ء میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ میں داخلہ لیا، پھر ۱۹۴۷ء میں علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ اور حضور خطیب البراہین کی معیت میں میرٹھ گئے، اس کے بعد ۱۹۴۸ء مذکورہ دونوں بزرگوں کے ساتھ مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۲ء میں انہی بزرگوں کے ساتھ آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

ابتدا ہی سے منقولات کے ساتھ معقولات سے دلچسپی تھی، اس لیے فراغت کے بعد بھی آپ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں رہ کر بارگاہ حضور حافظ ملت سے فیض حاصل کرتے رہے اور معقولات کی مزید تعلیم حاصل کی، آپ کو حضور حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ کے بام و در سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ آپ جامعہ اشرفیہ کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے، انہی ایام میں مدرسہ ضیاء الاسلام اترولہ گونڈہ کے لیے ایک عالم کی ضرورت تھی، وہاں کے لوگ بارگاہ حافظ ملت میں پہنچ کر اپنی درخواست پیش کی، حضور حافظ ملت کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی، حضور حافظ ملت نے جانے کے لیے کہا تو آپ تیار نہیں

تھے اس پر حضور حافظ ملت نے ارشاد فرمایا:

"تم کو تبلیغ دین و سنت کے لیے تیار کیا تھا، اب دین کو تمھارے تبلیغ کی ضرورت ہے اس لیے جاؤ۔" (تذکرہ علمائے بستی صفحہ نمبر ۲۱۱)

حضور حافظ ملت نے آپ کو سینے مبارک سے لگایا اور رخصت کیا، آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ حضور حافظ ملت کی درس گاہ سے اشرفیہ کے گیٹ تک مجھے جبراً لایا گیا، اہل مبارک پور میری بے قراری اور اشک باری کو دیکھ کر حیران و پریشان تھے، آخر کیا ہو گیا؟ ادھر اترولہ کے اراکین گیٹ پر سواری کے منتظر تھے کہ کسی طرح اسٹیشن پہنچا، گاڑی پر سوار ہوا مگر ڈبے کے دروازے پر کھڑے ہو کر جب تک مبارک پور کے درخت نظر آئے دیکھتا رہا، دوسرے دن اترولہ پہنچ گیا۔ (تذکرے علمائے بستی صفحہ نمبر ۲۱۲)

اترولہ پہنچ کر آپ نے نہایت ہی عرق ریزی کے ساتھ ادارے کو فروغ دیا آپ کی جہد مسلسل کو دیکھ کر مناظر اسلام علامہ عتیق الرحمٰن علیہ الرحمہ نے آپ کو تلسی پور لانے کے لیے حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں درخواست پیش کی، جس کو منظوری مل گئی اور آپ تلسی پور تشریف لائے اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کی نیابت میں ادارے کی تعلیمی اور تعمیری ترقی میں ہم کردار ادا کیا۔

اس کے بعد حضور حافظ ملت کے حکم پر آپ ۱۹۵۷ء میں صوبہ بہار میں دمودر پور تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر دارالعلوم علیمیہ دمودر پور کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا اور ہر سال درجنوں علما و حفاظ فارغ ہونے لگے، اس علاقے کی سنیت اور یہ ادارہ آپ کے مساعی جمیلہ کی یادگار ہے۔

اس کے بعد دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی کے اراکین کے اصرار پر اور حضور حافظ ملت کے حکم پر آپ جمدا شاہی تشریف لائے، یہاں آکر آپ نے مطبخ کا انتظام کیا، ادارے کو فروغ دلوایا، یہاں تک کی فضیلت تک تعلیم ہو گئی، اسی درمیان حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر آپ کو ملی، وصال کی خبر نے آپ کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا اور آپ بیمار پڑ

گئے، جس کی وجہ سے علیمیہ کو چھوڑ کر آپ گھر رہنے لگے، انہیں ایام دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ کے اراکین کو ایک شیخ الحدیث کی ضرورت تھی، لوگوں نے آپ کو اس عہدے کے لیے بہت گزارش کی کہ آپ یہ عہدہ قبول کرلیں، لوگوں کی پیہم اسرار پر آپ بسڈیلہ تشریف لائے، اور ایک زمانہ تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، اخیر عمر میں ممبئی تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ کی آخری آرام گاہ ممبئی میں ہے، آپ کو حضور حافظ ملت سے شرف بیعت حاصل ہے۔



حضور خطیب البراہین کے مشاہیر شاگرد

محی السنہ تاج الاصفیا حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین نور اللہ مرقدہ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے، ہزاروں کی تعداد میں علما و مشائخ ملک اور بیرون ملک میں اسلام و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں، ہم ذیل میں آپ کے کچھ شاگردوں کے مختصر حالات زندگی رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

محسن العلما حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ

محسن العلما حضرت علامہ محمد محسن صاحب قبلہ نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان حضور خطیب البراہین کے چہیتے شاگرد اور علمائے کرام میں پہلے مرید ہیں، حضور خطیب البراہین سے آپ کے گھریلو تعلقات بھی اچھے تھے، حسن اتفاق دارالعلوم تنویر الاسلام میں حضرت کے حجرے کے بغل ہی میں آپ کا کمرہ تھا، حضرت کے پاس آئے ہوئے خطوط کے جواب لکھنے کی ذمہ داری آپ ہی کی تھی اور حضرت کے لیے کپڑے وغیرہ کی مارکیٹ بھی آپ ہی کیا کرتے تھے۔

آپ کی پیدائش ضلع سنت کبیر نگر کی سب سے قدیمی تحصیل مہنداول سنت کبیر نگر

میں ہوئی ۱۵/ جنوری ۱۹۱۵ء میں آپ پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی حافظ محمد یاسین صاحب حضور خطیب البراہین کے عقیدت منداور مرید تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم مہنداول کے دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام میں حاصل کی، اس کے بعد آپ نے دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں داخلہ لیااور عالمیت کی تعلیم مکمل کی آپ نے درجہ فضیلت کی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے حاصل کی اور ۱۹۷۰ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم صدر العلوم سسوابازار، دارالعلوم منظر حق التفات گنج امبیڈکر نگر، دارالعلوم معین الاسلام لہرسن، سنت کبیر نگر، دارالعلوم عتیقیہ تلسی پور، دارالعلوم امدادالعلوم مٹھنا سدھارتھ نگر جیسے عظیم الشان اداروں میں تقریبًا ۱۰/ سال تک تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔

۱۹۸۰ء سے ۲۰۱۴ء تک تقریبًا ۳۴/ سال تک دار لعلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں درجہ عالیہ کے ساتھ شیخ الحدیث کے منصب پر فاءزرہ کر تشنگان علوم کو سیرابی عطا کرتے رہے، اس کے بعد ۲۰۱۴ء میں جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین، لہرولی بازار، سنت کبیر نگر میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کی تقرری عمل میں آئی، پھر ۲۰۱۷ء میں دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ نسواں مقام حسنی میں آپ تشریف لائے، اور تاحیات شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے آپ کے ہزاروں شاگرد ملک و بیرون ملک میں اسلام وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ اپنے وقت کے ایک بہترین خطیب تھے، آپ بڑے بڑے کانفرنسوں اور جلسوں میں شریک رہے، اپنے وقت کے مقبول خطیب کے ساتھ ساتھ بہترین ادیب اور مصنف بھی تھے، دارالقلم لہرولی بازار سے نکلنے والے سہ ماہی رسالہ پیامِ نظامی کے تاحیات چیف ایڈیٹر رہے، مختلف موضوع پر سینکڑوں مضامین ملک کے مختلف رسالوں کی زینت بنے۔

آپ نے اتنی مصروفیات کے بعد بھی پانچ کتابیں تصنیف کیں، سیرت محسن انسانیت، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے افکار و نظریات، منصب غوثیت کبری، تنویر الحدیث معروف بہ اربعین نظامی، خطیب البراہین اور تصوف، آخر کی دو کتابوں کے علاوہ باقی کتابیں زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

نبیرہ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد سعید صاحب قبلہ نظامی

نبیرہ حضور خطیب البراہین، داماد حضور حبیب العلما حضرت علامہ صوفی محمد سعید نظامی صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالی ایک متحرک فعال تنظیمی صلاحیت کے مالک عالم دین، قوم وملت کا درد رکھنے والے قائد، خلیق اور ملنسار اصحاب علم وفضل کے قدردان شخص ہیں۔

آپ حضور خطیب البراہین کی شہزادی کی اولاد نرینہ میں سے سب سے بڑے ہیں، آپ کے علاوہ آپ کے تین دیگر برادران اور بھی ہیں، حضرت حافظ و قاری محمد سعد نظامی، جناب محمد زبیر نظامی، جناب محمد عمر نظامی۔

آپ کی پیدائش موضع حسنی پوسٹ بانس کھور کلاں، ضلع بستی یو پی میں سن ۱۹۸۰ء میں ہوئی، آپ کا لقب سعید ملت ہے۔

موضع حسنی کے پورب میں ضلع سنت کبیر نگر ہے، جب کہ پچھم اور دکھن میں بستی اور اتر میں ضلع سدھارنگر واقع ہے، گویا یہ آبادی ضلع بستی کے سرحد پر واقع ہے اس علاقے میں اہل سنت والجماعت کے احباب کی تعداد بہت کم ہے۔

آپ کا بچپن

آپ کا بچپن حضور خطیب البراہین کے زیر سایہ گزرا انہیں کی تربیت میں آپ جوان ہوئے اور حضور خطیب البراہین کے اخیر عمر تک ان کی خدمت میں لگے رہے۔

موضع حسنی میں اہل سنت و جماعت کا کوئی ادارہ نہیں تھا، اس کے لیے اس آبادی کے کچھ غریب سنی مسلمانوں نے کبھی سوچا اور ادارہ کے قیام کے لیے اینٹ خرید کر بیل گاڑی پر لاد کر لائے تھے، مگر یہاں کے دبنگ غیر سنی لوگوں نے ان سے اینٹ چھین لی

اور ان کے کھپڑے کے گھر کو بھی نقصان پہنچایا، پھر اس اینٹ سے وہ اپنا مدرسہ بنا ڈالے۔

اس آبادی میں اپنے مسلک کو مذہب کے مدرسے کا نہ ہونا حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو ہمیشہ کھٹکتا تھا،س اسی لیے آپ ہمیشہ آبادی کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے،انہیں دنوں میں ایک میاں سنی بن کر آپ کے گھر آتا جاتا تھا آہستہ آہستہ اس نے اپنا رنگ دکھایا اور آپ کے دادا سے کہا بابو کو ندوہ پڑھنے کے لیے بھیج دیجیے،وہاں آپ کا کچھ خرچ نہ ہوگا،اچھی پڑھائی ہوتی ہے،چونکہ آپ کے دادا گاؤں میں بااثر تھے اس لیے وہ چاہ رہا تھا کہ اگر یہ بدمذہبوں کے ادارے میں پڑھ لیے تو بدمذہبیت پھیلانا اور آسان ہوگا، شدہ شدہ یہ خبر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو پہنچی، حضرت ایک دن جمعرات کو تشریف لائے اور آپ کو اپنے ساتھ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا لے کر چلے گئے، حضور خطیب البراہین آپ کو اپنے ساتھ کھلاتے اور اپنے ساتھ سلاتے تھے،اپنی نگرانی میں تعلیم کا آغاز بھی کرایا،آپ خود بیان فرماتے ہیں:

جب شروع شروع میں امرڈوبھا پہنچا تو اچھا نہیں لگ رہا تھا،امی کی بار بار یاد آتی تھی،مگر نانا حضور کی نوازشات اس قدر تھیں کہ میں امرڈوبھا میں رہ گیا،جب ایک ہفتہ پورا ہوا تو حضرت نے مجھے مولانا نیاز احمد نظامی لوکی لالہ سنت کبیر نگر کے ساتھ میری والدہ کے پاس ملنے کے لیے بھیج دیا،آتے وقت نانا حضور نے کہا سعید میاں آج جاؤ سنیچر کو واپس آجانا،چنانچہ مولانا نیاز صاحب حضور خطیب البراہین کی سائیکل سے مجھے لے کر آئے اور حسنی چھوڑ کر اپنے گھر لوکی چلے گئے،شام کے وقت کھانا کھانے کا بعد جب سونے کا وقت ہوا والد صاحب نے بستر لگایا اور کہا بیٹا سوجاؤ اچانک میں رونے لگا،والدہ نے پوچھا بیٹا کیوں رورہے ہو میں نے کہا نانا کی یاد آرہی ہے،والدہ مسکرائیں اور کہنے لگی بس ایک ہی ہفتے میں والدہ کو بھول گئے۔

شروع میں اکثر جمعرات کو میں والدہ سے ملاقات کے لیے حسنی آیا کرتا تھا پھر تنویر

الاسلام امر ڈوبھا پہنچ کر حصول تعلیم میں لگ جایا کرتا تھا، اساتذہ تنویر الاسلام میرا بہت خیال رکھتے تھے اسی طرح سال دو سال کا عرصہ گزر گیا۔

ایک شب معمول کے مطابق میں نے کھانا کھایا اور نماز کے بعد نانا حضور کے بستر پر سو گیا، ٹھنڈی کے آیام تھے، ٹھنڈک بہت سخت تھی میں لحاف کے اندر اپنا منہ چھپا کر سو رہا تھا رات میں اچانک میری نیند کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نانا حضور لالٹین کے اجالے میں کچھ سفید پوش لوگوں کو کوئی کتاب پڑھا رہے ہیں جو لوگ سامنے بیٹھے تھے وہ مدرسوں کے طلبہ کے سوا تھے، اس لیے میں ڈر گیا اور پھر لحاف میں منہ چھپا لیا دیر تک تو مجھے نیند نہیں آئی مگر اس کے بعد مجھے کب نیند آئی مجھے معلوم نہیں۔

دوسرے دن نانا حضور بغیر کچھ کہے میرے سونے کا انتظام الگ کمرے میں کرا دیے اور پھر اس کے بعد سے میں الگ ہی کمرے میں سونے لگا۔

نانا حضور کی نوازشات

آپ بیان فرماتے ہیں کہ یوں تو نانا حضور کی نوازشات ہمارے اوپر پوری زندگی رہی اور آج بھی انہیں کے نگاہ کرم سے جی کھا رہا ہوں مگر طالب علمی کے ایام میں آپ کی نوازشات کچھ زیادہ ہی تھے ضرورت کا خرچ دے ہی دیا کرتے تھے، مگر اس کے علاوہ اکثر ہماری ضرورت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے ایک دن جمعرات کا دن تھا نانا حضور کے ساتھ میں بھی اپنی والدہ سے ملنے کے لیے حسنی آیا ہوا تھا، ہم لوگ نانا حضور کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں آہستہ آہستہ والدہ محترمہ کے پاس گیا اور ان کے کان میں کہنے لگا، آپ ہمارے لیے موٹر سائیکل خرید دو، میں اب سائیکل چلا لیتا ہوں، والدہ نے کہا ٹھیک ہے، آپ کے والد صاحب سے کہہ کر خرید وادوں گی، ہم دونوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے نانا حضور نے دیکھا تو میری والدہ سے پوچھنے لگے سعید میاں کیا کہہ رہے ہیں؟ والدہ نے کہا ابا حضور کوئی بات نہیں ہے، نانا حضور نے پوچھا نہیں بتاؤ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ اس پر میری والدہ نے کہا یہ موٹر سائیکل کے لیے کہہ رہے ہیں تو ان کے

والد سے کہہ کر خریدوا دوں گی، نانا حضور نے فرمایا نہیں، ان کے لیے آپ لوگ نہیں خریدیں گے، سعید میرا ایسا بیٹا ہے جس کی کسی خواہش کو میں نے رد نہ کیا، میں ہی خرید دوں گا، سنیچر کو نانا حضور جب امرڈوبھا پہنچے تو مولانا محسن علیہ الرحمہ کو بلایا، پیسے دیے فرمایا سعید میاں کے لیے موٹر سائیکل خرید دیں چنانچہ میرے لیے بجاج روی اسکوٹر خرید دی گئی۔

فراغت

آپ نے پوری تعلیم دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا میں حاصل کی جہاں دیگر اساتذہ کرام سے آپ نے دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی وہیں پر بخاری شریف کا درس آپ نے حضور خطیب البراہین تاج الاصفیا شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ سے لیا، گویا آپ حضور خطیب البراہین کے نواسے مرید اور شاگرد بھی ہیں، آپ مورخہ ۱۰/ دسمبر ۱۹۹۸ء مطابق ۲۰/ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ کو دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں دستار فضیلت و سند سے نوازے گئے۔

تعویذات و دیگر تبرکات کی اجازت

آپ کو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سے تعویذات اور دیگر تبرکات کی اجازت حاصل ہے۔

بزنس کا آغاز

فراغت کے بعد آپ ممبئی تشریف لے گئے وہاں آپ کے والد محترم الحاج معین الدین خان نظامی علیہ الرحمہ نے آپ کے لیے بانس بلی کی گوئنڈی ممبئی میں ایک دکان کھلوادی، دکان کے افتتاح میں حضور خطیب البراہین نے شرکت کی، آپ پورا دن اس دکان پر رہے، پہلے ہی دن خدا کے فضل سے اچھی خاصی بکری ہوئی، شام کے وقت آپ گھر پہنچے اتفاق سے حضور خطیب البراہین بھی آپ کے گھر آئے ہوئے تھے، آپ

نے پوچھا سعید میاں کہاں ہے؟ میں نے کہا: جی، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے کہا چلو میرے ساتھ واپس مدرسہ چلو، آپ کو یہاں نہیں رہنا آپ کے والد صاحب نے عرض کیا حضور ان کے لیے دکان کھلوا دی ہے، حضرت نے فرمایا: جی جانتا ہوں، مگر یہ دکان نہیں کریں گے چنانچہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ آپ کو اپنے ساتھ واپس امرڈو بھا لے کر آ گئے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپ سے تو کچھ اور ہی کام لینا قدرت کو منظور ہے، آج بھی وہ دکان موجود ہے، آپ کے چھوٹے بھائی زبیر نظامی اس دوکان کو چلاتے ہیں۔

آپ نے درس و تدریس کا آغاز جامعہ حنفیہ رحمت گنج بستی سے کیا، وہاں پر آپ نے درس و تدریس کے علاوہ مریدین کے درمیان دعوت و تبلیغ کا بھی کام جاری رکھا، مریدین کے یہاں آپ کا آنا جانا رہا، اس کا ماحول پر ایک اچھا اثر پڑا، مگر بستی کی سرزمین پر آپ بہت دن تک نہ رہ سکے اور واپس بارگاہ مرشد میں آ گئے۔

بستی سے واپسی کے بعد آپ کی تقرری دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ میں ہو گئی، وہاں پر بھی آپ نے درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے مگر چوں کہ اس وقت آپ کی ذمہ داریاں کچھ زیادہ بڑھ گئی تھیں اور گاؤں کے ادارے کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے ساتھ تھی اس لیے آپ نے وہاں سے استعفیٰ دے دیا، اس زمانے میں جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر میں تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا، اس لیے جامعہ کی ذمہ داریوں میں آپ ہاتھ بٹانے لگے اس جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔

دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ کا قیام

موضع حسنی کے بارے میں ابھی آپ پڑھ چکے ہیں اس علاقے کے حالات کو دیکھتے ہوئے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی خواہش تھی اس علاقے میں اہل سنت الجماعت کا کوئی اور ادارہ ہو جائے چنانچہ مرشد برحق کی دعا رنگ لائی اور ۱۹۹۸ء میں گیہوں کی کچی فصل کاٹ کر حضور خطیب البراہین کے دست مبارک سے دارالعلوم کی

بنیاد رکھی گئی، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے اس ادارے کا نام دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ رکھا اور ہاتھ اٹھا کر اس ادارے کے لیے ان الفاظ میں دعا کی: پروردگار اس سرزمین کو گاؤں کی زمینوں میں سب سے بہتر کر دے، ادارے کی بنیاد ابھی رکھی ہی نہیں گئی تھی کہ مخالفین کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور ان کی انکھوں میں یہ ادارہ چبھنے لگا اس اس ادارے کی تعمیر و ترقی میں رخنہ اندازی کرنے میں حزب مخالف نے کوئی کور کسر باقی نہیں چھوڑی اور ظلم کی حد تو اس وقت ہو گئی جب ادارے میں آگ لگا دی گئی اور اس کی زمین کو ٹریکٹر سے جتوا دیا گیا اور یہ سب کرنے والے غیر مسلم نہیں تھے بلکہ نام نہاد مسلمان تھے چنانچہ آپ پر مقدمات قائم کیے گئے اور آپ کو پریشان کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، ان لوگوں نے آپس میں چندہ کر کے مزید پریشان کرنے کی دھمکی دی بلکہ اس پر عمل بھی کیے، مگر ان کے سارے جال حضور خطیب البراہین کی دعاؤں کے سامنے تار عنکبوت ثابت ہوئے اور ان کی ہر سازش ناکام ہوتی رہی چنانچہ مرشد برحق کے دعاؤں کا اثر ہوا ظلم کا بادل چھٹ گیا، گمراہی کی تاریکی دور ہوئی اور آج بھی ادارہ آپ کی قیادت میں اسلام و سنت کو فروغ دے رہا ہے۔

دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ نسواں کا قیام

لڑکوں کی تعلیم کا تو انتظام ہو گیا تھا مگر احباب اہل سنت کی شہزادیوں کے لیے اہل سنت والجماعت کی کوئی تربیت گاہ نہیں تھی ایک دن حضرت سعید ملت نے راقم الحروف سے اپنے دل کے ارادے کو ظاہر کیا، کہا مولانا صاحب میں لڑکیوں کے لیے ایک ادارہ کھولنا چاہتا ہوں، میں نے عرض کیا نیت تو ٹھیک ہے مگر اس کے لیے ایک اچھی بلڈنگ کی ضرورت ہے اس کے علاوہ طالبات کو تمام سہولتوں کے ساتھ ساتھ پردے کا بھی معقول انتظام ہو، آپ نے ارشاد فرمایا چلیے، میرا مکان دیکھ لیجیے، اگر نئے والے مکان میں انتظام ہو جائے تو میں والد صاحب سے بات کروں، میں نے کہا فی الوقت اس مکان میں تھوڑا سا کام کرا دیں تو کھولا جا سکتا ہے۔

چنانچہ آپ نے اپنے والد محترم معین الدین خان نظامی سے کہا انھوں نے کہا بیٹا اگر دین کے لیے تمھاری یہ خواہش ہے تو ادارہ کھول لو ہم لوگ پرانے گھر ہی میں رہ لیں گے چنانچہ ۲۰۱۶ء میں ادارہ کھول دیا گیا اور آج تک اس ادارے سے در جنوں طالبات علم وفضل کی دستار حاصل کرچکی ہے، اس ادارے کی تعمیر کے لیے الحاج مرتضی حسین اور ان کی اہلیہ محسن صاحبہ علیہا الرحمہ نے ایک بیگھہ سے زائد زمین وقف کی ہے، آپ کے صاحبزادے الحاج عبدالکریم خان نظامی اور ان کے برادر اصغر حافظ عبدالقادر صاحبان نے اپنے والدین کا سپورٹ کیا، الحمدللہ وقف کی ہوئی زمین پر ۲۲؍ ہزار اسکوائر فٹ پر تعمیر کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ کا قیام

آپ نے تعلیمی بیداری پیدا کرنے غریب لوگوں کی امداد واعانت اور فروغ اہل سنت کے لیے کام کرنے کی خاطر خطیب البراہین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا، اس ٹرسٹ کے ذریعے آج تک سینکڑوں لوگوں کو مالی امداد کی جاچکی ہے، خاص کر لاک ڈاؤن کے موقع پر لوگوں میں راشن وکپڑا اور رقم تقسیم کیے گئے اس ٹرسٹ کے ذریعے علاقے میں دعوت وتبلیغ کا کام بھی کیا جاتا ہے، اب تک در جنوں س آبادیوں میں اس ٹرسٹ کے ذریعہ اسلام وسنیت کا پیغام پہنچایا جاچکا ہے۔

بیعت

آپ کو تاج الاصفیا حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ اگیا شریف سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

خلافت

آپ کو شہزادے حضور خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج صوفی محمد حبیب الرحمن رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اگیا شریف سنت کبیر نگر اور تاجدار کشور اشرفیت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الحاج سید محمد مدنی میاں

اشرفی الجیلانی سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

حج زیارت

۲۰۱۸ میں آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے، حج کے علاوہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ نے حاضری بھی دی اور دیگر مقامات متبرکہ کی زیارت بھی فرمائی۔

دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ میں عہدہ پرنسپل پر تقرری

آپ کی تنظیمی وتدریسی صلاحیتوں اور عوامی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ اگیا چھاتا سنت کبیر نگر کے ارباب حل وعقد نے آپ کو ۲۱/۰۸/۲۱ کو پرنسپل کے عہدے پر منتخب کیا، الحمدللہ آپ ان کی امیدوں پر کھرے اترے اور آپ کی قیادت میں ادارہ تعمیری وتعلیمی دونوں میدان میں عروج کی منزل سے گزر رہا ہے، آپ کا حسن انتظام، ڈسپلین کو دیکھتے ہوئے لوگ اپنے بچوں کو اس ادارے کی جانب بھیج رہے ہیں، الحمدللہ رب العالمین! یہ ادارہ اس وقت تعلیمی وتعمیری دونوں میدان میں خوب کام کررہا ہے، پروردگار عالم اس ادارے کو آسیب دہر سے محفوظ رکھے ،آمین۔

تنویر العلما حضرت مفتی عبدالمنان قادری

حضرت علامہ مفتی عبدالمنان قادری مفتی اعظم مندسور علیہ الرحمہ حضور خطیب البراہین کی شاگرد اور معتقد تھے اور مندسور کے گردونواح میں سلسلہ نظامیہ کے فروغ میں ان کا اہم کردار رہا گوکہ آپ یوپی کے رہنے والے تھے،مگر مندسور میں آپ نے اپنی پوری زندگی علوم اسلامیہ کے فروغ اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں لگادی۔

آپ کی ولادت ۱۵ جنوری ۱۹۶۳ کو بکھرہ بازار سنت کبیر نگر میں ہوئی آپ کے والد نے آپ کا نام عبدالمنان رکھا آپ تنویر العلما اور مفتی اعظم مندسور کے لقب سے مشہور ہوئے ،شاعری میں آپ کا تخلص بسمل ہے، آپ نے مکمل تعلیم دارالعلوم

تنویر الاسلام امرڈوبھا سے حاصل کی۔

آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

مکمل الف سے یا تک جو کچھ میں نے سیکھا یوپی کے قابل فخر مرکزی ادارہ مرکز اہل سنت دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا کے فیض بخش آنگن سے سیکھا۔(تنور العلما حیات وخدمات)

فراغت کے بعد مختلف اداروں میں تعلیم و تعلم کے لیے آپ بھیجے گئے ،مگر حالات کی وجہ سے جگہ بدلتے رہے، جگہ بدلنے کی وجہ سے آپ نے ٹھان لیا کہ اب اوقات کے گزر بسر کے لیے اور کام کروں گا،اس کے بعد کیا ہوا انہیں کی زبانی سماعت کیجیے:

اب ارادہ ہوا کہ درس و تدریس کے لائن سے ہٹ کر بسر اوقات کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کروں اور اسی میں کوشش کرنے لگے کسی کے ذریعہ یہ خبر قطب زماں صوفی یگانہ مخدوم گرامی حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو پہنچی معمول کے مطابق ہفتے میں دو بار خاکسار کے مکان پر مخدوم گرامی تشریف لاتے مگر ایک روز معمول سے ہٹ کر الگ تشریف لائے اور فرمایا اسی لائن میں رہنا اور مرنا ہے۔(تنویر العلما حیات وخدمات)

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ حضور خطیب البراہین کی باتوں سے متاثر ہو کر پہلی مرتبہ ۱۹۸۲ عیسوی میں مندسور علاقے میں آئے اور تقریبًا ایک سال تک مندسور سے متّصل پرتاب گڑھ کی باوڑی والی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۹۸۴ میں آپ مندسور تشریف لائے اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

اس مرد مجاہد نے اس علاقے میں تقریباً ۳۰سال گزارے اور علاقے کو لالہ زار بنا دیا ہر طرف مساجد مدارس دارالعلوم جامعات جو نظر آرہے ہیں،اس میں کہیں نہ کہیں تنویر العلما کی قربانیاں شامل ہیں، آپ کی بہترین یادگار دارالعلوم گلشن طیبہ اور

مسجد اعلیٰ حضرت مندسور ہے، حضور خطیب البراہین کو خود گلشن طیبہ سے بہت لگاؤ تھا، حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کو مختلف خانقاہوں سے اجازت و خلافت حاصل تھی، آپ شہزاد اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مرید تھے۔

آپ کو حضرت علامہ آسی پیا علیہ الرحمہ، حضرت علامہ سید مسعود ظفر علیہ الرحمہ، حضرت علامہ راشد مکی اشرفی، نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ توصیف رضا خان، شہزادے حضور احسن العلما حضرت سید نجیب حیدر میاں برکاتی سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے علاقۂ مندسور میں علماو حفاظ کی ایک ٹیم تیار کی جو اس علاقے کے علاوہ ملک کے دیگر خطے میں اسلام وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں، ۲۲ جولائی ۲۰۲۰ کو کرونا کی وجہ سے آپ کا انتقال ہو گیا، مندسور سے کچھ دور پر واقع موضع بادہ کھیڑی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد ادریس بستوی

حضرت مولانا محمد ادریس بستوی ایک متحرک وفعال عالم دین، بہترین مدرس، عمدہ خطیب رہے، سیاست سے آپ کو خاصی دلچسپی رہی ایک مرتبہ ایم ایل اے کا انتخاب بھی لڑ چکے ہیں۔

آپ ضلع سنت کبیر نگر کی سب سے قدیم تحصیل مہداول کے رہنے والے ہیں، آپ مہداول ہی میں ۱۹۴۹ میں پیدا ہوئے، منشی محمد سلیم مرحوم نے رسم بسم اللہ خوانی کرائی، مہداول کے مدرسے میں حضور خطیب البراہین سے گلستاں، بوستاں وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ تدریس الاسلام بسڈیلہ میں کسب علم کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ بالخصوص علامہ اعجاز احمد خان قبلہ سے قافیہ، مرقات وغیرہ تک علم حاصل کی پھر ۱۹۵۷ میں آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور پانچ سال تک حصول علم میں مصروف رہے اور فراغت حاصل کی۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے تجارت کا آغاز کیا اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے پھر ۱۹۶۵ میں احباب کے اصرار پر دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہداول میں سے صدر المدرسین کے عہدے کو قبول کیا اور ریٹائری تک اسی عہدے پر فائض رہے۔

پروردگار عالم نے آپ کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ اگر ایک طرف اچھے مدرس تھے، تو دوسری طرف عمدہ خطیب بھی تھے، سیاست سے دلچسپی نے آپ کی خطابت میں اور ہی رنگ پیدا کر دیا تھا، تقریر ہی کی بنیاد پر آپ کو جیل بھی جانا پڑا، اگرچہ جن الزامات کی بنیاد پر آپ کو جیل میں ڈالا گیا تھا، وہ فرضی تھے ایک زمانے میں پورے ملک میں ادریس بستوی کی دھوم تھی۔

زبان کے ساتھ آپ قلم کے بھی مالک تھے، آپ کی تصنیفات کی تفصیل تو ہمیں نہ مل سکی بہر حال دو کتابوں کے بارے میں علم ہوا ایک کا نام مہداول سے اچھرہ تک اور دوسری خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت شائع ہو کر مقبول انعام ہو چکی ہے، آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ارباب حل و عقد نے آپ کو جامعہ اشرفیہ کا نائب ناظم بنایا، اس عہدے پر آپ آج بھی فائز ہیں، مہداول کے سنی مسلمانوں نے آپ کو تحفظ ناموس رسالت تنظیم کے عہدہ صدارت لیے منتخب کیا، آج بھی مختلف تنظیموں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ عالم باعمل اور بافیض استاد تھے، انتہائی نیک منسکر المزاج تھے، حضور خطیب البراہین سے گہری عقیدت رکھتے تھے، دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں حضور خطیب البراہین کی شاگردیت اختیار کی، آپ اخلاق و کردار، عمل اور سادگی میں سلف صالحین کے کہ نمونہ تھے۔

حضرت علامہ قیامی صاحب قبلہ اگست ۱۹۴۷ موضع املی ڈیہ سنت کبیر نگر میں پیدا

ہوئے تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں ہی سے کیا، پرائمری کی تعلیم کی تکمیل کے بعد مہداول کے مدرسہ فیض الاسلام میں داخل ہوئے، اس کے بعد درجہ اعدادیہ سے درجہ عالمیت کی تعلیم مکمل دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں حاصل کی اور انہی ایام میں حضور خطیب البراہین سے مختلف کتابوں کا درس بھی لیا، عالمیت کی تعلیم کی تکمیل کے بعد فضیلت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف ۱۹۶۵ میں داخلہ لیا اور ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ کو مظہر اسلام کے جلسے سالانہ میں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا، آپ نے مختلف وقتوں میں مدرسہ غوثیہ حبیب المدارس سنبرسا، پورندر پور، مہاراج گنج، راج مندل خور، برگدہی مہاراجگنج، مدرسہ اشرفیہ عزیز العلوم تالہی مہاراجگنج، دارالعلوم ستاریہ معین الاسلام لہرسن سنت کبیر نگر، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی اور دارالعلوم علیمیہ نسواں جمداشاہی، جامعہ رابعہ بصریہ تنیہواں ضلع سنت کبیر نگر میں تعلیم دیتے رہے۔

علامہ قیامی نے درس و تدریس کا آغاز مدرسہ غوثیہ سنبرسا سے فی سبیل اللہ کیا تھا اور اخیر عمر میں جامعہ رابعہ بصریہ میں بھی فی سبیل اللہ تعلیم دیتے رہے۔

آپ کی زندگی کے تقریباً ۳۲ سال دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں گزرے ہیں، آپ مدرس سے انچارج پرنسپل تک رہے، آپ کے شاگردوں میں ایک سے ایک صاحبان علم و فضل علیمی ہیرے ملک اور بیرون ملک میں خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ ایک اصلاحی خطیب سنجیدہ باوقار مدرس کے ساتھ ساتھ سیال قلم کے مالک بھی تھے، دو درجن سے زائد کتابیں آپ نے تصنیف کیں، جس میں برکات نماز، گیان نامہ، الف نامہ، تذکرہ مخدوم اودھ، جلوہ طور، مسئلہ تثویب وغیر قابل ذکر ہیں۔

آپ اچھے مصنف کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی تھے نمونے کے طور پر حضور خطیب البراہین کے شان میں آپ کی لکھی ہوئی منقبت کے چند اشعار نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

نظام دین و ملت اے امیر کارواں تم ہو
شریعت اور طریقت کے امین و پاسباں تم ہو
تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم براہین و بیاں تم ہو
کوئی سنت کسی لمحہ نہ تم سے چھوٹتی دیکھی
خدا جانے تمھارا مرتبہ کیا ہے کہا تم ہو

۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۴ ہجری ۱۷ اگست ۲۰۲۲ کو علم وفضل کا یہ مہر منیر روپوش ہو گیا آپ کے آبائی وطن میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد شفیق نظامی

حضرت مولانا محمد شفیق نظامی ایک بہترین عالم دین حضور خطیب البراہین کے چہیتے مرید اور شاگرد ہیں اور شیخ طریقت حضور حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ اور شیخ الاسلام حضور مدنی میاں کے خلیفہ ہیں۔

آپ کی پیدائش موضع بھونرا جوت ضلع مہراج گنج میں چھ جون ۱۹۷۸ میں ہوئی پرائمری کی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی درجہ اعدادیہ اور اولی کی تعلیم دالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ بھیرہواں نیپال میں ہوئی ۱۹۹۱ میں دارالعلوم تدریس اسلام بسڈیلہ میں درجہ ثانیہ میں داخلہ لیا اور درجہ سابعہ تک تعلیم مکمل کئ پھر ۱۹۹۸ میں دارا العلوم تنویرالاسلام بسڈیلہ میں داخلہ لیا اور حضور خطیب البراہین کی درسگاہ سے بخاری کا درس لیا اور وہیں سے فضیلت کی دستار حاصل کی فراغت کے بعد احمد آباد گجرات کی جانب کسب معاش کے لیے سفر کیا اور وہاں دارالعلوم اہل سنت غوثیہ سراج العلوم چار توڑہ قبرستان گھومتی پور احمد آباد میں درس وتدریس کا آپ کیا مکمل تین سال تک ادارے کی خدمت کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ ملک شعبان درگاہ کی مسجد میں امامت بھی

کرتے رہے بعد میں مدرسہ چھوڑ دیا اور صرف امامت ہی کرتے رہے ۲۰۲۴ تک مسلسل اسی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اسی درمیان تجارت کا بھی آغاز کیا اور آج ایک اچھے تاجر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، اصلاح فکر واعتقاد اور خدمت خلق کی خاطر آپ نے ایک ٹرسٹ بھی بنایا، فی الوقت اس ٹرسٹ کے ذریعے فلاحی کام کر رہے ہیں اور سلسلہ نظامیہ کے فروغ کے لیے کوشش کر رہے ہیں، احمد آباد کی سرزمین پر اس وقت آپ ایک مقبول شیخ اور تاجر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عالمگیر نظامی

حضرت مولانا محمد عالمگیر نظامی علیہ الرحمہ ایک بہترین عالم دین عمدہ خطیب خلیق اور ملنسار انسان تھے آپ حضور خطیب البرہین کے شاگرد مرید معتمد تھے ایک زمانہ تک یوپی بہار جھارکھنڈ نیپال کے مختلف علاقوں میں تقریباً ہر تبلیغی سفر میں آپ حضرت کے ساتھ رہے اور اس علاقے میں سلسلے نظامیہ کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

آپ کی ولادت موضع کیٹوپور ضلع گوپال گنج بہار کے میں ہوئی ۱۹۷۲ آپ کی تاریخ پیدائش ہے۔

آپ نے پرائمری کی تعلیم اپنے آبائی گاؤں مدرسہ نقشبندیہ کیسوپور میں حاصل کی، اس کے بعد نحو وصرف اور فارسی کی کچھ کتابیں مدرسہ اسلامیہ گوپال گنج کے اساتذہ سے پڑھیں اس کے بعد میں آپ اپنے اساتذہ کے رہنمائی میں دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا پہنچے اور ۱۹۸۵ میں درجہ ثانیہ میں داخلہ لے کر انتہائی عرق ریزی کے ساتھ اکتساب علم میں لگے رہے، ۱۹۸۵ میں حضور خطیب البراہین سے داخل سلسلہ ہوکر روحانی فیض بھی حاصل کرتے رہے، درس بخاری حضور خطیب البراہین سے لیا اور ۱۹۹۲ میں موقر علما و مشائخ کے ہاتھوں دستار فضیلت اور سند سے آپ کو نوازا گیا، آپ نے درس وتدریس کا آغاز فراغت کے بعد دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام سے کیا، تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد حضرت علامہ محمد حنیف قادری علیہ الرحمہ کے حکم پر آپ

نیپال کی راجدھانی کاٹھ مانڈو کی جامع مسجد کے خطیب وامام کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور آپ حضرت کی امیدوں پر کھرے اترے وہاں کی مسجد کی تعمیر وہ ترقی میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اپنے مادر علمی کا کماحقہ تعارف بھی کرایا اور وہاں پر ایک ادارہ بھی قائم کیا جس کا نام دارالعلوم مکین شاہ رکھا، جو وہاں کے کسی بزرگ کے نام پر ہے، پھر ایک وقت آیا حضرت مفکر ملت کے ایماں پر آپ پھر تنویر الاسلام میں تشریف لائے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے اور ایک لمبے عرصہ تک حضور خطیب البراہین کے سفر و حضر کے ساتھی بنے رہے، حضور خطیب الراہین کے پروگرام کی ایک ڈائری ان کے پاس بھی رہتی تھی، یہ سلسلہ ۲۰۰۸ تک جاری رہا یقیناً حضرت مولانا عالمگیر نظامی علیہ الرحمہ درس و تدریس کے علاوہ تبلیغی پروگراموں میں حضرت کے ساتھ جاتے اور آئے ہوئے مہمانوں کے مہمان نوازی بھی کرتے، آپ کی ان خدمات کی وجہ سے آپ کو ہمیشہ یاد کیا جائے گا، آپ کو حضرت مفتی سعید الرحمن علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ رحمانیہ حضرت مفتی سید منظر امام حسن قادری اور حضرت علامہ غلام جنید عالم رشیدی اور خواجہ محمد ناظم صاحب کاٹھ مانڈو سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی، ۱۰ اگست ۲۰۲۰ کو آپ نے آخری سانس لی اور ہمیشہ کے لیے اس دار فانی سے کوچ کر گئے، آپ کی تدفین آپ کے آبائی وطن گوپال گنج میں عمل میں آئی۔

حضرت مولانا خورشید احمد نظامی جھابوا

حضرت علامہ مولانا خورشید احمد نظامی ایک سنجیدہ عالم دین، بہترین خطیب قوم و ملت کا درد رکھنے والے ایک بہترین قائد اور حاذق طبیب بھی تھے، حضور خطیب البراہین سے آپ کو شاگردیت کا شرف حاصل ہے اور آپ حضرت کے مرید بھی ہیں، آپ حضور خطیب البراہین سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، آپ کی پیدائش مقام و پوسٹ کھجوری سنت کبیر نگر میں ہوئی آپ کی تاریخ پیدائش ۲۸ فروری ۱۹۶۶ ہے۔

آپ نے ابتدائی درجے کی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد

بدھیانی خلیل آباد سنت کبیر نگر کے مدرسے میں ابتدائی فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا میں آپ نے داخلہ لیا اور وہیں سے آپ نے ۸/ اپریل ۱۹۸۷ء کو فضیلت کی سند حاصل کی، اسی ادارے میں آپ کو حضور خطیب البراہین سے شاگردیت کا شرف حاصل ہوا، فراغت کے بعد آپ نے گجرات کی راجدھانی احمد آباد کا سید ھارخ کیا، احمد آباد سے ملحق ایک دیہات کا ٹھوواڑا جو آج شہر بن چکا ہے، وہاں پر آپ نے امامت و خطابت کا آغاز کیا چند سالوں بعد آپ شہر احمد آباد آگئے اور جوہاپورا کی ایک مسجد میں امامت و خطابت کی خدمت انجام دینے لگے، اس کے بعد آپ مدھیہ پردیش کے ضلع جھابوا میں آگئے اور شہر جھابوا کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے منصب کو سنبھال لیا، کچھ دنوں بعد ایک مدرسہ کا قیام بھی عمل میں آیا، اس مدرسے کے صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے، انہی ایام میں حضور خطیب البراہین کی آمد اس شہر میں ہوئی اور آپ حضرت کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، اس کے بعد آپ نے اس علاقے میں سلسلے نظامیہ کے فروغ کے لیے جی توڑ محنت کی اور پڑوسی ضلع علی راجپور میں بھی حضرت کا دورہ کروایا اور پورے علاقے کو نظامی سلسلے میں جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔

راقم الحروف نے ملک کے اندر مختلف جگہوں پر حضور خطیب البراہین کے ساتھ پروگرام میں شرکت کی، بہت ساری جگہوں پر لوگوں نے حضرت کا استقبال کیا مگر جھابوا کی سرزمین پر حضرت کے استقبال کا الگ ہی منظر دیکھا، گجرات کے بارڈر پر کاریں، موٹر سائیکلیں ٹیمپو، ٹرک سینکڑوں کی تعداد میں اہل جھابوا لے کر موجود تھے اور وہیں سے جھابوا تک ایک کارواں کی شکل میں آئے، میں نے حضرت علامہ خورشید احمد نظامی سے پوچھا حضرت گاڑیاں تو بہت زیادہ ہیں، انہوں نے کہا آج پورے شہر میں مسلمانوں کے پاس جتنی بھی گاڑیاں تھیں، سب مسلم نوجوان لے کر باہر آگئے ہیں اور استقبال میں شامل ہوئے ہیں، یہ استقبال گزشتہ کئی سالوں سے ہوتا آیا ہے، حضرت

علامہ خورشید احمد اس علاقے میں سب سے با اثر عالم دین تھے، مذہبی معاملات میں آپ کا فیصلہ پورے علاقے کے لوگ تسلیم کرتے تھے، سیاست پر گہری پکڑ تھی، کسی بھی پارٹی کا لیڈر ہو، آپ کے گھر خود چل کر آتا تھا آپ نے اس علاقے میں فروغ سنیت اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا، آپ کو شہزادہ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ قادری سے سلسلہ قادریہ رضویہ برکاتیہ نظامیہ کی اجازت و خلافت حاصل ہے اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ سے بھی اشرفی سلسلے کی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ سیکنڈ کرونا کی لہر میں آپ کرونا سے متاثر ہوئے اور اس بیماری کی تاب نہ لاکر جان بحق ہو گئے۔

حضرت مولانا حیدر علی اشرفی مصباحی

حضرت مولانا حیدر علی اشرفی ایک سنجیدہ عالم دین حضور خطیب البراہین کے شاگرد اور معتمد رہے آپ کی پیدائش ۱۱ جولائی ۱۹۵۶ قصبہ امرڈوبھا میں ہوئی آپ نے پرائمری کی تعلیم محلہ کے پرائمری اسکول میں حاصل کی اس کے بعد درجہ اعدادیہ سے درجہ عالمیت تک دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا میں حاصل کی اور یہیں پر آپ کو حضور خطیب البراہین کی شاگردیت کا شرف حاصل ہوا کچھ گھریلو حالات کی بنیاد پر تعلیم کا سلسلہ مقطع کر دیا اور درس و تدریس سے منسلک ہو گئے بعد میں پھر حضرت قاری ظہور صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تحریک پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۸ میں عرس عزیزی کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے مبارک پور سے فراغت کے بعد جامعہ قادریہ اشرفیہ پل کھائیں کپتان گنج بستی اور دارالعلوم اہل سنت نور العلوم ٹنڈواں ضلع بستی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد دارالعلوم اہل سنت رضویہ دساواں و سنت کبیر نگر میں ۸ اگست ۱۹۸۴ میں آپ کی تقرری عمل میں آئی اور ۳۰ جولائی ۲۰۱۵ کو پرنسپل کے عہدے پر رہتے ہوئے آپ ریٹائر ہوئے ریٹائر

ہونے کے بعد بھی آپ کچھ دنوں تک اس ادارے میں اپنی خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لھرولی بازار کے اراکین کی دعوت پر اس ادارے میں تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے فی الوقت اپنے گھر پر ہی رہتے ہیں آپ کے ہزاروں شاگرد ملک و بیرون ملک میں اسلام و سنت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی

حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی موضع در گجوت پوسٹ نندور ضلع سنت کبیر نگر میں ۱۹۶۰ میں پیدا ہوئے آپ کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی اس کے بعد ابتدائی فارسی سے لے کر فضیلت تک تعلیم دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبا میں ہوئی اور سالانہ جلسے میں میں دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے اس کے بعد اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے عزیزی میکدے کی جانب رخ کیا اور مبارک پور کی سرزمین پر واقع الجامعۃالاشرفیہ میں داخلہ لے کر اکتساب علم وفضل کرتے رہے ایک دن آیا کہ ۱۹۷۸ میں عرس حافظ ملت کے موقع پر آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا اور آپ مصباحیت کا تاج سر پر سجا کر گھر واپس آئے۔

فراغت کے بعد تقریباً ایک سال تک دارالعلوم اہل سنت کلیمیہ عزیزالعلوم لہرسن بازار ضلع سنت کبیر نگر میں آپ نے درس و تدریس کی خدمت انجام دی، اس کے بعد ۱۹۸۱ میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں آپ کی تقرری عمل میں ائی اس وقت سے لے کر کے اب تک آپ اس ادارے کی خدمت انجام دیتے رہے آپ کو اجمل العلما حضرت علامہ سید اجمل حسین صاحب قبلہ سے شرف بیت اور خلافت حاصل ہے اور حضور خطیب البراہین کے شاگردیت کا شرف بھی حاصل ہے آپ کے ہزاروں شاگرد ملک کے اندر دین حق کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

حضرت علامہ امام علی رضوی

استاذالعلما نمونہ سلف حضرت علامہ امام علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی حضور خطیب البراہین کے شاگرد اور بارگاہ کے فیض یافتہ سنجیدہ باوقار عالم دین ہزاروں علماومشائخ کے استاذ ہیں۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۲۰ اگست ۱۹۵۹ ہے والد صاحب چونکہ کانپور کے فیکٹری میں ملازمت کرتے تھے، اس لیے آپ کا بچپن کان پور میں گزرا، پرائمری کی تعلیم وہیں کانپور میں ایک صاحب کے مکان میں حاصل کی،۱۹٦۸ میں دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر میں درجہ اعدادیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۷٦ میں دارالعلوم کے سالانہ جلسے میں فضیلت کے تاج زریں سے نوازا گیا آپ کے علمی لیاقت کا اعتراف اہل ادارہ کو تھا، اس لیے درجہ فوقانیہ میں درس تدریس کی خدمت انجام دینے کے لیے تنویر الاسلام میں ۱۹۷۷ میں آپ کی تقرری عمل میں آگئی، آپ اپنی خداداد صلاحیت سے ترقی کے زینے کو طے کرتے رہے پھر انتظامیہ نے آپ کو درجہ عالیہ میں ترقی دے دی نائب عالیہ کے مدرس کے عہدے پر آپ سروس سے ریٹائر ہوئے، ریٹائر ہونے کے بعد اہل ادارہ نے آپ کو شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر رہ کر خدمت کرنے کی التجا کی، جس کو آپ نے قبول کر لیا اور آج دارالعلوم تنویرالاسلام میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائض ہیں آپ کی درس گاہ کے فیض یافتہ علما ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ ۱۹۷۱ میں شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند کے دامن کرم کو تھام کر سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے تھے۔



حضور خطیب البراہین سے مرید علمائے کرام

تاج الاصفیا، حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ کے مریدین میں ہر طبقے کے لوگ ہیں، بالخصوص علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد آپ کے مریدوں میں ہے، بطور نمونہ چند حضرات کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

شہزادہ حبیبِ العلما حضرت علامہ ضیاءالمصطفی نظامی صاحب قبلہ

نبیرہ حضور خطیب البراہین، شہزادۂ حبیب العلما، داماد حجت العلم حضرت علامہ ضیاءالمصطفی نظامی صاحب قبلہ مدظلہ النورانی ایک پابند شرع عالم دین، خلیق وملنسار، درسی اور ادبی صلاحیتوں کے مالک ہیں، آپ کے نوک قلم سے بہت سی ادبی، مذہبی، اصلاحی مضامین اور کتابیں منظر عام پر آئیں، ''پیامی نظامی'' سہ ماہی کے محرک اول اور ایڈیٹر ہیں، اصلاح فکر واعتقاد کی خاطر آپ نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی پیدائش ایک ولی کامل، عابد شب زندہ دار، حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ کے آنگن میں ہوئی، آپ کی ولادت کی خوشی میں حضور خطیب البراہین نے لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی تھی، آپ حضور حبیب العلما حضرت علامہ شاہ صوفی مفتی محمد حبیب الرحمٰن رضوی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نظامیہ کی اولاد نرینہ میں پہلی اولاد ہیں، حضور حبیب العلما نے آپ کا نام ضیاءالمصطفی رکھا تاکہ فیضان مصطفی کی برکتیں عمر بھر ملتی رہیں، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳؍اپریل ۱۹۸۴ء ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ اگیا شریف میں ہوئی، پرائمری کی تکمیل کے بعد مدرسہ احسن البرکات، پرسا شیخ میں چند ماہ درجہ اعدادیہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر میں

آپ نے درجہ اعدادیہ واولی کی تکمیل کی، ۱۹۹۸ء میں جامعہ امجدیہ رضویہ میں درجہ ثانیہ میں داخلہ لیا اور اساتذہ امجدیہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے، امجدی فیضان آپ پر جھوم کر برسا اور ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات کی شب میں علما مشائخ کے ہاتھوں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد آپ کے اندر مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا، اس لیے عربی ادب کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں پر دو سال تک علم حاصل کرتے رہے، اسی درمیان آپ نے الگ سے کمپیوٹر کی بھی تعلیم حاصل کی، جب کہ اس زمانے میں اس علاقے میں علماے کرام میں کم ہی لوگ کمپیوٹر سے آشنا تھے۔

جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، دہلی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۲۰۰۴ء کے اخیر میں شعبان المعظم کی چھٹی میں اپنے وطن مالوف اگیا واپس آئے، دل کے اندر کچھ کر گزرنے کا جذبہ تھا، اس لیے آپ نے اس کا آغاز ایک رسالہ سے کیا اور ۲۰۰۵ء کے شروع میں آپ نے پہلا رسالہ بنام سہ ماہی پیام نظامی اپنی ادارت میں نکالنے کے لیے ٹھان لیا، خود ٹائپ کیا، خود اس کی کاپی لے کر دہلی پہنچ گئے اور اسے چھپوایا، رمضان المبارک کے شروع میں اسے لے کر نظامی مارکیٹ لہرولی بازار میں پہنچے اور رسالے کا مالی تعاون آپ کے نانا حکیم صاحب نے کیا تھا، اس لیے اس رسالے کے بارے میں حضور حبیب العلما کو بھی خبر نہیں تھی رمضان المبارک کے موقع پر آپ ممبئی میں موجود تھے، علامہ ضیاء المصطفی صاحب نے رسالے کی کچھ کاپیاں اپنے ابا حضور حضرت حبیب العلما کی بارگاہ میں ممبئی بھجوا دیا، حضور حبیب العلما نے رسالہ دیکھا تو پہلے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا بلا مشورے کے اس نے یہ کام کیا ہے، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر بعد میں جب علما و مشائخ نے اس رسالے کی تعریف کی تو آپ خوش ہو گئے۔

درس وتدریس کا آغاز

۲۰۰۵ء کے شوال المکرم میں جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کے ایک حصے کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی اور احباب کی خواہش تھی کہ جامعہ برکاتیہ کے اندر تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہونا چاہیے، اس لیے شوال میں اس کا آغاز کر دیا گیا اور آپ کو اس ادارے کے پرنسپل کے عہدے پر منتخب کیا گیا، آپ نے اس ادارے کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا اور ۲۰۰۷ء میں حفاظ کرام کی درجن بھر ٹیم تیار کرا کر انہیں قوم کے حوالے کر دیا، ۲۰۰۷ء میں پہلے جلسہ دستار بندی نے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین، لہر ولی بازار کی شہرت میں چار چاند لگا دیا۔

۲۰۰۷ء ہی میں آپ نے طالبان علوم نبویہ کے ہاتھوں میں قلم وقرطاس کا مضبوط ہتھیار عطا کرنے کے لیے جامعہ کے حضور احسن العلما ہال میں تحریری انعامی مقابلہ رکھا، جس میں قرب و جوار کے مدارس وجامعات کے طلبہ کو دعوت تحریر دیا، جن اداروں کے بچوں نے شرکت کی ان میں سے دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم رضویہ دساواں ،دارالعلوم غوثیہ رضویہ اگیا اور خود جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر کے طلبہ شریک تھے، چوں کہ یہ پروگرام اس علاقے میں اپنے اعتبار سے ایک منفرد پروگرام تھا، اس لیے اس پروگرام کی خوب پذیرائی ہوئی اور طلبہ کے اندر ایک بیداری پیدا ہوگئی اور پھر اس پروگرام کا سلسلہ سال بہ سال چلتا رہا، ان طالبان علوم نبویہ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے ذریعہ لکھے گئے مضامین کو کتابی شکل دے کر ضیائے حبیب کے نام سے شائع کیا گیا اور جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ قادری کے دست مبارک سے اس کا اجرا بھی عمل میں آیا۔

جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کے اندر تعلیم کا آغاز درجہ حفظ سے ہوا

تھا، اس کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا، ذی صلاحیت، متحرک وفعال اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ کی مضبوط قیادت میں چند ہی سالوں کے اندر اس ادارے میں عالمیت تک تعلیم ہونے لگی اور پرائمری و جونیئر کے شعبہ جات بھی بڑھائے گئے، بہرحال آپ کی قیادت میں جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کا تعلیمی اور تعمیری سفر ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہا اور پورے ملک میں اس کی ہر جانب شہرت ہوگئی۔

الجامعۃ النظامیہ شکرولی میں آپ کی آمد

ہندو نیپال بارڈر پر واقع سنولی بازار کے بغل میں ایک موضع شکرولی ہے، جہاں پر مریدین خطیب البراہین نے اپنے مرشد کے نام پر ایک دینی ادارہ قائم کیا اور اس کا سربراہ اعلیٰ حبیبِ العلما حضرت علامہ صوفی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو بنایا تھا، یہ ادارہ گورنمنٹ سے ملحق ہے، یہاں درجہ عالیہ میں ایک جگہ خالی ہوئی، اہل ادارہ کو کسی ذی صلاحیت استاد کی ضرورت تھی، کچھ مخلص مریدوں کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی، آپ سے ادارے کی خدمت کرنے کی درخواست کی، انھوں نے کہا کہ آپ آجائیں دادا حضور کا چمن ہے، آپ رہیں گے تو دادا حضور کی نشانی بھی موجود رہے گی اور چمن حضور خطیب البراہین کی آبیاری بھی ہوتی رہے گی، چنانچہ آپ نے ان کی درخواست قبول کی اور باضابطہ طور سے الجامعۃ النظامیہ شکرولی سنولی بازار کے درجۂ عالیہ کے استاد ہوگئے، فی الوقت آپ اس ادارے میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ادبی خدمات

ایک بہترین مدرس کے ساتھ ساتھ آپ عمدہ ادیب بھی ہیں، تقریبًا ۱۵ سال تک آپ کی ادارت میں ''پیام نظامی'' سہ ماہی رسالہ نکلتا رہا، جس میں آپ نے مختلف موضوعات پر مضامین لکھے، بطور نمونہ ایک مضمون کا اقتباس حاضر خدمت ہے، آپ

مسلمانوں کی پسماندگی کے بارے میں ایک مضمون میں یوں رقم طراز ہیں:

جب ہم امت مسلمہ کی حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ امت اپنی تاریخ میں نازک ترین دور سے گزر رہی ہے، جس کی وجہ سے وہ مایوسی، پژمردگی، شکست خوردگی اور ذہنی انتشار کی شکار ہے، اس قوم کی تمام تر پریشانیوں کا علاج تعلیم ہی کے ذریعہ ممکن ہے، تعلیم ہی کے بدولت امت مسلمہ اپنے مسائل کو حل کر سکتی ہے۔ (پیام نظامی سہ ماہی اپریل تا جون ۲۰۱۱ء)

مذکورہ بالا عبارت سے آپ حضرت ضیاے ملت کی تحریری صلاحیتوں اور ان کی فکر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

تصنیفات

آپ نے دو کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، ایک کا نام ''حج وزیارت'' اور دوسرے کا نام ''حجۃ العلم کا علمی مقام'' ہے۔

تذکرہ انبیاے کرام

''پیام نظامی'' سہ ماہی میں تذکرہ انبیاے کرام کے عنوان سے ایک مستقل کالم تھا، جس میں حضرت حجۃ العلم حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ علیہ الرحمہ عمر کے اخیر حصے تک لکھتے رہے، حضرت کے پردہ فرمانے کے بعد ''پیام نظامی'' سہ ماہی کے اس کالم میں حضرت ضیاے ملت حضرت مولانا ضیاء المصطفی صاحب قبلہ نظامی مسلسل لکھتے رہے اور الحمد للہ! قاری، حضور حجۃ العلم کے بعد اس عنوان پر کوئی کمی محسوس نہیں کرتا تھا۔

خدمت خلق

خدمت خلق ایک عظیم عبادت ہے، جسے انسان کو اپنی حیثیت کے اعتبار سے کرنی چاہیے، لاک ڈاؤن ہندوستان میں کرونا کے زمانے میں اہل ہند نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا، اچانک لاک ڈاؤن لگنے سے بہت سے لوگوں کو فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا مگر اس

ماحول میں بھی کچھ صاحب ثروت لوگوں نے ان پریشان حال لوگوں کی مدد کی بلکہ لوگ خود مدد حاصل کرنے کے لیے دست سوال دراز کر لیتے، اس وقت ملک کے پرائیویٹ مدارس میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینے والے اساتذہ کے حالات سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھے، ایسے وقت میں آپ نے ان پرائیویٹ مدرسین، مساجد کے ائمہ کی جانب توجہ کی اور ۷۲ رنفوس قدسیہ کی نسبت سے ۷۲ء علماے کرام کو اپنی بساط کے مطابق مالی مدد فرمائی، جس کی طرف اور لوگوں کی نظر نہیں تھی پھر آپ کی امداد کے بعد کچھ لوگوں کے اندر حرکت پیدا ہوئی اور علماے کرام کی جانب متوجہ ہوئے اور ان کی امداد کی۔

اجازت وخلافت

آپ کو حبیب العلما، شیخ طریقت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ نظامیہ اگیا شریف اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ النورانی سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

بیعت

آپ کو اپنے دادا حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

حج وزیارت

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کے علاوہ آقاے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی، اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ کی بھی آپ نے زیارت فرمائی۔

عرس نظامی کے موقع پہ لاکھوں کی تعداد میں آئے ہوئے علما و مشائخ اور زائرین کی خدمت کرتے ہیں، پروردگار عالم آپ کو عمر خضر عطا فرمائے اور فیضان نظامی سے مالا

مال فرمائے۔آمین ثم آمین بحرمة سيد الانام.

مولانا امجد علی نظامی

حضرت مولانا امجد علی نظامی بن شفاعت علی ایک ذی صلاحیت مدرس ، عمدہ خطیب اوراچھے قلمکار ہیں ،آپ سنہ ۱۹۹۰ء میں حضور خطیب البراہین کے دامن سے وابستہ ہوئے، حضور خطیب البراہین کا ان پر ایک خاص کرم یہ بھی ہے کہ حضرت نے انھیں دلائل الخیرات کی اجازت بھی عطافرمائی ہے۔

مولانا امجد علی ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۷۹ء میں موضع کھجوریا نندابھار ضلع مہراج گنج میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے ادارے مدرسہ عربیہ اہل سنت بحرالعلوم کھجوریا میں حاصل کی، ۱۹۸۹ء میں مہراج گنج کی عظیم درس گاہ جامعہ رضویہ سول لائن مہراج گنج میں درجہ اعدادیہ میں داخلہ لیا، اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ سراج العلوم برگدہی مہراج گنج، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ،دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں بھی تعلیم حاصل کی، پھر ۱۹۹۴ء میں دارالعلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد سلطان پور سے آپ کو سنہ ۱۹۹۸ میں علم وفضل کے تاج زریں سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم اہل سنت نظامیہ فتح العلوم رام پور بلڈیہا مہراج گنج سے درس وتدریس کا آغاز کیا، اس کے بعد کچھ دن اپنے گاؤں کے مدرسے کے مدرس رہے، پھر ۲۰۰۳ء کو حضرت علامہ معین الدین صاحب قبلہ کی دعوت پر جامعہ رضویہ نورالعلوم سول لائن مہراج گنج میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، اس وقت سے لے کر اب تک جامعہ کے طلبہ کو اپنے علمی پنگھٹ سے سیراب کر رہے ہیں، اور جامعہ میں آئے ہوئے فتووں کا جواب بھی لکھتے ہیں۔

آپ ایک عمدہ خطیب بھی ہیں ، قرآن واحادیث سے مبرہن آپ کی تقریر ہوتی ہے، آپ کے نوک قلم سے ابھی تک سات کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ، وہ یہ ہیں معارف خطیب البراہین، عقیدہ علم غیب،شگفتہ تقریریں ، کیا یزید جنتی ہے، گناہوں

کا انجام اور توبہ کی فضیلت۔

بہر حال مرید ہونے کے بعد سے اب تک ایک سچے مرید کی طرح حضور خطیب البراہین سے دلی عقیدت رکھتے ہیں۔ (ماخوذ از معارف حضور خطیب البراہین)

نبیرۂ خطیب البراہین حافظ محمد سعد نظامی صاحب

نبیرۂ خطیب البراہین حضرت حافظ محمد سعید نظامی صاحب حضور خطیب البراہین کے نواسے، چہیتے مرید اور ایک کامیاب تاجر ہیں۔

آپ کی پیدائش یکم اگست ۱۹۸۱ء موضع حسنی پوسٹ بانس کھور ضلع بستی یوپی میں ہوئی، بچپن میں اکثر وقت آپ کا ننیہال اگیا سنت کبیر نگر میں گزرا، پرائمری کی تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے ۱۹۹۷ء میں دارالعلوم اہل سنت دساواں کبیر نگر میں داخلہ لیا، درجہ پرائمری کی تکمیل کے بعد حفظ قرآن کا آغاز کر دیا کچھ دنوں کے بعد آپ نے دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں داخلہ لیا اور حفظ قرآن کی تعلیم جاری رکھی، ۱۹۹۲ء میں دارالعلوم اہل سنت یتیم خانہ صفویہ قصبہ کرنیل گنج ضلع گونڈہ میں داخلہ لیا اور مکمل دو سال تک وہاں کے اساتذہ سے کسب علم کرتے رہے، ۱۹۹۵ء میں دارالعلوم اہل سنت یتیم خانہ صفویہ کے سالانہ جلسے میں آپ کو حفظ کی دستار سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد کسب معاش کے لیے آپ نے بمبئی کا رخ کیا اور تجارت میں لگ گئے، اس کے باوجود بھی اپنا مذہبی تشخص برقرار رکھا اور مارکیٹ میں لوگ حافظ صاحب ہی کے نام سے جانتے ہیں، حضور خطیب البراہین کا آپ پر خاص کرم رہا ہے۔

۲۰۱۷ء جب حضور خطیب البراہین، حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے تو اولاد غوث اعظم حضرت علامہ سید شیخ محمد نجیب عبد الباقی قادری صاحب قبلہ نے ۱۱ / ربیع الثانی ۱۴۳۷ ہجری کی شب میں آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی، ذالك فضل الله يعطيه من

یشاءُ۔

حضرت حافظ صاحب اگرچہ تجارت کے میدان میں رہے مگر دینی خدمات کا جذبہ ہمیشہ رہا، دارالعلوم غوثیہ نظامیہ حسنی بستی کے تعاون اور تعارف کے لیے ہمیشہ کام کرتے رہے، فی الوقت اس ادارے کی نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی استاذ و مفتی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حضرت علامہ کمال احمد علیمی نظامی ایک نامور ادیب، ممتاز مدرس، باریک بیں مفتی، مشہور زمانہ خطیب، درجنوں کتابوں کے مصنف اور خدمت خلق کا جذبہ رکھنے والے خلیق اور ملنسار شخص ہیں، حضور خطیب البراہین کی عبادت و ریاضت سے متاثر ہو کر طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے تھے۔

آپ کی ولادت موضع رام نگر ضلع بلرام پور میں ۱۰ر فروری ۱۹۸۵ کو ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام شاہ محمد خان ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم ہدایت الاسلام بمھیاں ،بلرام پور میں حاصل کی اور ۲۰۰۱ میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۸ء میں آپ کو فضیلت کے تاج زریں سے نوازا گیا، عہد طالب علمی میں آپ نے علیمیہ میں چار مرتبہ امتیازی پوزیشن حاصل کی اور آپ کو علیمی ایوارڈ سے نوازا گیا، فراغت کے بعد سے تادم تحریر آپ اپنے مادر علمی ہی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ ایک سیال قلم کے مالک ہیں اور اس کم عمری میں دو درجن سے زائد کتابیں آپ کے نوک قلم سے منظر شہود پر آچکی ہیں، جن میں تحریک استشراق، امام احمد رضا اور اسرائیلی روایات، نکاح سیدہ عائشہ صدیقہ، مسائل سود، تحائف اشرفی، تجلیات تاج الشریعہ، شرح ہدایۃ النحو، حیات شیخ القرآن وغیرہ قابل ذکر ہیں، اس کے علاوہ معارف قیامی، جہان شمس العلما، مقالات شیخ القرآن، حیات شیخ القرآن علامہ کمال کے کمال کا

نتیجہ ہے۔ آپ کے علمی وادبی و فلاحی خدمات کو سراہتے ہوتے بہت سے اداروں نے آپ کی خدمت میں سپاس نامے اور ایوارڈ پیش کیے ہیں۔ آپ عصر حاضر کے ایک مقبول خطیب ہیں، چاہے وہ عوام الناس ہوں یا علما کی جماعت ہر حلقہ میں آپ کے خطاب کو پسند کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام سید علی نظامی علیمی استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور

حضرت مولانا غلام سید علیمی نظامی صاحب ایک ذی صلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ مضبوط قلم کے مالک ہیں، عربی، فارسی، اردو کے علاوہ ہندی انگریزی زبان پر بھی مضبوط گرفت رکھتے ہیں، آپ ۲۰۰۴ء میں حضور خطیب البراہین کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔

آپ کی ولادت موضع پوکھرنی بستی میں ۱۵ / جولائی ۱۹۸۹ء میں ہوئی، گاؤں کے پرائمری اسکول سے تعلیم کا آغاز کیا اور مکتب اسلامیہ نور الاسلام نگر بازار میں پرائمری کی تعلیم مکمل کی، اس کے بعد دارالعلوم محمدیہ اہل سنت فیض غوثیہ ہیراگل میں درجہ اعدادیہ اور اولی کی تعلیم حاصل کرتے رہے، ۲۰۰۲ء میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں درجہ ثانیہ میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۸ء تک علیمی چمن کے گل بوٹوں سے اپنے خالی دامن کو بھرتے رہے اور علیمی پن گھٹ سے اپنی تشنگی کو بجھاتے رہے، ۲۰۰۸ء میں ادارے کے سالانہ جلسے میں آپ کو علیمی تاج سے سرفراز کیا گیا، فراغت کے بعد بھی آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا سلسلہ جاری رکھا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۲۰۱۱ء میں بی اے مکمل کیا اس کے بعد مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔

آپ نے درد و تدریس کا آغاز دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی سے کیا اور تقریباً چار سال تک دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد نور جہاں عبدالمصطفیٰ انٹر کالج بیدی پور، بستی میں تین سال تک سال بحیثیت پرنسپل

خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ کے نوک قلم سے اردو، عربی، ہندی، انگریزی زبانوں میں پچاس سے زائد تحقیقی مقالے منظر عام پر آئے اور مقبول ہوئے۔ درجن بھر کتابوں پر آپ کے وقیع مقدمے قابل مطالعہ ہیں۔ آپ نے الحق المبین في رد من تلاعب بالدین کا ہندی ترجمہ کیا جو متحدہ عرب امارات سے سے شائع ہوئی، یوں ہی حضرت علامہ شیخ القرآن کی کتاب مسائل سود کا ہندی ترجمہ کیا جو منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ پیام حرم، اور پیام رضا کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں اور سال نامہ ”ندائے مدینہ“(دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور) کے ایڈیٹر ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا سید علی نظامی کچھی پور

حضرت مولانا سید علی نظامی بن صادق علی مرحوم پرنسپل جامعہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو کچھی پور ضلع مہراج گنج حضور خطیب البراہین کے مرید و شاگرد ہیں، انھوں نے تنویر الاسلام میں آپ سے درس حاصل کیا، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳؍ اپریل ۱۹۷۵ ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد پرائمری اور درجہ مولوی کی تعلیم دارالعلوم غوثیہ کھٹوتیا نیپال میں حاصل کی، ۱۹۹۷ء میں دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درجہ رابعہ میں داخلہ لیا اور وہاں پر درجہ سابعہ تک تعلیم حاصل کی، ۱۹۹۰ میں دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۱ء میں عرس شعیب الاولیا کے مبارک موقع پر آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد درس و تدریس کا آغاز مدرسہ کھٹوتیا سے کیا، اس کے بعد ہتھیہواں چمن گنج ٹولہ، وغیرہ میں چار سال تک تعلیم دیتے رہے، ۱۹۹۵ء میں جامعہ عربیہ سعید العلوم کچھی پور میں درجہ فوقانیہ میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، پھر اچھی

کارکردگی کی بنیاد پر درجہ عالیہ میں ترقی پائے، اس کے بعد ۲۰۰۶ء میں آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے، فی الوقت بحیثیت پرنسپل اس ادارے کی خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کے شاگردوں میں سیکڑوں کی تعداد علما و حفاظ کی ہے، جو انڈو نیپال میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے پچھمی پور کے گرد و نواح میں چار ادارے قائم کیے جہاں سیکڑوں طلبہ و طالبات کسب علم کر رہے ہیں، علاقے کے دیگر مدارس کے لیے آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے، آپ کی خدمات کو دیکھ کر ٹیچرس ایسوشین مدارس عربیہ نے آپ کو ضلع مہراج گنج کا جنرل سکریٹری بنایا۔ جامعہ کاملیہ اہل سنت مفتاح العلوم کولہوئی بازار نے آپ کو کاملی ایوارڈ جب کہ دارالعلوم امام احمد رضا بندیشر پور سدھارتھ نگر نے امام احمد رضا ایوارڈ سے نوازا، اور حضرت سید احمد اشرف صاحب قبلہ نے آپ کو سلسلۂ اشرفیہ کی اجازت و خلافت بھی عطا کی۔

حضرت مولانا شکیل اختر نظامی کھڈا کشی نگر

حضرت مولانا شکیل اختر نظامی استاذ مدرسہ اشرفیہ اہل سنت انوار العلوم، راجہ بازار کھڈا کشی نگر، ایک متحرک و فعال، ذی صلاحیت عالم دین اور مقبول انام خطیب بھی ہیں۔

آپ کی ولادت ۵/ جنوری ۱۹۸۵ء بھرواں باگاپار ضلع مہراج گنج میں ہوئی، پرائمری کی تعلیم گاؤں کے مدرسے میں ہوئی، درجہ اعدادیہ اور اولیٰ کی تعلیم جامعہ رضویہ سول لائن مہراج گنج میں ہوئی، اس کے بعد جامعہ غازیہ سید العلوم بہرائچ شریف میں داخلہ لیا اور وہیں فضیلت کی دستار و سند حاصل کی۔

۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۰ء تک مہاراشٹر کے گڑچرول کے غوثیہ جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے، پھر ۲۰۱۱ء میں مدرسہ اشرفیہ اہل سنت انوار العلوم کھڈا کشی نگر میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، تا حال وہیں پر آپ درس و تدریس اور علاقہ میں دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ کو خلیفہ ٔبدر ملت، شاگرد حضور حافظ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ قاری ڈاکٹر حسام الدین علیہ الرحمہ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت مولانا غیاث الدین نظامی مصباحی

حضرت غیاث الدین عارف مصباحی ایک ذی صلاحیت مدرس اور بہترین ادیب، متعدّد کتابوں کے مصنف، بہترین شاعر و خطیب، اور مدرسہ عربیہ اہل سنت سعید العلوم لچھمی پور کے استاذ ہیں۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰؍ فروری ۱۹۸۰ء ہے۔

آپ نے روہنی گاؤں پالیکا وارڈ نمبر:۱، چَین پور کے مدرسہ غوثیہ نورالعلوم میں پرائمری تعلیم کی تکمیل کے بعد پڑوسی ملک نیپال کی قدیم دینی درس گاہ دارالعلوم غوثیہ اہل سنت نورالعلوم کھٹو تیا بھیرہوا روپندیہی میں درجہ اعدادیہ میں داخلہ لیا اور درجہ ثالثہ تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ضلع مہراج گنج کی عظیم درس گاہ دارالعلوم عزیزیہ مظہرالعلوم نچلول بازار میں درجہ رابعہ اور خامسہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ازہرِ ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں درجہ سادسہ میں داخلہ لیا، اور ۲۰۰۰ء میں فضیلت کی سند و دستار سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم فیض الرسول نوڈ ہواں سکھوانی مہراج گنج سے درس و تدریس کا آغاز کیا، اور ۲۰۰۳ء تک آپ اس ادارے کی خدمت کرتے رہے۔ ۲۰۰۳ء میں مدرسہ عربیہ سعید العلوم، لچھمی پور میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، اس وقت سے لے کر تا حال طالبان علوم نبویہ کو اپنے علمی پنگھٹ سے سیراب کر رہے ہیں۔

آپ نے ۱۹۹۵ء میں حضور خطیب البراہین کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر نظامی فیضان آپ پر کچھ اس قدر ہوا کہ آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا گیا، مورخہ ۷؍ مارچ ۲۰۱۷ء کو نیپال میں کھجوریا کے جلسے میں شہزادۂ خطیب البراہین حبیب العلما نے آپ کو سلسلۂ نظامیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی، اس کے

بعد ۱۰؍ نومبر ۲۰۱۸ء میں حضرت علامہ سید محمد اشرف کچھوچھوی نے بھی آپ کو سلسلۂ اشرفیہ کی خلافت سے نوازا۔

آپ ایک سیال قلم کے مالک ہیں، نثر و نظم میں درجن بھر سے زائد کتابیں آپ کے نوک قلم سے منظر شہود پر آچکی ہیں، جس میں حیات خطیب البراہین، میلاد النبی کی فضیلت، گلستان ریاض، ترجمہ کلام نوری، نغمات عارف، خوشبوے حسان، تم بہترین امت ہو، آنسوُں کی قیمت، اور بیسک انگلش بک قابل ذکر ہیں۔

آپ کے علمی ادبی، سماجی خدمات کو سراہتے ہوئے دار العلوم امام احمد رضا بندیشر پور سدھارتھ نگر نے امام احمد رضا ایوارڈ، جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم کولھوئی بازار نے کاملی ایوارڈ، خانقاہ برکاتیہ عزیزیہ نے حافظ ملت ایوارڈ اور دار العلوم فیضان اہل بیت ضلع نَول پراسی نیپال نے امیر القلم ایوارڈ آپ کی خدمت میں پیش کیا، ذالك فضل الله يعطيه من يشاء۔

حضرت مفتی صادق مصباحی استاذ سعید العلوم لچھمی پور۔

حضرت مفتی صادق مصباحی ایک سنجیدہ ذی صلاحیت عالم دین، فقہ وافتا کی باریک گتھیوں کو سلجھانے والے مفتی، بہترین ادیب و مصنف ہیں، الجامعہ الاشرفیہ کے فقہی سیمیناروں میں شرکت کرتے ہیں اور اپنے مقالے پیش کرتے ہیں، اساتذۂ اشرفیہ کے معتمد ہیں، اور مدرسہ سعید العلوم کے درجہ عالیہ کے مدرس ہیں، ادارے کا دار الافتا آپ ہی کے سپرد ہے، آپ ۱۴۲۱ھ میں حضور خطیب البراہین کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ کی پیدائش ۲؍ جنوری ۱۹۸۱ء میں مقام وپوسٹ پرسونی بازار ضلع مہراج گنج میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے ادارہ دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم میں ہوئی ہے، آپ نے ۱۹۹۳ء میں جامعہ معینیہ موہنا پور ڈھالہ مہراج گنج میں درجہ اعدادیہ میں داخلہ لیا اور دو سال تک مکمل عرق ریزی کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے، اس کے بعد

۱۹۹۵ء میں جامع امجدیہ گھوسی مئو میں داخلہ لیا اور درجہ ثانیہ اور ثالثہ کی تعلیم مکمل کی ،اس کے بعد درجہ رابعہ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا، اور ۲۰۰۱ء میں فضیلت کی سند حاصل کی، اس کے بعد جامعہ اشرفیہ ہی سے تخصص فی الفقہ کیا اور ۲۰۰۳ء میں آپ کو مفتی کی دستار سے نوازا گیا، اس کے بعد ۲۰۰۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں عربی سال اول میں داخلہ لیا۔

۲۰۰۴ء میں مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈ پو پچھمی پور مہراج گنج میں درجۂ عالیہ کے مدرس اور مفتی کے عہدہ پر آپ کی تقرری عمل میں آئی، تا حال آپ اس ادارے میں درس و تدریس اور افتا کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف اور ترجمہ نگاری میں آپ کامل دسترس رکھتے ہیں ، آپ کے نوک قلم سے ابھی تک درجنوں تحقیقی مضامین اور کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جس میں "گمراہ کن نظریات کی تردید دلائل کی روشنی میں ، بہار شریعت اور مسائل صحیحہ رجیحہ منقحہ ، انتصار الحق، الفقہ الحنفی والعمل بالحدیث، تصوف ضرورت واہمیت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب رضا نظامی فیضی گورکھپوری

حضرت مولانا مفتی شعیب رضا فیضی نظامی ذی صلاحیت عالم دین، بہترین ادیب، عمدہ خطیب و مصنف اور مفتی ہیں، آپ کی پیدائش گولہ بازار ضلع گورکھپور یوپی میں ۴؍ مئی ۱۹۹۷ء میں ہوئی، آپ خطیب البراہین کے مرید ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ رضویہ اہل سنت گولا بازار گورکھپور سے حاصل کی، اس کے بعد دار العلوم امام احمد رضا بندیشر پور سدھارتھ نگر، دار لعلوم بدر العلوم گھوسی مئو، جامعہ عربیہ اہل سنت بحر العلوم بدھیانی سنت کبیر نگر میں مسلسل اکتساب علم کرتے رہے ، اخیر میں دار لعلوم فیض الرسول براؤں سدھارتھ نگر سے آپ نے ۲۲؍ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ میں سند فضیلت حاصل کی، اس کے بعد تقریباً دو سال تک فیض الرسول

کے دارالافتامیں افتا کی مشق کرتے رہے۔

آپ نے درس وتدریس کا آغاز دارالعلوم امام احمد رضا بندیشر پور سے کیا، وہاں آپ درجۂ عالیہ کے استاذ و مفتی کی حیثیت سے اپنی خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد جامعہ رضویہ ضیاءُالاسلام موضع پرساں لکرہی گولا ضلع گورکھپور میں بحیثیت صدر مدرس ایک سال تک اپنی خدمات انجام دیتے رہے، گزشتہ دو سالوں سے اپنے آبائی وطن مدرسہ جامعہ رضویہ اہل سنت قصبہ گولا بازار میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے ابھی تک مختلف موضوعات پر درجنوں مضامین تحریر کیے ہیں جو مختلف رسالوں اور اخبارات کی زینت بن چکے ہیں ، اس کے علاوہ آپ نے متعدّد کتابیں تصنیف کیں ،جن میں فیض النحو اول دوم ، تفہیمات نظامی، سیدنا اویس قرنی تعارف وتحقیق قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت مولانا قاری جمیل احمد نظامی حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ

حضرت مولانا قاری جمیل احمد نظامی موضع بگھواں پوسٹ ڈومریا گنج ضلع سدھارتھ نگر ایک عالم دین، خوش گلو قاری،اور بہترین خطیب ہیں،۱۹۸۸ء میں آپ حضور خطیب البراہین کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے ،آپ کی تاریخ پیدائش ۲؍ جنوری۱۹۷۶ء ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا میں داخلہ لیا،اور درجہ رابعہ تک تعلیم حاصل کی،اس کے بعد چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف میں داخلہ لیااور وہیں سے فضلیت کی دستار وسند حاصل کی، اس کے بعد آپ لکھنؤمیں مشہور زمانہ قاری حضرت قاری احمد ضیاء علیہ الرحمہ سے علم قرات کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۳ء میں قرات کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ مدرسہ حنفیہ ضیاء القران میں درس وتدریس کی خدمات انجام دینے لگے جو تا حال جاری ہے۔

آپ لکھنؤ میں جواہر بھون کی رضا جامع مسجد کے خطیب وامام ایک زمانے سے ہیں ، آپ مدارس عربیہ کی تنظیم کے لکھنؤ یونٹ کے صدر ہیں ، آپ نے رفاہ مسلم کے لیے سنی مسلم کونسل اتر پردیش قائم کیا، جس کے آپ صدر بھی ہیں ، آپ نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام ''تحفۂ رمضان'' ہے۔

حضرت مولانا محمد علی نظامی بستوی

حضرت مولانا محمد علی نظامی بستوی متحرک و فعال عالم دین اور بہترین خطیب اور حضور خطیب البراہین کے مرید ہیں۔

آپ ۲۳/ مارچ ۱۹۹۹ء میں اپنے آبائی گاؤں میں ایک جلسے میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہوئے، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱/ ستمبر ۱۹۷۸ء ہے۔

آپ نے پرائمری کی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی اس کے بعد اعدادیہ اور اولیٰ کی تعلیم دارالعلوم اہل سنت نور العلوم ٹنڈوا ضلع سدھارتھ نگر میں حاصل کی ، اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں درجہ ثانیہ میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی میں داخلہ لیا اور عالمیت کی تعلیم مکمل کی ، عالمیت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضور خطیب البراہین کی بارگاہ میں تین ماہ تک رہ کر درس بخاری لیتے رہے، اس کے بعد دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف میں داخلہ لیا اور وہاں فضیلت کی تعلیم مکمل کی، ۱۹۹۹ء میں آپ کو سند و دستار سے نوازا گیا۔

آپ نے مختلف اداروں میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہے، آپ بہترین خطیب ہیں، علامہ غلام محی الدین کے طرز پر خطاب کرتے ہیں۔

حضرت حافظ و قاری غیاث الدین خان نوری پرنسپل جامعۃ الصالحات گرلس کالج مغلہاں بھگیر تھ پور مہراج گنج

حضرت حافظ و قاری غیاث الدین خان ابن الحاج سمیع اللہ خان موضع مغلہاں پوسٹ بھگیر تھ پور تھانہ کولہوئی تحصیل نوتنواں ضلع مہراج گنج میں یکم جنوری ۱۹۷۷ء

میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے ادارہ الجامعۃ البرکاتیہ میں حاصل کی، ابھی آپ نے پرائمری کی تعلیم مکمل ہی کی تھی، اسی درمیان ضلع مہراج گنج کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ صاحب علی فردوسی صاحب آپ کے گھر آئے ہوئے تھے، علامہ موصوف کا آپ کے گھر سے پرانا رشتہ تھا، حضرت قاری صاحب کا خاندان پرانا رئیس تھا، جب علامہ موصوف کی نظر قاری صاحب پر پڑی تو علامہ موصوف نے آپ کے والد الحاج سجیم اللہ خان سے کہا کہ اس لڑکے کو میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں، میری خواہش یہ ہے کہ اس گھر میں ایک حافظ قرآن ہو جائے، والد ماجد نے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا، چنانچہ ۱۹۸۹ء میں آپ نے دار لعلوم اہل سنت اشاعت الاسلام پرتاول ضلع مہراج گنج میں شعبہ حفظ میں داخلہ لیا اور حضرت قاری فرقان علی مصباحی کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

آپ نے تین سال کی مختصر سی مدت میں ناظرہ وحفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ اور ۱۹۹۲ء میں دارالعلوم کے سالانہ جلسے میں علما ومشائخ کے ہاتھوں آپ کے سر پر حفظ قرآن کا تاج زریں رکھا گیا، اس کے بعد قرات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم معراج العلوم دیوریا بدھوخان میں داخلہ لیا۔ وہاں پر آپ نے قرات اور درجہ مولوی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

حفظ وقرات اور درجۂ مولوی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علاقہ کی مرکزی درس گاہ جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم کولہوئی بازار میں شعبۂ حفظ میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور تقریباً دو سال تک کاملیہ میں خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر صوبہ بہار کے سیوان ضلع کے مشہور قصبہ جامو بازار کے قریب سلطان پور گاؤں میں تقریباً ایک سال تک جامع مسجد کی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ چوں کہ یہ جگہ وطن مالوف سے بہت دور تھی اس لیے علاقے ہی میں قصبہ برجمن گنج میں مدرسہ غوث العلوم میں درس وتدریس کی خدمت انجام دینے لگے۔ اور قصبہ کی جامع مسجد میں

امامت بھی کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۲۰۰۵ء تک جاری رہا، آپ کی درس گاہ سے فیض یافتہ طلبہ جامعہ کاملیہ کی پہلی فصل بہار کے طور پر ۱۹۹۹ء میں فارغ ہوئے۔ پروردگار عالم نے آپ کو انتظامی صلاحیتوں سے بھرپور نوازا ہے، آپ کی حسن کارکردگی اور انتظامی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے جامعہ کاملیہ کے ارباب حل و عقد نے ادارے کی مکمل باغ ڈور آپ کے ہاتھوں میں سونپ دی۔ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۸ تک آپ کاملیہ میں صدرالمدرسین کے عہدے پر فائز رہے، آپ کے عہد صدارت میں جامعہ نے تعمیری و تعلیمی میدان میں خوب ترقی کی۔ آپ کے عہد صدارت ۲۰۰۷ء میں پہلی بار جامعہ میں عالمیت کی دستار بندی ہوئی۔ جامعہ کا ترجمان رسالہ "نوائے کامل" سہ ماہی کا اجراء بھی ۲۰۰۷ء میں عمل میں آیا۔ جامعہ میں چلنے والی نرسری، جے کے جونئیر ہائی اسکول تک آپ ہی کی صدارت میں پہونچی، آپ نے رفاہ عامہ کے لیے بھی ٹھوس قدم اٹھایا، علاقے کے غربا و مساکین کی امداد کے لیے قومی فلاہی تنظیم قائم کی۔ اور خود اس کے ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ علاقے میں تبلیغ کے لیے علما کی ایک ٹیم بنائی جو مساجد میں جاجا کر دینی مسائل اور معمولات اہل سنت سے روشناس کراتے رہے۔ ۲۰۰۸ء سے اب تک جامعۃ الصالحات گرلس کالج مغلہاں بھگیر تھ پور کے صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہ کر خدمت دین متین انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تعمیری و تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے جامعہ کاملیہ کی طرف سے آپ کو کاملی ایوارڈ اور سند سے نوازا گیا۔ آپ کو حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد غیاث الدین خان نظامی

حضرت مولانا محمد غیاث الدین خان نظامی ابن محمد اسلام خان مرحوم مقام مولاگنج ضلع مہراج گنج میں ستمبر ۱۹۷۲ء میں پیدا ہوئے، آپ ایک متحرک و فعال عالم دین ہیں، تنظیمی صلاحیت کے مالک اور تعمیری خدمات کی انجام دہی کے جذبہ سے سرشار ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب مولاگنج میں حاصل کی، اس کے بعد

دارالعلوم قادریہ سراج العلوم برگدھی مہاراج گنج میں داخلہ لیااور علم حاصل کرتے رہے پھر ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی میں داخلہ لیااور ۱۹۸۷ء تک یہیں پر تعلیم حاصل کرتے رہے، گھر کی کچھ مجبوریوں اور نامساعد حالات کی بنیاد پر آپ نے اپنے تعلیمی سلسلہ کو منقطع کرلیااور درس وتدریس میں لگ گئے۔

آپ نے سب سے پہلے مدرسہ مفتاح العلوم ہڑکھوڑا مہراج گنج میں ۱۹۸۸ء میں درس وتدریس کا آغاز کیااور تقریباً دوسال تک اس ادارے میں رہ کر اسلام وسنیت کے فروغ کے لیے کام کرتے رہے، پھر ۱۹۹۰ء میں دارالعلوم معین الاسلام چھتونہ میں تشریف لائے اس وقت یہ ادارہ ایک مکتب کی شکل میں تھا، آپ نے اس ادارے کی بہت خدمت کی اور مکتب سے دارالعلوم بنایا، اساتذہ کی ٹیم اکٹھا کی، طالبان علوم نبویہ کی آمد ہوئی، الحمدللہ! آپ کی کاوشوں سے آج یہ ادارہ پورے علاقے کے اندر اپنا ایک علمی مقام رکھتا ہے۔

آپ حضور خطیب البراہین کے مرید ہیں، اس علاقے میں آپ اور حضرت مولانا محمد قاسم برہانی صاحبان نے سلسلہ نظامیہ کے فروغ کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

نور العابدین قادری مصباحی

نام: مولانا نورالعابدین نظامی قادری مصباحی

نسب: نورالعابدین بن معین الدین بن عطاءاللہ بن کودن۔

تاریخ ولادت

آپ کی پیدائش موضع للائن پیپیا، پوسٹ لچھمی پور، ضلع گورکھ پور (موجودہ ضلع مہراج گنج) میں ۲۶؍ جنوری ۱۹۷۵ء کی شب میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار نے اذان و اقامت کہی اور پھر دوسرے دن حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب قبلہ صدر المدرسین مدرسہ عربیہ سعید العلوم لچھمی پور مہراج گنج کے باہمی مشورے سے نور العابدین نام رکھا۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ عربیہ اہل سنت مسیح العلوم لائن پیسیا بچھی پور مہراج گنج میں ہوئی ہے، جس میں تنہا عالی جناب ماسٹر محمد مرتضی عرف بچن صاحب بحیثیت مدرس درس دیا کرتے تھے۔ تقریباً ۱۹۸۴ء میں مدرسہ عربیہ سعید العلوم بچھی پور مہراج گنج میں داخلہ لیا اور وہاں پر حضرت مولانا عبدالحئ صاحب قبلہ فیضی کی بارگاہ میں رہ کر اردو کی دوسری تا پنجم جماعت اور درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ ۱۹۸۸ء کے اواخر میں حضرت مولانا عبدالحئ صاحب فیضی کسی وجہ سے مستعفی ہوئے، اس وقت آپ اپنے کچھ ہم سبق ساتھیوں کے ہمراہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی (موجودہ ضلع سنت کبیر نگر) میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں رہ کر حصول علم کا جذبہ لیے حاضر ہوئے، نحو میر، میزان ومنشعب، ہدایۃ النحو، شرح ماۃ عامل و دیگر درسی کتب یہاں کے اساتذۂ کرام کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔

اس طرح تقریباً ۱۹۹۰ء عیسوی تک دارالعلوم میں رہ کر دیگر اساتذہ کرام بالخصوص حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے۔

۱۹۹۱ء میں دارالعلوم اہل سنت سراج العلوم برگدہی جدوپیرا مہراج گنج میں داخلہ لیا ،وہاں حضرت مولانا محمد طاہر مصباحی، حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی و دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ بالخصوص حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب قبلہ سے کافیہ، اصول الشاشی، نور الانوار، شرح جامی وغیرہ کتابوں کا درس لیا۔

پھر ۱۹۹۳ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی میں داخلہ لیا۔ یہاں دو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے پھر حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ صاحب قبلہ مصباحی کے حکم پر ہندوستان کی مشہور ترین درس گاہ، چمنستان حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان

دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم معروف بہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں شوال المکرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۵ء میں داخلہ لیا اور ۱۵؍اکتوبر ۱۹۹۶ء کو عرس عزیزی کے نشاط آفریں ماحول و پر کیف لمحات میں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

درس و تدریس

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم عزیز العلوم اعظم گڑھ (شاخ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) میں بحیثیت صدر المدرسین درس و تدریس کے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوئے۔ پھر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم کاھوئی بازار مہراج گنج میں بحیثیت شیخ الحدیث حاضر ہوئے، بعدہ حضرت مولانا شمس الحق مصباحی کے اصرار پر حضور خطیب البراہین کے قائم کردہ ادارہ الجامعۃ النظامیہ شکرولی سنولی بازار مہراج گنج میں تقریباً آٹھ سال تک اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

اس کے بعد دارالعلوم امام احمد رضا رتناگیری کوکن مہاراشٹر تشریف لے گئے اور وہاں سے فیض العلوم بھیونڈی میں تقرری ہوئی۔ اور ساتھ ہی سنی جامع مسجد غیبی نگر میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں بھی سپرد رہیں۔ تقریبًا پانچ سال تک بھیونڈی قیام کے بعد دارالعلوم رضویہ اہل سنت رستم پور سنیچرا بازار سنت کبیر نگر (جو کہ حضرت علامہ بدرالدین علیہ الرحمۃ والرضوان کا قائم کردہ ادارہ ہے) میں بحیثیت صدر المدرسین ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۲۰۱۰ء میں تقرری ہوئی ہے اور تا دم تحریر اسی ادارے میں اپنے فرائض منصبی کو نبھا رہے ہیں۔

ٹیچر ٹریننگ کورس

دہلی کی سرزمین پر دوران قیام جامعہ ملیہ اسلامیہ نیو دہلی میں ٹیچر ٹریننگ کورس کا موقع ہاتھ لگا اور پانچ جنوری ۲۰۰۳ء کو ٹریننگ کے بعد ڈیپارٹمنٹ آف ٹیچر ٹریننگ اینڈ نان فارمل ایجوکیشن کی طرف سے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ایک حال میں ایک معزز مہمان کے ہاتھوں سند عنایت کی گئی۔

بیعت وخلافت

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں عرس عزیزی کے پر بہار موقع پر ۴؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی شب میں حضور خلیفہ احسن العلما، بقیۃ السلف، خطیب البراہین، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کے پاکیزہ ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، آپ کو حضرت سید محمد اشرف الاشرفی الجیلانی سے سلسلہ اشرفیہ کے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

آپ کی مذہبی وسماجی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جامعہ کاملیہ اہل سنت مفتاح العلوم کولہوئی بازار کی جانب سے کاملی ایوارڈ سے نوازا گیا۔



حضور خطیب البراہین اور ان کے اساتذہ

مولانا نور العابدین نظامی
پرنسپل دار العلوم اہل سنت رضویہ، رستم پور، سینچرا بازار، سنت کبیر نگر

اس عالم رنگ و بو میں بے شمار افراد انسانی افق پر معرض وجود میں آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پیوند خاک ہو گئے، آدم تا ایں دم لا تعداد انسانوں نے جنم لیا اور اس دار فانی کو خیر آباد کہہ کر رخصت ہو گئے اور ان گنت ہستیاں صفحہ ہستی پر نمودار ہوئیں اور پھر پردہ عدم میں روپوش ہو گئیں، مگر وہ موقر ہستیاں جن کو اس دنیا نے یاد رکھا اور جن کو تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ رکھا ایسی جامع کمالات نفوس قدسیہ کی تعداد ہر دور و عہد میں بہت کم رہی ہے، جنھوں نے گمشتگان منزل کو سمت منزل کا پتہ دیا، نور توحید سے تاریک دلوں کو منور و مجلی کیا، عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ چراغ ابن آدم کے دلوں میں جلا کر راہ مستقیم پر کھڑا کیا، بے راہ روی کے شکار افراد کے سینوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ چراغ جلا کر راہ مستقیم پر کھڑا کیا، بے راہ روی کے شکار افراد کے سینوں میں عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جوت جگا کر عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا فرمایا۔ اور بے شمار لوگوں کو اوصاف حمیدہ و فضائل حسنہ کا خوگر بنا کر لاتعداد محاسن جلیلہ اور شمائل حمیدہ کے آبدار موتیوں سے ظاہر و باطن کو مزین فرمایا۔

ان ہی اوصاف کی حامل شخصیتوں میں ایک نام محی السنہ تاج الاصفیا خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین قادری برکاتی رضوی محدث بستوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے جن کے افعال واقوال، کردار و عمل اور روز و شب کے معمولات ہمارے لیے قابل تقلید ہیں، جنھوں نے تقریباً نصف صدی تک دین و ملت کی حفاظت و صیانت اور اس کی پاسبانی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا اور کیوں نہ ہو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان صوبہ اترپردیش کے ضلع سنت کبیر نگر

میں واقع غیر معروف بستی اگیا چھاتا میں ۱۵ر جنوری ۱۹۲۸ء عیسوی میں تولد ہوئے۔ مگر خاندانی شرافت اور دینی اصول وضوابط سے محبت نے انہیں ایام طفولیت ہی میں دینی تعلیم اور اسلامی ماحول کا گرویدہ بنادیا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان اسی میدان میں بڑھتے چلے گئے۔ اور ایسی ایسی نابغۂ روزگار ہستیوں کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا جو اپنے زمانے میں خود اپنی مثال آپ تھے۔ جن کی صحبت بابرکات نے آپ کو ایسا نکھارا کہ آپ اپنے معاصرین اور آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بن گئے۔ ان ہی جلیل القدر اساتذہ خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان میں سے چند پاکیزہ صفت اور منفرد المثال ہستیوں کے تذکرے سے خود کو مشرف کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ

حضور خطیب البراہین کے اساتذہ کرام میں ایک نام استاذ العلما، جلالۃ العلم حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام عبدالعزیز اور لقب حافظ ملت ہے جب کہ سلسلہ نسب عبدالعزیز بن حافظ غلام نور بن مولانا عبدالرحیم رحمہم اللہ تعالی ہے۔

آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے مشہور محدث حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاکیزہ نسبت سے آپ کا نام عبدالعزیز رکھا تاکہ میرا یہ بچہ بھی عالم دین بنے۔

ولادت باسعادت

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ۱۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۸۹۴ عیسوی کو قصبہ بھوجپور ضلع مرادابادانڈیا میں بروز پیر بوقت صبح ہوئی۔

والد ماجد کی خواہش

آپ کے والد ماجد حضرت غلام نور رحمۃ اللہ علیہ کی شروع سے یہی تمنا تھی کہ آپ ایک عالم دین کی حیثیت سے دین متین کی خدمت انجام دیں، اسی پاکیزہ خیال کو قلب وجگر میں بسائے ہوئے بھوجپور میں جب بھی کسی بڑے عالم یا شیخ کی تشریف آوری ہوتی توآپ اپنے صاحبزادے حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کے پاس لے جاتے اور عرض کرتے کہ حضور میرے اس بچے کے لیے دعا فرمادیں۔

ابتدائی تعلیم

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ناظرہ اور حفظ قران مجید کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت حافظ غلام نور رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی،اس کے علاوہ اردو کی چار جماعتیں وطن عزیز بھوجپور میں پڑھیں اور فارسی کی ابتدائی کتابوں کا درس مولوی عبدالمجید مرادآبادی اور حافظ نور بخش سے بھوجپور اور پیپل سانہ ضلع مراد اباد میں حاصل کیا۔ پھر کچھ گھریلو مسائل کے سبب سلسلہ تعلیم موقوف کر دیا اور بھوجپور قصبہ ہی میں مدرسۃ القران میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی اور ساتھ ہی وہاں کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض بھی سونپ دی گئی۔

سلسلہ تعلیم رک جانے پر اظہار جذبات:

جب آپ کا سلسلہ تعلیم رک گیا تو کبھی کبھار غمگین ہوکر والدہ ماجدہ سے عرض کرتے: آپ تو دادا حضور کا یہ فرمان کہ تم عالم دین بنو گے سنایا کرتی تھیں لیکن میں عالم نہ بن سکا، یہ سن کر والدہ ماجدہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں اور بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتیں۔

سلسلہ تعلیم کا دوبارہ آغاز

کچھ عرصہ بعد حالات بدلے اور والد محترم حضرت حافظ غلام نور علیہ الرحمہ کی خواہش اور دادا حضور حضرت مولانا عبدالرحیم علیہ الرحمہ کی پیشین گوئی پوری ہونے کا

سامان یوں ہوا کہ حضرت علامہ عبدالحق خیرابادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید طبیب حاذق مولانا حکیم محمد شریف حیدرآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں بھوجپور تشریف لانے لگے اور جب بھی آتے تو حضور حافظ ملت کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، ایک دن کہنے لگے آپ تو قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے ہیں ،اگر علم طب پڑھنا چاہتے ہیں تو میں پڑھادوں گا،آپ نے جواباً کہا کہ میرا ذریعہ معاش امامت اور تدریس ہی ہے اور روزانہ مراد آباد آنا جانا میری استطاعت سے باہر ہے، حکیم صاحب نے کہا آپ ٹرین سے مراد آباد چلے جایا کریں اور سبق پڑھ کر بھوجپور واپس آجایا کریں اخراجات کی ذمہ داری میں اٹھاتا ہوں، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار نے اس کی اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: روز کا آنا جانا مناسب نہیں، لہٰذا مراد آباد میں رہ کر ہی تعلیم مکمل کریں یوں آپ امامت و تدریس کو چھوڑ مراد آباد تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ حکیم صاحب سے علم طب پڑھا۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ

حکیم صاحب نے آپ کی محنت و لگن اور ذہانت و قابلیت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا میری مصروفیات زیادہ ہیں اور آپ کو پڑھانے کے لیے مجھے مزید مطالعہ کا وقت نہیں ملتا، لہٰذا آپ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لے لیں چنانچہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ۲۷، سال کی عمر میں ۱۳۳۹ ہجری کو جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لے لیا اور تین سال تک تعلیم حاصل کی مگر علمی تشنگی بجھنے کے بجائے اور شدت اختیار کر گئی جس کے لیے کسی علمی سمندر کی تلاش تھی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے ملاقات

۱۳۴۲ ہجری میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد میں منعقد ہوئی ۔جس میں ہندوستان (ہندو پاک) کے نامور علمائے اہل سنت کی تشریف آوری ہوئی ۔جن میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضور مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی شامل تھے۔

موقع دیکھ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ عالی جاہ میں آپ نے درخواست کی۔ تو آپ نے فرمایا: ”شوال المکرم سے اجمیر معلی آجائیں مدرسہ معینیہ میں داخلہ دلوا کر تعلیمی سلسلہ شروع کرادوں گا۔“

صدر الشریعہ کی شفقت

حضور حافظ ملت اپنے چند ہم سبق ساتھیوں کے ہمراہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم پر اجمیر معلی پہنچے۔ اور جامعہ معینیہ میں داخلہ لیا۔ درسی کتابیں دیگر مدرسین پر تقسیم ہوگئیں، مگر ازراہ شفقت اپنی مصروفیات سے فراغت کے بعد حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ شرح تہذیب اور اصول الشاسی کا درس دیا کرتے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ حمداللہ تک کی تعلیم کی تکمیل کے بعد معاشی پریشانی اور ذاتی مصروفیت کے سبب تعلیم ترک کرنے کا ارادہ کیا اور دورہ حدیث پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے شفقت سے فرمایا: ”آسمان زمین بن سکتا ہے، پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے، لیکن آپ کی ایک کتاب بھی رہ جائے ایسا ممکن نہیں“ چنانچہ ارادہ ملتوی کر کے پوری دلجمعی سے حضور صدر الشریعہ کی خدمت میں رہ کر منازل علم طے کرتے رہے بالآخر استاد محترم قبلہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہ فیض سے ۱۹۵۱ ہجری مطابق ۱۹۳۲ عیسوی میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے دورہ حدیث مکمل کیا اور دستار علم وفضل حاصل ہوئی اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہ فیض سے آسمان علم کے درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔

بیعت وخلافت:

اجمیر معلی ہی میں دوران تعلیم سلسلہ قادریہ اشرفیہ میں شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اور جب آپ اپنے پیر ومرشد کی سرپرستی میں چلنے والے ادارے میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے تو آپ کو حضور شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ دوسری خلافت استاد محترم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھی۔

درس و تدریس:

فراغت کے بعد بحکم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ۲۹؍ شوال المکرم ۱۳۵۲ ہجری مطابق ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۴ عیسوی کو مدرسہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے۔ اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے درس و تدریس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور طلبہ کی تعداد اس قدر بڑھنے لگی کی مدرسہ اشرفیہ میں جگہ کم پڑنے لگی تو گولا بازار مبارک پور میں ۱۳۵۳ ہجری میں ایک عظیم دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جس کا نام حضور مخدوم سمناں رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نسبت سے "دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم" رکھا گیا۔ درمیان میں بعض وجوہات کے سبب آپ مستعفی ہو کر جامعہ عربیہ ناگپور چلے گئے، مگر پھر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کے حکم پر ۱۳۶۲ ہجری میں دوبارہ مبارک پور کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف یاب فرمایا۔ اور تاحیات خلوص وللّٰہیت کے ساتھ درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کوششوں سے ۱۳۹۲ ہجری مطابق ۱۹۷۲ عیسوی میں الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں، حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلما مارہروی اور حضور حافظ ملت و دیگر اکابر علما و مشائخ علیہم الرحمۃ نے اس کی بنیاد رکھی۔ اور آپ پوری زندگی شیخ الحدیث کے منصب پر اسی جامعہ میں فائز رہے۔ یہ جامعہ اس وقت سے لے کر اب تک ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کا مرکزی ادارہ ہے۔ یہاں کے فارغین "مصباحی" کہلاتے ہیں، جو ملک و بیرون ملک میں اشاعت دین و شریعت کا کام بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

وصال

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ الرضوان نے یکم جمادی الاخرہ ۱۳۹۶ ہجری مطابق ۳۱؍ مئی ۱۹۷۶ عیسوی کو رات ۱۱؍ بج کر ۵۵ منٹ پر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر

دی۔آپ کی تدفین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں عزیز المساجد کے دائیں جانب اور قدیم ہاسٹل کے مغربی سمت میں ہوئی۔جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

رئیس الاتقیا علامہ عبدالمبین امروہوی علیہ الرحمہ

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کے اساتذہ کرام میں ایک عدیم المثال شخصیت رئیس الاتقیا، حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد مبین الدین رضوی امروہوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔

نام ونسب

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد مبین الدین رضوی بن شیخ احمد الدین بن شیخ معین الدین عرف سلطان احمد علیہم الرحمہ۔

تاریخ ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ ہجری مطابق مارچ ۱۹۱۹ء امروہہ ضلع مراداباد (انڈیا) میں ہوئی۔۔

تحصیل علم

بسم اللہ خوانی کے بعد قرآن پاک کی تعلیم شروع ہوئی۔ذہین اتنے غضب کے تھے کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی حافظ قرآن بن گیے اور اسی دوران آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔جس کے سبب چند سالوں تک تعلیمی مشاغل کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔مالی حالت کی ابتری اور شفقت مادری سے محرومی کے سبب آپ کو بچپن میں بہت سے مصائب وآلام کا سامنا رہا۔باوجود اس کے تعلیم سے دلچسپی نے اپنی راہیں مسدود نہ ہونے دیں۔ابتدائی کتب فارسی وعربی امروہہ میں مکمل فرمائیں ۔پھر آپ کو حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔لائق استاذ کی جوہر شناس نگاہ نے آپ کی لیاقت کو پہچان لیا اور اسے جلا بخشنے میں کوئی کسر نہ چھوڑا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساعت سعیدہ آ پہنچی جب آپ کو ۲۴؍شعبان

المعظم ۱۳۶۴ہجری مطابق ۱۴؍ اگست ۱۹۴۴عیسوی میں سند فراغت سے سرفراز کیا گیا۔

اساتذہ کرام

حضور رئیس الاتقیاء علیہ الرحمہ والرضوان کے اساتذہ کرام میں جن کے علم وفضل کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ آسمان دنیا پر جگمگا رہا تھا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ حضرت مولانا سید محمد کاظمی محدث امروہوی ☆ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی رضوی اعظمی ☆ حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان نوری بریلوی ☆ مولوی حکمت اللہ صدیقی ☆ حافظ تمیز الدین امروہوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

علم وفضل

حضور رئیس الاتقیا محدث امروہوی علیہ الرحمۃ و الرضوان بہترین حافظ، بلند پایہ عالم دین، محدث اور فقیہ تھے۔

مدارس اسلامیہ میں رائج جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی اور برسہا برس تک ان کی تدریس میں منہمک اور مشغول رہے۔آپ علم وحلم، زہدو تقوی، صدق و صفا، صبر و شکر، توکل و رضا اور تہذیب و شائستگی کا ایک بلند و روشن مینار تھے، جو تقریباً نصف صدی تک اپنی نوری ضیاپاشیوں سے لوگوں کو مستفیض و مستنیر کرتا رہا. اور جن کا فیض تاقیامت جاری وساری رہے گا۔

ویسے تو جملہ فنون پر آپ کو عبور حاصل تھا مگر فن تفسیر میں جو مہارت تامہ آپ کو حاصل تھی وہ خوب تھی آپ نے تفسیر بیضاوی کی سورہ فاتحہ کی مکمل تفسیر فرمائی تھی۔جس میں آپ نے دیوبندیوں کی بازاری شروحات میں جو اغلاط ہیں ان کی خوب خبر لی۔ساری زندگی علوم مصطفی کی اشاعت میں مصروف رہے۔ملک کی عظیم درس گاہوں کو اپنی تدریسی خدمات سے زینت بخشی۔جن میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد سرفہرست ہیں۔

بیعت و خلافت

حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ والرضوان ۲۴؍ صفر المظفر ۱۳۷۰ ہجری مطابق ۵؍ دسمبر ۱۹۵۰ عیسوی کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر داخل سلسلہ ہوئے۔اور پھر ۸؍ شعبان المعظم ۱۳۸۱ ہجری مطابق ۱۵؍ جنوری ۱۹۶۲ عیسوی میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔اور جب آپ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو قطب مدینہ حضرت علامہ الشاہ ضیاء الدین احمد مدنی رضوی قدس سرہ نے بھی خلافت واجازت سے نوازا۔

حضور مفتی اعظم ہند کی نوازشات

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان آپ سے بے حد خوش رہتے تھے۔ ہمیشہ انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کردار وگفتار میں انتہائی محتاط تھے۔کسی بہت ہی متقی اور پرہیز گار آدمی کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے کہ ولی صفت ہے۔مگر آپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ”اگر کسی کو زندہ ولی دیکھنا ہو تو وہ حاجی مبین الدین کو دیکھ لے۔“

ہمارے اکابر میں ایسا تقوی ہوتا تھا کہ نام و نمود اور شہرت سے کوسوں دور رہتے تھے۔ایسی شخصیت جن کی ولایت کی گواہی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے دی ہو اور خلافت و اجازت خلیفۂ اعلی حضرت قطب مدینہ نے عطا فرمائی ہو باوجود اس کے وہ پیری مریدی سے دور رہے۔ایک سادہ اور کچے مکان میں زندگی کے روز و شب گزارے اور علم دین کی نشر واشاعت میں مصروف رہے۔

خصائل حمیدہ

آپ کے شب و روز کا بیشتر حصہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے بھیجنے میں گزرتا تھا، دلائل الخیرات شریف، حزب البحر اور سلسلہ قادریہ

رضویہ کے دیگر اوراد و وظائف کے بڑے پابند تھے، یہی وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پر انوار سے بارہا مشرف ہوئے، حضرات شیخین اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہم نے بھی دیدار سے نوازا، مستقل بیماری کے باوجود رمضان المبارک میں تراویح کے اندر قران مجید سناتے تراویح کے علاوہ بھی رمضان شریف میں ۱۵/۱۶ قران مجید ختم فرماتے تھے، تدریس کے علاوہ تصنیف میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔

وصال

پوری زندگی تشنگان علوم نبویہ کو اپنے علمی فیضان سے مالامال کرنے والی شخصیت کا سفر آخرت کا وقت آن پہنچا اور ۲۵ھ جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ ہجری مطابق ۴ھ فروری ۱۹۸۸ عیسوی بروز اتوار تین بج کر ۳۵ منٹ پر آپ جلوہ یار میں گم ہو گئے۔

حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان کے اساتذہ کرام میں ایک نام وحید العصر، امام النحو، حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ الرضوان کا ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی غلام جیلانی اور لقب امام النحو ہے اور آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح سے ہے۔

حضرت علامہ غلام جیلانی بن مولانا الحاج غلام فخر الدین بن مولانا حکیم سخاوت حسین فخری سلیمانی (آپ کے دادا حضور نے آپ کا نام غلام محی الدین جیلانی رکھا)

تاریخ ولادت

مخدوم ملت فخر المتکلّمین، عمدۃ المحققین، صدر العلما، امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ والرضوان ۱۱ھ رمضان المبارک ۱۳۱۷ ہجری مطابق ۱۹۰۰ء ضلع علی گڑھ کے ریاست دادوں میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی۔ بعد ازاں جامعہ نعیمیہ مراداباد میں داخلہ لیا۔ آپ نے وقت کی مایہ ناز فقید النظیر اور جید علماے کرام رحمہم اللہ تعالی سے اکتساب فیض کیا۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

☆صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی ☆ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی ☆ صدر الشریعہ حکیم مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) ☆ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتح پوری ☆ مولانا امتیاز احمد امبیٹھوی ☆ مولانا سید عبدالمجید ☆ مولانا عبدالحی افغانی ☆ حضرت مولانا عبداللہ افغانی ☆ مولانا سید امیر احمد پنجابی رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

بیعت و خلافت

آپ کو بیعت و خلافت کا شرف شیخ المشائخ حضرت مولانا الشاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہے۔

سیرت و خصائص

آپ تاحیات درس و تدریس سے منسلک رہے، اپنے علمی خزانے کے گوہرہائے آبدار کی چمک سے رشد وہدایات کے مینار تعمیر کیے۔ علوم و فنون کے دریا بہائے۔ مسند تدریس کو عروج و کمال تک پہنچایا۔ ترقی کے بلند منازل سے مزین کیا۔ آپ کی ذات ملجائے خواص و عوام اور مرجع اصاغر واکابر تھی۔ وقت کے ممتاز علما وفقہا آپ کے سامنے زانوئے علم وادب تہ کیے۔ آپ کی کوششوں سے علوم و فنون کی ترویج ہوئی۔ آپ کی علمی بصیرت اور دینی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ آپ کی مثالی اور عبقری شخصیت نے تحقیقی اور تجدیدی خدمات سے علم میں ایک نئی جان ڈال دی۔ آپ کی تبحر علمی کے پیش نظر اس وقت کے کاملین نے آپ کو ''صدر العلما'' اور ''صدر المدرسین'' کے خطاب سے نوازا۔

وصال

آپ نے ۲۹؍ جمادی الاولی ۱۳۹۸ ہجری مطابق ۸؍ مئی ۱۹۷۸ عیسوی کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا) میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ والرضوان کے اساتذہ کرام میں ایک نام استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ والرضوان کی ہے۔

نام و نسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالرؤف اور والد ماجد کا نام محمد اسلام اور جد امجد کا نام بخش اللہ ہے۔

مولانا عبدالرؤف بلیاوی معروف بہ حافظ جی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آسیہ خاتون ہے۔ جو انتہائی نیک سیرت اور پرہیز گار خاتون تھیں۔

والدین کی شفیق نگاہوں کے سائے تلے آپ مغربی بنگال کی فضاؤں میں اپنی طفلانہ زندگی کے شب و روز گزارتے رہے۔ جب کچھ شعور بالیدہ ہوا اور زبان کی شستگی ظاہر ہوئی تو دیندار گھرانے میں پاکیزہ ماحول رکھنے والے والدین کریمین نے اپنے فرزند کو علم کے پہلے زینہ پر کھڑا کرنا چاہا اور اپنے ہونہار بچے کو اسلامی روش پر لگانا چاہا۔

رسم بسم اللہ خوانی

رسم بسم اللہ شریف پنجم تلہ ہاوڑا میں ادا کی گئی۔ ابھی کم عمری تھی کہ یہ رسم انجام پذیر ہوئی، حافظ دین محمد صاحب نے اس مقدس کام کو انجام دیا۔ پھر سبقا سبقا اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا امین الدین صاحب سے پڑھتے رہے۔

عہد طفلی میں ذہانت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت مولانا امین الدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حافظ جی قاعدہ بغدادی کے حروف تہجی پڑھ رہے تھے جب قاف پر پہنچے تو میں نے کہا بڑا قاف اور جب ک پر پہنچے تو کہا کی چھوٹا کاف اس پر انہوں نے مجھ سے اعتراض کیا کہ یہ ک اتنا لمبا ہے چھوٹا کاف کیسے ہو جائے گا اس کو بڑا قاف ہونا چاہیے۔ اور وہ ق اس سے چھوٹا ہے اس لیے اس کو چھوٹا ہونا چاہیے میں یہ سوال سن کر حیرت میں پڑ گیا کہ یہ عمر اور ایسا سوال، میں نے اپنا دامن چھڑانے کے لیے سمجھایا کہ دیکھتے نہیں ہو، اس کے اوپر دو ٹوپی لگی ہے، اس لیے یہ بڑا قاف ہے اور اس کے اوپر ٹوپی نہیں ہے اس لیے یہ چھوٹا کاف ہے مگر اس سے ان کو تشفی نہیں ہوئی۔

آپ نے بہت تھوڑی مدت میں عم پارہ ختم کر لیا۔ صحت حروف اور پڑھنے کا انداز بہت ہی نرالا تھا۔ چوں کہ آپ کے استاد محترم نے بھرپور محنت و لگن اور دلجمعی سے پڑھایا تھا اس لیے روز بروز نکھار ہوتا ہی گیا۔ جب ابتدائی تعلیم کی تکمیل ہو گئی تو والد ماجد نے حفظ قران مقدس کے لیے بٹھا دیا۔

حفظ قران پاک

چوں کہ والد ماجد ہاوڑا ہی میں رہتے تھے اس لیے حافظ جی علیہ الرحمہ کو اتنی چھوٹی عمر میں کہیں باہر بھیجنا نامناسب خیال کرتے ہوئے یہیں پر حفظ قرآن شروع کرا دیا۔ ماموں جان حافظ دین محمد صاحب بھی ہاوڑا ہی میں رہتے تھے اس لیے انہیں سے درس لیا کرتے تھے۔ بے پناہ قوت حافظہ ہونے کے سبب بہت ہی جلد حفظ مکمل کر لیا اور اسی سال ہاوڑا ہی میں تراویح سنایا۔

تعلیم و تربیت

عمر کے ابتدائی حصے میں حفظ قران مقدس کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کے بعد درس نظامیہ کی ابتدائی کتابیں شروع کر دیں اس کے لیے اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا

امین الدین صاحب کے سامنے نیاز مندی حاصل کی۔ اور پھر حضرت مولانا شمس الحق بلیاوی سے رجوع کیا۔ اور تقریباً ۱۳۵۱ ہجری ذیقعدہ کے مہینے میں کلکتہ سے تنہا امروہہ تشریف لائے اور مولانا عبدالرؤف صاحب امروہہ ضلع مراد آباد کے مدرسہ حنفیہ میں تین سال تک اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اور ہمیشہ اچھے نمبروں سے پاس ہوتے۔ اور اس کے بعد آپ احسن المدارس قدیم نئ سڑک کانپور میں تشریف لائے۔ مگر یہاں زیادہ دن قیام نہ کر سکے کیونکہ اس وقت افق علم پر اشرفیہ کا مہر درخشاں ضوپاشی کر رہا تھا ،اس لیے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ تشریف لائے اور یہیں پر بارگاہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان میں اپنی روح کی علمی تشنگی کو بجھانے میں مصروف تعلیم ہو گئے۔ آپ کے حصول علم میں استغراق کا حال سب سے نرالا تھا، کیوں نہ ہو حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان جیسی ندرت بیان، نکتہ سنج فقیہ اور عبقری شخصیت اور آپ جیسا باذوق محنتی طالب علم سونے پہ سہاگہ تھا۔

جب حضور حافظ ملت اشرفیہ سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو حافظ جی بھی ساتھ ہو لیے چوں کہ ان کا آخری سال تھا، تعلیم اختتام پر تھی ،دورہ حدیث تھا، یہ شرف و فخر سرزمین ناگپور کو حاصل ہوا جس نے وہاں کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں حضور حافظ جی علیہ الرحمہ والرضوان کے سر کو علم و فضل کی دستار سے مزین ہوتے ہوئے دیکھا۔

درس و تدریس

حضرت موصوف علیہ الرحمہ فراغت کے بعد ۱۹۴۲ عیسوی میں چند ماہ کے لیے جامعہ عربیہ ناگپور ہی میں عارضی مدرس ہو گئے۔ پھر جب حافظ ملت علیہ الرحمہ سال بھر کے بعد اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تو حضرت حافظ جی وہاں سے خود ہی سبکدوش ہو گئے اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فرمان پر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے اور بڑی تندہی سے مصروف کار رہے۔ اور غالبا ایک سال

بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لے گئے اور حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ سے آپ کو بڑی منت و سماجت کے بعد مبارک پور لائے۔ حضور حافظ ملت کو سونپنے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے ارشاد فرمایا کہ ”مولانا عبدالرؤوف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مترادف ہے“ یہ مختصر سا جملہ حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کے علمی و انتظامی تشخص اور ان کی بلند پایہ شخصیت کی بھرپور عکاسی کررہا ہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں جو تبحر آپ کو حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

بیعت

آپ ایام طفولیت ہی میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا امین الدین کے ساتھ بریلی شریف حاضری کے دوران داخلِ سلسلہ ہو چکے تھے۔

وصال

۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۹۱ہجری کو یک بیک درد شکم اٹھا اور شدت اختیار کرتا گیا۔ ڈاکٹروں سے رجوع کرنے پر آپ صحت یاب ہوئے مگر کچھ دنوں بعد پھر وہی بیماری عود کر آئی۔ بڑی کوششوں کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا۔ اور پھر ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۹۱ہجری مطابق ۱۹۷۱عیسوی بروز جمعہ مبارکہ کو زندگی کا تھکا ہارا مسافر اپنی منزل مقصود کو جا پہنچا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

حضرت علامہ عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ والرضوان کے اساتذہ کرام میں ایک نام حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ والرضوان کا ہے۔

اسم گرامی: عبدالمصطفی

نسب: آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

محمد عبدالمصطفی بن شیخ حافظ عبدالرحیم بن شیخ حاجی عبدالوہاب بن شیخ چمن بن شیخ

نور محمد بن شیخ مٹھو بابا رحمہم اللہ تعالی۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حلیمہ بی بی تھا۔

ولادت باسعادت

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہندوستان کے ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ گھوسی میں ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۳ ہجری میں شیخ حافظ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔

تحصیل علم

آپ اپنے والد گرامی سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مدرسہ اسلامیہ گھوسی میں داخل ہوئے اور اردو، فارسی کی مزید تعلیم پائی۔ چند ماہ مدرسہ ناصر العلوم گھوسی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ معروفیہ معروف پورا میں میزان سے شرح جامی تک پڑھا، پھر ۱۳۵۱ ہجری میں مدرسہ محمدیہ حنفیہ اور مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں علی الترتیب شیخ العلما حضرت مولانا شاہ اویس حسن عرف غلام جیلانی اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول (متوفی ۱۳۹۷ ہجری) مولانا حکمت اللہ امروہوی، حضرت مولانا سید خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد علیہم الرحمہ سے حاصل کیا۔ ۱۰، شوال المکرم ۱۳۵۵ ہجری کو دارالعلوم حافظیہ سعدیہ ریاست دادوں علی گڑھ پہنچے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان سے دورہ حدیث پڑھا، ۱۳۵۶ ہجری میں سند فضیلت مرحمت ہوئی، حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحسن صاحب چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

مذکورہ بالا مشائخ کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل نابغہ روزگار ہستیوں سے بھی علمی وروحانی استفادہ فرمایا☆ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خان بریلوی (خلف اکبر سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز) کی خدمت میں حاضری دی اور شرفیاب ہوئے۔ موصوف آپ پر بڑا کرم فرماتے تھے، اعلی حضرت قدس سرہ کے

برادر خورد حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے علم میراث کی مشق کی۔ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے دارالافتا میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کی خدمت میں بھی حاضری دیتے اور علمی اکتساب فرماتے تھے۔

بیعت وخلافت

۱۷ر صفر المظفر ۱۳۵۳ ہجری میں حافظ شاہ ابرار حسن خان صاحب نقشبندی شاہ جہاں پوری سے صحت سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۵۸ ہجری میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلاف عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاضی محبوب احمد عباسی صاحب خلیفہ حافظ شاہ ابرار حسن صاحب شاہ جہاں پوری نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خلافت سے سرفراز کیا۔

درس وتدریس

آپ ساری زندگی مدارس اہل سنت میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور حقیقی طور پر دین متین کی خدمت فرمائی۔ بحمدہ تعالی ان درس گاہوں میں سیکڑوں طلبہ آپ کے درس سے فارغ التحصیل ہو کر ہندوستان وپاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ اور افریقہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

وعظ وتقریر

آپ ایک بلند پایہ مقرر تھے، وعظ وتقریر کا حلقہ بہت وسیع تھا، زبان میں شیرینی، روانی اور تاثیر تھی، ملک کے طول وعرض میں آپ کے بیانات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔

سیرت وخصائص

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ آپ

کے بارے میں رقم طراز ہیں:

علامہ عصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج عبدالمصطفی صاحب اعظمی مجددی قبلہ مدظلہ العالی اپنے علمی جاہ وجلال اور فضل وکمال کے اعتبار سے اکابر علمائے اہل سنت میں ایک خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہیں، آپ ایک مسلم الثبوت، ماہر درسیات، ساحر البیان اور ایک خصوصی طرز تحریر کے موجد و کامیاب مصنف ہونے کی بنا پر ملک و بیرون ملک میں "جامع الصفات" مشہور ہیں۔ چند خاص خاص اور اہم موضوعات پر آپ کی چھوٹی بڑی ۱۵ر کتابیں طبع ہو کر عوام و خواص سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں"۔

سفر حج اور آپ کے مشائخ حرمین

۱۹ر شوال المکرم ۱۳۷۸ ہجری میں حرمین شریفین روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ میں حضرت مفتی محمد سعد اللہ المکی نے صحاح ستہ و دلائل الخیرات شریف و حزب البحر کی اجازت دے کر سندیں عطا فرمائیں اور مفتی المالکیہ مولانا سید علوی عباس مکی نے صحاح ستہ کی سند عطا فرمائی۔ اور شیخ الحرم مولانا محمد ابن العربی الجزائری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بخاری اور موطا شریف کی سند خاص سے سرفراز فرمایا۔ اور مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل حضرت علامہ یوسف بن محمد بن علی مدنی نے اپنی سند خاص کے ساتھ دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائی۔ حج کو جاتے وقت آپ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شیخ مذکور کے نام ایک تعارفی خط لکھوا لیا تھا۔ جس سے توجہات عالیہ کو منعطف کرانے میں مدد ملی۔ شیخ کی بارگاہ میں پہنچ کر جب آپ نے خط پیش کیا اور شیخ اس جملے پر پہنچے۔

"هذا تلميذ تلميذ الشيخ مولانا احمد رضا خان الهندى"

تو فرمایا عبدالمصطفی آپ ہی ہیں۔ آپ نے عرض کیا ہاں میں ہی ہوں، پھر تو بڑی ہی گرم جوشی سے معانقہ فرمایا اور دعائیں دیں۔ بعدہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ

وسیدی سرکار اعلی حضرت قدس سرہ کا تذکرہ فرمایا اور پھر اپنے گھر بلایا اور اپنی تمام تصانیف کی ایک ایک جلد عنایت فرمائی اور صحاح ستہ کی سند عطا کی۔

وصال

حضور اعظمی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ وفات سے چھ ماہ قبل شدید بیمار ہوئے بالاخر ۵؍ رمضان المبارک ۱۴۰۶ ہجری مطابق ۱۵؍ مئی ۱۹۸۵ عیسوی بروز جمعرات بوقت عصر علم و حکمت اور فضل و کمال کا یہ مہر درخشاں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

تدفین

دوسرے دن بعد نماز جمعہ ہزاروں سوگواروں نے اس پیکر علم و دانش اور صاحب قلم ہستی کو ان کی ذاتی زمین میں سپرد خاک کیا۔

شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ والرضوان کے اساتذہ کرام میں ایک نام شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ والرضوان کا ہے۔

نام و نسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی غلام جیلانی والد کا نام مولانا محمد صدیق اور دادا کا نام مولانا یار محمد تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب استاذ العلما حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے شاگرد رشید تھے۔

تاریخ ولادت

حضور شیخ العلما علیہ الرحمۃ والرضوان علم و فضل سے مزین قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۰۲ عیسوی میں پیدا ہوئے۔

بچپن کا زمانہ مفلسی اور غریبی میں گزرا، جب آپ کی عمر نو سال کی تھی تبھی آپ کے

والد بزرگوار حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کا وصال ہو گیا اور آپ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔

رسم بسم اللہ خوانی

حضرت شیخ العلماعلیہ الرحمہ کی بسم اللہ خوانی الحاج ضیاء الدین صاحب نے کرائی اور انہی سے قران پاک ختم کر کے اردو کی چند کتابیں آپ نے پڑھی پھر مبارک پور تشریف لے گئے۔

حصول تعلیم

حضرت شیخ العلماعلیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن عزیز میں حاصل کی۔ چند دن مبارک پور میں رہے جہاں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدرس تھے یہاں آپ اپنے والد ماجد کے ابتدائی شاگرد رہے بعدہ حجۃ العصر حضور صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کہ ہمراہ بریلی جاکر منظر اسلام میں داخل ہوئے۔

منیۃ المصلی سے تفسیر جلالین، نور الانوار، بیضاوی شریف، رسالہ میر زاہد تک تعلیم حاصل کر کے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی معیت میں ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۹۲۴ عیسوی دار الخیر اجمیر شریف کے جامعہ عثمانیہ میں داخلہ لیا، ایک سال تک یہاں رہ کر اپنی علمی پیاس بجھائی۔ اس کے بعد فرنگی محلی کے مدرسہ نظامیہ میں مولانا قطب میاں سے تفسیر مدارک، مسلم الثبوت، ملاحسن، ملا جلال، میبذی، شرح عقائد، صدرا، حمد اللہ وغیرہ پڑھی، امتحان میں نمایاں کامیابی کی وجہ سے خوش ہو کر مولانا عبد الباری علیہ الرحمہ نے تکمیل سے پہلے مولانا کی سند مرحمت فرمائی۔ اور نو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ بعدہ ۱۳۴۳ ہجری میں منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لے کر حضرت مولانا شاہ محمد رحم الٰہی منگلوری مظفر پوری صدر المدرسین، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قدس سرہ سے صحاح ستہ کا دورہ کیا، موخر الذکر شخصیت نے ۱۳۴۵ ہجری میں جلسہ عام میں علم وفضل کی دستار باندھی اور سند عنایت کی۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد حضور شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ مدرسہ محمدیہ امروہہ، دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، اور پھر حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حکم پر ۱۳۶۲ ہجری میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف پہنچے اور اپنی علمی تجلی سے تشنگان علوم نبویہ کے آسمان قلب وجگر کو مستنیر کرتے رہے۔اس کے بعد مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور، پھر حضور احسن العلما علیہ الرحمہ والرضوان کے حکم پر خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں تدریسی فرائض انجام دیے، ۱۳۷۹ ہجری سے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (موجودہ ضلع سدھارتھ نگر) میں حضور شعیب الاولیا رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مراسلے کے ذریعہ پیغام بھیج کر طلب فرمایا اور بحیثیت شیخ الحدیث وصدر المدرسین آپ کی تقرری عمل میں آئی۔آپ نے اپنے فرائض منصبی کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

آپ کو درس نظامی کی کتابوں کی تدریس پر مکمل دسترس رہی، عربی ادب سے خصوصی شغف رہا، حضور شیخ العلما علیہ الرحمہ نے ہندوستان کے مختلف دینی درس گاہ وں میں تقریبًا ۵۰ / سال تک مسند تدریس کو زینت بخشی، ہزاروں طالبان علوم نبویہ نے اپنے دامن میں ان سے موتیوں کو سمیٹا اور آج سکہ رائج الوقت کی طرح وقت کے معیار بنے ہوئے ہیں۔

خصائل حمیدہ

حضور شیخ العلما علیہ الرحمۃ والرضوان علم وفضل، اخلاق وکردار، تقوی وطہارت، عبادت وریاضت، حسن عمل اور جود واتقامیں سلف صالحین کے سچے جانشین تھے۔لب ولہجہ نہایت ستھرا، طبیعت میں پاکیزگی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔نہایت سادہ زندگی گزارتے اور بناؤ سنگار سے کوسوں دور تھے۔نبی آخر الزماں علیہ الصلاۃ والتسلیم کی پاکیزہ سنتوں پر ہر لمحہ عمل پیرا رہتے۔اپنی بارگاہ سے فیضیاب ہونے والے طلبہ کو بھی اسی بات کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

بیعت و خلافت

بریلی شریف کے دوران قیام حضور شیخ العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کو حضرت شیخ سید شاہ محمد اسماعیل مارہروی علیہ الرحمہ والرضوان سے شرف بیعت حاصل ہوئی۔ آپ کو تاج العلما حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور عزیز الاولیاء رام پوری علیہ الرحمۃ و الرضوان سے متعدّد سلاسل کی خلافت واجازت حاصل تھی۔

وصال۔

حضور شیخ العلما علیہ الرحمہ و الرضوان اپنی عمر کے اخری ایام میں علیل ہوئے، دن بدن علالت بڑھتی رہی، شدت مرض ہی کی بنا پر گھوسی تشریف لائے اور معقول علاج سے بظاہر مرض میں افاقہ ہو رہا تھا۔ لیکن ۶/ ربیع الاول ۱۳۹۵ ہجری مطابق ۲۵/ فروری ۱۹۷۷ عیسوی کو شب جمعہ اپنے اہل خانہ سے گفتگو کرتے ہوئے دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ رجعون۔



حضور خطیب البراہین: حیات اور کارنامے

خلیفہ حضور خطیب البراہین، ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب
ڈی ۵۹ میڈیکل کالونی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (یوپی)

احسن الخالقین نے انسان کو اپنی تمام تر مخلوقات میں سب سے زیادہ مجد و شرف بخشا اور اشرف المخلوقات بنایا، اسے ترقی کرنے اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نت نئی ایجادات واکتشافات کرنے سے بھی نواز، اس کے باوجود انسان خود اپنے خالق ومالک کے صحیح عرفان سے بڑی حد تک محروم رہا اسی لیے اس کی ہدایت کے واسطے اسے صراط مستقیم دکھانے اور اس پر چلانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاورسل علیہم السلام کا ایک طویل سلسلہ قائم رکھا تاآنکہ نبی آخر الزماں ختم الرسل ﷺ پر یہ تابناک سلسلہ تمام ہوا، لیکن انسان کے لیے رشد وہدایت اور صراط مستقیم کی نشان دہی کی ضرورت واہمیت برقرار رہی، اسی لیے دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل ﷺ کے غلاموں میں سے علما، صلحا، اتقیا، صوفیا نیز مرشدان کاملین اس سلسلہ کو برقرار رکھے ہوئے ہیں کیوں کہ آقائے دوجہاں ﷺ کا فرمان عالی شان ہے " علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مانند ہیں، جس طرح بنی اسرائیل میں انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ قائم رہتا اسی طرح امت محمدیہ کے علما رشد وہدایت اور عوام الناس کی رہبری کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے، اسی لیے آپ کے اس فرمان فیض ترجمان کے مطابق عہد رسالت سے آج تک اور آئندہ صبح قیامت تک ہر زمان ومکان میں علمائے حق اس فریضۂ متبرکہ کو انجام دیتے رہے اور دیتے رہیں گے۔

علمائے امت شریعت حقہ کے احکام وضوابط سے افراد امت کو آگاہ کرکے شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں، جب کہ صلحا وصوفیا اس سے بھی

ایک قدم آگے تزکیۂ نفس سے مزین وآراستہ کر کے متقی و پرہیز گار اور اللہ کا محبوب بندہ بنانے کی سعی جمیل کرتے ہیں۔

علما کی طرح صلحا و صوفیا بھی ہر دور میں گروہ در گروہ موجود رہے ہیں اور صلحا کی عظیم الشان شخصیتوں نے اپنے اپنے دور میں ایک عالم کو اتنا متاثر کیا کہ خود ان کی نسبت سے صوفیا کے سلاسل وجود میں آگئے جنھیں اپنے شیوخ کے توسط سے حضور سرور کائنات ﷺ سے نسبت حاصل رہی۔ان سلاسل میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کو جو غیر معمولی اہمیت و مقبولیت حاصل ہے وہ محتاج بیان اور محتاج تعارف نہیں، خود آج یہ سلسلۃ الذہب کئی ذیلی سلسلوں میں منقسم ہے،ان میں سے سلسلہ برکاتیہ اور سلسلہ رضویہ نوریہ کو بر صغیر میں جو شہرت و عظمت اور مرجعیت حاصل ہوئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

فی زماننا ان دونوں ذیلی سلاسل میں حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو جو مقام اور حیثیت و مرجعیت حاصل تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے۔یہ تو سچ ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بلا شبہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی بخشش و عطا کے بغیر تو ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا،لیکن علم و فضل،تقویٰ و طہارت،نیکی و پرہیز گاری وہبی سے زیادہ کسبی ہوتی ہے جو عزم و نظم اور جدوجہد کا ثمرہ ہوتی ہیں،کردار و عمل ان میں چار چاند لگاتے ہیں، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنے عزم و نظم،کردار وعمل سے اپنی شخصیت کو صیقل کر کے ایسا آئینہ خانہ بنالیا ہے کہ اب اس آئینہ خانے میں عوام الناس سے کہیں زیادہ خواص الناس داخل ہونے کے خواہش مند ہیں اور اس آئینہ کے ذریعہ خود اپنی شخصیت و کردار کے خدوخال کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں،ان کی ہر دل عزیزی اور مرجعیت اس کا بین ثبوت ہیں، ان کے دست حق پرست پر بیعت

ہونے والے تقریباً ایک لاکھ سے زائد ہیں، یہ وہ سعید ارواح ہیں جنھوں نے آپ کے توسل سے توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کی سعادت پائی۔

بہت سے خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جنھیں مسند ارشاد میراث میں مل جاتی ہے، وہ اپنے بزرگوں کی بچھائی ہوئی بساط کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہلیت وصلاحیت، کردار وعمل کی کمزوری کے باوجود مرجع خاص وعام بن جاتے ہیں اور مرشد مقبول کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔

ہزاروں معتقدین ومریدین ان کی راہوں میں پلکیں بچھاتے ہیں اور سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں، بہر حال انھیں ظاہری مرجعیت ومقبولیت خواہ جس قدر بھی حاصل ہو وہ رشد وہدایت کا فریضہ منصبی کما حقہٗ ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں، عوامی رجحان کا لحاظ، وقتی مصلحتیں اور خود اپنے کردار وعمل کی کمزوریاں انھیں " امر بالمعروف ونھی عن المنکر " سے عام طور پر باز رکھتی ہیں۔

ان کے برعکس اللہ کے کچھ محبوب بندے ایسے بھی ہوئے ہیں جو اللہ کے فضل وکرم اور اپنے تقویٰ وطہارت، علم وفضل، خدمت خلق اور خدمت دین کی بدولت مسند ارشاد حاصل کرتے ہیں، نیز اپنے سلسلہ کو مقبول ومحبوب بناتے ہیں اور بندگان خدا کو خدا کے حضور لے آتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ مقام کردار وعمل کی انتہائی بلندی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے، ایسے لوگ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں، انھیں کی بات میں سوز وگداز اور درد واثر ہوتا ہے، اس لیے وہ گوش وہوش سے سنی جاتی ہے اور قبول کی جاتی ہے، چوں کہ دل سے نکلتی ہے، اس لیے "از دل خیزد وبر دل ریزد" کے مصداق دل میں گھر کرتی ہے اور جب خلق خدا متاثر ہوتی ہے تو اس کے گرد جمع ہو جاتی ہے، اس شمع الٰہی کے گرد پروانے ہجوم کر کے آتے ہیں اور ان کی تشنہ روحیں شراب معرفت سے سیراب ہو کر رجوع الی اللہ کا مقام حاصل کر لیتی ہیں۔

بلا شبہ یہ مقام حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے حاصل کر لیا تھا،ان کا تعلق پیران عظام کے روایتی اور خاندانی سلسلہ سے نہیں ہے، نہ ہی وہ کسی دوسرے کی مسند ارشاد پر متمکّن ہوگئے تھے اور نہ ہی انھیں بچھی بچھائی بساط حاصل ہوئی تھی، بلکہ یہ منصب و مقام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ان کی اپنی قوت بازو یعنی حسن کردار اور عمل کا نتیجہ تھا،آپ کے علم و فضل، تقویٰ وطہارت اور سلسلۂ عالیہ کو عزم و نظم کے ساتھ بام عروج پر پہونچانے کی جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

مشیت کے فیصلے بھی خوب ہوتے ہیں،وہ جب چاہے صحرا کو گل وگلزار بنادے اور چمن زار کو صحرا میں تبدیل کردے، عروج وزوال کا ایک طویل سلسلہ ہے جو نہ معلوم کب سے جاری ہے اور کب تک جاری رہے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ‘‘۔(پارہ۴، سورۂ آل عمران)

ترجمہ:۔اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں۔

علم وفضل ہو یا مال ودولت، حسن وجمال ہو یا کوئی دیگر خوبی، نسلاً بعد نسلٍ نہیں چلتے، عموما دیکھا جاتا ہے کہ دو چار نسلوں کے بعد نہ علم وفضل باقی رہتا ہے اور نہ مال ودولت، علم وفضل کے بعد جہالت ولاعلمی کے سائے دراز ہوتے ہیں اور مال ودولت کے بعد عسرت وغربت اپنا ڈیرہ جماتی ہے، اہل علم کی بستیاں ویران ہوتی ہیں اور کسی کوردہ علاقہ سے علم وفضل کا آفتاب طلوع ہوتا ہے، یہی قانون فطرت ہے۔

ہر چیز نہیں اک مرکز پر اک روز اِدھر اک روز اُدھر

ولادت:

۱۵/ جنوری ۱۹۲۸ء میں ضلع بستی (صوبہ اترپردیش) کے ایک گاؤں موضع اگیا میں جب خوش نصیب نصیب اللہ مرحوم کے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہوگا تو انھیں ایسی ہی خوشی ہوئی ہوگی جیسی کہ ایک بیٹے کی پیدائش پر کسی باپ کو ہوتی ہے،اس وقت انھیں کہاں اندازہ ہوا ہوگا کہ واقعی وہ اسم بامسمیٰ ہوگئے ہیں، قسمت ان پر مہربان ہوگئی ہے،ان

کا نصیب واقعی دین کے نظام کو مضبوط اور مستحکم بنائے گا، اپنے مسلک اور سلسلہ کو ہی بام عروج پر نہیں پہونچائے گا بلکہ خود اپنے ایک سلسلہ کا نظم کرے گا، اس کی بدولت نہ صرف خاندان اور علاقہ کا نام روشن ہوگا بلکہ اس کی شہرت ہمہ گیر ہوگی، اس کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، نیکی وپرہیزگاری کے چرچے ہوں گے اور ایک عالم اس سے فیضیاب ہوگا۔

تعلیم وتربیت:

آپ شعور کی جب اس منزل پر پہنچے جہاں سے تعلیمی سفر کا آغاز ہوتا ہے تو آپ کو مقامی مکتب میں داخل کردیا گیا، جہاں قرآن کریم اور چند ابتدائی کتابوں کی آپ نے تعلیم حاصل کی، دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں مولانا محمد فاروق احمد فیض آبادی سے میزان الصرف سے شرح وقایہ اور شرح جامی کا علم حاصل کیا۔

۱۹۴۷ء میں شوق طلب انھیں مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ لے گیا جہاں علم وفضل کے آفتاب وماہتاب صدرالمدرسین حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ مصنف بشیر القاری فی شرح صحیح البخاری اور رئیس الاتقیا، بقیۃ السلف حضرت مولانا الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کی صورت میں موجود تھے، آخرالذکر سے تو انھیں اس قدر جذباتی عقیدت ومحبت پیدا ہوئی کہ زندگی کا حصہ بن گیا، یوں تو آپ نے متعدّد اساتذہ سے اکتساب علم وفضل کیا اور وہ سبھی حضرات علم وفضل کے بلند مینار تھے، لیکن خود آپ کے الفاظ میں ”حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کی شفقتوں اور نوازشوں کی وجہ سے میرا قلبی لگاؤ ان سے زیادہ تھا“۔

۱۹۴۸ء میں آپ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی سے وابستہ ہوئے، چار سال تک آپ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ، مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ، مولانا الحاج عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ اور شیخ العلما مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کرتے رہے تاآں کہ ۱۹۵۲ء میں آپ کو سند فراغت اور دستار فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔

ذوق عبادت:

دور طالب علمی میں ہی آپ حصول علم کی لگن کے ساتھ ذوق عبادت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے اوصاف حمیدہ سے متّصف تھے۔

حضرت مولانا علی احمد صاحب مبارک پوری علیہ الرحمہ نگراں دارالاقامہ کی شہادت ہے کہ میں تمام طلبہ کو فریضہ سحری کے لیے بیدار کرتا تھا لیکن مولانا نظام الدین کو ہمیشہ وضو کرتے یا وضو سے فارغ پاتا تھا۔

درس و تدریس

حصول علم کے بعد آپ تدریس علم سے وابستہ ہوئے اور قصبہ مہنداول ضلع بستی کے ایک مدرسہ میں مدرس ہوئے لیکن جلد ہی اپنے اساتذۂ کرام، سلطان الواعظین حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ اور رئیس الاتقیا حضرت مولانا الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کے ارشاد پر دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات تشریف لے گئے، وہاں پانچ سال تک فرائض منصبی ادا کرنے کے ساتھ مؤخر الذکر بزرگ کے فیض صحبت سے اپنے آئینۂ قلب کو جلا بخشتے رہے۔ خود آپ کا بیان ہے:

"عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے فقیر کے دل میں جو ایک والہانہ عقیدت پیدا ہوئی یہ حضرت مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ کی دین ہے"۔

"اسی پانچ سالہ قیام میں حضرت ہی کی بارگاہ سے ذہن بھی ملا کہ جو باتیں بیان کی جائیں وہ حوالہ کے ساتھ بیان کی جائیں کیوں کہ مولانا مبین الدین صاحب علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا کہ جو باتیں وہ بیان کرتے اسے فوراً کتاب کھول کر دکھا دیتے تھے، یہ انھیں کے فیض تربیت کا ثمرہ ہے کہ آج حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اشعار جو کسی حدیث یا آیت قرآنیہ یا بزرگوں کے اقوال کے ترجمان ہیں انھیں مدلل بیان کر لے جاتا ہوں"۔

دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات کافی عروج پر تھا کہ یکایک ناظم دارالعلوم سیٹھ

سلیمان ابراہیم اور مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی صدر المدرسین کے مابین شدید اختلافات پیدا ہوگئے جس کے نتیجہ میں ناظم صاحب نے صدر المدرسین اور ان کے متعلقین کو دارالعلوم کی خدمات سے سبکدوش کرنے کا فیصلہ کرلیا، چوں کہ حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ ان اختلافات سے دور، جھگڑوں سے نفور اور گوشہ گیر رجحان کے مالک تھے، اس لیے ناظم کا اصرار تھا کہ وہ نہ جائیں لیکن اعظمی صاحب سے تعلق اور قیام احمد آباد میں خرابی صحت نے انھیں مجبور کیا کہ وہ بھی احمد آباد کا قیام ترک کردیں، یوں یہ پانچ سالہ صحبت اور قرن السعدین برہم ہوگیا۔

بعدہٗ اراکین دارالعلوم مہنداول ضلع بستی کے پیہم اصرار پر آپ دوبارہ مہنداول تشریف لے گئے اور کچھ دنوں تک طالبان علوم نبوت کی تعلیم وتربیت میں لگے رہے۔

اسی دوران ضلع گونڈہ پچپڑوا بازار سے صوفی عبدالحمید صاحب مدرس دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا کا بیان ہے کہ میں ضلع بستی میں ایک عالم دین کی شہرت سن کر انھیں اپنے ادارہ کی زیب وزینت بنانے کے لیے رخت سفر باندھ کران کی طرف چلا، ابھی جس جگہ مجھے جانا تھا اس جگہ پہونچنے بھی نہیں پایا تھا کہ راستہ ہی میں دارالعلوم مہنداول کے ایک عالم دین اور اراکین کو باہم گفت وشنید کرتے ہوئے دیکھا تو میں سلام کرکے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس عالم دین کے لب ولہجہ اور انداز گفتگو اور ان کے شیریں کلام میں مقناطیسی اثر دیکھا جس نے میرے ذہن وفکر پر مسلط ہوکر مجھے اسیر کرلیا، اب میرا ارادہ بالکل بدل گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ فضل رحمانیہ کے اراکین نے جس عالم دین کے لیے مجھے بھیجا ہے اب وہاں نہ جاکر جیسے بھی ہوسکے اسی عالم دین، نورانی شکل وصورت والے، شیریں کلام والے، نیچی نگاہ والے ہی کو لے کر جاؤں گا، تھوڑی دیر گفتگو کے بعد ”مَنْ جَدَّ وَجَدَ“ کے بمصداق میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور پھر آپ بحیثیت صدر المدرسین فضل رحمانیہ پچپڑوا تشریف لے گئے اور اپنی تمام تر پاکیزہ صلاحیتوں سے طالبان علوم اسلامیہ کو اپنے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے مسلسل چار سال تک فیض یاب کرتے رہے۔

اسی عرصہ میں آپ کے استاذ محترم حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ مرکز سنیت بریلی شریف میں قیام فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح آپ کو خود سے قریب کرلیں، موقعہ ملتے ہی حضور رئیس الاتقیا نے آپ کو پیغام بھیجا کہ بریلی شریف کی عظیم دینی درس گاہ کو آپ کی خدمت کی ضرورت ہے یہاں آجائیے۔ دوسری طرف آپ کے رفیق دیرینہ مولانا سخاوت علی خاں علیہ الرحمہ صدر المدرسین دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا آپ کو اپنا قوت بازو اور مدد و معاون بنانے پر اصرار کررہے تھے، آپ کے لیے فیصلہ دشوار تھا اس لیے صورت حال سے حضرت کو بریلی شریف مطلع کیا اور حتمی فیصلہ کی درخواست کی، حضرت نے مولانا سخاوت علی خان صاحب سے آپ کے دیرینہ تعلقات، دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کی ضروریات اور آپ کے آبائی وطن کی قربت کو پیش نظر رکھ کر آپ کو امرڈوبھا جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

آپ ۱۴/اپریل ۱۹۶۳ء میں امرڈوبھا سے ایسے منسلک ہوئے کہ ۲۰۰۸ء تک یہ تعلق برقرار رہے، استاذ محترم کے فیض صحبت سے تو محرومی رہی لیکن اس مقام پر رہ کر تشنگان علوم حقہ اور مسلک و سلسلہ کی جو خدمات جلیلہ آپ نے انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، یہ دارالعلوم الہ آباد بورڈ سے وابستہ ہے اس لیے یہاں اساتذہ کو حسب قاعدہ ریٹائرڈ بھی کیا جاتا ہے لیکن ضابطہ کے اس ریٹائر منٹ کے باوجود اہل دارالعلوم نے آپ کے دامن کو نہ چھوڑا اور اس روحانی تعلق کو قائم رکھا جو آپ دارالعلوم سے اور اہل دارالعلوم کو آپ کی ذات والا سے ہے، آپ کی بدولت دارالعلوم کی ہر طرح اعانت ہوتی رہتی تھی اور آج بھی ہوتی رہتی ہے۔

جب بعض خانگی مجبوریوں کی بنا پر مولانا سخاوت علی علیہ الرحمہ کو تدریسی خدمات سے سبکدوش ہونا پڑا تو منصب صدارت و شیخ الحدیث آپ ہی کے سپرد ہوا تھا، برسہا برس آپ نے ان عہدہ ہائے جلیلہ کی بحسن وخوبی خدمات انجام دیں اور بغیر تنخواہ کے عہدہ شیخ الحدیث پر فائز رہے اور دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور اشاعت مسلک کی مساعی جمیلہ میں لگے رہے۔

حضرت کے مواعظ حسنہ کی اپنی انفرادیت اور امتیازی شان رہی ہے اور اپنی بات کو دلائل و براہین اور مکمل حوالوں کے ساتھ کہنے کا گر آپ اپنے استاذ معظم سے سیکھ کر اپنی عادت میں شامل کر لیا تھا۔

زیارت حرمین شریفین:

ایک عام مسلمان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ سے مشرف ہو پھر وہ عالم باعمل جس نے اپنی شخصیت اور کردار و گفتار کو عشق رسول، اتباع رسول اور پابندی سنت میں ڈھال لیا ہو اس کے یہاں تو اس خواہش کا بہ شدت پایا جانا ضروری ہے، اسی خواہش کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنی والدہ اور اپنے مرید حاجی اختر عادل نظامی وغیرہم کے ساتھ ۱۹۹۰ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ مقدسہ کے لیے سفر فرمایا اور شادو کام ہو کر واپس ہوئے۔

شرف اجازت و خلافت سلسلہ برکاتیہ:

خاندان برکات سے آپ کو غیر معمولی عقیدت و محبت ہے، مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر مورخہ ۲۰ر صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر نومبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ علما و مشائخ کی موجودگی میں حضور احسن العلما مولانا سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا، آپ کے مواعظ حسنہ پہلے سے ہی مقبول و مشہور تھے، اب وہ سلسلہ کی توسیع و اشاعت کا بھی ذریعہ بن گئے، اٹھائیس سال کے اس عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر داخل سلسلہ اور اس کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو چکے ہیں۔

شرف اجازت و خلافت سلسلہ رضویہ:

چوں کہ آپ بیعت تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہیں جو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی رضویہ نوریہ شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے یہ خواہش ہونا فطری تھا کہ آپ کو اس سلسلہ کی بھی خلافت و اجازت حاصل ہو، اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ

حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ نے سلسلہ کی رضوی نوری شاخ کی خلافت واجازت بھی عطا فرمادی۔

حالاں کہ حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کو تقریباً ۲۶؍سال تک حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جانب سے خلافت واجازت حاصل رہی لیکن آپ کی احتیاط پسند طبیعت نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری تک کسی کو داخل سلسلہ نہیں کیا اور ہمیشہ آپ ہی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد بھی چنداور نام تجویز کردیتے تھے، بایں ہمہ اپنی محتاط طبیعت، گوشہ گیری، نام نمود اور احساس فوقیت وبرتری سے بیزاری کے باوجود رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ نے اپنا روحانی سلسلہ منقطع کرنا بھی پسند نہ کیا اور وصال سے تقریباً سوا سال قبل ۵؍محرم الحرام ۱۴۰۷ھ کو آپ نے اپنے لائق ترین، متقی وپرہیز گار اور مقبول انام شاگرد حضرت علامہ صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو خلافت واجازت سے سرفراز کرکے انھیں اپنا خلیفہ مجاز بنادیا۔

مارا ایک نظام بس است:

روایت ہے کہ حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ نے صرف فرد واحد حضرت شمس الدین ترک پانی پتی علیہ الرحمہ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا جب کہ اسی دور میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے ہزارہا مریدین وخلفا تھے، کسی نے جب حضرت مخدوم کو اس طرف توجہ دلائی تو آپ نے شمس الدین کی مناسبت سے فرمایا تھا ”مارا ایک شمس بس است“ ہمارا ایک شمس (سورج) ہی کافی ہے اور یہی ہوا کہ ایک شمس الدین کے ذریعہ صابری سلسلہ خوب پھلا پھولا۔ ان شاء اللہ اسی طرح حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی بدولت حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ کا سلسلہ بھی روز افزوں ترقی پاتا رہے گا۔

آپ کی ذات بابرکات سے سلسلہ کو جو فروغ حاصل ہوا ہے اور اس قدر افراد آپ کے توسط سے داخل سلسلہ ہورہے تھے اور ان شاء اللہ آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ

اکناف ہند میں پھیل جائے گا اور اب جو جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کا قیام عمل میں آچکا ہے تو یقینا اس سلسلہ کے فیوض وبرکات کو عام کرنے ، اسے مقبول ومحبوب بنانے اور اسے چار چاند لگانے کا موجب ہو گا۔

اللہ رب العزت آپ کی قبر انور پر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور آپ کا فیض عام سے عام تر فرمائے۔ آمین



خطیب البراہین: حالاتِ زندگی اور کارنامے

مولانا ارشاد احمد مصباحی
استاذ دارالعلوم مخدومیہ، اوشیورہ برج، جوگیشوری (ویسٹ)، ممبئی۔۱۰۲

خالق کائنات کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ آج مجھے اس عظیم الشان اور عبقری شخصیت کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جسے دنیاے سنیت خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ یہ ان کا روحانی فیض ہے کہ کچھ سطریں ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت و محبت کے طور پر رقم کر رہا ہوں، ورنہ مجھ بے بضاعت میں اتنی لیاقت نہیں کہ ان کی شان میں کچھ تحریر کر سکوں۔ مگر پھر بھی اس امید پر لفظوں کی سوغات پیش کر رہا ہوں کہ مجھ حقیر راقم الحروف کا نام بھی آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت و محبت پیش کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ میدان فقاہت ہو یا میدان خطابت، میدان مناظرہ ہو یا میدان تدریس، ہر فن کے شہوار کامل کی حیثیت سے نمایاں خوبیوں کے ساتھ شہرۂ آفاق کی بلندیوں پر نظر آتے ہیں، آپ کی ذات علم و فن کی بحر بیکراں تھی، جس سے بیشمار خوشہ چین علم و فضل کے موتی تلاش اور حاصل کر کے زمانے میں درخشندہ باب کی حیثیت سے جگمگانے لگے۔ تدریسی، تحقیقی، تصنیفی، تقریری اور تحریری میدان میں آپ کا جواب نہیں ملتا۔ جو بھی پڑھاتے، جتنا بھی پڑھاتے مکمل تحقیق کے ساتھ پڑھاتے۔ جو بولتے حق بولتے، تقریر تو ایسی فرماتے کہ اپنے موقف پر دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے۔ جس بھی عنوان کو اپنا موضوع سخن بناتے اس کو تکمیل کے مراحل سے گزار کر شکم سیر فرما دیتے۔ گفتگو تو ایسی فرماتے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی ان کے انداز تکلم کے دیوانے

ہو جاتے۔ اپنی تقریروں اور تحریروں میں حوالہ جات کا زبردست التزام فرماتے کہ کسی کو جنبش لب کی بساط ہی نہیں رہتی۔

قارئین کرام! تاریخ کے جھرونکھوں سے آپ کی زندگی کے کچھ حالات نوک قلم کی زینت بنانے کی کوشش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

ولادت:

صوبۂ اترپردیش کے کثیر الآبادی والے ضلع بستی کے موضع اگیا پوسٹ چھاتا کے ایک دینی و مذہبی گھرانے میں ۱۵/ جنوری ۱۹۲۸ء کو خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی نظام الدین صاحب قبلہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے والدین ماجدین کو قلبی اور روحانی طور پر بے پناہ مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کا نام محمد نظام الدین حضور سیدنا نظام الدین اولیاء دہلی کے نام پاک پر رکھا۔ آپ کے نام پاک کی اتنی برکت حضرت صوفی صاحب کو ملی کہ آپ دنیا میں صوفی، محدث بستوی، خطیب البراہین کے زبردست القابات سے پہچانے جانے لگے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ایک باعظمت، متدین، عابدہ، زاہدہ اور پارسا خاتون تھیں۔ قرآن کریم اور دلائل الخیرات شریف کی تلاوت باضابطگی کے ساتھ آپ کی روزمرہ کی زندگی میں داخل تھی۔ حضرت صوفی صاحب قبلہ اپنی والدہ ماجدہ کی دعائے صبح گاہی کے طور پر ظہور پذیر ہوئے کیوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ باضابطہ تہجد گزار تھیں۔ ظاہر ہے جس کی والدہ ماجدہ اس قدر عبادت و ریاضت کی دلدادہ رہی ہوں تو کیوں نہ ایسی طاہرہ مطہرہ کے شکم پاک سے پیدا ہونے والا بچہ زمانے میں ایک ولی کامل اور صوفی باصفا کی حیثیت سے جلوہ گر ہو۔

آپ کی پیدائش کے وقت لوگوں نے سوچا بھی نہیں ہو گا کہ یہ بچہ بہت باکمال ہو گا اور آگے چل کر رہبر شریعت اور شیخ طریقت ہو گا اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کو بلندیوں تک پہونچا دے گا۔ مگر فضل الٰہی آپ کی حیات مبارکہ میں اس طرح

شامل حال ہوا کہ آپ اپنے مرشد کامل غوث الوقت ولی کامل حضور سیدنا مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان اور اپنے مشفق اساتذہ رئیس الاتقیا حضرت علامہ مولانا مبین الدین صاحب قبلہ امروہوی (جن کے بارے میں حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو زندہ ولی دیکھنا ہے تو وہ حاجی صاحب کو دیکھ لے، یعنی حضرت علامہ مبین الدین امروہوی) اور جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے علوم وفنون اور سلسلہ ارادت کے سچے جانشین کے طور پر عوام وخواص کی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

یہ امر مسلم ہے کہ اس خاکدان گیتی پر پیدا ہونے والا ہر انسان ہر طرح کی خوبیوں کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ چند خوش قسمت انسان ہی ایسے ہوتے جو کمال کی خوبیاں لے کر پیدا ہوتے ہیں اور وہی ان خوبیوں کا استعمال کر کے طرح طرح کے علوم وفنون پر دسترس حاصل کر لیتے ہیں۔ جس کی بدولت زمانہ انھیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ انھیں خوش بخت انسانوں میں سے خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی بھی ایک ہیں۔ آئیے ان کی خوش بختی تعلیم وتربیت کے حوالہ سے ملاحظہ کرتے ہیں:

جب آپ کی عمر مبارک ۴ سال سے متجاوز ہوئی تو آپ ایک مقامی مدرسہ میں داخل ہوئے جہاں پر آپ نے ناظرۂ قرآن اور کچھ بنیادی کتابیں وہاں کے اساتذہ سے پڑھیں۔ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ بستی کے قائم ہونے کے بعد آپ نے اس میں داخلہ لیا۔ جہاں آپ نے بڑی محنت اور لگن، متانت اور سنجیدگی سے میزان الصرف سے شرح وقایہ اور شرح جامی تک کی کتابیں اپنے ایک جلیل القدر اور مشفق استاذ حضرت مولانا محمد فاروق احمد فیض آبادی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

۱۹۴۷ء میں آپ اپنے دوساتھیوں مولانا کاظم علی بستوی اور مولانا سخاوت علی علیہما الرحمہ کے ساتھ میرٹھ کی سرزمین پر بارگاہ حضور صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی مصنف بشیرالقاری فی شرح صحیح البخاری اور رئیس الاتقیا حضرت علامہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ میں باریاب ہوئے اوران کے قدموں کا بوسہ لے کر ان کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ تقریبًا ایک سال تک ان کی بارگاہوں میں رہ کر ان کے فیوض وبرکات اور تعلیم وتربیت سے مالا مال ہوتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں منتہی کتابوں کی تکمیل کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔ وہاں آپ نے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اور حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی کی بارگاہوں میں چارسال رہ کرانتہائی محنت ولگن کے ساتھ اکتساب علم وفیض کیا۔

زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ بڑے ہی نیک ، سنجیدہ، محنت کش، مہذب ، مؤدب، دیانتدار، تقویٰ شعاراور صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ آپ کی ان خوبیوں کی وجہ سے طلبہ آپ کو صوفی کہتے تھے۔ آپ کے طبع ناز پر یہ بات بڑی گراں گزرتی تھی لہٰذا اس بات کی شکایت آپ نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے کیا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایاہم بھی آپ کو صوفی کہتے ہیں اور آپ واقعی صوفی ہیں۔ آپ کے حق میں ایک ولی کامل کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ رب کائنات کی بارگاہ میں اتنے مقبول ہوئے کہ آج پوری دنیاآپ کو صوفی صاحب کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

آپ کی پرہیزگاری کا اندازہ اس سے بخوبی لگا جاسکتا ہے کہ آپ کے زمانۂ طالب علمی میں دارالاقامہ کی نگرانی حضرت مولاناعلی احمد صاحب قبلہ مبارک پوری کو سونپی گئی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں دارالاقامہ میں فجر کی نماز کے لیے بچوں کو بیدار کرنے آتا تھا تو میں صوفی نظام الدین بستوی کو اس حال میں پاتا کہ یاتووہ وضوکررہے ہوتے یا وضو سے فارغ ہوکر اپنے کمرے کی طرف آرہے ہوتے۔

۱۹۵۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں آپ کے سر پر فضیلت کا تاج زریں اس وقت کے مقتدر اور قابل قدر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں سے رکھا گیا اور سند فضیلت سے بھی سرفراز کیا گیا۔ بارگاہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ میں رہ کر آپ نے ان کے علوم و فیوض سے جو خوشہ چینی کی تھی اس کا حق اس طرح ادا کیا کہ جہاں بھی گئے طالبان علوم نبوت کی علمی تشنگی کا سامان فراہم کرتے رہے اور اپنی محنت شاقہ کے ذریعہ شب و روز طرح طرح کے لائحہ عمل تیار کر کے مذہب اسلام کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ وقت کے اٹھتے ہوئے مسائل کا حل بڑے نرالے اور اچھوتے انداز میں پیش فرماتے رہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر و افتا نویسی کا بار گراں بھی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھالتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب زمانہ نے آپ کی ذات کو سمجھا تو کوئی خطیب البراہین کہہ کر آپ کی قدر و منزلت کو سلام کرتا، کوئی محدث بستوی کہہ کر اپنی محبتوں کی سوغات پیش کرتا، کوئی مفتی وقت کہہ کر آپ کی خوبیوں کو سراہتا اور دنیا تو آپ کو صوفی صاحب کہہ کر آپ کی بارگاہ میں شہرۂ آفاق کی بلندیوں سے خراج محبت پیش کرتی۔

حضور خطیب البراہین کے ممتاز اساتذہ:

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے جن اساتذہ کی بارگاہوں سے تحصیل تعلیم و تربیت اور اکتساب فیوض و برکات کیا ان مقدس ہستیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمد فاروق احمد صاحب قبلہ فیض آبادی علیہ الرحمہ

(۲) صاحب بشیر القاری صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

(۳) رئیس الاتقیا حضرت علامہ مبین الدین امر ہوی علیہ الرحمہ

(۴) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت الشاہ الحاج عبد العزیز محدث مرآبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۵) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ بلیاوی علیہ الرحمہ
(۶) حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ
(۷) شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ۔

حضور خطیب البراہین بحیثیت استاذ:

الجامعۃ الاشرفیہ سے ۱۹۵۲ء میں فراغت کے بعد حضرت صوفی نظام الدین صاحب قبلہ نے بستی ضلع کے ایک مردم خیز قصبہ مہنداول کے دارالعلوم سے اپنے درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔ کچھ دن یہاں آپ نے طلبہ کی علمی سیرابی فرمائی پھر اپنے محترم اساتذہ حضرت علامہ مبین الدین امروہوی اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی کا حکم پاکر دارالعلوم شاہ عالم گجرات چلے گئے جہاں آپ مسلسل پانچ سالوں تک اپنے علوم و فنون سے طالبان علوم نبویہ کی مشام جاں کو معطر کرتے رہے۔ پھر واپس آپ دارالعلوم مہنداول میں تشریف لائے یہاں کچھ دنوں تک آپ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس وقت تک آپ کے علم و فضل کا شہرہ اور چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔ ہر ادارے کا مہتمم آپ کو اپنے ادارے میں بڑے سے بڑے عہدہ پر رکھنے کا متمنّی تھا۔ حضرت صوفی عبدالحمید صاحب قبلہ بھی دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا بازار ضلع گونڈہ سے آپ کے تقرری کی تمنا لے کر مہنداول کے دارالعلوم میں تشریف لائے۔ آپ کا بیان ہے کہ بستی ضلع میں ایک عالم کی شہرت سن کر مجھے فضل رحمانیہ کی جانب سے ان کی تقرری کے لیے بھیجا گیا۔ میں جب مہنداول کے دارالعلوم میں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ ایک عالم دین (جن کے چہرے سے نورانی اور عالمانہ وقار جھلک رہا تھا) طلبہ کو پڑھانے میں مصروف تھے۔ میں سلام کر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ میں ان کے انداز درس و تدریس کو دیکھتا رہا۔ بڑی ہی متانت و سنجیدگی و شائستگی کے ساتھ اپنی باتیں طلبہ کے قلوب و اذہان میں ودیعت کر رہے تھے۔ مجھے ان کا دلنشیں انداز اتنا راس آیا کہ میں نے ٹھان لیا کہ ان کو اپنے یہاں (فضل رحمانیہ میں) ضرور لے جاؤں گا، جب وہ درس سے

فارغ ہوئے تو میں ان کی خدمت میں پہونچا اور اپنا مدعا بیان کیا، چند گھنٹوں کی گفت وشنید کے بعد دارالعلوم فضل رحمانیہ کے لیے ان کی تقرری کی کوششوں میں کامیاب ہوا۔ وہ عالم دین کوئی اور نہیں بلکہ خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی تھے۔

جس وقت حضرت علامہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ بریلی شریف میں ایک موقر استاذ کی حیثیت سے جلوہ بار تھے اسی دوران وہاں ایک درس گاہ کے لیے ایک قابل، باصلاحیت، لائق اور فائق استاذ کی ضرورت درپیش ہوئی، آپ کی نظر انتخاب حضرت صوفی صاحب قبلہ پر جاکر رکی۔ آپ نے اپنے اس محبوب اور چہیتے شاگرد کو بذریعہ خط بریلی شریف آنے کا حکم صادر فرمایا۔ ادھر تنویرالاسلام امرڈوبھا کے شیخ الحدیث حضرت علامہ سخاوت علی خان صاحب قبلہ (جو آپ کے ہم سبق تھے) آپ کو تنویرالاسلام میں تدریس وافتا کی عظیم ذمہ داری آپ کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لیے انھوں نے پیہم اصرار کیا۔ حضور خطیب البراہین کے لیے یہ صورت حال بڑی پیچیدہ تھی آپ فیصلہ نہیں کر پارہے تھے کہ استاذ محترم کے حکم کی تعمیل کروں یا رفیق محترم کے پیہم اصرار کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس سلسلے میں استاذ محترم کی رائے لے لی جائے۔ آپ نے پوری صورت حال بذریعہ خط لکھ کر بھیج دیا۔ آپ کے استاذ محترم حضرت علامہ مبین الدین امروہوی صاحب قبلہ نے پوری صورت حال کا جائزہ لیا اور اپنی بافیض باطنی نگاہ سے دیکھ لیا کہ آپ کا مستقبل تنویرالاسلام کے ساتھ ہے اور اسی ادارہ میں رہ کر دین وسنیت کو فروغ دیتے ہوئے آپ کی عمر عزیز کا کارواں گزر جائے گا۔ لہٰذا آپ نے انھیں حکم دیا کہ آپ تنویرالاسلام میں ہی چلے جائیں۔ اس طرح ۱۴؍اپریل ۱۹۶۳ء کو دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا میں حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ نے شیخ الحدیث اور مفتی کی حیثیت سے باضابطہ اپنی خدمات جلیلہ کا آغاز کیا۔ تنویرالاسلام کو چوں کہ آپ نے اپنی زبردست خدمات کے ذریعہ پروان چڑھایا اور اسے ترقیوں کی شاہراہ پر گامزن کردیا۔ اس لیے ریٹائرمینٹ کے بعد بھی وہاں کے ارباب حل وعقد مزید آپ کی خدمات لینے کے خواہاں ہوئے۔

آپ نے حامی بھرلی اور حسب سابق اپنی خدمات سے تنویرالاسلام کی روح کو سرشار کرتے رہے۔آپ کے اخلاص عمل کا ایک مثالی کردار یہ بھی ہے کہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد بغیرکسی عوض کے اپنی خدمات مذکورہ ادارہ کے لیے وقف کردیں۔ آپ کے لیے سب سے بڑے اعزاز کی بات یہ تھی کہ تاحین حیات آپ شیخ الحدیث کے قابل قدر عہدہ پر فائز رہے۔

حضور خطیب البراہین کے تلامذہ:

یوں توآپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ جو اطراف واکناف عالم میں بڑے اور قابل قدر عہدوں پر فائز ہوکر اسلام وسنیت کا کام کررہے ہیں ۔ ذیل میں چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ صوفی صاحب قبلہ کی ذات کس قدر علوم وفنون کی جامع تھی۔

(۱) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نائب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۲) حضرت مولانا قاری ظہور احمد صاحب سابق استاذ دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا

(۳) حضرت مولانا محمد تفسیر القادری قیامی صاحب نائب صدرالمدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی۔

(۴) حضرت مولانا محمد محسن صاحب نظامی نائب صدرالمدرسین دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا۔

(۵) حضرت مولانا حیدر علی صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم رضویہ دساواں سنت کبیر نگر۔

(۶) حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ سنت کبیر نگر

(۷) حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب ناظم اعلی دارالعلوم غریب نواز ڈومریاگنج

(۸) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب بستی

(۹) حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب سبحانی گونڈہ

(۱۰) حضرت مولانا امام علی صاحب استاذ دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا

(۱۱) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب استاذ دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا

(۱۲) حضرت مولانا رحمت علی صاحب دارالعلوم تیغیہ سیوان بہار

(۱۳) حضرت مولانا مقبول احمد صاحب سالک مصباحی بانی جامعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی

(۱۴) حضرت مولانا قاری رئیس القادری صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم مظہر العلوم شہر گورکھپور

(۱۵) حضرت مولانا ریاض احمد صاحب استاذ دارالعلوم ضیاء العلوم گورکھپور

(۱۶) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب ناظم اعلیٰ اظہار العلوم ارجی

(۱۷) حضرت مولانا غلام حسین صاحب مڈ گاؤں گوا

(۱۸) حضرت مولانا یار القادری صاحب استاذ دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپیڑوا بازار گونڈہ

(۱۹) حضرت مولانا خورشید احمد صاحب نظامی جھابوا، شہر ایم پی

(۲۰) حضرت مولانا محمد مستقیم صاحب کامل نظامی مدرسہ نور العلوم بانسی

(۲۱) حضرت مولانا معظم علی صاحب دارالعلوم فیض الاسلام مہنداول

(۲۲) حضرت مولانا عبد المنان صاحب پرنسپل دارالعلوم گلشن طیبہ مندسور ایم پی

(۲۳) حضرت مولانا طاہر القادری صاحب استاذ مدرسہ سراج العلوم برگدہی مہراج گنج

(۲۴) حضرت مولانا رضا علی صاحب نوتنواں

(۲۵) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد یعقوب علی صاحب ممتاز العلوم ہردی

(۲۶) حضرت مولانا سید مرتضیٰ علی صاحب بلرامپور

(۲۷) حضرت مولانا ماشاء اللہ صاحب نظامی استاذ دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

(۲۸) حضرت مولانا محمد طارق صاحب قبلہ نظامی استاذ دارالعلوم مخدومیہ اوشیورہ برج جوگیشوری ممبئی

(۲۹) حضرت مولانا عالمگیر صاحب نظامی استاذ دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا

(۳۰) حضرت مولانا صابر القادری صاحب نظامی خطیب وامام جامع مسجد ورسوا یاری روڈ

(۳۱) حضرت مولانا شمس الدین صاحب نظامی الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی

(۳۲) ڈاکٹر سمیع اللہ صاحب نظامی گونڈہ

(۳۳) حضرت مولانا ارشد علی نظامی استاذ دارالعلوم بحرالعلوم خلیل آباد

(۳۴) حضرت مولانا محمد شریف نظامی صدرالمدرسین دارالعلوم اہل سنت یار علویہ ہتھیا گڑھ

(۳۵) حضرت مولانا محمد سعید نظامی ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ برکاتی محلہ موضع حسنی بستی۔

بیعت وخلافت:

خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی نے ۲۳/ سال کی عمر میں غوث الوقت مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان نوری برکاتی کے دست اقدس پر ۷/ ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶/ جنوری ۱۹۵۲ء میں بیعت کیا اوراس طرح آپ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوگئے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد آپ نے مکمل طور سے اپنے پیرومرشد کے حکم کے مطابق زندگی گزار کر لوگوں کے لیے ایک مثال قائم کردی اور یہ بتادیا کہ پیرومرید کے درمیان کتنا عظیم رشتہ ہوتا ہے۔

حضور احسن العلما حضرت علامہ سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نے خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین محدث بستوی کی باطنی خوبیوں کو اپنی نگاہ ولایت سے دیکھ لیا تھا اس لیے ۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۶؍ نومبر ۱۹۸۴ء بروز جمعرات خانقاہ برکاتیہ میں سالانہ عرس قاسمی برکاتی کے حسین موقع پر قابل قدر علماے کرام ومشائخ عظام کی موجودگی میں اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور انھیں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی اجازت عطا فرمائی۔ رئیس الاتقیا حضرت علامہ مبین الدین امروہوی کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا سلسلوں کی اجازت عطا فرمائی تھی مگر آپ نے کسی کو مرید نہیں بنایا۔ کبھی آپ کی بارگاہ میں کوئی بیعت کے لیے آتا بھی تو آپ اسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھیج دیتے۔ آپ نے اپنے وصال سے قبل ان سارے سلسلوں کی اجازت اپنے پیارے اور چہیتے شاگرد حضرت صوفی صاحب کو مرحمت فرمادی تھی۔ ان بزرگان دین کی عطا کردہ اجازت وخلافت حضرت صوفی صاحب قبلہ کی زندگی اس قدر برکتوں کی حامل ہوئی کہ آج اکناف عالم میں ہر طرف آپ کے مرید نظر آرہے ہیں۔ سب سے بڑی خوش بختی یہ ہے کہ آپ کے مریدین میں ایک بڑی تعداد علما، قرا اور حفاظ کی ہے۔

حج وزیارت:

اللہ رب العزت نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ پر خصوصی فضل وکرم نازل فرمایا کہ آپ بھی حرمین شریفین کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۰ء میں آپ اپنی والدۂ محترمہ، اپنے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن نظامی اور اپنے ایک مرید سیٹھ اختر عادل نظامی مرحوم کے ساتھ حج کے لیے عازم سفر ہوئے۔ سفر حرمین طیبین کے اس پر بہار اور حسین موقع پر مولانا عابد القادری صاحب نے کچھ اشعار آپ کی بارگاہ میں پیش فرمائے۔ جو ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

آج تنویر کا پر کیف نظارہ دیکھو
کیا خبر ایسا سماں آئے دوبارہ دیکھو

بہر دیدار مدینہ یہ خطیب البراہین
عزم حج لے کے چلا شیخ ہمارا دیکھو
آرزو دید کی ہے اشک کی صورت لرزہ
آنکھ کو ہے کہاں تاخیر گوارا دیکھو
متقی اور سخی عابد و زاہد بن کر
زندگی عشق نبی میں ہے گزارادیکھو
باعمل وصف بخشا ہے کرامت لیکن
عوج پر اور مقدر کا ستارہ دیکھو
میرے آقا کی شفاعت کا ملے گا مژدہ
میرے آقانے مدینے سے پکارا دیکھو
کب در رشک جناں پہونچے گا تو اے عابد
لوگ کہنے لگے یہ عشق کا مارا دیکھو

حضور خطیب البراہین کے تقریری اور تحریری کارنامے:

المختصر یہ کہ آپ کی تقریر بڑی جامع ہوا کرتی تھی، کسی بھی مدعا کو ثابت کرنے کے لیے آپ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے انبار لگا دیتے، جو بھی آپ کی تقریر سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی تقریروں سے بہت متاثر ہوا کرتے تھے۔ کتنے تو ایسے ہوئے جنھوں نے آپ کی تقریروں کو سن کر اپنے کفری اعتقادات سے توبہ کر لیے، انداز اتنا دلنشیں ہوتا کہ آپ کے جملے دل میں پیوست ہو کر روح کی گہرائیوں تک اترتے چلے جاتے، دوران تقریر نہ کسی طرح کا شور شرابہ ہوتا اور نہ ہی کوئی اتھل پتھل بلکہ مکمل خاموشی چھا جاتی، جو جہاں بیٹھا ہوتا وہیں سے ہی بغور سنتا اور پوری تقریر سن کر ہی اٹھتا۔

تحریر کے ذریعہ بھی آپ نے مذہب اسلام کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں۔

اگرچہ عدیم الفرصتی کے باعث آپ کے تحریری شہ پارے زیادہ نہیں ہیں مگر جتنا بھی آپ نے لکھا بہت اچھا لکھا۔ جس موضوع پر آپ نے لکھا اس کا حق ادا کر دیا۔ موضوع کے تعلق سے جتنی بھی ضروری چیزیں ہوتیں سب بیان فرمادیتے کسی پہلو کو بھی تشنہ لب نہیں چھوڑتے۔ ذیل میں آپ کے قلمی شہ پاروں کے نام پیش کئے جاتے ہیں جنھیں پڑھ کر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میری باتیں کہاں تک درست ہیں:

(۱) داڑھی کی اہمیت (۲) کھانے پینے کا اسلامی طریقہ (۳) برکات مسواک (۴)اختیارات امام النبیین (۵) فلسفۂ قربانی (۶) برکات روزہ (۷) حقوق والدین (۸)فضائل مدینہ (۹)فضائل تلاوت قرآن مبین(۱۰) فضائل درود (۱۱) خطبات خطیب البراہین (۱۲)احوال الصالحین۔

کئی نامور مصنفین نے آپ کی خدمات جلیلہ کو سراہتے ہوئے آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو موضوع بناکر بڑی قیمتی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی فہرست مندجہ ذیل ہے:

(۱) دوعظیم شخصیتیں تصنیف حضرت علامہ ومولانا مبارک حسین صاحب قبلہ مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

(۲) خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت تصنیف حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۳) آئینہ محدث بستوی تصنیف ادیب شہیر امیر القلم حضرت مولانا مقبول احمد سالک مصباحی بانی جامعہ خواجہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی

(۴) خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں تصنیف حضرت علامہ مولانا صدرالوریٰ صاحب قبلہ مصباحی

(۵)خطیب البراہین آئینہ اشعار میں تصنیف ڈاکٹر عزیز اللہ خان عزیزی

(۶) محدث بستوی سنت رسول کے آئینہ میں تصنیف حضرت مولانا طاہر القادری صاحب قبلہ استاذ جامعہ کاملیہ اہل سنت مفتاح العلوم۔

ان کے علاوہ بہت سے صاحبان علم وفضل نے آپ کی حیات وخدمات پر خامہ فرسائی کی ہے۔

خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی علیہ الرحمہ کی زندگی سادگی، متانت وسنجیدگی، تقویٰ وطہارت، دیانت داری ومنکسر المزاجی، اخلاص وللّٰہیت کا آئینہ دار تھی۔ آپ کی حیات کا یہ پہلو کہ آپ ہمیشہ نگاہوں کو نیچی رکھ کر چلتے، قرآن کریم کی اس آیت کریمہ ''قل للمؤمنین یغضواابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلك ازکیٰ لھم واطھران اللہ خبیر بما یصنعون'' کی عملی تفسیر تھا۔

مولائے کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب کائنات ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرماکر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے صدقے میں ان کے تمام مریدین متوسلین معتقدین کی بھی مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ افضل الصلوٰہ واکمل التسلیم.



حضور خطیب البراہین کی حیات کا مختصر جائزہ

حجۃ العلم حضرت مفتی محمد قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، بکھیرہ، سنت کبیر نگر

اسم شریف:

محمد نظام الدین (قادری برکاتی رضوی نوری)

مولدو مسکن:

ضلع بستی کے صدر مقام سے تقریباً ۳۰؍ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب شمال مشرق تپہ اجیار کے مردم خیز اور مشہور گاؤں "اگیا" (جو پہلے ضلع بستی میں تھا اور اب سنت کبیر نگر میں آگیا ہے) کے ایک پابند صوم وصلاۃ گھرانے میں مورخہ ۱۵؍ جنوری ۱۹۲۸ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، والد بزرگوار نے اسی مسرت وشادمانی کے عالم میں دل میں یہ طے کرلیا کہ میں اس بچے کو عالم دین بناؤں گا اس لیے آپ کی پرورش اور نشوونما خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم کے لیے آپ کو اپنے علاقے کے ایک مکتب میں داخل کرایا گیا، جہاں آپ نے اردو، قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم میں مصروف ہوگئے، اس کے بعد ضلع بستی کے مشہور ادارہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں داخلہ لیا، وہاں آپ نے جماعت رابعہ تک تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۴۷ء میں مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تشریف لے گئے، وہاں امام النحو حضرت علامہ الشاہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ (مصنف بشیر القاری، بشیر الناجیہ، البشیر الکامل وغیرہا) اور رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج مبین الدین صاحب امروہوی علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک

پور تشریف لے گئے اور وہاں استاذ العلما حضرت علامہ الحاج عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمہ، حضرت شیخ العلما علامہ الحاج غلام جیلانی صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ، سلطان الواعظین و امام المصنفین حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں سے اکتساب فیض کرتے رہے، دوران تعلیم ہی ۷ر ربیع النور ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۱۹۵۱ء کو تاجدار اہل سنت آفتاب رشد و ہدایت شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم و عالم علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ ۱۹۵۲ء میں سند فراغ اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اجازت و خلافت:

مورخہ ۲۰ر صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر نومبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقعہ پر سرکار مارہرہ مطہرہ احسن العلما حضرت علامہ سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے علما و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر مجمع عام میں اعلان بھی فرمادیا۔

چوں کہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ سے شرف بیعت رکھتے تھے اس لیے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لے رہی تھی کہ کاش سلسلۂ بیعت جو سلسلۂ برکاتیہ کی ایک شاخ ہے اس سے بھی اجازت و خلافت مل جاتی، اس خواہش کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ آپ کے نہایت ہی مشفق و کرم فرما استاذ حضرت رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج مبین الدین صاحب قبلہ امروہوی علیہ الرحمہ نے اپنے وصال سے تقریباً سوا سال پہلے ۵ر محرم الحرام ۱۴۰۷ھ کو حضرت صوفی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو سلسلۂ رضویہ نوریہ کی خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمادیا اور آپ گویا مجمع البحرین

ہو گئے ، دونوں سلسلوں سے آپ نے جی بھر کے فیض لوٹا اور اسی کے مطابق تشنگان علوم و معرفت میں دونوں ہاتھوں سے فیض تقسیم بھی کیا۔

خصوصیات:

جہاں آپ بے مثال مدرس تھے وہیں یگانۂ روزگار خطیب بھی تھے،آپ کے خطاب کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ بلا خوف لومۃ لائم اپنی بات سادہ اور سلیس زبان میں اس طرح بیان فرماتے کہ ہر ہر دعویٰ کو کتاب و سنت اور اسلاف کرام کی کتابوں کے حوالوں سے اس طرح بیان فرماتے کہ صفحہ اور سطر بھی بیان فرمادیتے اور پھر موقعہ سے مناسب امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یا استاذ زمن حضرت حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار پیش فرما کر بیان میں چار چاند لگا دیتے، پورا خطاب دلائل و براہین سے مزین ہوتا آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اسلاف کرام کی تصنیفات کی عبارتیں برجستہ اور برملا پڑھتے جاتے سننے والے عش عش کرتے رہ جاتے......اسی لیے تو علمائے کرام اور مشائخ عظام نے آپ کو خطیب البراہین کے لقب سے یاد فرمایا۔

مولانا محمد تفسیر القادری قیامی نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم براہین و بیاں تم ہو
خطیب ایسا خطیبوں کو نئی راہیں ملیں جس سے
خطابت میں سلاست میں شہا آب رواں تم ہو

آپ پابندی شریعت، اتباع سنت، زہد و ورع اور تقویٰ شعاری میں اپنی مثال آپ ہیں۔۔۔ روئے زیبا ''اِذَا رُأُوا ذُکِرَ اللہ'' کی واضح تفسیر ہے۔ خلق خدا میں مقبولیت حد بیان سے باہر ہے جبھی آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو چکی ہے۔



باب دوم

خدمات

حضور خطیب البراہین بحیثیت مبلغ

مفتی منظر وسیم مصباحی
پرنسپل قادریہ ایجوکیشن سینٹر، لیلنگوے ملاوی، سینٹرل افریقہ

عہد حاضر میں تبلیغ اسلام کے دو اہم ذریعے ہیں: شریعت اور طریقت۔ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت ان دونوں ذریعوں کا سنگم تھی اور دین متین کی ترویج واشاعت میں آپ نے دونوں میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

جب آپ مسند تدریس یا کرسی خطابت پر جلوہ گر ہوتے تو شریعت کے پیکر نظر آتے۔ یوں ہی جب آپ مریدین و معتقدین کے مابین تشریف فرما ہوتے تو طریقت وتصوف آپ پر نازاں نظر آتے۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہوا:

''اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِکۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ'' (النحل:١٢٥)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (کنزالایمان)

تفسیر جلالین میں ہے:

"ادع (الناس يا محمد) الى سبيل ربك (دينه) بالحكمة (بالقرآن) والموعظة الحسنة (موعظة أوالقول الرقيق) وجادلهم بالتي (أي المجادلة التي) هي أحسن (كالدعاء الى الله بآياته والدعاء الى حججه)" (النحل : ١٢٥)

آپ ﷺ لوگوں کو اپنے رب کی راہ یعنی اس کے دین کی طرف بلائیں حکمت یعنی قرآن اور اچھی نصیحت یا نرم گفتاری کے ساتھ اور ان سے اس طریقہ پر بحث کریں

جو سب سے بہتر ہو جیسے کہ اللہ کی طرف بلانا اس کی نشانیوں کے ذریعہ۔

صدر الافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''بہتر طریق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔''

آیت کریمہ میں تبلیغ دین کے لیے تین خصائل کا ذکر ہوا۔ (۱) الحکمة ۔پکی تدبیر (۲) الموعظة الحسنة۔ اچھی نصیحت(۳) جادلهم بالتي هي أحسن۔سب سے بہتر طریقہ پر بحث۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے خطابات کا اگر آپ جائزہ لیں تو یہ ساری خصلتیں پائیں گے۔ آپ کا انداز خطاب کچھ اس طرح ہوا کرتا تھا: اولا خطبہ مسنونہ اور موضوع کی مناسبت سے آیت کریمہ کی تلاوت۔ پھر نرم گفتاری کے ساتھ جو دلائل و براہین کا سلسلہ شروع ہوتا تو آخر خطاب تک جاری رہتا۔ دوران خطاب موضوع کی مناسبت سے امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر ضرور ہوتا جو براہین نقلیہ اور عقلیہ کو ذہن نشین ہونے میں اہم کردار ادا کرتا۔

جس طرح میدان شریعت میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دئے اسی طرح میدان طریقت میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تقوی و پرہیز گاری میں بھی یگانہ روز گار تھے، آپ کے تقوی کے بنا پر ہی لوگ آپ کو صوفی صاحب کہنے لگے آپ کا لقب اس قدر زبان زد عام و خاص تھا کہ صوفی صاحب کہنے پر ہر کسی کا ذہن آپ ہی کی طرف جاتا تھا۔

آپ ۱۹۹۰ء میں اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے صاحبزادے حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے، دوبارہ حج نفل کرنے کے لیے مریدوں نے کافی اصرار کیا جس پر آپ نے علما سے مشورہ کیا، علما نے حج نفل

کے لیے تصویر کشی سے احتراز کا مشورہ دیا، اسباب کی فراہمی کے باوجود بھی آپ نے تقویٰ کو ترجیح دی اور حج نفل نہ کیا۔

آپ کا حلقہ مریدین ومعتقدین کافی وسیع ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ جس میں علما، اسکالرس، مدارس کے طلبہ، کالجز کے طلبہ نیز عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگ پائے جاتے ہیں، جو بھی آپ کو دیکھ لیتا گرویدہ ہو کر بیعت ہو جاتا۔ عالم اسلام میں حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی مقبولیت مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہوا: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا '' (مریم:۹۶)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

صدرالافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلانا میرا محبوب ہے، جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مومنین، صالحین واولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ جیسے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت نظام الدین دہلوی اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہم اور دیگر

حضرات اولیائے کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔“

جب آپ درس و تدریس سے فرصت پاتے تو طریقت کے ذریعہ دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں لگ جاتے۔ آپ کے دست حق پرست پر جو بھی بیعت ہوتا اسے نماز روزہ اور داڑھی رکھنے اور حرام و ناجائز چیزوں سے دور رہنے کی ضرور تلقین کرتے۔ نیز گاہے بگاہے اپنے مریدین و متوسلین کو شریعت کی پابندی کرنے کی نصیحت کرتے رہتے۔

یہ چند سطور بعجلت آپ کی بارگاہ خراج عقیدت کے طور پر نذر کیے ”گر قبول افتد زہے عز و شرف“ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب کے صدقہ و طفیل ان کے مرقد پر باران رحمت کا نزول فرمائے، اور ان کے فیضان کو ہم پر جاری و ساری فرمائے۔



خطیب البراہین اور دعوت وتبلیغ

مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی
بانی علامہ فضل حق اکیڈمی بھوانی پور، اسکا بازار، ضلع سدھارتھ نگر

انبیاے کرام ورسلان عظام علیہم السلام کے طریقۂ کار کو اپنانے کے لیے علماے کرام وصوفیاے عظام ہر دور میں کمربستہ رہے، انھیں عظیم المرتبت شخصیتوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ایمان واسلام کی ضیاباریوں وضوفشانیوں سے دنیا کا ہر خطہ روشن ومنور نظر آرہا ہے، اسلام کی دعوت تبلیغ کے لیے ضروری ہے کہ داعی ومبلغ، فقہ وتصوف سے آراستہ وپیراستہ ہو تب جاکر اس کی دعوت وتبلیغ موئثر ہوگی، اس لیے کہ فقہ اسلامی دنیاوی احکام ونظام کا محافظ اور عمل کا مصلح ہے اور تصوف رب ذوالجلال کی طرف سے سلوک کی کیفیت کی معرفت اور اندرونی حالات کو صاف وستھرا کرکے فضائل سے آراستہ وپیراستہ کرنے کے طریقۂ کار کی رہنمائی کرتا ہے، دونوں علوم کا جامع بلاشبہ دعوت وتبلیغ کے ذریعہ اشاعت اسلام میں نمایاں خدمات انجام دیتا رہا ہے، غیر منقسم ہندوستان میں مذکورہ اوصاف حمیدہ سے متّصف شخصیتوں میں سیدنا داتا گنج بخش ہجویری، سیدنا خواجہ معین الدین حسن سجزی، سیدنا بدیع الدین مدار حلبی، سیدنا بہاؤ الدین انصاری، سیدنا قاضِی حمید الدین ناگوری، سیدنا رضِی الدین باقی باللہ علیہم الرحمہ اور ان کے خلفا کا عظیم کارنامہ ہے، چودہویں صدی ہجری میں داعی اسلام کی حیثیت سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم علیہ الرحمہ میرٹھی کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے، ہمارے ممدوح خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی انھیں عظیم المرتبت شخصیتوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت وتبلیغ کی خدمات انجام دینے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اس لیے کہ وہ ان عظیم الشان علما میں سے تھے جنھیں رب کائنات نے خشیت کی عظیم دولت سے

نوازا ہے، خداوند قدوس نے جن علما کی خشیت کا ذکر جمیل فرمایا ہے وہ فقہائے کرام ہیں جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ھیں :"المراد من العلما الفقہاء"حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ علوم عربیہ میں مہارت کے ساتھ حدیث وتفسیر اور فقہ اسلامی میں خاصا درک رکھتے تھے، یوں ہی تصوف کے لوازمات مثلاً شیخ طریقت کی طرف رجوع اور ذکر وفکر اور محاسبہ ومراقبہ سے اپنے کو مزین ومرصع کرنے میں کامیاب وکامراں تھے،اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ خطیب البراہین علیہ الرحمہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور فاضل تھے،استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت، استاذ مطلق علامہ عبدالرؤف بلیاوی، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان جیسی عبقری شخصیتوں سے حدیث وتفسیر اور فقہ حنفی کی تحصیل میں کامیاب وکامراں ہوئے اور غوث العالم سرکار مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ عظمت میں حاضر ہوکر سلسلۂ قادریہ میں داخلہ کے بعد تصوف وسلوک کی منزلوں کو طے کرنے کے لیے ذکر وفکر اور محاسبہ ومراقبہ سے باطن کو مجلیٰ ومصفیٰ فرماتے رہے، وہ ایسے ذاکر تھے کہ انھیں ذکر میں محویت حاصل تھی، چوں کہ قرآن مقدس میں لفظ ذکر متعدّد معانی میں مستعمل ہے، لفظ ذکر بول کر قرآن مقدس مراد ہے، ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون'' اور کبھی ذکر سے نماز مراد ہے ''فاسعوا الیٰ ذکر اللہ'' اور کبھی علم ''فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون'' اور کبھی ذکر سے تسبیح وتہلیل اور درود وتکبیر مراد ہے ''فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم، واذکروا اللہ کثیراً، واذکر اسم ربك وتبتل الیہ تبتیلاً'' خلاصۂ یہ ہے کہ ذکر کے جتنے اقسام قرآن مقدس میں مذکور ہیں خطیب البراہین علیہ الرحمہ تمامی اقسام ذکر پر عامل تھے، قرآن کی تلاوت اور قرآن خوانی، مفہوم ومطلب کی تبلیغ واشاعت آپ کا معمول رہا، بعد نماز فجر تلاوت قرآن مقدس کے بعد تفسیر کی مستند کتابوں کا مطالعہ کرتے اور بذریعہ تدریس وتقریر باوضو بااحترام قرآنی تبلیغ ودعوت میں

مصروف رہتے، طلبا و عوام کو قرآنی احکام کا پابند رکھنے کے لیے انتھک کوششیں کرتے رہے گویا کہ ذکر یعنی قرآن مقدس کو دل و نگاہ میں بسا کر دعوت و تبلیغ میں ہمہ وقت مصروف رہے، یوں ہی ذکر یعنی نماز کی پابندی بچپن سے کرتے رہے حضرت والا کے استاذ گرامی فخر القرا حضرت علامہ قاری محمد یحیٰ علیہ الرحمہ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ ''نظام الدین بچپن سے صوفی ہے، جب میں فجر کے وقت طلبہ کو بیدار کرنے کے لیے جاتا تو اسے مصروف عبادت پاتا'' گویا کہ بچپن سے عبادت وریاضت کے خوگر کا نام خطیب البراہین علیہ الرحمہ ہے، خود نماز کے پابندی اور وعظ ونصیحت کے ساتھ لوگوں کو نماز کا پابند بنانے کے لیے کوششیں کرنا آپ کا شیوہ تھا، نماز کی دعوت و تبلیغ آپ کا عظیم مشن تھا، یوں ہی ذکر یعنی علم کو حاصل کرنے کے لیے دورودراز کا سفر کیا، علم سفینہ کی تحصیل کے بعد علم سینہ کو حاصل کرنے کے لیے مارہرہ مطہرہ و بریلی شریف کا سفر کیا، علم ظاہر وباطن سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ کرنے کے بعد بیعت وارشاد کے ذریعہ ہزاروں کو توبہ واستغفار کرانے کے بعد رجوع الی اللہ کی دعوت و تبلیغ کی اور مرشد کامل کی حیثیت سے ہزاروں افراد کے قلوب واذہان کو منور و مجلیٰ کرنے میں کامیاب و کامراں ہوئے۔ ذکر یعنی تکبیر و تہلیل اور درود وسلام میں اس قدر محو رہتے کہ ہمہ وقت اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتیں اور مجموعہ درود وسلام دلائل الخیرات شریف کا ورد کرنا آپ کا معمول تھا، اپنے مریدین و متوسلین کو ذکر خفی اور پاس انفاس کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ دلائل الخیرات شریف کی اجازت مرحمت فرماتے گویا کہ روحانی تعلیمات کے ذریعہ مریدین و متوسلین کے ظاہر وباطن کو منور و مجلیٰ کرنے کی کوشش کرتے، دعوت و تبلیغ کا یہ طریقہ اپنے مرشد گرامی وقار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ محاسبہ و مراقبہ کے ذریعہ بھی دعوت و تبلیغ انجام دیتے تھے، اس لیے کہ صوفیائے کرام محاسبۂ نفس کے ذریعہ محبت وایثار اور اخلاص و مروت کی دولت سے سرفراز ہوتے ہیں اور محاسبۂ نفس کرنے والا باطل سے متنفر اور خیر

وطاعت کاخوگر ہوتا ہے "من عرف نفسه فقد عرف ربهٗ" جس نے اپنے کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا، گویا کہ اپنی برتری سے ناآشنا اور خود کو کم تر سمجھنے والا نخوت جیسی بیماریوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے، خشیت الٰہی کے ذریعہ محاسبہ کی دولت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ البرہان المؤید میں تحریر فرماتے ہیں: "من الخشية تكون المحاسبة ومن المحاسبة تكون المراقبة، ومن المراقبة يكون دوام الشغل بالله تعالىٰ "خشیت سے محاسبہ کی دولت حاصل ہوتی ہے اور محاسبہ سے مراقبہ کی دولت اور مراقبہ کے ذریعہ رب تعالیٰ کی دائمی خوشنودی حاصل ہوجاتی ہے، محاسبہ کے ثمرات یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ سے بندہ حقوق اللہ وحقوق العباد کی ضرورت واہمیت کو سمجھ لیتا ہے اور ان کی ادائیگی کی انتھک کوشش کرتا ہے اور توبہ واستغفار کے بعد پورے طور پر آیت مذکورہ "ففروا الی الله انی لكم نذير مبين" کا صحیح مصداق ہوجاتا ہے۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ محاسبہ کے خوگر تھے یہی وجہ ہے کہ توبہ واستغفار میں مشغول رہتے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو کبر ونخوت سے بچانے کی کوشش کرتے اور توبہ استغفار کی تعلیم دیتے ہوئے حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی پر کاربند تھے، دعوت تبلیغ کے ذریعہ گنہگاروں کو صالحین کے زمرہ میں داخل کرانے کی کوشش بسیار آپ کا شیوہ تھا، اسی طرح مراقبہ کے خوگر تھے، آپ کی نگاہ قلب پر ہوتی "قلب المومن عرش الله" مومن کا دل عرش الٰہی ہے گویا کہ آپ سر کو جھکا کر دل کی طرف توجہ خاص کے ذریعہ ان جلوؤں کا مشاہدہ کرتے جہاں تک اہل اللہ کے علاوہ کسی اور کی رسائی نہیں ہوتی، بذریعۂ مراقبہ اپنے قلب کو منور ومصفّٰی کرنے کے ساتھ اہل اللہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ جس کی طرف توجہ خاص فرمادیتے ہیں اس کے قلب ونظر کو مطہر ومصفی کردیتے ہیں، آن واحد میں لاہوت وملکوت کی سیر کرادیتے ہیں، دعوت وتبلیغ کا یہ طریقہ صوفیائے کرام کا خاصہ رہا ہے۔

الحاصل یہ کہ حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اپنے دور کے عظیم عابد و متقی ہونے کے ساتھ عملی میدان میں ایک عظیم المرتبت داعی دین بھی تھے، جب تک باحیات رہے اپنے قال وحال سے رشدوہدایت اور بندوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے، آپ قال والے داعی نہیں بلکہ اپنے قول پر عمل پہلے کرتے تھے پھر اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

افسوس آج دنیا اس عظیم المرتبت شخصیت سے محروم ہوگئی۔ پروردگار عالم ہم سب کو آپ کے نقوش حیات کو اپنانے کی توفیق خیر سے نوازے۔ آمین۔



خطیب البراہین اور اصلاح معاشرہ

مفتی ساجد علی مصباحی
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

خود نیک نہیں تسلیم، مگر نیکوں سے محبت رکھتے ہیں
اس حسنِ ادب کے صدقے میں امید سعادت رکھتے ہیں

خطیب البراہین، پیر طریقت، حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین برکاتی مصباحی (ولادت: ۲۱/ رجب ۱۳۴۶ھ /۱۵/ جنوری ۱۹۲۸ء۔ وفات: یکم جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / ۱۴/ مارچ ۲۰۱۳ء) گوناگوں فضائل و کمالات کے حامل تھے، میدانِ درس و تدریس ہو یا محفلِ وعظ و تذکیر، مریدین و متوسلین کی ہدایت و رہنمائی کا مسئلہ ہو یا خلوص و للّٰہیت اور تقویٰ و طہارت کا معاملہ، ہر میدان میں اور ہر محاذ پر حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ بہت نمایاں اور ممتاز نظر آتے تھے۔

درس گاہ میں جب طالبانِ علوم نبویہ کی حسین انجمن میں جلوہ بار ہوتے تو علوم و معارف کے لعل و گہر لٹاتے اور اپنے آبشارِ علم و فضل سے تشنگانِ عشق و عرفاں کو سیراب کرتے ہوئے زبانِ حال سے ارشاد فرماتے۔

کہکشاں سے کوئی یہ کہہ دے کہ اپنی کرنوں کو چن کے رکھ لے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

نام و نمود سے بے پروا علم و عمل کے اس پیکرِ جمیل کی بذلہ سنجی مختلف علوم و فنون کی گتھیاں سلجھاتی اور اس سراپاے شعور و آگہی کی خاموشی حکمت و دانائی کا پتہ دیتی تھی، حلم و بردباری اور تواضع و انکساری کا مفہوم ان کی نشست و برخاست سے بھی سمجھا جاتا تھا؛ اسی لیے تو ان کی فیض بار مجلس سے مستفید ہونے والا اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کرتا نظر آتا ہے۔

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم، براہین و بیاں تم ہو
یقینا متقی، شیخ الحدیث و پارسا، زاہد
کہ عالم با عمل ہو، واقفِ سرِّ نہاں تم ہو
کوئی سنت کسی لمحہ نہ تم سے چھوٹتے دیکھی
خدا جانے تمھارا مرتبہ کیا ہے، کہاں تم ہو

اور جب آپ منبر خطابت پر جلوہ نما ہوتے تو اپنی زبانِ گہربار سے علوم و معارف کے درخشاں موتی لٹاتے، آپ کے خطبات دلائل و براہین سے مزین اور واقعات و حقائق سے آراستہ ہوتے تھے، زبان آسان، مگر سحر آفریں ہوتی، انداز سادہ، مگر دلنشیں ہوتا آپ کے خطاب سے اربابِ علم و دانش، اصحابِ فکر و بصیرت، علما و طلبہ، بلکہ گنوارا ور ان پڑھ سبھی مستفید و مسرور ہوتے تھے، آپ کی دقیقہ سنجی اور نکتہ آفرینی بڑی حیرت انگیز اور بصیرت افروز ہوتی تھی، سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر محو سماعت ہوتے، ٹکٹکی باندھے رخِ زیبا کا نظارہ کرتے اور آپ کی علمی گہرائی و گیرائی اور ہمہ جہت معلومات پر داد دیتے ہوئے برملا اس حقیقت کا اعلان کرتے۔

خطیب ایسا، خطیبوں کو نئی راہیں ملیں جس سے
خطابت میں سلاست میں شہا آب رواں تم ہو

گوناگوں خوبیوں کے حامل اس مردِ حق آگاہ کے اوصافِ جمیلہ کا بیان صرف ہمہ و شما ہی نہیں کرتے ہیں، بلکہ جہانِ علم و دانش کی جلیل الشان ہستیاں اور عبقری شخصیات بھی ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ سر دست ہم اثباتِ مدعا اور آپ کی تسکین خاطر کے لیے دو چند بزرگوں کی تحریریں ہی پیش کرتے ہیں:

(۱) محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی (بانی جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو) حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے محاسن و کمالات کا

تذکرہ کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

”حضرت صوفی صاحب مد ظلہ محتاط، صاحبِ بصیرت اور پابند شرع عالم دین ہیں ،آپ کی تقریریں دلائل اور عشقِ رسول سے لب ریز ہوتی ہیں ، زبان شستہ ہونے کے ساتھ شریعت کے معیار پر ہوتی ہیں اور تقریر کے مضامین بہت ہی فکر انگیز ہوتے ہیں ، دقیقہ سنجی اور نکتہ آفرینی آپ کی تقریروں کی خصوصیات میں معدود ہیں ،اس طرز کی تقریر میں آپ ہندوستان کے علما میں امتیازی شان رکھتے ہیں ، مقررین و واعظین کے لیے صوفی صاحب کا انداز بیان اور ان کی روش اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے“ ۔(خطبات خطیب البراہین، تقریظِ جلیل ص ۷، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

(۲) محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی (صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) حضرت خطیب البراہین کی ایک کتاب پر مقدمہ لکھتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولف (پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ) اہلِ سنت و جماعت کے نامور عالم، جلیل القدر فاضل اور مشہور خطیب ہیں ۔آپ کا خطاب قرآن و حدیث کے حوالوں سے مرصع ،عام فہم اور شستہ ہوتا ہے؛ اس لیے علمانے آپ کو خطیب البراہین کا لقب دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تالیف بھی حضرت ممدوح کے مواعظِ حسنہ میں سے ایک ہے ۔ اخلاص و للّٰہیت آپ کی خو، بو ہے اور ورع و تقویٰ آپ کا پیکر، خلاصہ یہ کہ آپ بزرگوں کی یادگار اور صالحین کا نمونہ ہیں“۔ (داڑھی کی اہمیت، تقدیم، ص ۳، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

(۳) مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی (مہتمم دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو) اپنی ایک تقریظ میں اس طرح اظہارِ خیال فرماتے ہیں:

”صوفی باصفا، خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ بستوی جماعتِ اہلِ سنت کی ایک عظیم شخصیت ہیں جنھیں بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف کہا

جائے تو بجا ہے ۔آپ جہاں بہترین مدرس، عالی شان خطیب اور مقبول ترین مرشدِ طریقت ہیں وہیں بہت ساری کتابوں کے مصنف بھی ہیں ۔ آپ کی زیادہ تر کتابیں واعظانہ انداز لیے ہوئے ہیں ؛اس لیے عوام و خواص سب کے لیے غایت درجہ مفید ہیں"۔(حقوقِ والدین، قرآن وحدیث کی روشنی میں، تقریظِ جلیل، ص۳، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیاچھاتا، سنت کبیر نگر)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"حضرت خطیب البراہین مد ظلہ العالی ہمیشہ اخلاص پیشہ اور دین پرست رہے ہیں، اور حرص وہوس کو آپ نے دور کا سلام کہہ دیا ہے جو آپ کے صفاے باطنی وزکاے قلبی کی علامت ہے ۔آپ کی مقناطیسی شخصیت نے بڑے بڑے گم کردہ راہوں کو صفاے قلبی کی راہ پر لگادیا ہے، آپ کی ادنیٰ توجہ اور روحانی تربیت نے ہزاروں تاریک دلوں کو دین کا اجالا بخش دیا ہے اور کتنے ناپختہ اذہان میں تصلب فی الدین کی شمع روشن کردی ہے، آپ سے قریب ہوتے ہی آدمی روحانیت سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے، غرض کہ اس دور میں ایک شیخِ طریقت، ایک مصلح و مربی کی حیثیت سے آپ ایک بلند مقام پر فائز ہیں۔(خطبات خطیب البراہین، تقدیم ص۹، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیاچھاتا، سنت کبیر نگر)

(۴) بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ آپ کی شخصیت اور خطابت کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا مولوی مفتی محمد نظام الدین صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم تنویر الاسلام، امرڈوبھا، ضلع بستی علماے اہلِ سنت میں ایک ذی وقار عالم اور مدرسین میں ایک بلند پایہ شیخ الحدیث، جن کے کثیر التعداد شاگرد پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، مرشدین میں ایک گراں قدر مرشد اور کثیر المریدین شیخ وقت اور پیر طریقت شمار کیے جاتے ہیں، اور رشد وہدایت اور وعظ وتقریر میں پورے ہندوستان کے طبقہ اہلِ سنت میں خطیب البراہین کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔

مولانا نے اپنے وعظ وتقریر میں ایک طرزِ خاص ایجاد فرمائی، زبان صاف اور

سیدھی، اندازِ بیان واضح اور سلجھا ہوا، مگر پابندی اس امر کی کہ جو بات بھی کہی جائے اسے حوالوں سے آراستہ کردیا جائے۔ مولانا اپنے بیان کی کیفیات میں خود ڈوب جاتے ہیں اور سننے والوں کا یہ حال کہ ہر شخص ششدر اور حیران ٹکٹکی باندھے ان کا چہرہ دیکھ رہا ہے اور ان کی باتیں سن رہا ہے اور دل میں سوچ رہا ہے، یا اللہ! کتنا وسیع مولانا کا علم ہے اور کتنا قوی ان کا حافظہ؟ بقول کسے

زبانِ عشق ، دل کی بات ، وہ بھی بزمِ واعظ میں
درو دیوار جھوم اٹھتے ہیں ، منبر رقص کرتا ہے

(خطبات خطیب البراہین، تقریظ جلیل، ص۵، ۴، ۶، ملخصاً، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

(۵) شیخ القرآن حضرت علامہ الحاج عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ آپ سے متعلق اپنے ایک مضمون میں اس طرح رقم طراز ہیں:

حضرت مولانا نظام الدین صاحب ایک عالمِ دین، بڑے اچھے واعظ و مقرر ہیں، اپنے وعظ و تقریر میں قرآن و حدیث سے اپنے مطالب عالیہ یا موضوعِ سخن کو خوب خوب مدلل و مبرہن کرتے ہیں، جب وہ کسی موضوع پر اپنے واعظانہ انداز سے بحث کا آغاز کرتے ہیں تو وہ اپنی بحث میں منفرد نظر آتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیات کو پیش کرتے وقت حوالہ ضرور دیتے ہیں، اور حوالہ میں پارہ، سورت، رکوع سب کچھ بیان کردیتے ہیں، اسی طرح بخاری شریف کی حدیث پیش کرتے ہیں تو پارہ، باب، حدیث نمبر، صفحہ نمبر بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

مجھ کو پورے ہندوستان میں ایسا خطیب و واعظ نہیں ملا جو ان کی دشوار گزار راہ پر چل کر کامیاب رہا ہو.. وہ نہایت سنجیدگی و متانت اور وقار و تمکنت کے ساتھ اپنا وعظ و بیان سامعین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان کے اس اندازِ تقریر سے بھی صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے گو کہ ان کے وعظ میں عالمانہ شان نمایاں رہتی ہے تاہم صوفیت کی رنگینی بھی جلوہ بار ہوتی ہے۔ (خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں، ص۸، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا)

اس طرح اگر آپ کے ہمہ جہت محاسن وکمالات کا تذکرہ کیا جائے اور آپ کے معاصرین ومشائخ کے تاثرات قلم بند کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائیگی اور آخر میں آپ کا تذکرہ نگار اور مشائخ کے گراں مایہ تاثرات کو زیبِ قرطاس کرنے والا یہ کہتے ہوئے اپنا قلم روک لے گا۔

آپ کا ارشاد ہوتا ہے مدلل مبرہن
کیا حدیثوں کے حوالے اور کیا ام الکتاب
آپ ہیں پیکر عمل کے انتہائی ہیں خلیق
اور روے پاک سے ظاہر بزرگی کا شباب
اک جہاں ہے آپ کی توصیف میں رطب اللسان
کیا کہوں میں ناسمجھ واللہ اعلم بالصواب

ان سطروں سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ تدریس وتقریر، دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، تقویٰ وطہارت، خلوص وللّٰہیت، علم وعمل اور فکر ونظر ہر جہت سے بہت نمایاں اور ممتاز تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے اصاغر واکابر اور معاصرین سبھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کے ان فضائل ومناقب کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کا مقصدِ اصلی مذہبِ اسلام کی ترویج واشاعت، خلقِ خدا کی ہدایت ورہنمائی اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کا سدّ باب کرنا تھا، اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ یعنی اللہ جلّ شانہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا اور اسی کی رضا وخوشنودی کے لیے کسی سے دشمنی کرنا آپ کا طغراے امتیاز تھا۔

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی دینی وملی، علمی وفکری اور اصلاحی وتعمیری خدمات کا ہر گوشہ اس لائق ہے کہ اس پر لکھا جائے اور اس کی روشنی میں عمل بھی کیا جائے، مگر صالح وصحت مند معاشرہ کی تعمیر وتشکیل اور مسلمانوں کی اصلاح وتفہیم کے

لیے آپ کے کارنامے بطور خاص قابلِ ذکر ہیں، اور صرف قابلِ ذکر ہی نہیں، بلکہ لائقِ اتباع بھی ہیں، اس لیے ہم بر وقت معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے سدِّ باب (اصلاحِ معاشرہ)اور مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے آپ کی مخلصانہ کاوشوں کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں:

حقوقِ والدین:

ارباب علم و فضل اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ حقوق العباد میں سب سے اہم والدین (ماں باپ) کے حقوق ہیں، مگر افسوس !آج ہمارے معاشرہ میں والدین کے ساتھ ہی سب سے زیادہ نازیبا سلوک کیا جارہا ہے، بعض عاقبت نااندیش بیٹے اپنے والدین کی خدمت کے بجاے ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جب اس سے بھی جی نہیں بھرتا تو انھیں گالیاں دیتے ہیں، بلکہ ضعیفی کے عالم میں ان محسنوں کو مارنے پیٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

یہ صورتِ حال حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی؛ اس لیے انھوں نے ایک رسالہ بنام ”حقوقِ والدین، قرآن و حدیث کی روشنی میں“ تحریر فرمایا، اس میں پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں والدین کے حقوق کی وضاحت کی، پھر بھکے ہوئے نوجوانوں کی تنبیہ و ترغیب کے لیے درج ذیل امور سے متعلق احادیث نقل کر کے ان کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھایا:

والدین اپنی اولاد اور ان کے مال کے مالک ہیں اور اس میں سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں۔ پروردگار کی رضا و خوشی باپ کی رضامندی و خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے، ماں باپ کو محبت بھری نگاہ سے دیکھنے کے بدلے اللہ تبارک وتعالیٰ اولاد کے نامہ اعمال میں حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے، جنت ماں کے قدموں کے پاس ہے، باپ جنت کا ایک دروازہ ہے، ماں کا قدم اور باپ کی پیشانی کا بوسہ جنت کی دہلیز چومنے کے مساوی ہے، والدین کی خدمت اور ان کے

حقوق کی رعایت نفلی جہاد سے افضل ہے۔ماں کے ساتھ حسن سلوک گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ ماں باپ کی خدمت کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے، ماں باپ کا نافرمان جنت سے محروم رہے گا، ماں باپ کا نافرمان دنیا ہی میں سزا پاجاتا ہے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کی عبادت مقبول نہیں ہوتی ۔ والدین کا نافرمان ذلیل و رسوا ہوجاتا ہے ۔اس طرح دیگر امور سے متعلق احادیث کریمہ اور واقعات ماضیہ کا رقت انگیز انداز میں تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

مسلمانو! غور کرو کہ والدین کی نافرمانی کا وبال کیسا ہوتا ہے، لیکن افسوس! آج یہ عام رواج ہو چکا ہے، ہمارے نوجوان شادی ہوتے ہی والدین کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں ،ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، ان کی خدمت تو در کنار، انھیں مارنے، پیٹنے اور انھیں گالیاں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

آہ مسلمانو! تمھیں کیا ہو گیا ہے ؟ کیا تمھیں اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے ؟ کیا تمھیں قبر کی کوٹھری میں جاکر نہیں سونا ہے ؟ کیا تم ہمیشہ اس فانی دنیا میں رہو گے ؟

مسلمانو! جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں سے ڈرو کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی نافرمانی کے وبال سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ النبی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔(حقوقِ والدین، قرآن وحدیث کی روشنی میں، ص ۴۰، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی یہ رقت انگیز اور نصیحت آمیز تحریر کسی بھی مسلمان کے دل کی دنیا بدل سکتی ہے بشرطیکہ اس کے اندر حرارتِ ایمانی اور احساسِ پشیمانی باقی ہو؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اس رسالہ کو عام سے عام تر کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔

داڑھی کی اہمیت:

داڑھی حضرات انبیاے کرام و مرسلینِ عظام بالخصوص حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّتِ کریمہ اور مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے، ایک مشت کی مقدار رکھنا واجب ہے، مگر اس کے باوجود داڑھی منڈانے کی بیماری وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے جو ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے، ایک زمانہ وہ تھا کہ اگر کسی کو پیدائشی طور پر داڑھی نہیں ہوتی تھی تو وہ اس پر افسوس کرتا، چنانچہ قاضی شریح جو اجلہ ائمہ اور کبارِ تابعین میں سے ہیں انھیں پیدائشی طور پر داڑھی نہیں تھی، وہ فرمایا کرتے تھے: اے کاش! دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی (تو میں خرید لیتا)۔

اسی طرح حضرت احنف بن قیس جو حکماے کاملین اور ثقہ علماے کرام میں سے ہیں انھیں بھی پیدائشی طور پر داڑھی نہیں تھی، ان کے احباب فرمایا کرتے تھے: اگر بیس ہزار کی بھی داڑھی ملتی تو ہم احنف کے لیے خرید لیتے۔

لیکن آج حال یہ ہو گیا ہے کہ داڑھی موجود ہے اور مسلمان اس کی اہمیت نہیں سمجھ رہے ہیں، شوق سے داڑھیاں منڈاتے ہیں اور اپنے چہروں کو بے نور کیے کوچہ و بازار میں گھومتے ہیں۔ حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے اس درد انگیز منظر کا مشاہدہ کیا تو ان کی حرارتِ ایمانی اور جذبہ دروں نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں بھی قوم مسلم کی خاطر خواہ رہنمائی کریں؛ اس لیے انھوں نے تقریباً ۱۹۸۰ء میں ایک رسالہ بنام ”داڑھی کی اہمیت“ تحریر فرمایا اور اس میں آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور کتبِ فقہیہ کے حوالے سے داڑھی کی عظمت و اہمیت بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کے ذہن و فکر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، چنانچہ ایک جگہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ ”میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مونچھیں پست کروں اور داڑھیاں بڑھاوں“ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”مسلمانو! تمھارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان تمھارے لیے شاہ

راہِ حیات متعیّن کررہا ہے اور دعوتِ عام دے رہا ہے کہ اس میں رب عزوجل اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کا راز مضمر ہے، تم اس درِّ آب دار اور گوہر شب تار کی حصول یابی میں لگو اور نفسِ امارہ کے دامِ فریب سے رست گاری حاصل کرو۔

مسلمانو! آپ کو یہ بات بحسن و خوبی معلوم ہے کہ آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حالت پر وہ اٹھتا بھی ہے، خدانخواستہ روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجوسیوں کی سی تمھاری صورت دیکھ کر نظر موڑ لیں تو کیا ہوگا، یقین جانو کہ تم کہیں کے نہ رہ جاوگے، تمھاری امان اور رستگاری سب کچھ ان کی نظرِ رحمت میں ہے"۔ (داڑھی کی اہمیت، ص ۱۷، ملخصاً مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

اور آخر میں تو ایسا دل کش واقعہ پیش کیا ہے جس سے عام لوگوں کو بھی داڑھی رکھنے کا حوصلہ ملتا ہے، عام لوگ سوچتے ہیں کہ جب اور نیک کام کر نہیں پاتے ہیں تو صرف داڑھی رکھ کر نیکوں کی سی صورت بنانے سے کیا فائدہ؟ ان کے لیے حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے تفسیر روح البیان سے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

فرعونیوں میں ایک شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ٹوپی پہن رکھی تھی اور ان سے استہزا کیا کرتا تھا، صرف صورتِ مشابہت کی وجہ سے اللہ عزوجلّ نے اسے بحرِ قلزم میں غرق ہونے سے بچالیا، اور اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا تو وہ دونوں جہان کے عذاب سے نجات پاجاتا۔ (داڑھی کی اہمیت، ص ۳۲، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

آج کل تو داڑھی میں قسمہاقسم کی تراش خراش کی جاتی ہے، ان سب سے بچنا ضروری ہے؛ کیوں کہ وہ سب ناجائز و حرام ہیں اور داڑھی کا ٹھٹھا کرنا، مذاق اڑانا تو نہایت شدید جرم ہے، ایسے قبیح افعال سے خود بچیں اور احباب و اقارب کو ان سے بچنے کی تلقین کریں، آپ کو دونوں جہان میں ان شاء اللہ سرخروئی حاصل ہوگی۔

کھانے پینے کا اسلامی طریقہ:

آج کا مسلم نوجوان اسلامی طور طریقے سے الگ ہٹ کر مغربی تہذیب و تمدن کو اپنانا باعثِ فخر سمجھتا ہے، جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ ہلاکت و تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے، احکامِ اسلام کی خلاف ورزی عام سے عام تر ہوتی جا رہی ہے، گھروں میں مغربی طرز پر کھانے پینے کا رواج ہے، کسی جشن یا تقریب میں چلتے پھرتے کھانا پینا فیشن بن گیا ہے، ایسے پر آشوب دور میں حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے قوم مسلم کی اصلاح کے لیے ایک رسالہ بنام کھانے پینے کا اسلامی طریقہ ترتیب دیا جو تمام لوگوں کے لیے مشعلِ راہ اور مینارہ رشد و ہدایت ہے۔

آپ نے پہلے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں رزقِ حلال کی اہمیت اور اس کی برکت واضح فرمائی، پھر کھانے پینے کے اسلامی اصول اور اس کی بعض حکمتیں بھی تحریر فرمائیں، مثلاً:

"کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا سنت ہے، کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر نہ پونچھے جائیں اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر رومال یا تولیہ سے پونچھ لیں؛ تاکہ کھانے کا اثر ہاتھ پر باقی نہ رہے۔

اس سنتِ مبارکہ کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کام کرتا ہے، اس کے ہاتھ مختلف چیزوں پر لگتے ہیں جس کے سبب ہاتھوں پر گرد و غبار اور جراثیم وغیرہ چپکے ہوتے ہیں، اور نظافت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھو لیا جائے، اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر نہ پونچھنے کا حکم ہے، اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہاتھ دھو کر پونچھنے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ کپڑے پر لگے ہوئے گرد و غبار ہاتھوں میں لگ جائیں اور مقصدِ غسل ہی فوت ہو جائے۔

اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھنے کا حکم ہے، اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر ہاتھ نہ پونچھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ کھانے کا اثر مثلاً سالن کی چکنائی یا مٹھاس وغیرہ

ہاتھوں میں لگی رہ جائے اور کوئی زہریلا کیڑا اسے چاٹ لے اور آدمی دشواری و مشقت میں پڑجائے۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ، ص۱۵،۱۴، ملخصاً، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیاچھاتا، سنت کبیر نگر)

"کھڑے ہوکر پانی پینا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے، مسلمانوں پر لازم و ضروری ہے کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنائیں اور غیر مسلموں کی روش سے دور بھاگیں۔ بیٹھ کر پانی پینے سے طبی فائدہ یہ ہوگا کہ پانی جسم کے اعضا میں تدریجاً سرایت کرے گا اور فائدہ مند و صحت بخش ہوگا، اور کھڑے ہوکر پانی پینے سے پانی پورے جسم میں فوراً سرایت کر جاتا ہے جو طبی اعتبار سے بہت ہی نقصان دہ ہے۔ (ایضاً ص ۴۴)

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے کھانے، پینے کے بیشتر اصول و ضوابط بیان کرنے کے بعد آیت یا حدیث سے اس کی دلیل بھی پیش فرمادی ہے اور جگہ جگہ ان کی بعض حکمتوں سے بھی پردہ اٹھادیا ہے۔ ساتھ ہی ناپسندیدہ طریقوں کا ذکر کر کے ان کا رد کرتے ہوئے ان کے نقصانات کی وضاحت بھی کردی ہے۔

برکات مسواک:

دور حاضر میں جب کہ دانتوں کے لیے نت نئی مصنوعات کا استعمال عام ہوگیا ہے، لوگوں کو مسواک کا اہتمام کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے، بزعم خویش ترقی یافتہ لوگ مسواک کرنے والے کو بخیل، کنجوس، دقیانوسی خیالات کا حامل اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، ایسے ہوش ربا ماحول میں مسواک کی ترغیب دینا کتنا اہم اور مشکل کام ہے اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس خار دار وادی کی جادہ پیمائی کی ہو، ہاں! جس کے پیشِ نظر رضائے الٰہی ہو وہ عوام کی تعریف و توصیف سے بے نیاز دین و سنت کی تبلیغ اور اس کی ترویج و اشاعت میں لگا رہتا ہے۔ کچھ یہی حال حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا تھا، انھوں نے دیکھا کہ لوگ مسواک سے دور ہورہے ہیں تو "برکاتِ مسواک" کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا اور اس میں مسواک کے اخروی اور باطنی فوائد کیساتھ ساتھ دنیاوی اور ظاہری فوائد بھی بیان فرمائے؛ تاکہ قاری کی رغبت بڑھے اور وہ مسواک کے منافع سمجھ کر اسے اپنالے۔

چنانچہ ایک جگہ بعض احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ مسواک کتنی عظیم سنت ہے اور کس قدر فوائد اپنے اندر جذب کیے ہوئے ہے، تاکید پہ تاکید کی جارہی ہے کہ مسواک کرو، اس میں اتنے فائدے ہیں، وہ رضاے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا سبب ہے، لیکن آج کے اس ہوش ربا اور پر فتن دور میں یہ سنت ختم ہونے کے قریب ہے، عصری ایجاد کے دل دل میں پھنس کر مسلمانوں نے اپنا اصلی سرمایہ کھودیا اور اسلام سے دور ہوتے چلے گئے، یہی وجہ ہے کہ آج وہ ذلت و خواری سے دوچار ہیں اور انھیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

قوم مسلم کے جیالو! اور خیر امت کے نونہالو! اٹھو اور کمر بستہ ہوجاو کہ کچھ بھی ہو، تمھیں سننِ رسول کی حفاظت و صیانت کرنی ہے اور اس پر عمل کر کے بتادینا ہے کہ ابھی ہمارے دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بحرِ ذخار موجزن ہے۔

دورِ حاضر میں سنجیدہ ذہن اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ مسواک بے شمار فوائد کی حامل ہے، خصوصا دورِ حاضر کے اطبا بھی اس کی افادیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لوگوں کو اس کی تلقین کرتے ہیں اور اس کی اہمیت بیان کرنے پر مجبور ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی عمدہ سے عمدہ منجن یا ٹوتھ پیسٹ مسواک کا نعم البدل ثابت نہیں ہوسکتا۔ (برکاتِ مسواک، ص ۲۷، ملخصاً، مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا چھاتا، سنت کبیر نگر)

اس طرح آپ نے درود پاک کے فضائل و مناقب پر مشتمل ایک رسالہ "فضائلِ درود" لکھا، تلاوت قرآنِ کریم کی فضیلتوں سے متعلق ایک رسالہ بنام "فضائلِ تلاوتِ قرآن مبین" تحریر فرمایا اور روزہ کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے "برکاتِ روزہ" نامی ایک رسالہ ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ فضائلِ مدینہ منورہ، فلسفہ قربانی اور خطباتِ خطیب البراہین وغیرہ آپ کی اصلاحی سرگرمیوں کا شاہ کار ہیں۔ سچ ہی کہا کسی نے۔

فروغِ سنیت کے واسطے سب کچھ کیا قرباں
سراپا صاحبِ ایثار ہیں صوفی نظام الدین

دعا ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل ہم تمام مسلمانوں کو دین اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہم سب سے وہ کام لے جس میں اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا شامل ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ، علیہ و علی آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم .



حضور خطیب البراہین اور ردِّ وہابیت

مولانا ابوالوفا رضوی
استاذ دار العلوم اہل سنت حق الاسلام، لال گنج، بستی

فیض الاولیا، خطیب البراہین، حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا (ولادت ۱۵/ جنوری ۱۹۲۸ء) منقول و معقول کے جامع اور ایک عابد شب زندہ دار مؤمن کامل تھے۔ اسلام و سنیت کے لیے آپ کی عظیم شخصیت ہمہ گیر ہے اور عالم گیر بھی، زبان و قلم، کردار و عمل، تدبر و تفکر اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ آپ نے فضل و کمال کے مدارج طے فرمائے۔ لیکن آپ کے مواعظ حسنہ کی اپنی انفرادی اور امتیازی شان رہی ہے، جو کچھ بھی بیان فرماتے تھے، قوی دلائل و براہین سے مزین اور آراستہ ہوتا تھا۔ انداز بیان اتنا عام فہم اور دلنشین ہوتا تھا کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تفہیم و تاثیر کے خطبات کے اہم جزو ہیں۔ مقام نبی، اختیار رسول، وسیلہ اور علم غیب مصطفی جیسے اہم موضوعات پر بولنے پر آجاتے تھے تو زبان کا اتار چڑھاؤ، الفاظ کی نشست و برخاست اور معانی و بیان کی فراوانی سے محظوظ و مسحور ہو کر ساری محفل آپ کے رخ زیبا کی طرف دیکھنے لگتی تھی اور آپ کی باتوں کو دلوں میں اتارنے کی بھرپور کوشش کرتی تھی۔

ردّ وہابیت:

باطل عقائد و نظریات کی تردید آپ کی تقریر کا ایک خاص حصہ اور اہم مقصد رہا۔ خطبات میں آپ کا اپنا ایک خاص طریقہ رہا ہے کہ اپنے موقف کی تائید میں خالص دینی مذہبی عقائد کو پیش کر کے قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت کرتے تھے اس طرح سے کہ منکرین کا نام تک نہیں لیتے اور نہ ہی کوئی ایسا جملہ زبان پر لاتے جو تفریق و انتشار کا سبب بنے اور جس کے منفی اثرات ثابت ہوں۔ چنانچہ اختیارات مصطفی کے

ثبوت میں ایک مقام پر وہابیوں کی تردید و تعاقب کرتے ہوئے حضرت خطیب البراہین یوں گویا ہیں:

''عجیب بات ہے کہ بخاری شریف میں کچھ لوگوں کو ایسی حدیثیں نظر نہیں آتیں، بخاری شریف پڑھتے ہیں ۔ نماز، روزہ سب کو سکھاتے ہیں لیکن مجھے حیرت ہے یہ حدیث شریف کیوں نہیں دیکھتے کہ بخاری شریف میں چھپی بھی ہے، جہاں کہیں ہے انہیں کیوں چھپایا جارہا ہے، یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ دل کی حالت صاف نہیں ہے اگر ہے تو نماز والی حدیث بیان کرو اور سرکار کی عظمت پر دلائل بھی دو۔ سرکار کی عظمت پر حدیثیں بیان کرو، یہ بخاری شریف ہے، اس کی پہلی جلد ہے، اس کا چودھواں پارہ ہے، اس کا صفحہ ۵۰۸ ہے۔

''قال رسول اللہ ﷺ انی قد اوتیت مفاتیح خزائن الأرض''(۱)

رسول کونین کے لیے ارض و سماوات کی ملکیت کے ساتھ ساتھ قبضہ و اختیارات کا بھی ایسا واضح ثبوت فراہم فرمایا کہ شواہد و دلائل کی تقویت اور اس کی جامع تشریحات کے پیش نظر اغیار کو اعتراف حقیقت کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں رہا۔

اہل حق اور اہل باطل کے درمیان ردّ و ابطال اور مناظرے مباحثے کے سلسلے عہد قدیم سے ہی چلے آئے ہیں، خوارج، روافض، معتزلہ، اہل تشیع اور غیر مقلدین وغیرہ، ہر باطل فرقوں کے خلاف تحریر و تقریر اور بحث و مناظرے کے ذریعہ ردّ و ابطال کے فرائض انجام پذیر ہوئے ہیں۔ لیکن داعیان اسلام میں دور حاضر کی گمراہ کن جماعت محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے مقلدین سے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہونچا ہے ،کیوں کہ اس جماعت نے توحید و رسالت کا دم بھرنے کے باوجود براہ راست بانی اسلام کو ہی نشانہ بنایا ہے۔

احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ان معرکہ آرائیوں سے ایک طرف تو اہل حق کے فکر و اعتقاد کی درستی و راستی واضح ہوتی ہے تو دوسری طرف باطل فرقوں کے عقیدہ

وایمان کا نفاق اور کردار و عمل کا بناوٹی بھرم بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ جس طرح اسلامی عقائد و نظریات کی صحیح ترجمانی کے لیے کوشاں رہنا ضروری اور اہم خدمت دین ہے یونہی باطل عقائد و نظریات کا پردہ چاک کرنا بھی اہم ضروریات دین میں ہے۔ صحیح تو یہ ہے کہ تبلیغ اسلام سے کہیں زیادہ اہم اسلام کا تحفظ و بقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق اہل سنت و جماعت جہاں اسلام و سنیت کی تبلیغ و اشاعت میں تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ وہیں پر باطل کے ذریعہ ضلال و گمراہ فرقوں کی ضلالت و گمراہی کو عیاں کرکے ان کے پر فریب دام مکر سے بچانے کی حتی المقدور سعی بھی فرماتے ہیں۔

حضرت خطیب البراہین علامہ محمد نظام الدین محدث بستوی علیہ الرحمہ سچے عاشق رسول اور اسلام و سنیت کے مخلص علم بردار تھے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے بیانات و خطبات میں جگہ جگہ قرآن واحادیث کو حرف بہ حرف متون کے ساتھ پڑھتے اور سامعین کو بھی ان مقدس کلمات سے گوش آشنا فرماتے تھے۔ چنانچہ خود حضرت محدث بستوی کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں۔ اپنی تواضع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”ہمارے کلمات کیا ہیں، الفاظ کیا ہے، ہمارا بولنا کیا ہے۔ ہم تو خدا کے ذکر سے اور حبیب خدا کے ذکر سے اپنے کلام کو مزین و آراستہ کرتے ہیں۔ ہمارا کلام اس وقت بہتر ہوتا ہے۔ جب حبیب خدا کا ذکر ہو“ (۲)

گویا آپ کے حسن اعتقاد کی اصل اور خدا اور سول (جل جلالہ ﷺ) کے اذکار و افکار سے کمال وابستگی اس شعر کا مصداق ہے:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اپنے کلام سے حضور ﷺ کی تعریف نہیں بلکہ میں نے حضور کی تعریف سے اپنے کلام کو قابل تعریف بنایا۔

حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ کی گرفت وہابی جماعت سے تعلق رکھنے والوں پر اتنی زبردست اور مستحکم ہوتی تھی کہ قرآن و احادیث کے اصل متون اور ان کے صحیح صفحات کو معلوم کر کے یہ مخالفین خاموش یا تبدیلی مذہب میں ہی اپنی نجات سمجھتے تھے۔

آپ کے خطبات کی یہ انوکھی شان بھی رہی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے اشعار (جو قرآن واحادیث کے تراجم یا معانی پر مشتمل ہوتے ہیں) موقع محل کے اعتبار سے بیان فرماتے تھے اور انہیں اشعار کو رد وہابیت میں بھی بطور سند پیش کرتے تھے۔ چنانچہ وہابیوں نے جب یہ الزام تراشا کہ امام احمد رضا بریلوی نے رسول مختار کی ایسی تعریف بیان کی ہے جو ذات الوہیت سے متجاوز اور بڑھی ہوئی ہے۔ تو محدث بستوی نے خود اعلیٰ حضرت کے ہی ایک شعر سے ایسا دنداں شکن جواب دیا اور واضح تشریح فرمادی کہ ان کے خود ساختہ اور مہمل اعتراض کی حقیقت تار عنکبوت سے زیادہ نہیں رہی وہ شعر یہ ہے:

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

ان مصرعوں کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے محدث بستوی فرماتے ہیں۔

”لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد رضا نے تو رسول کی ایسی تعریف کی ہے کہ خدا سے بھی آگے بڑھا دیا ہے معاذاللہ!

خدا کے برابر کر دیا ہے۔ لیکن ایک شعر پڑھ لو ایمان تازہ ہو جائے گا حدود شرع سے آپ کا قلم نہیں بڑھتا“۔ (۳)

آگے فرماتے ہیں:

”کہ رسول کریم کے کرم کی انتہا تو ہے لیکن خالق کے کرم کی کوئی انتہا نہیں یہ اور بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم کی انتہا کو ہم شمار نہیں کر سکتے لیکن خدا کے کرم کی تو انتہا ہے ہی نہیں، کیسی بات کہی، کیا برابر کر دیا“۔ (۴)

غرض یہ کہ مخالف جس حیثیت سے سامنے آیا اسی انداز سے محدث بستوی نے ردّوہابیت کے لیے کاری ضرب لگائی ہے اور قرآن واحادیث کے قول دلائل سے انہیں ہمیشہ کے لیے مہر بہ لب کر دیا ہے۔

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے منفرد انداز خطابت کی عظمت شان کا اعتراف معاصرین اور اکابر واصاغر سب کو بھی تھا، اکابر میں سید العلما حضرت سید آل مصطفی مارہروی (م۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہما الرحمہ معاصرین میں شیخ القرآن حضرت علامہ الحاج عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری سجادہ نشین آستانہ خانقاہ امجدیہ صدر الشریعہ گھوسی جیسی جلیل القدر شخصیتوں نے آپ کے براہین و دلائل سے مزین خطبات سے متاثر ہو کر انہیں امتیازی شان کا حامل قرار دیا۔

ردّ وہابیت اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی تائید و حمایت میں حضرت خطیب البراہین کو ایسا کمال حاصل ہے کہ خود حافظ ملت محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کو آپ کی ذات پر پورا اعتماد و ثوق حاصل تھا۔ چنانچہ جن دنوں میں دیوبندی مکتب فکر کا روسیاہ پیشوا پالن حقانی مبارک پور میں تقریر کے لیے آیا ہوا تھا، تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے دین وایمان کے اس لٹیرے کا منھ توڑ جواب دینے کے لیے حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ کا ہی انتخاب فرما کر مبارک پور مدعو کیا تھا۔(۵)

جیسا کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے متبعین رسول کریم کے علم غیب کی نفی پر اپنی ساری توانائیاں صرف کرتے ہیں اور شہادت میں قرآن کی ان آیتوں اور احادیث کی ان روایتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گمشدہ ہار والی روایت کو بھی بڑے شدومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور صراحتاً علم غیب کے ثبوت پر دلالت کرنے والی بیشتر دلیلوں کو یکسر نظر

انداز کردیتے ہیں ۔ تو جب محدث بستوی نے ان دشمنان اسلام کو ''افتؤ منون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض'' کا مصداق پایا کہ بعض کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں تو آپ نے شاہراہ عام پر ان کے دجل وفریب اور کتمان حقائق کی اصلیت کو بے نقاب کر دیا اور صفحہ نمبر، سطور نمبر کی تفصیلات کے ساتھ قرآن و احادیث کی روشنی میں علم غیب کے ثبوت پر دلائل کے انبار لگا دئیے۔

علم غیب مصطفی کے ثبوت میں حضرت خطیب البراہین ارشاد رسول علیہ الصلاۃ والسلام بیان فرماتے ہیں:

" قال جبرئیل علیہ السلام "کاف" فقال رسول اللہ ﷺ علمت فقال "ھا" فقال علمت فقال "یا" فقال علمت فقال "عین" فقال علمت فقال "صاد "فقال علمت فقال جبریل علیہ السلام یا رسول اللہ کیف علمت مالم اعلم " (٦)

جبریل علیہ السلام نے کہا "کاف "تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبریل میں نے جان لیا پھر حضرت جبریل نے کہا "ھا "تو حضور نے فرمایا میں نے جان لیا پھر حضرت جبریل نے عرض کیا "یا "تو حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جان لیا حضرت جبریل نے کہا "عین "تو حضور نے فرمایا میں نے جان لیا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا "ص "تو حضور نے فرمایا میں نے جان لیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کیسے جان لیا جسے میں نے نہیں جانا۔

کھیٰعص یہ حروف مقطعات ہیں جو سورۂ مریم کی ابتدا میں ہیں جن کے معانی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے پیارے مصطفی ﷺ بھی جانتے ہیں یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور یہی حق ہے۔ وہابیہ اس کے خلاف ہیں جب کہ مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل اظہر من الشمس ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان حروف مقطعات کا بھی حتمی علم تھا، خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا اپنی زبان پاک سے "علمت" فرمانا بھی اس پر قوی حجت ہے۔ تعجب ہے کہ اس قدر روشن دلائل کے باوجود وہابیہ علم غیب مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اور تعجب بالائے تعجب تو یہ ہے کہ اسی قسم کا علم غیب اپنے صنم کدہ کے بزرگوں کے لیے بخوشی قبول کر لیتے ہیں، تب انہیں شرک و بدعت کی رمق تک محسوس نہیں ہوتی، بلکہ عین ایمان سے کم حیثیت ہی نہیں دیتے۔

حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ کو رد وہابیت میں کیا خوب کمال حاصل تھا کہ صرف ایک ہی حدیث پاک کے حوالہ سے ان کا سارا کا سارا زور دھرا کا دھرا رہ گیا، آپ دشمنان اسلام کے لیے "اشداء علی الکفار" کے مظہر اتم اور جلال فاروقی کے آئینہ دار تھے۔

علم و عمل، تہذیب و اخلاق اور زہد و تقویٰ کے علاوہ حق گوئی و بے باکی میں خود اپنی مثال آپ تھے، مختصر یہ کہ احقاق حق اور ابطال باطل میں قوی ترین دلائل سے اپنوں کو راحت و سرور عطا فرماتے تھے اور اغیار کے لیے بھی اعتراف حقیقت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

حقائق با دلائل ہیں مجال دم زدن کیوں ہو
خطابت میں نہاں حکمت محدث بستوی کی ہے
وفا رضوی سمٹ آئیں بہت سی خوبیاں ان میں
خلوص و در گزر خصلت محدث بستوی کی ہے

اللہ تعالیٰ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کا فیضان عام و تام فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

(۱) خطبات خطیب البراہین ص ۴۸ (۲) خطبات خطیب البراہین ص ۱۲۳
(۳) خطبات خطیب البراہین ص ۱۷۱ (۴) خطبات خطیب البراہین ص ۱۷۱
(۵) دو عظیم شخصیتیں ص ۷ (۶) خطبات خطیب البراہین ص ۹۰

حضور خطیب البراہین کی تصنیفات کا مختصر تعارف

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے، سب سے مشکل کام تدریس ہے، تصنیف و تقریر کو درمیانی درجہ حاصل ہے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے تدریس کا انداز کیسا تھا اس کو میں نے آپ کے ہی شاگردوں کی تحریر کے حوالے سے گزشتہ اوراق میں تحریر کر دیا ہے۔

اب ہم ذیل میں آپ کی تصانیف کا ایک خاکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، جن کتابوں میں آپ نے معلومات کا وافر ذخیرہ اکٹھا کیا ہے، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت کی کثیر مصروفیات کے باوجود بھی کسی ذات کی اتنی مقدار میں ٹھوس تصنیفات کا ہونا آج کے دور میں کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ اب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی تصنیفات اور اس میں موجودہ علمی ذخیرے کی ایک جھلک پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیے:

فضائل زکوٰۃ

یہ کتاب زکوٰۃ کے موضوع پر ایک معلوماتی کتاب ہے، جو ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ نے زکوٰۃ کی اہمیت و فضیلت اور اس کی ترغیب و ترہیب نیز اس کے اغراض و مقاصد پر مختصر مگر جامع روشنی ڈالی ہے اور اس موضوع پر اپنی اس کتاب کو مبرہن کرنے کے لیے ۱۲؍ آیات قرآنیہ، ۲۵؍ احادیث مبارکہ، متعدّد اقوال فقہا و بزرگان دین کے ساتھ ہی ساتھ عبرت انگیز واقعات کا تذکرہ کیا ہے، آپ اس کتاب کا آغاز ان جملوں سے کرتے ہیں۔

نماز، روزہ اور حج کی طرح زکوٰۃ بھی دین اسلام کا عظیم رکن ہے، جو اللہ رب العزت

کی جانب سے مقرر شدہ فریضہ اور مہتم بالشان عبادت ہے، قرب خداوندی فوز و فلاح کا عظیم ذریعہ ہے، اس کی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے، کیوں کہ ہر ملک میں خواہ وہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو، وہاں ایک ایسا طبقہ ضرور ہوتا ہے، جو بعض ناگزیر وجوہات کی باعث افلاس و تنگدستی کا شکار ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اللہ عز وجل نے صاحب حیثیت لوگوں پر ڈالی ہے اور اپنی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ حاجت مند کی اعانت کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

ایک جگہ زکوٰۃ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

زکوٰۃ انسانوں کی صلاح و فلاح اور اقتصادی بحران کے خاتمہ اور باہمی امداد و اعانت کا ایک مکمل نقشہ ہے، جس سے معاشرے میں اجتماعیت اور اتحاد کا کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اس سے مالدار حضرات حرص و بخل اور حسد جیسی برائیوں سے محفوظ ہو کر خدا کا احسان اور اپنی مغفرت کا سامان جانیں گے کہ ان کو غریبوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی سعادت نصیب ہوگئی اور پرور دگار عالم نے انھیں اپنے دین کی خدمت کا اہل بنایا اور مفلس و نادار لوگوں کے دلوں میں ان محسنوں کی محبت اور ان کے لیے جذبہ تعاون پیدا ہوگا، الغرض معاشرہ طبقاتی کشمکش سے محفوظ رہے گا۔ (فضائل زکوٰۃ صفحہ ۱۶)

اس طرح ایک جگہ امت مسلمہ کو اپنے مال کو جائز جگہ خرچ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

مسلمانو! تمھارے پاس جو کچھ بھی مال و منال ہے، دولت و سرمایہ ہے، یہ سب اللہ ہی کا عطا کیا ہوا ہے، یہ اس کا احسان ہی ہے کہ وہ تم سے اپنی ہی چیز لے کے تمھیں صلاح و فلاح سے ہم کنار کر رہا ہے۔ لہٰذا تم مال و دولت کو غلط جگہ پر نہ استعمال کرو، ناچ گانے اور فحش امور پر اسے استعمال کر کے عتاب خداوندی کے سزاوار نہ بنو بلکہ یتیم و مسکین، بیوہ اور بے سہارا لوگوں پر اسے خرچ کر کے کامیابی سے ہم کنار ہو جاؤ۔

مزید آگے ان مسلمانوں کو جو لوگ زکوٰۃ ہی نہیں نکالتے یا نکالتے ہیں مگر پوری

نہیں نکالتے ہیں، انھیں پیار محبت سے سمجھاتے ہوئے ایک جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

اے مسلمانو! اگر تم سے کوتاہی ہوگئی تو گھبرانے اور پریشان ہونے کے بجائے سر تسلیم خم کردو اور مال و دولت کو پاک کرلو، ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے حزن و غم کافور ہوجا ئے گا کیوں کہ توبہ کرنے والا بندہ اللہ عزوجل کو بہت محبوب ہے۔ حدیث پاک میں ہے :اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا بندہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔(فضائل زکوٰۃ صفحہ ۲۲)

یہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ کتاب فضائل زکوٰۃ کا مختصر تعارف ہے۔ زکوٰۃ کے موضوع پر مستحکم اور جامع معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک بار اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔

فضائل تلاوت قرآن مبین

یہ کتاب ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں آپ نے قرآنی آیات بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مرقات شرح مشکوٰۃ، تفسیر روح البیان، الاتقان فی علوم القرآن، مفتاح السعادہ، مصباح السیادہ فی موضوعات العلوم، شرح الصدور، الترغیب والترہیب، اشعۃ اللمعات اور کنزالایمان وغیرہ سے متدد قرآنی آیات و احادیث طیبہ، واقعات و مسائل قرآن، تلاوت قرآن، تالی قرآن کی فضیلت واہمیت کو ثابت کیا ہے نیز قرآن کو بھلا دینے والوں پر جو وعیدیں ہیں، اس کا بھی بھرپور تذکرہ کیا ہے، آئیے بطور تبر ک حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی اس کتاب سے چند اقتباس آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، آپ بھی مطالعہ فرماکر اپنے ذہن و فکر کو جلا بخشیں، آپ تلاوت قرآن کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلاتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

قرآن کریم اللہ کا نازل کردہ ابدی اور آخری پیغام ہے، جس کو پڑھ کر اور اس پر عمل کرکے ہی ہم عروج وارتقا کی منزل کو طے کرسکتے ہیں، اگر ہم اس کے فرمان کے مطابق نہ چلیں اور اس کی تلاوت کرنا چھوڑ دیں تو پھر ہمارے لیے رسوائی ہے بلکہ حضور

ﷺ نے تو ہم کو یہاں تک بتادیا ''اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ'' (مسلم شریف ج۱ صفحہ ۲۷۲)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بہت سے لوگوں کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے، اور اس سے دوسرے بہت سے لوگوں کو نیچے گرادیتا ہے۔

تو پتہ چلا کہ اگر ہم قرآن کو پڑھیں گے اور اس پر عمل پیرا رہیں گے تو ہمارے لیے بلندی ہے اور اگر اس کی تلاوت کو چھوڑ دیا تو ہمارے لیے رسوائی ہے۔ (فضائل تلاوت قرآن مبین صفحہ ۴۱)

عصر حاضر میں فرزندان اسلام کی تلاوت کلام سے بیزاری کو دیکھتے ہوئے ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں:

لیکن ہمیں اور آپ کو اب تلاوت کا موقع نہیں ملتا تو گننے اور شمار کرنے کا موقع کہاں سے ملے گا، ہمارے اسلاف ان اولیائے کاملین میں سے تھے جو دن رات قرآن کی تلاوت کرتے اور صرف قرآن کی تلاوت ہی نہیں کرتے بلکہ قرآن پاک کی آیتوں کو گن لیا، زبر زیر پیش کو گن لیا، یہاں تک کہ حروف قرآن پاک کی تعداد کو بھی بتادیا کہ قرآن پاک کے اندر کل کتنے حروف ہیں۔ (فضائل تلاوت قرآن مبین صفحہ ۴۸)

آپ فضائل تلاوت قرآن پاک پر شرح الصدور کے حوالے سے ایک زندہ دل اہل اللہ کا ایک واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ کے ایک نیک بندے تھے، تلاوت کلام پاک کے بڑے پابند تھے اور ہر روز اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے، مولیٰ تعالیٰ ہمیں خاتمہ بالخیر نصیب فرما اور جس طرح دنیا میں تو نے مجھے تلاوت قرآن کی توفیق بخشی ایسے ہی ہمارے لیے قبر میں بھی تلاوت کرنے کی اجازت مرحمت فرما، چوں کہ تلاوت کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے اس لیے آپ پوری زندگی یہی دعا کرتے رہے، آگے کی تفصیل خود حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ ان کا انتقال ہوا، قبر تیار ہوئی، دفن کے بعد لوگ واپس جانا چاہتے تھے، تو رب تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے اس بندے کا حال دکھائے، اس وقت ایک کچی اینٹ ایک طرف سے گر گئی، روشنی ظاہر ہوئی، دو عظیم محدث وہاں موجود تھے، انھوں نے ذرا سا جھانک کر دیکھا، تو قبر ان کی وسیع ہو چکی تھی، روشنی ظاہر ہو رہی تھی، اور صاحب قبر جن کو لوگ ابھی دفن کر کے فارغ ہوئے ہیں ان کا لباس تو بہت ہی عمدہ ہو گیا ہے، اور یہ بھی دیکھا کہ جیسے کوئی زندگی میں تلاوت کرتا ہے، تو اس کے بدن میں حرکت ہوتی ہے، ایسے ہی ان کو دیکھا کہ حرکت کی وجہ سے ان کے کپڑے ہل رہے ہیں، اور بغور دیکھا تو سنہرے حروف میں لکھا ہوا قرآن پاک بھی ان کے سامنے موجود تھا، وہ کتاب اللہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ راوی فرماتے ہیں جب ہم نے جھانک کر دیکھا، فَرَفَعَ رَاسَهٗ اِلٰی قَالَ لِیْ اَقَامَتِ الْقِیَامَةُ، انھوں نے سر کو میری جانب اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی، اے میرے بھائی کیا اپنی قبر سے نکل کر میدان محشر میں جا رہے ہو، کیا قیامت قائم ہو چکی ہے، قُلْتُ لَا، میں نے کہا نہیں، ابھی قیامت قائم نہیں ہوئی ہے، اس پر انھوں نے فرمایا اچھا اینٹ رکھ دو اور جاؤ۔ (فضائل تلاوت قرآن مبین ۵۲،۵۱)

اس کتاب میں حبیب العلما حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کا ابتدائیہ بھی نہایت ہی معلوماتی ہے، جس کو انھوں نے ۴۲ آیات کریمہ کے ذریعہ آراستہ کیا ہے، جس میں تلاوت قرآن، تالی قرآن، قاری قرآن نیز اس کی عزت کرنے والوں کے فضائل و ثواب کو بیان کیا ہے، نیز قرآن کے سپارے، سورتیں، منزلیں، رکوع، آیات، کلمات وغیرہ کی تعداد کے ساتھ ساتھ حروف وغیرہ کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے، تفصیل کے لیے کتاب کی جانب رجوع کریں۔

اختیارات امام النبیین

یہ کتاب کل ۸۶؍ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی

ساتھ علم غیب مصطفی ﷺ کے بارے میں حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ نے قرآن پاک کی آیات، بخاری، مسلم، ترمذی، طحاوی، شفاشریف، نسیم الریاض، مرقات، دارمی، مدارج النبوۃ، فتاویٰ عالمگیری، جامع صغیر، سبع سنابل شریف، الاخبار الاخیار، جیسی مستند و معتبر کتابوں کے حوالوں سے مزین فرماکر لوگوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اختیارات مصطفی ﷺ اور علم غیب مصطفی ﷺ کے بارے میں وہی عقیدہ درست ہے جس عقیدے کو امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہٗ نے بیان فرمایا ہے، وہی حق ہے، اسی پر صحابہ کرام اور جمہور علمائے اہل سنت کا اجماع ہے، جگہ جگہ موقع محل کے اعتبار سے سید ناسر کار اعلیٰ حضرت کے اشعار کا بھی تذکرہ کیا ہے، اس کتاب کا آغاز قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے فرماتے ہیں ''مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ''

ترجمہ مع تفسیر:۔ اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمادیں اسے لے لو اور جس سے رسول روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو یعنی نبی کریم ﷺ کی مخالفت نہ کرو اور ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں سستی نہ کرو بیشک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

آپ آگے تحریر فرماتے ہیں، اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا کے فضل و کرم سے ہمارے اور آپ کے پیارے نبی ﷺ خدا کے حکم سے عطا فرماتے ہیں، پھر خود سوال قائم کرتے ہیں کہ حضور کے پاس کیا ہے جو وہ عطا کرتے ہیں، اور ہم امتیوں کو اسے لینے کا حکم ہے، اس کا جواب خود تحریر فرماتے ہیں:

مفسرین کرام خود تحریر فرماتے ہیں: مَا اٰتَاكُمْ میں کلمہ ما عموم کے لیے ہے، گویا حکم ہو رہا ہے کہ جو جو تمہیں رسول دیتے جائیں اسے تم لیتے جاؤ، مزید اس نظریہ کی تائید میں بخاری شریف ج اول ص۴۳۹ کی ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِي ''یقیناً میں قاسم ہوں اور خازن ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ پھر سید ناسر کار اعلیٰ حضرت کا یہ شعر تحریر فرماتے

ہیں۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

(ماخوذ ص/۲۴/۲۵/۲۶/)

آپ نے اس کتاب میں علم غیب نبی ﷺ کے موضوع پر بھی ضمناً گفتگو فرمائی ہے اور نہایت ہی پیار و محبت سے اقوام عالم کو عقائد اہل سنت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

آؤ سچے دل سے سوچو، یہ اختلاف پیدا کرنے کی بات نہیں، دشمنی کی بات نہیں، بلکہ اختلاف ختم کرنے کی بات ہے، آؤ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ قرآن و احادیث کی روشنی میں جو ہے اسے اپنالو۔

آپ نے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بخاری شریف کے حوالے سے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، ہم ذیل میں اس کی تلخیص پیش کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

آپ بخاری میں پڑھ کر دیکھو، حضور ﷺ نے فرمایا، سلو نی یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھو، فَقَا لَ رَجُلٌ مِّنَ النَّا سِ اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہِ، یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہے، یعنی جب دنیا سے لوگ جائیں گے کہیں نہ کہیں سب کا ٹھکانہ ہوگا، کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں ہوگا، میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، قَالَ اَلنَّارُ، حضور نے فرمایا تیرا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پھر ایک لمبے تبصرے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

میں ڈھونڈھوں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے منافقین بھی تھے، انھیں میں سے تو نہیں تھا، لیکن اپنی

طرف سے کیوں کہا جائے، خود بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے ،اِنَّہٗ کَا نَ مُنَافِقًا، رسول کریم نے پہچان لیا، اس کا دل دیکھ لیا، تو فرما دیا، جب تو منافق ہے، تیرا عقیدہ ٹھیک نہیں ہے، تو تیرا ٹھکانہ جہنم ہے، اس موقع پر سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ہمارے رسول کریم کا حال تو دیکھو۔

سرعرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شی نہیں جو تجھ پر عیاں نہیں

(اختیارات امام النبیین ص ۵۱/ ۵۲/ ۵۳)

مذکورہ بالا حدیث کو ایک بار اور پڑھیں، پھر حضور خطیب البراہین کے محدثانہ بصیرت اور احادیث کے تتبع و تلاش کو دیکھیں کہ سَلوْ نِیْ فَقَا لَ رَجُلٌ اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ حدیث شریف بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۸۳ ر پر ہے، جب کہ ”اِنَّہٗ کَا نَ مُنَافِقًا“ جلد اول ص ۵۱۰ پر ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورخطیب البراہین کی نظر احادیث کتب پر کتنی گہری تھی۔

اس طرح اس کتاب میں بہت سے موضوع پر ضمناً بحث آگئی ہے، آپ نے اس پر اتنی معقول بحث کی ہے کہ قاری کو پڑھنے سے مکمل تسلی ہو جاتی ہے، آپ بھی اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

داڑھی کی اہمیت

یہ رسالہ داڑھی کی اہمیت، فضیلت، اور اس کی شرعی مقدار پر ایک مستند اور ٹھوس رسالہ ہے، یہ اگرچہ مختصر مگر اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت مفید اور کارآمد ہے، اس کے کل ۳۲ صفحات ہیں، لیکن ہر صفحہ دلائل و براہین سے بھرا ہوا ہے، جیسا کہ محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی، کتاب کی تقدیم میں اس رسالہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

”راقم الحروف نے اس کتاب کو جستہ جستہ ایک سرسری مطالعہ کر لیا ہے، پوری کتاب احادیث و آثار، قصص، معمولات ابرار و ارشادات فقہا سے بھری پڑی ہے۔
(داڑھی کی اہمیت ص ۴)

اس رسالے کو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۹۸۰ء کے آس پاس تحریر کیا تھا، جو ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آسکا، اس کتاب میں قرآن پاک، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، طحاوی، بیہقی، طبرانی کبیر، لمعۃ الضحیٰ، شرح معانی الاٰثار دلائل النبوۃ، شفا شریف، انوار غوثیہ، فتح القدیر، بحر الرائق، لمعات، الدر المختار، کتاب اٰثار، الابداع فی مضارع الابتداء، تفسیر روح البیان، احیاء العلوم، کے علاوہ اور بہت سی کتابوں کے حوالے سے داڑھی کی اہمیت، اس کی مقدار، اس کی فضیلت، اس کے کترانے اور منڈانے والوں پر وعیدوں کا مفصل ذکر ہے، اس کتاب کی ابتدا حضور خطیب البراہین نے ان جملوں سے کیا ہے۔

مسلم تو مسلم کفار پر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ داڑھی مسلمانوں کا دینی شعار ہے، اس کے فضائل و مناقب، اس قدر وافر ہیں جن کا احصا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جب اسلاف کا مطالعہ کریں گے اور ان کے حیات کے سنہرے ابواب اور جاذب نظر حالات کا جائزہ لیں گے، تو آپ سے یہ مخفی اور پوشیدہ نہیں رہے گا، کہ صحابہ کرام اہل بیت عظام، ائمہ اعلام اور ہر قرن و طبقہ کے اولیائے امت و علمائے ملت داڑھی کی کتنی اہمیت دیتے تھے۔ (داڑھی کی اہمیت ص ۹)

ہمارے اسلاف کو داڑھی کتنی محبوب تھی، اس پر حضرت احنف بن قیس کے اصحاب کا ایک واقعہ حضور خطیب البراہین نے یوں ذکر کیا ہے:

”قَالَ اَصْحَابُ اَحْنَفَ بْنِ قَیْسٍ وَدِدْنَا اِنْ اِشْتَرَیْنَا لِاَ حْنَف لِحِیَة بِعِشْرِیْنَ اَلْفًا“. حضرت احنف بن قیس کے اصحاب کہا کرتے تھے کہ اگر بیس ہزار میں بھی داڑھی ملتی تو ہم احنف کے لیے خرید لاتے۔ (داڑھی کی اہمیت ص ۱۲)

حضرت احنف بن قیس کبار تابعین میں سے تھے ،اللہ رب العزت نے آپ کو غضب کا قوت حافظہ عطا فرمایا تھا، آپ ذہانت میں یکتائے روزگار تھے، آپ کے علم و فضل کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ جو کبار صحابہ اور کاتب وحی ہیں آپ کی بہت قدر کیا کر تے تھے، حضرت احنف بن قیس کے پاؤں میں کجی تھی اور ایک آنکھ کی روشنی بھی چلی گئ تھی اور پیدائشی طور پر آپ کو داڑھی نہیں تھی، مگر آپ کے اصحاب آنکھ کے جانے، پیر کی کجی کو چھوڑ کر داڑھی کو خریدنے کی بات کیا کرتے تھے، آپ خود اندازہ لگائیں کہ ہمارے اسلاف کی نظروں میں داڑھی کتنی محبوب تھی، یہی وجہ ہے کہ حضور خطیب البراہین ان لوگوں کے بارے میں جو خود تو داڑھی نہیں رکھتے، رکھنے والوں پر طنز کرتے اور ان کا ٹھٹھا اڑاتے ہیں ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

چوری اور سینہ زوری والوں سے خدا کی پناہ کہ وہ داڑھی رکھنے والوں پر قہقہہ اڑاتے ہیں اور اگر کوئی رکھے تو اس کو سفیہ اور بیوقوف گردانتے ہیں، شعائر اسلام کے سا تھ ساتھ نفس اسلام کو بھی مونڈ کر پھینک دیتے ہیں۔ (داڑھی کی اہمیت)

اسی طرح ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والوں یا سرے سے صاف کرنے وا لوں کے بارے میں لمعۃ الضحیٰ کے حوالے سے ایک جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

اگر داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس سے کچھ لینا (یعنی کاٹنا) جس طرح بعض مغر بیت زدہ اور پھوہڑ قسم کے لوگ کرتے ہیں، تو یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور پوری داڑھی کا صفایا کرنا تو یہ مجوسیوں، یہودیوں اور بعض فرنگیوں کا عمل ہے۔ (داڑھی کی اہمیت ص۲۸)

آپ کے دل میں قوم مسلم کے لیے کس قدر درد اور تڑپ تھی، اس کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل ناصحانہ کلمات سے لگا سکتے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

آج ہم تو مغرب کے دلدادہ، اس کے زلف عنبریں کے اسیر اور مکمل طور پر اس کے دامن تزویر میں آچکے ہیں، یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، فرنگیوں، اور ہند

ؤں کے طریقہائے کار ہمارے امور دینی میں شریک ہوئے جارہے ہیں، مسلمانوں سنبھلو، بچو، ورنہ جب سفینہ حیات ڈوب جائے گا، توشور و غوغا مچانا بے سود ہوگا، عمیق قعر مذلت میں گرنے کے بعد تمھاری صدائے بازگشت بھی سنائی نہ دے گی،،(داڑھی کی اہمیت)

اس کتاب میں داڑھی کے متعلق مواد کا ایک ذخیرہ ہے، جس کے مطالعہ سے آدمی قلیل وقت میں دلائل و براہین کے ایک ذخیرہ سے روشناس ہوسکتا ہے، معلومات میں اضافہ کے لیے ایک مرتبہ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

کھانے پینے کا اسلامی طریقہ

یہ کتاب کل ۷۴ا صفحات پر مشتمل ہے، تمہید چھوڑ کر کل ۱۸ا عنوانات پر قرآن پاک کے ساتھ ساتھ کل ۱۹ا کتابوں کے حوالوں سے مزین کیا گیا ہے، جس میں کھانے پینے کے طریقے، اس کی مقدار، اسلامی اصول سے ہٹ کر کھانے پر نقصانات کا مفصل ذکر ہے، اس کتاب کے شروع میں جماعت اہل سنت کی دو عظیم شخصیتوں کی تقریظات بھی شامل ہیں، نیز مرتب موصوف کا پیش لفظ بھی، اس کتاب میں جہاں ایک طرف قرآن پاک، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طبرانی، دیلمی، مشکوٰۃ، امام نووی کی شرح مسلم، کے حوالے ملیں گے وہیں در مختار رد المختار، فتاویٰ عالمگیری، بہار شریعت کے فقہی مسائل بھی، ساتھ ہی ساتھ مدارج النبوۃ، احکام دعوت، الملفوظ اور نزہۃ المجالس کی تفصیلات بھی، یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی اور خوب خوب داد و تحسین وصول کر چکی ہے، تو لیجیے آپ بھی بطور تبرک چند اقتباسات کو ملاحظہ فرما لیجیے، اس کتاب کی ابتدا ان جملوں سے کی گئی ہے:

صحت و تندرستی اور طاقت و توانائی کے لیے صحیح طریقہ سے غذاؤں کا استعمال کرنا ، غلط اور ضرر رساں طریقوں سے پرہیز کرنا لازم و ضروری ہے، کیوں کہ غلط طریقوں کو بروئے کار لانے سے قسمہا قسم کی بیماریاں رونما ہوتی ہیں، اور صحیح و سالم جسم بیماریوں کا معدن بن جاتا ہے۔(کھانے پینے کا اسلامی طریقہ ص ۱۱)

ایک مسلمان کو کھانے کے وقت کیا نیت ہونی چاہیے، اسے ردالمختار علیٰ الدر المختا ر کے حوالے سے حضور خطیب البراہین یوں واضح فرماتے ہیں:

کھانا کھاتے وقت یہ نیت کرنی چاہیے کہ اس لیے کھاتا ہوں کہ عبادت میں قوت پیدا ہو، اس نیت سے کھانے والا مطیع وفرماں بردار شمار کیا جائے گا، کھانے کا مقصد تلذذ اور تنعم ہر گز ہر گز نہیں ہونا چاہیے، کہ یہ بری صفت ہے اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت میں بیان کیا ہے۔ (کھانا کھانے کا اسلامی طریقہ ص ۱۳)

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ کس طرح دھلنا چاہیے اس کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف ایک ہاتھ دھوتے ہیں، یا فقط انگلیوں پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ لوگ صرف چٹکی پر مختصر پانی ڈال لیتے ہیں، اس سے سنت ادا نہیں ہوتی، بلکہ ادئے سنت کے لیے ضروری ہے کہ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ ص ۱۴)

کھانا کھانے کا اسلامی طریقہ کیا ہے، اسے کس طرح کھایا جائے، اس وقت بیٹھنے کا انداز کیا ہونا چاہیے، آپ اس کا سنت طریقہ کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

کھانا کھانے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر بلا ٹیک لگائے کھائے اور بایا ں پاؤں بچھا دے، داہنا کھڑا رکھے، یا پھر سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑا رکھے۔

مزید آگے تحریر فرماتے ہیں:

کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر جوتے پہنے ہوئے پیر لٹکا کر کھانا عیسائیوں کا طریقہ ہے، مسلما نوں پر لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقوں پر عمل کریں اور فرش زمین پر بیٹھ کر سکو ن واطمنان کے ساتھ کھائیں، اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی روش سے گریز کریں۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ ص ۱۷)

اسی طرح پانی پینے کے متعلق اسلامی طریقہ کیا ہے، آپ کچھ اس طرح رقم طراز

ہیں:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ ہرگز ہرگز تم میں کا کوئی بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے اور نہ ہی بائیں ہاتھ سے پانی پیے۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ)

پانی کس طرح پینا چاہیے اس کے متعلق ترمذی شریف کی ایک حدیث یوں نقل کرتے ہیں:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک سانس میں پانی نہ پیو جیسا کہ اونٹ پیتا ہے، بلکہ دو یا تین مرتبہ میں پیو، جب شروع کرو تو بسم اللہ کہو اور جب برتن سے منھ ہٹاؤ تو اللہ کی حمد کرو۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ)

اسی طرح جو لوگ بے توجہی میں بائیں ہاتھ سے پانی پی لیتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں آپ نصیحت کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانے میں بعض لوگ بائیں ہاتھ میں گلاس وغیرہ لے کر پانی پیتے ہیں، خصوصا کھانا کھاتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی پینا خلاف تہذیب جانتے ہیں، ان کی یہ تہذیب تہذیب نصاریٰ ہے، اسلامی تہذیب نہیں، اسلامی تہذیب تو داہنے ہاتھ سے پینا ہے۔ (کھانے پینے کا اسلامی طریقہ)

یہ تو اس کتاب کی چند جھلکیاں ہیں، مزید معلومات کے لیے اصل کتاب کی جانب رجوع کریں، تاکہ کھانے پینے کے متعلق آپ کو صحیح معلومات حاصل ہو سکے۔

برکات مسواک

یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کار آمد کتاب ہے، آج جب کہ لوگ سنتوں سے دور ہو رہے ہیں، ایسی حالت میں لوگوں کے درمیان سنتوں کے فوائد کا تذکرہ کرنا اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دینا کار ثواب ہے، چونکہ حضور خطیب البراہین ایک عامل بالسنۃ شخصیت کا نام ہے، آپ پوری زندگی ہر ممکن سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے، جس کی ایک کڑی مسواک پر مداومت بھی ہے، آپ نے اپنے اس کتاب

میں مسواک کے مسنون ہونے پر دلائل وبراہین کا انبار لگا دیا ہے، یہ کتاب بھی مختصر اور صرف ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے، پھر بھی بخاری، مسلم، ابن ماجہ، سنن بیہقی، جامع صغیر، طحاوی، شرح الصدور، احکام شریعت، اور فتاویٰ رضویہ کے ساتھ ساتھ ۲۵ سے زائد کتابوں کے حوالوں سے مزین ہے اور مسواک کے دینی ودنیوی دونوں فوائد کا مفصل ذکر موجود ہے، اس کتاب کے چند اقتباسات ہم ذیل میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مسواک کے متعلق حضور ﷺ کا عمل کیا تھا، اس کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے یوں کرتے ہیں:

"عَنْ عَا ئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَا نَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ بَدَأَ بِالسِّوَا كِ"
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور گھر میں باہر سے جب تشریف لاتے توسب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ (برکات مسواک ص۱۷)

اسی طرح کشف الغمہ کی ایک روایت مسواک کے تعلق سے یوں نقل کرتے ہیں،

"لَوْ لاَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَفَرِضتُ عَلَيْهِمُ السِّوَا كَ وَ الطِّيْب عِنْدَ كُلِّ صَلاَ ةٍ كَمَا فَرَضتُ عَلَيْهِمُ الْوُضُوْء" یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک اور خوشبو کو ان پر فرض فرما دیتا، جس طرح کہ میں نے ان پر وضو فرض فرمایا۔ (برکات مسواک ص۱۶)

مسواک رضائے الٰہی کا سبب ہے، اس پر جامع صغیر کی ایک عبارت یوں پیش فرماتے ہیں:

"اَلسِّوَا كُ يطِيْبُ الْفَمَ وَ يَرْ ضىٰ الرَّبَّ" مسواک منھ کو ستھرا بناتی ہے اور رب تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔

اسی طرح آپ نے نظام شریعت کے حوالے سے مسواک کے دس فوائد کا بھی تذکرہ کیا ہے، پھر طبیبوں کی بھی رائے کو مسواک کے بارے میں نقل کیا ہے، ایک جگہ

مسواک کے فضائل و مناقب کو بیان کرتے ہوئے قوم مسلم سے یوں مخاطب ہیں:

قارئین کرام! دیکھا آپ نے مسواک کتنی عظیم سنت ہے اور اپنے اندر کس قدر فوائد کو جذب کیے ہوئے ہے، تاکید پر تاکید کی جارہی ہے کہ مسواک کرو مسواک کرو، اس میں اتنے فوائد ہیں، رضائے مولیٰ تعالیٰ کا سبب ہے، لیکن آج کے اس ہوش ربا ماحول اور پرفتن دور میں تقریبا یہ سنت ختم ہونے کے قریب ہے، عصری ایجادات کے دلدل میں پھنس کر مسلمانوں نے اپنا اصلی سرمایہ کھودیا ہے، اور اسلام سے دور ہوتے چلے گئے ،یہی وجہ ہے کہ آج وہ ذلت و خواری سے دوچار ہیں اور انھیں کہیں سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں مل پارہی ہے، قوم مسلم کے جیالو خیر امت کے نونہالو اٹھو اور کمر بستہ ہو جاؤ کچھ بھی ہو جائے تمہیں سنت رسول کی حفاظت کرنی ہے اور اس پر عمل کر کے تمہیں بتا دینا ہے کہ ابھی بھی ہمارے دلوں میں عشق رسول کا بحر ذخار موجزن ہے۔ (برکات مسواک)

یہ برکات مسواک کا مختصر تعارف ہے، تفصیلی معلومات کے لیے اصل کتاب سے رجوع کریں ان شاء اللہ تعالیٰ روح کو تازگی حاصل ہوگی۔

حقوق والدین

حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد، حقوق العباد میں ایک اہم حق حقوق والدین ہے، جس کا تذکرہ پروردگار عالم نے اپنے کلام پاک میں نصف درجن سے زائد جگہوں پر کیا ہے، احادیث نبویہ کی کتابوں میں ان کے حقوق کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، اور دیگر مذہبی و دینی کتابوں میں نصیحت آموز واقعات اور ان کے فضائل و مناقب کا تذکرہ وافر مقدار میں موجود ہے، اس موضوع پر حضور خطیب البراہین کا یہ رسالہ نہایت ہی مفید ہے، کیوں کہ اس کتاب میں قرآن کریم کے علاوہ دو درجن سے زائد کتابوں کے حوالے سے اپنے موضوع پر بحث کی گئی ہے، اس میں جہاں ایک طرف اطاعت والدین پر رغبت دلانے والی آیات طیبات اور احادیث کریمہ، آثار مبارکہ اور واقعات موجود ہیں ،وہیں والدین کی نافرمانی کرنے والے لوگوں کے لیے بطور نصیحت

وعیدوں کا بھی ذکر ہے، یہ کتاب کل ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، مگر اتنی ٹھوس ہے کہ اگر ان حوالوں کو تھوڑا سا پھیلا دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، گویا کوزے میں سمندر بھر دیا گیا ہے، اب طالبان علوم نبویہ پر ہے کہ اس بحر سے غواصی کر کے کون کتنی موتی نکال سکتا ہے، اس کتاب کے چند اقتباسات آپ بھی ملاحظہ کیجیے:

حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ والدین کی اطاعت وفرماں برداری پر ترمذی شریف کی ایک حدیث یوں نقل فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پروردگار عالم کی خوشنودی ورضامندی باپ کی رضامندی وخوشنودی میں ہے اور پروردگار عالم کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اسی طرح ایک حدیث پاک ابن ماجہ کے حوالے سے یوں نقل کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں، یعنی اگر ان کو راضی رکھنے سے جنت ملے گی تو ان کو ناراض کرنے سے دوزخ میں جاؤ گے۔

اسی طرح والدین کی خدمت کرنے سے دنیا میں جو فوائد ہیں اس کا بھی آپ نے تذکرہ کیا ہے، مثلاً عمر میں برکت ہوتی ہے، مصیبتوں سے نجات ملتی ہے، سماج میں عزت ملتی ہے اور بوڑھاپے میں اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے خدمت گار متعیّن کرتا ہے۔

والدین کی خدمت کی اہمیت پر آپ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا یہ عظیم واقعہ بھی تحریر کیا ہے، کہ آپ حضور ﷺ سے ملاقات نہ کر سکے جس کی وجہ والدہ کی خدمت تھی۔

ساتھ ہی ساتھ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے دردناک انجام کا بھی آپ نے تذکرہ کیا ہے اور قرآن واحادیث سے ثابت کیا ہے کہ والدین کے نافرمان دارین کی

سعادتوں سے محروم رہتے ہیں، ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے، دنیا میں ذلیل ورسوا ہوتے ہیں، ان کی عبادتیں بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتیں، والدین کا نافرمان جنت سے محروم رہے گا، اس کو ملعون قرار دیا گیا ہے، ہر ایک کے متعلق آپ نے حوالوں سے گفتگو کی ہے۔

اخیر میں قوم مسلم کو جھنجھوڑتے ہوئے کتاب کا اختتام ان جملوں پر کرتے ہیں۔

مسلمانو! غور کرو والدین کی نافرمانی کا وبال کیسا ہے، لیکن افسوس، آج یہ عام رواج ہو چکا ہے، ہمارے نوجوان شادی ہوتے ہی اپنے والدین کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں، ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، ان کی خدمت تو درکنار ان کو مارنے پیٹنے اور گالیاں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ آہ! مسلمان تجھے کیا ہو گیا ہے، کیا تمہیں اپنے مالک حقیقی کے بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے، کیا تمہیں قبر کی تاریک کوٹھری میں جاکر نہیں سونا ہے، کیا تم ہمیشہ اس فانی دنیا میں رہو گے؟

حضور خطیب البراہین نے اس کتاب کو تقریباً دو درجن کتابوں کے حوالوں سے مبرہن کیا ہے، جس میں کچھ کا نام حسب ذیل ہے۔

قرآن پاک، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند ابو یعلیٰ، مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد، دارقطنی، تفسیر روح البیان، آداب الاخیار، روضۃ الریاحین، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ رضویہ، طبرانی، ابن عساکر، شرح الصدور، شرح الحقوق، اس کے علاوہ دیگر دینی ومذہبی کتابوں کے حوالے بھی آپ کو اس کتاب میں دیکھنے کو ملیں گے، موقع ہاتھ لگے تو اس کا مطالعہ ایک مرتبہ ضرور کریں۔

خطبات خطیب البراہین

یہ کتاب ۱۲۸ر صفحات پر مشتمل ہے، جو حضور خطیب البراہین کی تقریروں کا حسین مجموعہ ہے، جسے آپ نے مختلف مواقع پر ملک کے مختلف گوشوں میں مسلمانوں کے اصلاح فکر واعتقاد کی خاطر کیا تھا، جس کی وضاحت فاضل مرتب حضرت مفتی شکیل

الرحمٰن مصباحی نے ان جملوں میں کیا ہے:

زیر نظر کتاب آپ کے چند خطبات کا مجموعہ ہے، جنہیں آڈیو کیسٹ سے نقل کر کے راقم نے مرتب کیا ہے، آپ کی تقریروں کو ترتیب دینا ایک اہم کام تھا، کیوں کہ تمام تقاریر میں قرآن واحادیث اقوال ائمہ اور دلائل فقہا کے حوالے بکثرت تھے۔(خطبات خطیب البراہین ص۱۱)

اس کتاب میں کل سات موضوع پر دلائل وبراہین سے لبریز تقاریر کا حسین گلدستہ آپ کو دیکھنے کو ملے گا، جن سات موضوعات پر یہ کتاب مشتمل ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱)مقام مصطفی (۲)دونوں جہاں ہے آپ کے قبضہ واختیار میں (۳)وسیلہ مصطفی (۴)اختیارات مصطفیٰ (۵)علم غیب مصطفی (۶)ذات مصطفی احسان عظیم (۷) اہل بیت مصطفی۔

اس کتاب پر ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی، بانی جامعہ امجدیہ گھوسی، محقق بے نظیر بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی نور اللہ مرقدہ کی تقریظات اور حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کی تقدیم بھی ہے۔

اس کتاب میں ہر موضوع پر قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ اور کتب فقہ وسیر کے حوالوں سے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور جابجا قرآن وحدیث کے حوالوں کے بعد موقع محل کے اعتبار سے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں، عشق رسول میں ڈوب کر حالات اور واقعات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے، گویا بولنے والا ان حالات وواقعات کو ملاحظہ کر رہا ہے، اسی کی نشان دہی کرتے ہوئے بحرالعلوم حضرت علامہ عبدالمنان اعظمی نوّر اللہ مرقدہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

مولانا اپنے بیان کی کیفیات میں خود ڈوب جاتے ہیں، اور سننے والوں کا یہ حال ہے کہ ہر شخص حیران ششدر ٹکٹکی باندھے ان کا چہرہ دیکھ رہا ہے اور ان کی باتیں سن رہا ہے اور دل میں سوچ رہا ہے یا اللہ کتنا وسیع مولانا کا علم ہے اور کتنا قوی ان کا حافظہ ہے، بقول کسے

زبان عشق دل کی بات وہ بھی بزم واعظ میں
در و دیوار جھوم اٹھتے ہیں منبر رقص کرتا ہے

یہ کتاب مدارس عربیہ کے طلبا اور اہل سنت و جماعت کے خطبا کے لیے مفید ہے، جیسا کہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری بانی جامعہ امجدیہ گھوسی تحریر فرماتے ہیں:

اس طرز تقریر میں آپ ہندوستان کے علما میں امتیازی شان رکھتے ہیں، مقررین وواعظین کے لیے صوفی صاحب کا انداز بیان اور ان کی روش اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ (خطبات خطیب البراہین ص ۷)

حضرت مولانا محمد نظام الدین نوری ایڈیٹر سہ ماہی نوری نکات بستی اس کتاب کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پڑھ کر خطبات محدث بستوی کہنا پڑا
ترجمان اعلیٰ حضرت ہیں محدث بستوی

(محدث بستوی نمبر ص ۱۸۴)

برکات روزہ

اس کتاب کو حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ نے ۱۹۷۵ء میں تحریر فرمایا تھا، جس کو حضرت مفتی شکیل الرحمٰن مصباحی صاحب نے ۲۰۰۴ء میں مکتبہ برکاتیہ نظامیہ سے پہلی بار شائع کیا، یہ کتاب کل ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں قرآن پاک کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ کی کل ۴۳ کتابوں کے حوالے موجود ہیں، ان

کتابوں میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد، تفسیر کبیر، تفسیر روح البیان، تفسیر احمدی، تفسیر نعیمی، در مختار، فتاویٰ رضویہ، شامی، احیاء العلوم جیسی معتبر وثقہ، کتابیں شامل ہیں، گویا کہ طالبان علم وفضل وتزکیہ نفس کے لیے معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، جیسا کہ حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، اس کتاب کی تقدیم میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

حوالوں کا اس قدر بھرمار ہے کہ اگر ان حوالوں کے درمیان ان کی مختصر اور دلپذیر شرح اور سادہ وجامع تبصرے نکال دیجیے، تو بس حوالے ہی حوالے ہیں، اصل عربی عبارت کے ساتھ ان کے ترجمے بھی ہیں۔ (برکات روزہ ص ۱۴)

اس کتاب میں آبروئے اہل سنت، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ کی تقریظ دعاؤں کے ساتھ موجود ہے، اس کتاب میں روزے کی فضیلت، اس کے ترک پر وعید، سحر وافطار، روزے کی قضا کے علاوہ کل ۲۴ عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے، روزے کی فضیلت کے بارے میں آپ کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

روزہ ۱۰ شوال المکرم ۲ ہجری میں فرض ہوا اور چوں کہ روزہ نفس پر دشوار تھا، اس لیے اسے آسان کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ یہ تم پر ہی فرض نہیں بلکہ اگلی امتوں پر بھی فرض تھا، ذرا ہمت سے کام لینا، کہیں اگلی امتوں کی طرح فیل نہ ہو جاؤ۔

(برکات روزہ ص ۲۵)

روزے کی فرضیت کے بارے میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث یوں نقل کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلُّ عَمَلِ اِبْنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلیٰ سَبْعِ مَائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ تَعَالیٰ اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدْعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلی، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ

وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ (مشکوٰۃ ص۱۷۳)

ہر عمل کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ میرے لیے ہے، میں خود اس کا بدلہ دوں گا، بندے نے اپنی خواہشات اور کھانے کو میرے لیے ترک کیا ہے، روزہ دار کے لیے اس میں دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت، روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ اور بہتر ہے۔(برکات روزہ ص۳۱)

روزہ نہ رکھنے والوں پر وعید کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ ترمذی شریف کی ایک حدیث یوں نقل فرماتے ہیں۔

”عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمْضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَلاَ مَرَضٍ لَمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمَ الدَّھْرِ کُلَّہٗ اِنْ صَامَہٗ“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بلا رخصت و مرض افطار کیا (یعنی نہیں رکھا) تو زمانے بھر کا روزہ اس کے ایک دن کے روزہ کا قضا نہیں ہوسکتا اگرچہ رکھ لے۔(برکات روزہ ص۳۵)

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں رمضان کے مہینوں میں کھلے عام کھانے پینے والوں کو نصیحت حاصل کرنا چاہیے اور ماہ رمضان اور اس کے روزوں کی قدر کرنی چاہیے۔

روزہ افطار کس چیز سے کیا جائے ابوداؤد شریف کے حوالے سے آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

”عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلَی التَّمْرِ فَاِنْ لَمْ یَجِدِ التَّمْرَ فَعَلَی الْمَاءِ فَاِنَّ الْمَاءَ طُھُوْرٌ“.

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ار شاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کیوں کہ پانی پاک ہے۔ (برکات روزہ ص ۵۷)

افطار کی دعا کب پڑھی جائے اس کی وضاحت فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے آپ یوں پیش فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اس موضوع پر ایک رسالہ مسمیٰ بہ "العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار" تحریر فرمایا جو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۵۲ پر موجود ہے، اس میں آپ نے دلائل و براہین کی روشنی میں اس امر کو عیاں کیا ہے، کہ حضور ﷺ کا معمول افطار کے بعد دعا کرنے کا تھا، مقتضائے دلیل یہ ہے کہ دعا روزہ افطار کر کے پڑھے۔ (برکات روزہ ص ۵۹)

اس طرح روزے کے متعلق مسائل کا تفصیلی ذکر اس کتاب میں موجود ہے، مزید معلومات کے لیے اصل کتاب کی جانب رجوع کریں۔

فلسفہ قربانی

اس کتاب کو حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۹۸۲ء میں مرتب کیا تھا، جو ۲۰۰۴ء میں پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، جو قربانی کے موضوع پر نہایت ہی ٹھوس اور جامع دستاویز ہے، اس کتاب کو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے ۴۰ کتابوں سے زائد حوالوں سے مزین کر کے تیار کیا ہے، ان کتابوں میں صحاح ستہ کے علاوہ کتب تفسیر، فقہ اور تاریخ کی کتابیں شامل ہیں ، اس کتاب میں قربانی کی تاریخ، قربانی کے وجوب، اس کی فضیلت اور نہ کرنے پر وعیدوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ قربانی کے مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، آپ نے اس کتاب میں ان مخالفین اسلام کی بھی خبر لی ہے جو اپنی فکری آوارگی کی بنیاد پر قربانی کر نے پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ قربانی کرنے سے کیا فائدہ

ہے؟ اگر جانور ذبح نہ کر کے اتنی رقم قوم مسلم کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کر دیا جائے تو قوم کا کوئی بڑے سے بڑا کام ہو سکتا ہے، ایسے لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے آپ ایک جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

انسانی فلاح و بہبود، کامیابی، کامرانی، سعادت مندی وفیروز بختی کا راز اطاعت خدا وندی میں مضمر ہے، اگر اسے کوئی ضیاع وقت اور ضیاع مال کا نام دے تو وہ محض اسلام کی دشمنی ہے یعنی قربانی کو جو اطاعت ہی اطاعت ہے، ضیاع مال گردانتا اسلامی اصول سے لاعلمی اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ہے۔ (فلسفہ قربانی ص ۱۳)

کون قربانی اللہ کے بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے اس کے بارے میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

قربانی وہی مقبول ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو جیسا کہ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ الْمُتَّقِيْنَ کی تفسیر میں علامہ سید نعیم الدین مرادابادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ہابیل کے اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔

مزید آگے یوں تحریر فرماتے ہیں:

لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُ التَّقْوٰى مِنْكُم یعنی اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرگز نہ ان کے گوشت پہونچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمھاری پرہیز گاری اس تک باریاب ہوتی ہے، یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت اخلاص اور شروط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ (فلسفہ قربانی ص ۱۷)

قربانی کا ثواب ذکر کرتے ہوئے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں:

”کَانَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَم يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا لَنَا فِيْ الْاَضَاحِيْ فَقَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قُلْتُ فَالصُّوْفُ فَقَالَ بِكُلِّ

شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ"

حضرت زید بن ارقم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے قربانی میں کیا ثواب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا ہر بال کے عوض نیکی ہے، میں نے عرض کیا: اون کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ (فلسفہ قربانی ص ۱۹)

اور جو بخل اور تساہلی سے کام لیتے ہیں قربانی واجب ہونے کے باوجود بھی قربانی نہیں کرتے ایسے لوگوں کے بارے میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

مسلمان عاقل بالغ مقیم پر قربانی کے دن جو مالک ہو قربانی واجب ہے، ہماری دلیل ابن ماجہ اور حاکم کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يضحِ فَلاَ يقرَّبَنَا مُصَلاَّنَا" یعنی جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ ہو (صفحہ ۲۱)

آج کل جو لوگوں میں یہ رواج ہے کہ قربانی کے دنوں میں ہمارے ملک ہندوستان میں اپنے غیر مسلم دوستوں کو کھلاتے ہیں اور بطور تحفہ گوشت بھی دیتے ہیں آپ ایسے لوگوں کو منع کرتے ہوئے حکم شرع یوں سناتے ہیں:

قربانی کا گوشت یہاں کے کافروں کو نہ دیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔

اس کے علاوہ قربانی کے متعلق دیگر مسائل کا وافر ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے جو متلاشیان علوم اسلامیہ کے لیے قابل مطالعہ ہے۔

فضائل مدینہ

یہ کتاب ۳۲؍ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں بشمول قرآن عظیم کل ۲۲؍ کتابوں کے حوالے درج ہیں، اس کتاب میں مدینہ طیبہ کی فضیلت، اس کی برکت اور اس سرزمین کے تقدس کے بارے میں قرآن پاک، احادیث صاحب لولاک اور تواریخ و

فقہ کی کتابوں کے حوالے سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب میں حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہ نے مندرجہ ذیل عنوان باندھا ہے (۱)فضائل مدینہ (۲) مدینہ افضل ہے (۳)خاک مدینہ کی انفرادی خوبیاں (۴) مدینہ اور محبت رسول (۵) مدینہ میں اقامت کی فضیلت (۶) محبت مدینہ اور سلف صالحین (۷)ایک شبہ کا ازالہ،اور ہر ایک موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے، یہ کتاب مختصر مگر جامع ہے مدینہ منورہ کی اہمیت و فضیلت جاننے والوں کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

مدینہ شریف اور مکہ شریف میں کون افضل ہے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ایک حوالہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

ذَھَبَ اَھْلُ مَکَّۃَ وَالْکُوْ فَۃِ اِلٰی تَفْضِیْلِ مَکَّۃَوَھُوَ قَوْ لُ عَطَاوَ اِبْن وَھَبٍ وَابْن حَبِیْبٍ مِنْ اَصْحَا بِ مَا لِكٍ وَ حَکَا ہُ شَا جِیْ عَنِ الشَّافِعِیْ (شفاشریف)

اہل کوفہ اور اہل مکہ معظمہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہی قول امام مالک کے اصحاب میں سے عطا، ابن وہب اور ابن حبیب کا بھی ہے، جس کو شاجی نے امام شافعی سے حکایت کی ہے۔

اور جن لوگوں نے مدینہ کی افضلیت کا قول کیا ہے، ان میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مذہب کے جمہور علما ہیں، حضور خطیب البراہین اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

”ذَھَبَ الاِمَا مُ مَا لِك وَ اَصْحا به اِلٰی تَفْضِیْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ مَذْھَبُ عُمْرَ بْنِ خَطَّا بِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہٗ وَ کَثِیْرٍمِّنَ الصَّحا بَۃِ وَاَکْثَرِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ“ (الجا مع اللطیف فی فضل مکة و اھلھاو نبا ء البیت الشریف ص ۱۵۳)

یعنی سیدنا امام مالک اور آپ کے جمہور اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے اور یہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اکثر صحابہ کرام اور اکثر اہل مدینہ کا مسلک ہے، علمائے کرام ومشائخ عظام مدینہ منورہ کا کس قدر احترام کرتے تھے حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ شفا شریف کے حوالے سے کچھ اس طرح نقل کر تے ہیں بعض مشائخ نے فرمایا:

”لَوْ قَدَرْتُ اَنْ اَمْشِي عَلٰى رَاسِيْ مَا مَشَيْتُ عَلٰى قَدَمِيْ“

یعنی اگر میں سر کے بل چل سکتا تو قدموں پر مدینہ کی سرزمین پر نہ چلتا۔(فضائل مدینہ ص۱۸)

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اسی طرح ایک جگہ امام مالک کا عمل یوں نقل کرتے ہیں:

كَانَ مَالِكٌ لَا يَرْكَبُ بِالْمَدِيْنَةِ دَابَّةً وَكَانَ يَقُوْلُ اسْتَحْيِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى اَنْ اَطَاءَ تُرْبَةً فِيْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِحَافِرِ دَابَّةٍ. (فضائل مدینہ ص۱۸)

یعنی سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں سوار ہو کر نہیں چلتے اور فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ سواری کے جانور سے اس مقدس سرزمین کو پامال کروں جہاں اللہ کے رسول ﷺ رونق افروز ہوں۔

خود حضور ﷺ مدینہ منورہ سے بیحد محبت کرتے تھے، آقائے کریم ﷺ کو مدینہ منورہ سے کس قدر محبت تھی ایک جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ جب کسی سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کے قریب پہونچتے تو اپنی سواری کو کمال شوق وصول مدینہ سے تیز کر دیتے اور چادر مبارک اپنے دوش مبارک سے گرا دیتے اور یوں دعا مانگتے ہوئے اس میں داخل ہوتے ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا“(رواہ الشیخان)

اے اللہ! اس شہر کو ہمارے لیے قرار گاہ بنادے اور ہمیں خوب صورت رزق عطافرما۔

حضرت عمر رضِی اللہ عنہ کو مدینہ سے کس قدر محبت تھی آپ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضِی اللہ عنہ اکثر دعا کرتے تھے: ”اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی قِتَا لاً فِیْ سَبِیْلِکَ وَ اجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ“ (رواہ بخاری)

یعنی یا اللہ مجھ کو اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔ (فضائل مدینہ ص ۲۵)

خاک مدینہ کے بارے میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تُرْبَةُ اَرْضِنَا یَشْفِی سَقِیْمَنَا“ (مراۃ ج۴ ص ۲۰۲)

سچ کہا کسی کہنے والے نے۔

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے آئے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے
لگا لوں گا آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
جو مل جائے مجھ کو غبار مدینہ
خاک طیبہ اگر ملے طاہرؔ
اپنی آنکھوں میں ہم لگائیں گے

مختصر یہ کہ اس کتاب میں بھی بہت کچھ ہے، ہم نے بطور تبرک چند جگہوں سے کچھ عبارتوں کو نقل کر دیا ہے، مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب سے رجوع کریں ان شاء اللہ آپ کا دل مدینہ کے انور و تجلیات سے روشن و منور ہو جائے گا۔

آپ کی شخصیت پر لکھی گئی کتابوں کی تفصیل

(۱) خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت مولانا ادریس بستوی

(۲)آئینہ محدث بستوی مولانا مقبول احمد سالک مصباحی

(۳)محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں محمد طاہر القادری مصباحی

(۴)خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں مولانا صدر الوریٰ قادری

(۵)خطیب البراہین آئینہ اشعار میں ڈاکٹر عزیز اللہ عزیزی

(۶)نظام حسن و مبیں ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی

(۷)دو عظیم شخصیتیں مولانا مبارک حسین مصباحی

(۸)تحفۂ نظامی مولانا اختر رضا علی راج پوری

(۹)حیات خطیب البراہین مولانا غیاث الدین عارف مصباحی

(۱۰)معارف خطیب البراہین مولانا امجد علی نظامی

(۱۱)خطیب البراہین: ماہ وسن ہو گئے روشن تیری تابانی سے

علامہ تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ

(۱۲)حضور خطیب البراہین اور آپ کا شجرۂ نور محمد طاہر القادری مصباحی

(۱۳)خطیب البراہین: واقعات کی روشنی میں محمد طاہر القادری مصباحی

آپ کے اوپر نکالے گئے نمبرات

(۱)محدث بستوی نمبر ۲۰۰۸ سہ ماہی نوری نکات بستی صفحات ۱۹۲

ایڈیٹر مولانا محمد نظام الدین نوری

(۲)خطیب البراہین نمبر ۲۰۱۱ء روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور صفحات ۶۴

انچارج ایڈیٹر سعد اللہ فراہی ظفر زاہدی

(۳)خطیب البراہین نمبر ۲۰۱۳ء ماہنامہ کنز الایمان صفحات ۶۴

ایڈیٹر حافظ قمر الدین

(۴)خطیب البراہین نمبر ۲۰۱۳ء پیام نظامی سہ ماہی صفحات ۶۴

ایڈیٹر مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی

(۵)خطیب البراہین نمبر ۲۰۱۳ء ضیائے حبیب میگزین اگیا صفحات ۳۲۰
ایڈیٹر محمد طاہر القادری مصباحی

باب سوم

اوصافِ جمیلہ

خطیب البراہین ایک عالم باعمل

علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد کار تبلیغ میں ان کے نائب کہے جانے والے علماے دین یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین نے اپنے علم و عمل کے ذریعہ نماز، روزہ، حج اور زکاۃ کی سب سے زیادہ تبلیغ فرمائی ہے اور اپنے ہر کام سے زیادہ زور دیا ہے۔

جوں جوں زمانہ دور رسالت سے دور اور قیامت سے قریب ہوتا جارہا ہے ان کاموں کی طرف سے غفلت بڑھتی جارہی ہے۔ لہٰذا علماے دین پر ان کی تبلیغ کی ذمہ داری بھی بڑھتی جارہی ہے۔ خاص طور سے علماے دین جو تقریر اور رشد و ہدایت سے جڑے ہوئے ہیں اور براہ راست عوام سے ہر دم تعلق و واسطہ رکھتے ہیں اور دیگر علما سے کہیں زیادہ عوام پر اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے۔ مگر آج کے پیران عظام اور مقررین کی صورت حال اس سلسلے میں بہت مایوس کن اور افسوس ناک ہے۔ تھوڑے سے استثنا کے ساتھ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مریدوں اور سامعین کو نماز پڑھنے کے لیے کون کہے یا سختی کرے۔ اس معاملہ میں خود بھی عملاً بے احتیاطی اور غفلت کے شکار ہوتے ہیں۔ بعض ناخدا ترس اتنے ڈھیٹ ہیں کہ دروغ برگردن راوی یہاں تک کہہ دیتے ہیں یا تو نماز ہی پڑھواؤ یا تقریر ہی کراؤ۔ (معاذاللہ ثم معاذاللہ) چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟ یاد رہے کہ حلقۂ اثر کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور ہر نعمت کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔

”ولتسئلنّ یومئذ عن النعیم“

قیامت کے دن تم سے ہر نعمت کے بارے میں ضرور مواخذہ ہو گا۔ تو حلقۂ اثر کی وسعت کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ ان صاحبان اثر و نفوذ سے ضرور باز پرس فرمائے گا کہ تم نے اس اثر و نفوذ سے کتنا کام لیا؟

لیکن مایوسیوں کے اس دھند لکے میں کہیں کہیں اور کبھی کبھی امید کی کرن بھی نظر آجاتی ہے۔ موجودہ پیران عظام اور خطبا میں خطیب البراہین، نمونۂ سلف حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضوی مصباحی علیہ الرحمہ ایک فرض شناس، خدا ترس شخصیت کے حامل بزرگ اور مقبول ترین باعمل عالم دین اور پیر و مرشد تھے۔

۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء میں تاجدار مارہرہ مطہرہ، احسن العلما، سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف سے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز ہونے کے بعد بیعت وارشاد کے لیے آپ کی طرف خلقت کا ہجوم امڈ پڑا، اتصال نسبت کا انتظار تھا۔ وہ حاصل ہو گیا اور لوگ آپ کے دامن کرم میں آنا شروع ہو گئے۔ آپ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

”خلافت سے پہلے فقیر گدائے در برکات اپنے باطن میں ایک مخصوص نوع کا خلا محسوس کرتا تھا۔ خلافت کے بعد برکاتی مشائخ سے اتصال نسبت کی وجہ سے بحمدہٖ تعالیٰ خلا پُر ہو گیا جس کی وجہ سے تصلب اور استقامت فی الدین اور خوف و خشیت و اتباع سنت ”الحب فی اللہ و البغض فی اللہ“ کا جذبہ فزوں ہو گیا“۔

مزید فرماتے ہیں:

”جس وقت تاجدار اہل سنت پیشوائے ارباب طریقت حضور سیدی احسن العلما الشاہ مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ نے خانقاہ مارہرہ مقدسہ میں میری خلافت کا اعلان فرمایا اور میرے سر پر سبز رنگ کی دستار باندھی اس وقت میرے اوپر فیضان و برکات و انوار و تجلیات کی جو برسات ہوئی اور میری کیفیت کیا ہوئی؟ اسے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا“ (انٹرویو از خانقاہ مارہرہ مطہرہ)

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی نیکی و پرہیزگاری سے عبارت ہے۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ انتہائی پابند شریعت اور نیک و شریف رہے، آپ کے اساتذہ بھی آپ کی اطاعت شعاری اور نیکی و شرافت کے قائل رہے ہیں، سچی بات تو یہ ہے کہ آپ ایک مثالی طالب علم تھے۔ میرے استاذ بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"زمانۂ طالب علمی سے ہی آپ (صوفی صاحب) ایک نہایت سنجیدہ اور متین، محنتی اور اپنے کام سے لگن رکھنے والے طالب علم تھے۔ نیک بختی آپ کے چہرے کا غازہ اور اطاعت شعاری آپ کی پیشانی کا نور تھی۔ جوانی تو دیوانی مشہور ہے آج کل کے نوجوان طالب علم تو عام طور سے "کریلا اور نیم چڑھا" ہوتے ہیں۔ لیکن مولانا موصوف کا پورا دور طالب علمی صبح کے اجالے کی طرح روشن اور دریا کے پانی کی طرح صاف ستھرا تھا، گویا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کے سر پر ہوش مندی کا ستارہ روشن تھا اور بلندی کی شمع فروزاں تھی (خطبات البراہین، تقریظ:۴)

تقویٰ اور پرہیزگاری آپ کے ماتھے کا جھومر ہے۔ اس ایمانی زیور سے آپ کا ماتھا زندگی کے کسی مرحلے میں خالی نہیں رہا، گویا تقویٰ آپ کی فطرت میں داخل ہے، اسی لیے ہمیشہ دنیا اور دنیاداروں سے دور و نفور رہے، کم آمیزی اور خاموشی کا خصوصی التزام فرماتے ہیں۔ اگر مجلس میں ہیں تو غیبت، چغلی، جھوٹ، سازش، طنز و مزاح، طعن و تشنیع اور تمسخر استہزا خود کرتے نہیں، اور ہوتی ہے تو مجلس سے اٹھ جاتے ہیں، یا بیٹھتے رہنے کی مجبوری ہے تو منع نہ کر سکنے کی صورت میں ہمنوائی نہیں کرتے، ضرورت کے وقت ضرورت بھر بولنے کے عادی ہیں۔

شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کی رفاقت و مصاحبت کا مجھ کو کچھ دنوں تک شرف حاصل رہا، خاموش طبیعت کے انسان ہیں اور کاروبار اور اس کے مشاغل سے دور رہنے کے عادی نظر آئے، وہ اسی وقت متکلّم شیریں کلام ہوتے ہیں، جب کوئی شخص ان سے گفتگو کرنے کے لیے اصرار کرے، ورنہ ان کی زبان مبارک پر سکوت طاری رہتا ہے۔ یہی ایک ایسا وصف خصوصی ہے، جو ان کی ذات کو دوسروں سے ممتاز کر کے صوفیائے کرام کے گروہ میں ان کو داخل کر دیتا ہے“۔ (مقالہ شیخ القرآن صفحہ ۳)

شریعت کی پابندی ہی تقویٰ کی پہچان ہے اور یہ چیز صوفی صاحب کے ہر عمل و کردار میں شروع سے اخیر تک موجود ہے۔ اسی التزام اور پابندی سے دل صاف ستھرا ہوتا ہے اور مومن اخلاص کا پیکر بن جاتا ہے۔ اخلاص اور للّٰہیت کی جلوہ گری آپ کی شخصیت میں بہت نمایاں ہے۔

حضرت مولانا عبدالمبین مصباحی نعمانی فرماتے ہیں:

”حضرت خطیب البراہین مدظلہ العالی ہمیشہ سے اخلاص پیشہ اور دین پرست رہے ہیں اور حرص و ہوس کو آپ نے دور کا سلام کہہ دیا ہے۔ جو آپ کے صفائے باطنی و ذکائے قلبی کی علامت ہے۔ آپ کی مقناطیسی شخصیت نے بڑے بڑے گم کردہ راہوں کو صفائے قلبی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ آپ کی ادنیٰ توجہ اور روحانی تربیت نے ہزاروں تاریک دلوں کو دین کا اجالا بخش دیا ہے اور کتنے ناپختہ اذہان میں تصلب فی الدین کی شمع روشن کر دی ہے۔ آپ سے قریب ہوتے ہی آدمی روحانیت سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ غرض کہ اس دور میں ایک شیخ طریقت، ایک مصلح و مربی کی حیثیت سے آپ ایک بلند مقام پر فائز ہیں۔ دنیادار پیروں، نمائشی اور جاہل فقیروں کی بھیڑ میں شریعت و طریقت کا سنگم اور سنتوں کے پابند مرشد کی حیثیت سے حضرت صوفی صاحب قبلہ کی ذات گرامی غنیمت ہی نہیں ایک عظیم نعمت ہے“ (خطبات خطیب البراہین، تقدیم ص ۸)

نام و نمود اور حرص و ہوس چھو کر بھی نہیں گزر سکتے۔ جلب منفعت سے بے پرواہ ہو کر بندوں کو خدا سے جوڑنا۔ ان کے دلوں میں تقویٰ کی شمع روشن کرنا اور گمراہی اور گمراہوں سے بچانا ہی آپ کا واحد مقصد رہا ہے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) دور تدریس (۲) دور خطابت (۳) دور ارشاد و بیعت

آپ کی زندگی کے اخیر کے دونوں ادوار کو انتہائی تابناک، قابل تقلید اور بامقصد دور کہا جا سکتا ہے۔ آپ کا خطاب دعوت و اصلاح کی مقصدیت کے لحاظ سے بہت کامیاب ہوا کرتا تھا، خود بھی حد درجہ پابند شریعت رہے اور انتہائی مخلص بھی، آپ نے کبھی بھی تقریر کو دولت یا شہرت یا عزت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا، اسی وجہ سے آپ کی تقریروں میں بڑی تاثیر ہوا کرتی تھی اور بے شمار بد عقیدہ اور بد عمل لوگوں نے آپ کی تقریریں سن کر توبہ کر لی اور مومنانہ زندگی اختیار کی، پھر آپ کی نیکی اور آپ کی تقریروں کے اخلاص نے وہ اثر دکھایا کہ بلا کسی خارجی رغبت کے بیعت وارشاد کے لیے بھی لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچنے لگے اور بہت تھوڑے دنوں میں آپ ہزاروں مریدوں کے پیر بن گئے۔ فقط دو دہائیوں میں آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

بیعت وارشاد میں بھی آپ نے اسے عام روش سے ہٹ کر اپنی جیب گرم کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض خواص کے ساتھ عوام اور طلبہ سیل رواں کی طرح آپ کے دست حق پرست پر داخل سلسلہ ہونے کے لیے خود سے حاضر ہوتے رہتے ہیں، اس دور میں بعض بڑے پیروں کو چھوڑ کر حضرت کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، آپ کی شخصیت بحیثیت پیر قابل صد رشک ہے، بات وہی ہے کہ آپ نیک ہونے کے ساتھ ایک مخلص نیک گر بھی ہیں، آپ نیکی اور نیک گری کا پیکر مجسم ہیں، آپ جیسا کوئی بن کے تو دیکھے، درازئ عمر کے تقاضے سے اب پہلے سے بھی

بہت کم گفتگو فرماتے ہیں ، مگر آپ کی خاموش شخصیت کی زیارت بھی داعی و مصلح کا کام کررہی ہے اور دیکھنے والوں کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی امثال پیدا فرمائے۔ آمین

حضرت صوفی صاب قبلہ علیہ الرحمہ کا یہ نظریہ رہا ہے کہ قرآن و حدیث اور بزرگوں کی باتوں میں جو تاثیر ہوتی ہے وہ ایک داعی و خطیب کی اپنی باتوں میں نہیں ہوتی، لہٰذا اپنی بات کم سے کم کہہ کر اللہ و رسول اور بزرگوں کی باتیں براہ راست زیادہ بیان کی جائیں ۔ میں نے بچپن میں حضرت کی بہت سی تقریریں سنی ہیں ۔ حوالوں کے تعلق سے میں نے جب آپ کی تقریروں اور آپ کی تحریروں کا تقابلی جائزہ لیا تو دونوں میں حوالوں کی کثرت کی خصوصیت یکساں طور سے نظر آئی۔

آپ کی تقریر و تحریر میں حوالوں کی کثرت نے تاثیر و دل پذیری کا غیر معمولی کردارادا کیا ہے ، پھر اس پر آپ کا اخلاص مستزاد ہے اُس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مولانا شکیل الرحمن صاحب نظامی نے بتایا کہ حضرت صوفی صاحب کے یہاں اتنا زیادہ تحریری مواد ہے کہ اگر ان کو الگ الگ موضوعات پر جدید انداز سے ذیلی عنوانات کے ساتھ پیرابندی کر کے ترتیب دیا جائے تو چھوٹی بڑی تقریبًا سو کتابیں اور کتابچے بن سکتے ہیں گویا آپ کی زندگی کے جس دور کو بھی دیکھا جائے وہ نہایت ہی تابناک اور روشن نظر آتی ہے۔

پروردگار عالم ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین



خطیب البراہین کی کچھ یادیں کچھ باتیں

حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی صاحب علیہ الرحمہ
سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

خطیب البراہین ، جامع الدلائل، محی السنہ حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کے متعلق کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، یہ تو چھوٹی منھ بڑی بات ہوگی اور اسی کو مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کہتے ہیں۔

قیامی بات تری ٹاٹ کا پیوند مخمل ہے
تم اپنی حیثیت دیکھو کہاں وہ ہیں کہاں تم ہو

پھر بھی ایسی عظیم نادر روزگار شخصیت کا چرچا ان کے الطاف کریمانہ سے خالی نہیں، ممکن ہے یہی چند جملے ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائیں، اسی موقع پر بلبل شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمہ گنگنا اٹھے۔

شنیدم کہ در روز امید وبیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں ان کا تعارف کرایا جائے تو وہ شخصیتیں متعارف ہوتی ہیں اور کچھ شخصیتیں ایسی عظیم المرتبت ہوتی ہیں کہ ان کے ذکر سے ذاکر متعارف ہوتا ہے اور خود اسی کی قدر و منزلت میں چار چاند لگ جاتے ہیں ،انہیں شخصیات میں خطیب البراہین جامع الدلائل محی السنۃ حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت بھی ہے، آپ کی زندگی کا ہر پہلو مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ ایک مشاہدہ ہے کہ حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کا ذکر،ان کی یاد،ان کا

تعارف کرانا خود معروف کو ایسی خصوصیت بخش دیتا ہے کہ وہ متعارف ہو جاتا ہے بلکہ ملت اسلامیہ کی نگاہ میں محترم بن جاتا ہے اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔

یہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "من کان اللہ کان اللہ لہٗ" کا فیضان کرم ہے، یہ ایسا واضح بیان ہے کہ کسی کو شک و ریب کی گنجائش ہی نہیں، جو خدا کا ہو گیا خدا اس کا ہو گیا، اب یقیناً اللہ رب العزت اپنے ہر بندے کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ اے میرے بندو! اس کو دیکھو میں اس کا ہو گیا ہوں اس کو دیکھنے سے میری یاد آئے گی، اس کے ذکر سے میں راضی ہوں، اس کو عزت و عظمت اور رحمت و برکت سے میں نے مالا مال کر دیا ہے، اس کا نام لیوا بھی مجھے محبوب ہیں، یہ تاج و کرامت میں نے اس کو اس لیے پہنایا ہے کہ اس نے دل و جان سے میرے محبوب کی اتباع کی ہے اور جو بھی میرے محبوب کی اتباع کرتا ہے وہ بعینہٖ میری اتباع کرتا ہے، میری فرماں برداری ایسی چیز ہے کہ فرماں بردار کو مقتدیٰ بنا دیتی ہے، لہٰذا اے میرے بندو! اس کو دیکھو کہ میرے آخری رسول کی اتباع سیکھ لو جو تمھاری نجات کا ضامن ہے اور یہی تمھارے لیے منتہی ہے، یہی تمھاری منزل مقصود ہے، اب تم مجھے پا لو گے اور میری قربت سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔

اب حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، صوم و صلاۃ، رہن سہن، اخلاق و کردار، تعلیم و تدریس قریب سے اور گہری نظر سے بار بار دیکھیے، کئی روز تک مسلسل دیکھیے، پرکھیے، اس کھلی ہوئی کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کیجیے اور مذکورہ حدیث پاک کو بھی بار بار پڑھیے تو آپ کا مشاہدہ اور اندر کا عینی شاہد خود پکار اٹھے گا کہ

پس آنکہ در وجد مستغرق قند
چنیں داں کہ منظور عین الحقند

اس نشست میں ان کی یاد آئی تو ماضی کے چند اوراق کھل گئے، یادوں کے سہارے ان کو محفوظ کرلینا ضروری ہے، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب راقم الحروف دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں زیر تعلیم تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ غالبًا اس وقت فضل رحمانیہ پچپڑوا میں بحیثیت صدر المدرسین مصروف کار تھے، اتفاق سے یا دعوت پہ تنویر الاسلام امرڈوبھا میں تشریف لائے، آپ کے ہم سبق ہمارے شفیق استاذ حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں صدر المدرسین اور مہتمم کی حیثیت سے تشریف فرما تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہماری بالکل ابتدائی فارسی کی کتاب زیر درس تھی، علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ نے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

”حضرت بہت قابل ہیں، برکت کے لیے کسی کتاب کا ایک ہی سبق پڑھ لو، چاہے گلزار دبستاں ہی ہو“۔

اس پر حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے خاکساری سے کچھ فرمایا اور انکار کرنا چاہا پھر انھوں نے کچھ کہا، چنانچہ اپنی جماعت کے ساتھ گلزار دبستاں لے کر حاضر ہوئے اور آپ نے ہماری جماعت کو ایک سبق پڑھاکر باضابطہ اپنے شاگردوں کے زمرے میں شامل کرلیا۔

یہ حقیقت پسندی ہی تھی کہ شمال مشرقی یوپی کی عظیم درس گار دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کا ایک قابل فخر، مایہ ناز استاذ اور صدر المدرسین اتنے خلوص سے اپنے ہم سبق کے بارے میں اپنے شاگردوں کو اس طرح حکم دے، یہ ان اکابر کا تذکرہ ہے کہ جن کے یہاں ”ہم چنیں دیگرے نیست“ کا تصور ہی نہیں ہے، جب کہ دونوں حضرات اپنی جگہ میدان استقامت فی الدین اور مسند تدریس کے اولوالعزم مجاہد ہیں۔

غالبًا ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ جب حضرت صوفی صاحب قبلہ تنویر الاسلام کے باضابطہ مدرس کی حیثیت سے تشریف فرما تھے، راقم الحروف آپ سے باضابطہ

متعدّد کتابوں کا درس لے رہا تھے، ایک بار آپ کے سامنے سے گزرا، آپ نے فرمایا ''تفسیر !'' جی حضور! کہہ کر ہاتھ میں کوئی ایک کتاب لے کر حاضر ہو گیا، آپ نے فرمایا: فلاں کو بلا دو'' اتفاق سے وہ فلاں چند ہی قدم پہ سامنے نظر آ گیا، راقم نے ان فلاں سے کہا: صوفی صاحب بلا رہے ہیں، وہ طالب علم حضرت کی طرف چلا اور ادھر مجھے پھر آپ کی آواز سنائی دی ''تفسیر ادھر آؤ'' میں پھر قریب پہونچا تو قدرے خفگی کے لہجے میں فرمایا ''تم نے مجھے صوفی کیوں کہا۔ بولو! چند منٹ خاموشی رہی۔ فرمایا'' وعدہ کرو آئندہ نہیں کہو گے۔ جی کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور دل میں عہد کر لیا کہ ان شاء اللہ حکم اور وعدہ نبھاؤں گا۔

وقت گزرنے کے ساتھ آپ کے لیے لفظ صوفی صاحب مثل علم ہو گیا، حد یہ کہ ہر اسٹیج پر صوفی صاحب، ہر جلسے کے اشتہار میں صوفی صاحب، ہر سابق و لاحق مقرر و خطیب کی زبان پر صوفی صاحب، ہر شاعر کی ترنم ریزی سے قبل صوفی صاحب اور عوام کی بات ہی کیا؟ یہاں تو ہر خورد و کلاں کی زبان پر صوفی صاحب جاری ہے۔

ہمارے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے وسیع صحن میں چند اساتذہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، حضرت صوفی صاحب قبلہ کا ذکر آ گیا، ایک نکتہ سنج، قابل استاذ نے ٹھہرے انداز میں بڑی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''فلاں مقرر صاحب اپنی تقریر میں امریکہ اور برطانیہ کے دسیوں شہروں کا نام ایک سانس میں گناتے ہیں، ہمارے صوفی صاحب قبلہ فن تفسیر و حدیث کی کتابوں کے نام سناتے ہیں، جس سے برکت بھی ملتی ہے، ایمان و عقیدہ کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور دینی معلومات تو ہوتی ہے۔''

اور اب تو پورے ہندوستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی صوفی صاحب قبلہ یا امرڈوبھا والے صوفی صاحب ہی سے آپ کے ذکر خیر کا آغاز ہوتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ بلا کسی تردد کے ہر سامع کا تبادر ذہنی آپ ہی کی طرف ہوتا ہے۔

ایک بات اور یاد آئی کہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے عمائدین میں

سے ہم پیالہ وہم نوالہ رفیق عبد اللہ یعنی محمد رفیق و عبد اللہ صاحبان میں سے جناب محمد رفیق صاحب نے حضرت صوفی صاحب قبلہ سے ایک بار کہا "سنا ہے کہ آپ اپنے ہاتھ والی گھڑی فروخت کریں گے، فرمایا: ہاں، کہنے لگے آپ نے کتنے میں خریدا تھا اور کیا قیمت رکھی ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا:

"میں نے کتنے میں خریدا تھا آپ کو اس سے کیا ہے، اس وقت اس کا ہدیہ اتنا ہے پسند آئے تو لے لیجئے اور غالباً پچیس یا پینتالیس روپے قیمت آپ نے بتائی۔"

دراصل رفیق عبد اللہ دو شخصوں کے نام ہیں، دونوں تاجر پیشہ تھے اور گھوم پھر کر اپنا مال تجارت کپڑے فروخت کرنا ان کا طریقہ کار تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ ان دونوں کو اس ایک جملے میں سخت تنبیہ فرمادی کہ خبردار! اپنا مال زیادہ فروخت کرنے کے حرص میں جھوٹ اور جھوٹی قسم کا سہارا مت لینا کیونکہ یہ دونوں حرام ہیں۔ اپنے مال کی متعیّنہ قیمت بتاؤ اور اپنے کام میں لگے رہو، خدا تمہیں برکتیں دے گا۔ یہ تجارت کے بنیادی اصول کا اہم دفعہ ہے۔ اس میں دین کی حفاظت ہے اور مال میں برکت بھی ہے اور آج کل بیچنے والے جھوٹ بولیں اور جھوٹ بول کر خریداری کی زیادہ سے زیادہ قیمت بتائیں بلکہ قسم بھی کھالیں خریدار سے جھوٹ بولنے اور قسم کھانے کی بھی اجرت شامل کر کے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرلیں اور اس طریقۂ رائج الوقت کو اپنا حق بھی سمجھیں ،اس کردار و عمل سے کتنے حقائق کا خون ہوتا ہے ،الاماشاء اللہ، اچھے سچے بااصول تاجروں سے آج بھی دنیا خالی نہیں ہے۔

ہر عقل سلیم رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے اگر تربیت کو تعلیم سے جدا کردیں تو تعلیم بے مقصد ہو کر رہ جائے گی اور تعلیم کے ثمرات سے محرومی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ تربیت مغز ہے اور صرف تعلیم پوست بے مغز ہے۔ تعلیم کی لذت تربیت ہی سے ملتی ہے، اگر واعظ و معلم جو کچھ تعلیم دیں اس پر خود بھی عمل کریں اور حکمت و موعظت سے اپنے شاگردوں کو عمل پیرا کرا کے

عادی بنانے کی کوشش کریں تو سونے پر سہاگہ ہے اور اگر صرف زیور تعلیم ہی سے آراستہ کیا اور عمل سے پورے طور پر صرف نظر کرتے رہے تو شجر بے ثمر کے مثل ہے، اس کا انجام تباہی و نادانی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

اسی حقیقت کو شیخ سعدی شیرازی نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے:

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل درتو نیست نادانی

تم جتنا بھی زیادہ علم حاصل کرلو جب تجھ میں عمل نہیں تو نادان ہے۔

اسی حقیقت کا پس منظر بطور تمثیل انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے اور بڑے ہی واضح لفظوں میں عکاسی کرتے ہوئے گنگنا اٹھتے ہیں:

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

نہ محقق بن سکے گا نہ دانشمند بن سکے گا بلکہ ایسا سمجھو کہ کسی چوپایہ پر چند کتابیں لاد دی گئی ہیں۔

آئیے دیکھتے ہیں حضرت خطیب البراہین، محی السنۃ، صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کس انداز سے تعلیم دیتے ہیں اور کیسی دل نشین تربیت فرماتے ہیں، دراصل حضرت کے اصول زندگی میں یہ بات داخل ہے کہ ہر موقعہ پر اپنے شاگردوں، مریدوں، متوسلین اور عقیدت مندوں کی ایسی تربیت فرماتے ہیں کہ جو اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہو۔ تربیت دینے کا معنی ہی سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کی تلقین ہے جو آپ کی سیرت کا ایک جلی باب ہے اور یہ خصلت حمیدہ آپ کی بہت ساری خوبیوں کا مظہر ہے۔

چنانچہ ایک جلسہ کے موقع پر جب آپ دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے تو راقم السطور سے فرمایا: پسا ہوا نمک منگوا لیجئے، منتظمین عشائیہ نے حسب الحکم ایک پیالی میں

نمک لاکر دستر خوان پر رکھ دیا، مگر اس کی وجہ معلوم کرنے کا سوالیہ نشان ان کی آنکھوں اور ان کے چہرے سے مترشح تھا۔ جب حضرت صوفی صاحب نے باآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر نمک سے کھانے کا آغاز کیا تو دستر خوان پر بیٹھے ہوئے سبھی حضرات نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر نمک ہی سے کھانے کی ابتدا کی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اسی دستر خوان پہ حضرت نے کھانے کے آداب کو بیان کیا اور نمک سے آغاز طعام کی سنت، سنت رسول اللہ ﷺ اس کے فوائد سمیت مختصر بیان کیا کہا "کھانا نمک سے شروع اور نمک پہ ختم کرنے سے ستر امراض سے شفا ہے"۔

راقم کہتا ہے کیوں نہ ہو کہ شافع امراض جسمانی وروحانی نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شاہد عدل ہے جو اس طرح ہے:

عن علی بن ابی طالب عن النبی ﷺ اذا اکلت فابدا بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء من سبعین داء اولها الجذام والبرص ووجع الحلق والآخر والبطن" (الحدیث)

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو۔ کیونکہ نمک ستر مرضوں سے شفاء ہے، ان میں کوڑھ سفید داغ ہیں اور حلق ڈاڑھ پیٹ کے درد ہیں۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی مذکورہ تربیت سے مجوسیوں کی مخالفت واضح ہوگئی، کیوں کہ وہ کھانے کے دوران بالکل بات نہیں کرتے، بلکہ ان کے یہاں کھاتے وقت خاموشی ہی آداب دستر خوان میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درس گاہ سے ہٹ کر بھی تعلیم وتربیت کا یہ دستور اور آپ کا یہ موثر طریقہ دوررس نتائج کا حامل ہے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ اپنے شاگردوں خصوصًا مریدوں پر نظر رکھتے، جہاں بھی خلاف شرع کام یا کوئی بات نظر آئی توجہ ورہنمائی کرتے، ایسے متعدّد واقعات راقم الحروف کے سامنے پیش آئے، اگر صرف اس موضوع پر کام کیا جائے تو دفتر کے دفتر

تیار ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کلمۂ جلالت کندہ شدہ لوہے کی انگوٹھی ایک مرید کی انگلی میں دیکھا تو سخت غضبناک ہوئے، تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ”کوئی مرید ہو یا نہ ہو یہ برداشت نہیں ہوگا“ اس کی انگلی سے نکلوا کر اپنے ہاتھ میں لیا، اب نہایت ہی نرم لہجے میں طریقہ آداب تعلیم فرمایا ”اسے کپڑے میں لپیٹ کر بکس یا اٹیچی میں رکھ دیجیے، اس پر لفظ اللہ کندہ ہے، اسے بے وضو نہیں چھونا چاہیے۔

درس و تدریس میں بھی محتاط زبان، حدود آداب کا پاس و لحاظ اور ٹھہرا ہوا آپ کا انداز تکلم اپنی جگہ بے مثال اور سبق آموز ہے، اس پہ بھی ماضی کا ایک واقعہ یاد آیا، وہ یہ کہ دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا میں زیر درس عربی ادب کی کتاب ”نفحة اليمن“ میں راقم کو ایک شعر استاذ سے سمجھنے کی ضرورت پڑی جو نہایت ہی مفید کار آمد تھا، وہ یہ کہ جب بھی کتاب میں کچھ سمجھنے کی ضرورت ہوتی تو کسی بھی استاذ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور اساتذہ چوں کہ دارالعلوم ہی میں قیام پذیر رہتے تھے اس لیے رات میں بھی بلا جھجھک کسی استاذ کے پاس پہنچ جاتے اور اپنی مشکلات حل کر لیتے۔ راقم اپنے دو یا تین ہم سبق کو لے کر مذکورہ بالا کتاب لیے حضرت صوفی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا، عربی شعر پر نگاہ پڑتے ہی آپ نے حاشیہ پہ انگلی رکھ دی اور فرمایا:

”دیکھو اس کا یہ معنی لکھا ہوا ہے، اس کا یہ معنی کر لو۔ یہ مفعول واقع ہے، یہ حال ہے اور یہ صفت ہے اب جاؤ ترجمہ کر لو“۔ اسے زبان و بیان میں آپ کو محتاط بلکہ حد درجہ آپ کی احتیاط کا ہی نام دیا جا سکتا ہے۔

اب ہم لوگ اپنی جگہ واپس آ گئے، کیوں کہ شعر کا معنی و مفہوم پوری طرح سمجھ میں آ گیا تھا، مگر ذہن میں شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ کی ”گلستاں“ کی ایک حکمت نے فوراً روشنی دی جو آٹھویں باب میں مذکور ہے جس میں انہوں نے اپنی ایک حکایت بیان کر کے ایک عظیم حکمت بالغہ و مفیدہ عطا کی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"ریشے درون جامہ داشتم وشیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز بہ پرسیدے کہ چوں است ونہ پرسیدے کہ کجا است۔ دانستم کہ ازاں احتراز می کند کہ ذکر ہمہ حضور روانہ باشد"

تقویٰ کا معنی پرہیز گاری، اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی اطاعت کے مطابق عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں "ھدی للمتقین" فرماکر پانچ جامع صفات کا ذکر فرمایا ہے۔(۱) غیب پر ایمان لانا (۲) نماز قائم کرنا (۳) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں ایک متعیّنہ مقدار اسی کی راہ میں دینا (۴) قرآن معظم اور کتب صحائف سابقہ پر ایمان لانا (۵) آخرت پر ایمان ویقین رکھنا کہ ذرا سی بھی شک وشبہہ کی گنجائش نہ رہے۔

اہل علم پر مخفی نہیں کہ ارباب فن نے تقویٰ کی تین قسمیں بیان کی ہیں (۱) عوام کا تقویٰ (۲) خواص کا تقویٰ (۳) اخص الخواص کا تقویٰ۔ عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ ایمان لائیں اور کفر جیسی شی سے بچ رہیں۔ خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ اوامر کو بجالائیں اور نواہی سے اجتناب کریں اور اخص الخواص کا تقویٰ یہ ہے کہ ایسی تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہوان سے بچتے رہیں۔

قسم آخر کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کرے اور جہاں تک ہوسکے تلاش وجستجو کرکے سنتوں کا عامل بن جائے، یہ عزیمت فضل الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے،"یعطیہ من یشاء بغیر حساب" یہاں تک کہ بعض اللہ والے جو تقویٰ کے مرتبۂ علیا پہ فائز تھے انہوں نے اس وقت تک تربوز نہیں کھایا جب تک یہ نہیں تحقیق ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ نے تربوز تناول فرمایا ہے، یہ بلند ترین رتبہ مہذب ومقرب اور اعلیٰ بارگاہ کے تربیت یافتہ افراد ہی کا حصہ ہے، جنہیں ہم اپنے لفظوں میں عارف باللہ، اللہ والے کہتے ہیں، ان کی خاص علامت یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر سنت مصطفی ﷺ پر عمل پیرا ہوجائیں اور "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" ان کا عنوان حیات بن جائے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ کے تقویٰ کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے، جن کے بارے میں انہیں کے ہم عصر اہل تحقیق ویقین صاحبان فکر ونظر، ماہرین علوم وفنون وہی کہہ رہے ہیں جوان بڑے حضرات کے اکابر کہہ گئے ہیں کہ: ”صوفی صاحب کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا ہے“۔

البتہ اپنا وہی قول سابق مکرر لا رہا ہوں کہ:

”اب حضرت صوفی صاحب قبلہ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، صوم و صلوۃ، رہن سہن، اخلاق وکردار، تعلیم وتدریس قریب سے اور گہری نظر سے بار بار دیکھیے، کئی روز تک مسلسل دیکھیے، پرکھیے، اس کھلی ہوئی کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کیجیے اور مذکورہ حدیث پاک کو بھی بار بار پڑھیے تو آپ کا مشاہدہ اور اندر کا عینی شاہد خود ہی پکار اٹھے گا کہ:

پس آں کہ در وجد مستغرقند
چنیں داں کہ منظور عین الحقند

آخر میں بلبل شیراز حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی اس نوا سنجی پر خاکسار راقم الحروف اپنی گفتگو ختم کر رہا ہے۔

خلائق بہ قوت ز طفلاں کم اند
مشائخ چوں دیوار مستحکم اند



خطیب البراہین شریعت وطریقت کے حسین سنگم

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی
پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد، ہمدرد نگر، نئی دہلی

ہندوستان کی قادری خانقاہوں میں ''خانقاہ قادریہ برکاتیہ'' مارہرہ شریف ضلع ایٹہ بڑی شہرت کی حامل ہے، یہ خانقاہ بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں قائم ہوئی،اس وقت سے اب تک اس خانقاہ سے نہ جانے کتنے لوگوں نے وابستہ ہوکر اپنے نفس کی اصلاح وتزکیہ کیا اور اسے مادی آلودگی سے منقّیٰ کیا، یہاں کے مریدین ومتوسلین میں جو خداترسی اور تدین پایا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، ظاہر ہے کہ جب خانقاہ کے سجادہ نشین حضرات اس قدر توجہ مریدین پر کرتے ہیں تو وہ خوش قسمت حضرات جنھیں اس روحانی دربار سے منصب خلافت عطا کیا جاتا ہے ان کے قلب ونفس پر کس قدر توجہ کی جاتی ہوگی اور انھیں کس قدر صیقل کیا جاتا ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ایسے کم ہی لوگ ہیں جنھیں اس خانقاہ کی کسوٹی پر کھرا اترنے کا شرف حاصل ہوا ہے، جن لوگوں کو یہ شرف حاصل ہوا ہندوستان میں ان کی تعداد انگلیوں میں گنی جاسکتی ہے، پچھلی صدی میں ضلع بستی کے جن دو خوش بختوں کو اس اعزاز سے سرفراز کیا گیا ان میں ایک فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اور دوسری گرامی قدر شخصیت صوفی باصفا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی تھی۔

باب تصوف میں صوفی بننے کے لیے جن باتوں پر عمل پیرا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، ان میں ریاضت ومجاہدہ کے علاوہ یہ چار باتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) قلت طعام (۲) قلت کلام (۳) قلت منام (۴) قلت اختلاط مع الانام۔

(یعنی کم کھانا، کم بولنا، کم سونا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا) موجودہ زمانہ میں جو نام نہاد صوفی

ہیں ان کی باتیں تو میں نہیں کرتا البتہ صوفی صاحب میں یہ چاروں باتیں پورے اہتمام وکمال کے ساتھ پائی جاتی تھیں، جو حضرات ان کی زندگی کی صبح وشام سے واقف ہیں وہ میری ان باتوں کی عینی شہادت سے تصدیق کرتے ہیں۔

صوفی صاحب قبلہ کی پوری زندگی اتباع شریعت کی مکمل آئینہ دار تھی، مجاہدہ وریاضت ان کی زندگی کا نصب العین تھا، وہ اپنے ہر عمل میں خدا کی رضا کے طلب گار ہوتے تھے، انھیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بغیر رضائے الٰہی زندگی کی ساری عبادتیں عبث وبے کار ہیں، بندے کا خدا سے ربط ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ محنت وریاضت نہ کرے، ربط خداوندی کے حصول کے لیے ہر شخص کو چند روحانی تجربات اور ریاضت سے گزرنا پڑتا ہے جنھیں صوفیا کی اصطلاح میں ارادت قلب کہا جاتا ہے، یہ صوفیا کے لیے بھی الجھن کا باعث ہوتا ہے، اس لیے ان مشاہدات کے بعد اکثر صوفیا خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں، صوفی نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی خاموشی کو بھی انھیں ارادت قلب کا ایک حصہ مانا جائے تو بے جا نہ ہوگا ''السلامة فی الواحدة'' (تنہائی میں سلامتی ہے) پر عمل پیرا ہونا اور ''خلوت در انجمن'' کو ترجیح دینا ہی صوفی نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی زندگی ہے اور اسی طرز زندگی میں دعوت وارشاد کا جو انوکھا سلسلہ جاری ہے وہ بلاشبہ لائق تحسین نہیں بلکہ قابل تقلید ہے۔

حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کو شہرت بحیثیت خطیب تو بہت پہلے حاصل تھی مگر مارہرہ شریف سے خلافت ملنے کے بعد ''مرشد کامل'' کی حیثیت سے جو انھیں شہرت ملی وہ باعث حیرت ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ دن بہ دن آپ کی اس مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، حلقۂ مریدین میں اساتذہ وطلبہ کے علاوہ ارباب حل وعقد اور صاحبان بست وکشادہ کے علاوہ امرا اور رؤسا بھی شامل ہیں، گویا کہ آپ کی مقبولیت انسانوں کے ہر طبقہ میں تھی۔ سلاسل کی ہماہمی کے اس دور میں یہ بہت بڑی بات ہے۔ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء.

حضرت صوفی صاحب قبلہ نیک طینت، پاکیزہ طبیعت، مشفقانہ خصلت کے انسان تھے، ان میں ذوق عبادت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت میں واضح طور پر استاذ العلما، جلالۃ العلم، حافظ ملت مولانا مفتی شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی جھلک نظر آتی ہے کیوں کہ آپ بھی اسی شجر ثمر دار کے خوشہ چین تھے اور ایک طویل زمانہ آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ کی چہار دیواری میں رہ کر اکتساب علم وفضل کرنے کا موقع ملا، چنانچہ زمانۂ طالب علمی سے ہی بزرگی کے آثار ان کی پیشانی سے ہویدا تھے، ان کی زندگی کا معمول طلبہ کی روش سے ہٹ کر تھا، آپ کے طالب علمی کے دور میں اشرفیہ ہاسٹل کے نگراں حضرت مولانا علی احمد مبارک پوری کا ایک قول یوں نقل کیا جاتا ہے:

”پورے تعلیمی دور میں میں صبح سویرے طلبہ کو بیدار کرتا تھا مگر جب بھی گیٹ کھولتا تو مولانا نظام الدین بستوی کو یا تو وضو سے فارغ پاتا یا وضو کے لیے جاتے دیکھتا“۔ (تذکرہ علمائے بستی جلد اول صفحہ ۲۳۴)

آج کل دینی مدارس اور وہاں کے طلبہ کا جو حال ہے وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، اس پر یہاں کوئی تبصرہ مقصود نہیں، مدارس کے نظام تعلیم و تربیت میں کافی اصلاح کی ضرورت ہے، صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے تساہلی اور تن آسانی کو بالائے طاق رکھ کر شریعت مصطفوی کی اتباع کی اور اپنی زندگی کو شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھال کر خلق خدا کے سامنے پیش کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات میں مخلوق خدا کا جھکاؤ آپ کی طرف رہا اور آج بھی خلق خدا ان سے فیض حاصل کرنے کے لیے بیتاب نظر آتی ہے۔



حضور خطیب البراہین کے اوصاف جمیلہ

شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ
سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی

حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب اپنی فطری فروتنی وانکساری کی بنا پر پہلے بخاری شریف کا درس دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ جب کہ دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا بستی کے اراکین کی خواہش وتمنا یہ تھی کہ اس عظیم ادارہ میں بعد قرآن اصح الکتب صحیح البخاری کی تعلیم ہو۔ مرشد برحق استاذ العلما حافظ ملت نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت عالیہ میں نیاز مندانہ بلکہ عقیدت ونیاز سے لبریز ایک عریضہ ارسال کیا۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

”حضور ہم نیاز مندوں کے اوپر کرم فرکر ایک ایسے عالم دین کا انتظام فرمائیں کہ وہ یہاں تشریف لاکر بخاری شریف کا درس دیں ایسے شیخ الحدیث کی تمام ممکنہ خدمات انجام دینے کے لیے نیاز مند آمادہ ہیں، جو کچھ حضور فرمائیں گے اس پر ہم لوگ عمل کریں گے“۔

جب یہ مکتوب حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ نے فوری طور پر حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی قاضی شریعت رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم اعلی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب صدر الجامعۃ الاشرفیہ کو اپنی بارگاہ میں طلب کرکے سیٹھ محمد حسن صاحب مرحوم کے عریضہ کے بارے میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ راقم الحروف یعنی مقالہ نگار عبداللہ خان عزیزی کو ادارہ تنویرالاسلام میں درس بخاری شریف کے لیے بلاکسی تاخیر کے بھیج دیا جائے، پھر رفتہ رفتہ وہاں کا انتظام ہوجائے گا۔ اس مشورہ کے بعد اس حقیر پُر تقصیر کو حضور حافظ ملت نوراللہ مرقدہٗ نے

اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ آپ کو میں زحمت دینا چاہتا ہوں کہ یہاں سے دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا میں درس بخاری کے لیے تشریف لے جائیں یہ ہماری آپ کی جدائی محض چند دنوں کے لیے ہوگی پھر ان شاء اللہ تعالیٰ جب دارالعلوم تنویرالاسلام کے مستقل شیخ الحدیث کا انتظام ہو جائے گا تو وہاں سے یہاں آپ واپس آ جائیں گے۔

حضور حافظ ملت نوراللہ مرقدہٗ پر خدا جانے کیوں رقت طاری ہوگئی، اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات طیبات ارشاد فرما رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ڈبڈبا آئے، اس واقعہ کو گزرے ہوئے ربع صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ اب بھی میں اپنی چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ گویا حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ الجامعۃ الاشرفیہ کے سینٹرل بلڈنگ کے ہال کمرہ سے متّصل جنوب کی درس گاہ میں تشریف فرما ہیں اور ان کی چشمان مبارکہ سے آنسوؤں کے قطرات جاری ہیں، میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ عصر جدید کے اس پیکر تحمل پر اس حقیر کی جدائی کیوں شاق گزر رہی ہے، مجھ کو خوب اچھی طرح سے یاد ہے کہ آپ نے چشم پُرنم ہوکر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مولانا میں زندگی کے اس مرحلہ پر پہنچ گیا ہوں کہ اب آپ کی مفارقت وجدائی چند دنوں کے لیے میرے اوپر گراں گزر رہی ہے۔ لیکن سیٹھ محمد حسن کے اخلاص اور ان کی دینی خدمات اور ان کا یہ شوق دیکھ کر بخاری شریف کی تعلیم ادارہ تنویرالاسلام میں شروع ہو جائے میں مجبور ہوگیا کہ کچھ دنوں تک آپ کی جدائی گوارہ کرلوں۔

میں نے عرض کیا: حضور امرڈوبھا کوئی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے، یہاں سے تقریبًا پونے دو سو کلو میٹر پر واقع ہے، یہ خادم وہاں سے برابر آپ سے ربط و تعلق برقرار رکھے گا۔ آپ نے مجھے حکم صادر فرمایا یہ آپ کا خصوصی کرم ہے اس میں میری سعادت و نیک بختی ہے پھر میں نے جذباتی انداز اختیار کرتے ہوئے عرض کیا کہ امرڈوبھا تو قریب ہی ہے، حضور آپ دنیا کے کسی گوشے میں بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمائیں گے تو میں آپ کے حکم

کی تعمیل کے لیے ہمیشہ مستعد وکمر بستہ رہوں گا۔آپ کے ارشاد کے مطابق امرڈوبھا جانے کے لیے پہلی فرصت میں رخت سفر باندھ کر روانہ ہوجاؤں گا۔

حضور حافظ ملت کے اخلاص و محبت کی داستان بہت طویل ہے۔اسی وجہ سے جب آپ کا تصور وخیال آتا ہے یا آپ کا تذکرۂ جمیل ہوتا ہے تو ذہن میں آپ کے فرمودات وارشادات کا انبار لگ جاتا ہے، پھر اشہب قلب تیز گام ہوجاتی ہے۔

ع لذیذ بود حکایت دارز تر گفتیم

چنانچہ آپ کا نامۂ مبارک لے کر میں امرڈوبھا پہنچ گیا۔میری آمد کی اطلاع جیسے ہی سیٹھ محمد حسن صاحب کو ہوئی وہ بلاکسی تاخیر کے میرے پاس تشریف لائے اور نہایت مسرت و شادمانی بلکہ حضور حافظ ملت کے ساتھ انتہائی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنے لگے کہ حافظ ملت مجھ کو بہت نوازتے ہیں۔اس لیے مجھ کو یقین کامل تھا کہ کسی نہ کسی شیخ الحدیث کا انتظام ضرور فرمائیں گے۔آپ کی تشریف آوری سے نہ صرف ارکان ادارہ بلکہ سنی عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہم لوگوں کی دیرینہ آرزو و تمنا پوری ہوگئی۔ہم کو کتنی خوشی ہوئی اس کے اظہار و بیان کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ میں بہت جلد کمیٹی طلب کروں گا تاکہ ارکان ادارہ سے آپ کا تعارف باضابطہ طور سے ہوجائے۔اس کمیٹی میں قصبہ کے سربر آوردہ دیندار لوگوں کے علاوہ تمام مدرسین وملازمین بھی شریک ہوں گے۔چنانچہ کمیٹی ہنگامی طور سے طلب کی گئی، علمائے کرام و اساتذۂ ذوی الاحترام اور قصبہ کے عوام اس خصوصی اجتماع میں شریک ہوئے، میں بھی حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کے ہمراہ مجبوراً شریک ہوا۔کمیٹی کیا تھی خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے ایک پر ہجوم اجتماع تھا، سب لوگ ایک دوسرے کو بڑی مسرت سے دیکھ رہے تھے اس تعارفی اجتماع میں کیا کیا باتیں ہوئیں وہ سب میرے ذہن کے نہاں خانہ میں محفوظ نہیں ہیں۔لیکن ایک بات یادرکھنے کے لائق تھی۔ذہن میں وہ اس قدر پیوست ہوگئی کہ اس کو اب تک فراموش نہیں کرسکا گویا

وہ نقش کالحجر ہے وہ یہ کہ حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب کمیٹی میں شروع سے آخر تک سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہے گویا وہ اپنے آپ کو ہر قسم کی سخن آرائی سے بڑی بے بیازی کے ساتھ محفوظ رکھے ہوئے تھے، وہ سب کے مسرت آمیز مکالمہ و گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔ کیوں کہ ان کے چہرے سے خشکی و یبوست کے بجائے بشاشت کے آثار نمایاں تھے، مسرت کی جھلکیاں دیکھی جا سکتی تھیں۔ لیکن اپنی طرف سے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمارہے تھے، مکمل سکوت و خاموشی دیکھ کر حضرت موصوف سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ جناب صوفی صاحب قبلہ آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ کی زبان صداقت بیان سے کچھ سننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب نے اپنی خاموشی توڑی اور میری طرف مخاطب ہو کر بڑی سنجیدگی سے ایسے جملے ارشاد فرمائے کہ میں ان کی سماعت سے دنگ رہ گیا۔ میری حیرانی حد سے زیادہ فزوں ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھیے مولانا! ابھی آپ نئے نئے تشریف لائے ہیں، مکمل طور سے آپ کو میرے بارے میں واقفیت نہیں ہوئی ہوگی، اس لیے آپ نے مجھ کو مخاطب فرما کر ''صوفی صاحب'' کہا۔ میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ میں صوفی نہیں ہوں اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ میرے بارے میں آئندہ صوفی کا لفظ استعمال کرنے سے قطعاً احتراز کریں گے، آپ کا بڑا کرم ہوگا۔

پھر جتنے دنوں تک میرا قیام امرڈوبھا میں رہا حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کی ہدایت و تنبیہ پر میں نے ان کو مخاطب بنا کر صوفی صاحب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگر چہ غائبانہ طور سے میں ان کو صوفی سمجھتا تھا اور کہتا تھا لیکن اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد جب اولیا کانفرس ہو رہی ہے جس میں شرکت کے لیے سربرآوردہ شخصیتیں تشریف لا رہی ہیں، میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آرہا ہے کہ اولیا کانفرنس اگر صوفی صاحب کے مناسبت سے ہو رہی ہے تو آخر اس کی عقلی توجیہ کیا ہے کہ مولانا موصوف نے نہایت سختی کے ساتھ مجھ کو صوفی کا لفظ اپنے بارے میں استعمال کرنے سے منع فرمادیا تھا، عقلاً اس کی متعدّد توجیہ ہو سکتی ہیں وہ ہدیۂ قارئین کرام کر رہا ہوں۔

(۱)عام طور پر یہ لفظ ایسے افراد و شخصیات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن کا رنگ وروپ اور طور وطریقہ عام اولاد آدم سے مختلف ہوتا ہے۔جن کی وضع اور قطع رہن سہن اور جن کا لباس وغیرہ سب سے جدا گانہ ہوا کرتے ہیں اور ہمارے ممدوح مکرم حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب نے اپنے آپ کو دوسرے انسانوں سے بالاتر ممتاز بنانے یا سمجھانے کے لیے کوئی نیا طریقہ ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ اپنی سادہ زندگی و سادگی سے لوگوں کو متاثر کیا۔اس لیے ان کے شعور یالاشعوری میں یہ بات رہی ہوگی کہ صوفیاے کرام جس انداز سے رہتے ہیں خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں ۔ انسانوں سے جدارہنے میں اپنی عافیت تصور کرتے ہیں ۔ میں تواس گروہ میں نہیں ہوں یہ لفظ میرے حق میں بے معنی ہے۔

(۲) لفظ صوفی اپنی اصلیت و حقیقت کے لحاظ سے جن افراد پر بولا جاتا ہے۔ان کی نہ صرف وضع قطع جدا گانہ ہوتی ہے بلکہ ان کے پیرو کاروں اور ارادت مندوں کا ایک جم غفیر ہوتا ہے اور ہمارے مولانا موصوف اس وقت جس دور کی میں باتیں کررہا ہوں کسی مرشد سے اپنا تعلق خاطر جوڑے ضرور ہوں گے لیکن اُس دور میں ان کے ارادت مندوں کا حلقہ زیادہ وسیع وعریض نہیں تھا اس لیے انہوں نے خیال فرمایا ہوگا نہ یہاں ارادت مندی نہ یہاں حلقۂ ذکر وفکر ہے بلکہ مشغلۂ درس و تدریس ہے پھر مجھ کو صوفی کا لفظ کیسے زیب دے گا اس کا اطلاق میرے اوپر درست نہیں ہے، حضرات صوفیائے کرام تذکیۂ قلب ،طہارت باطنی پر زیادہ توجہ دیتے ہیں ،ان کی خانقاہوں میں ظاہری تعلیم ہویانہ ہولیکن مراقبہ ومکاشفہ اور انابت الی اللہ کی تعلیم ضرور ہوتی ہے ،یہ وہ پاک باز گروہ ہے جو سلوک الی اللہ کی منزلیں طے کرنے کے لیے دنیا کے مادی لوازمات سے بے نیاز رہتی ہے اور وہ تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، اس لیے ہمارے مولانا محمد نظام الدین مد فیضہ‘ نے اس وقت یہی خیال فرمایا ہوگا کہ میں قال اللہ و قال الرسول سے مجلس آرائی کرتا ہوں میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ باطنی تعلیم کا دروازہ

کھول دوں اس لیے میری ذات پر صوفی کا لفظ فی الواقع چسپاں نہیں ہے، میں یہ تمام عقلی توجیہیں پیش کر رہا ہوں مجھ کو ان سب کے صحت پر اصرار نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے اس میں سے کسی میں سقم پایا جاتا ہو لیکن میں یہ برملا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کچھ اوصاف و خصوصیات حضرت مولانا نظام الدین صاحب میں ایسی ضرور موجود ہیں جن کی بنا پر ان کو صوفی صاحب کہنا میرے اپنے خیال میں ان کی شخصیت کو خوب خوب اجاگر کرنا ہے وہ یہ ہیں:

(الف) حضرت مولانا نظام الدین صاحب کی رفاقت و مصاحبت کا مجھ کو کچھ دنوں تک شرف حاصل رہا۔ وہ خاموش طبیعت کے انسان ہیں اور کاروبار دنیا اور اس کے مشاغل سے دور رہنے کے عادی نظر آئے۔ وہ اسی وقت متکلّم شیریں کلام ہوتے ہیں جب کوئی شخص ان سے گفتگو کرنے کے لیے اصرار کرے ورنہ ان کی زبان مبارک پر سکوت طاری رہتا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف خصوصی ہے جو ان کی ذات کو دوسروں سے ممتاز کر کے صوفیائے کرام کی گروہ میں ان کو داخل کر دیتا ہے۔

(ب) وہ دین و دیانت کے پابند ہیں۔ وہ اپنی زبان سے بڑے بڑے مخالف و معاند کے لیے بھی نازیبا لفظ استعمال کرنا گوارہ نہیں کرتے۔ بلکہ نپے تلے الفاظ میں گفتگو کرنے کے عادی ہیں اور اگر صوفیا کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یقین کامل پیدا ہو گا کہ وہ بھی ہرزہ سرائی، لایعنی بات چیت، غیبت و حسد، حرص و طمع جیسے اوصاف ذمیمہ سے پاک ہوتے ہیں۔ ہمارے ممدوح مکرم بھی ان خصائل مذمومہ سے بالکل عاری ہیں۔ وہ اپنی زبان مبارک کو دوسرے لوگوں کے متعلق حاسدانہ جذبہ کے اظہار کے لیے استعمال نہیں کرتے ہیں اور غیبت سے آلودہ کرنے سے بھی پاک و صاف رکھتے ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک اس خصوصیت کی وجہ سے بھی صوفی کا لفظ ان کی ذات پر زیادہ چسپاں ہے۔

(ج) حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب ایک عالم دین بڑے اچھے واعظ و

مقرر ہیں۔ اپنے وعظ و تقریر میں قرآن و حدیث سے اپنے مطالب عالیہ یا موضوع سخن کو خوب خوب مدلل و مبرہن کرتے ہیں۔ جب وہ کسی موضوع پر اپنے واعظانہ انداز سے بحث کا آغاز کرتے ہیں تو وہ اپنی بحث میں منفرد نظر آتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیات کو پیش کرتے وقت حوالہ ضرور دیتے ہیں اور حوالہ پارہ، سورت، رکوع سب کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مثلاً بخاری شریف کی حدیث پیش کرتے ہیں تو باب، حدیث نمبر، صفحہ نمبر بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ مجھ کو پورے ہندوستان میں ایسا خطیب وواعظ نہیں ملا جو ان دشوار گزار راہ پر چل کر کامیاب رہا اور اپنے موضوع کلام کو تفصیلی حوالوں سے مزین و آراستہ کرتا ہو، لیکن ہمارے ممدوح مکرم کا یہ کمال سنجیدگی ہے کہ اپنی پوری تقریر و وعظ میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کرتے جس میں کسی قسم کا استہزا ہو یا تمسخر ہو یا علمی معیار سے گرا ہوا ہو، بذلہ سنجی سے ہنسا کر تمام مجمع کو لالہ زار بناتے ہوں یا اپنے اوپر مصنوعی رقت طاری کر کے رلانے کا انداز اختیار کرتے ہوں اور وہ نہایت سنجیدگی و متانت، وقار و تمکنت کے ساتھ اپنا وعظ و بیان سامعین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان کے اس انداز تقریر سے بھی صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے گو کہ ان کے وعظ میں عالمانہ شان نمایاں رہتی ہے۔ تاہم صوفیت کی رنگینی بھی جلوہ بار ہوتی ہے۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر اگر حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کو صوفی صاحب نہ کہا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کیا کہا جائے؟ کیا صرف پیر طریقت کہنے پر اکتفا کیا جائے؟ یہ سب کچھ اگر کہا جائے تو طبیعت کو سکون نہیں ملے گا کیوں کہ سچائی و صداقت کی فطرت یہ ہے کہ جب تک اس کو بولا نہ جائے دل کو سکون و قرار حاصل نہیں ہوتا، اس لیے میرے اپنے خیال کے اعتبار سے جب مسلمانوں کی زبانوں پر بلکہ دینداروں کی زبانوں پر ان کے لیے یہ لفظ جاری و ساری ہے تو مولانا ممدوح اگر بطور تواضع و فروتنی اپنی ذات بابرکات پر تقویٰ اور احتیاط کی وجہ سے اس لفظ کے استعمال کو بہت اچھا نہ سمجھتے ہوں یہ ان کی نیکی اور بڑائی ہے لیکن انسانوں کی زبانوں پر پابندی لگانا

نہایت دشوار کام ہے ،اب تو مولانا موصوف کو جبراً و قہراً صوفی کا لفظ گوارہ ہی کرنا پڑے گا،کیوں کہ ان کی ہر ادا سے اس پاکباز گروہ کے اطوار کی جھلکیاں نظر آتی ہیں ،جن کو صوفیائے کرام کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے ارادت مندوں کا گروہ بھی ہندوستان کے طول و عرض کے مختلف طبقوں اور شہروں میں پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، قلوب انسانی ان کے لیے مسخر ہو رہے ہیں ۔ دلوں کا یہ جھکاؤ صرف اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد و عوام میں وہ مقبول و محبوب ہیں بلکہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ ان کی مقبولیت بارگاہِ خداوندی میں بھی ہے ۔اور خدا کی بارگاہ میں وہی بندہ محبوب و مقبول ہوتا ہے جو ایمان کامل اور یقین کامل کے ساتھ عمل صلاح کی راہوں میں تیز گام ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا‘‘

ترجمہ:بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لیے رحمن محبت پیدا فرمادے گا۔یعنی خدائے تعالیٰ محبوب بندہ بناکر بندوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

مشہور تابعی حضرت رزیع اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’یحبھم ویحببھم‘‘ یعنی اللہ ان سے محبت کرے گا اور ان کو لوگوں کا محبوب بنادے گا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر صرف اقوال سلف سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی تفسیر حدیث پاک میں بھی آئی ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

’’یعطیٰ مؤمن مقامة فی قلوب الابرار ومھابة فی قلوب الفجار‘‘

ترجمہ:اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مؤمن کی وارفتگی دلوں میں عطا فرماتا ہے اور برے لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت وجلالت پیدا فرمادیتا ہے۔

بہت سے انسانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اغراض و مقاصد کے تحت ان کی محبت

لوگوں کے دلوں میں جائے گیر ہوتی ہے مگر دنیوی جاہ وجلال و کروفر، شان و شکوہ کے بغیر بہت کم ایسا دیکھا جاتا ہے کہ مومن کی ہیبت کفار و مشرکین کے علاوہ بدکاروں سیہ کاروں کے دلوں میں بھی پائی جاتی ہو۔ البتہ جو حضرات اپنی پوری زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں، ان کی ہیبت دلوں کے اندر پیدا ہوتی ہے، اگر مجھ کو اپنے موضوع سخن سے دور چلا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس بارے میں بہت سے واقعات پیش کر کے اپنے دعویٰ پہ ثبوت فراہم کرتا۔ اس لیے اس حدیث پاک کی صداقت سے انکار محض مجادلہ ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”ما اقبل العبد الی اللہ الا اقبل اللہ قلوب العباد الیہ“

ترجمہ:۔ کوئی بندہ اللہ کی طرف نہیں متوجہ ہوگا مگر خدائے پاک اپنے نیک بندوں کے دلوں کو اس کی طرف پھیر دے گا۔

ان اقوال و احادیث کی روشنی میں یہ استدلال کر سکتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کی طرف مومن بندوں کے دلوں کا جو جھکاؤ اور رجحان ہے اور ان کے ساتھ جو گہری عقیدت و نیاز مندی ہے۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بارگاہ الٰہی کے مقبول بندے ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نیک بندے کی ثنائے جمیل کے بارے میں یہ مروی ہے کہ

”مایستقر ثناء عبدفی الارض حتی یستقر ثناء ہ فی السماء“

ترجمہ کسی نیک بندہ کا تذکرۂ جمیل روئے زمین پر برقرار نہیں رہتا یہاں تک کہ آسمان میں اس کی تعریف و ثنا قائم رہتی ہے۔

میں اپنی حقیقت پسند نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب کی ثنائے جمیل چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور جتنے عقیدت مند و نیاز مند

ہیں، اپنی پیشانی ان کی بارگاہ میں جھائے ہیں اور ہر طرف صوفی صاحب کی صدائے ولنوازی بلند ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ زمین کی حد بندیوں کو تجاوز کر کے ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کے مقدس گروہ میں ان کے اوصاف جمیلہ کے بارے میں نغمہ سرائی وزمزمہ سنجی جاری ہے۔

میں اس موقع پر اس اہم امر کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ بعض ذہنوں میں یہ آتا ہے کہ کسی نیک آدمی کی نیکی و پارسائی یا طہارت باطنی کے ناپنے کا پیمانہ کہ خوارق عادات کا ظہور اس کی طرف سے ہو اور اس سلسلے میں اپنی حدوں سے آگے بڑھ کر کرامتوں کی ایک مکمل داستان تصنیف کر دیتے ہیں کیوں کہ ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ بزرگی اور ولایت کو اس کے بغیر تسلیم نہیں کی جاسکتی اور اگرچہ ہمارے متکلّمین نے "کرامۃ الاولیاء حق" کے عقیدے پر عمدہ بحث کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اگر اللہ کے نیک بندوں سے محیر العقول واقعات کا ظہور ہو یعنی خوارق عادات کا صدور ہو اور اس کی سچی شہادتیں مل جائیں تو محض اس لیے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عالم مادّی اور کائنات میں علت اور معلول کا سلسلہ جاری ہے اور سبب کے بغیر مسبب کا وجود نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ہمارے متکلّمین کی علمی کاوشیں مؤمن کے دل میں یہ عرفان وایقان کی شمعیں روشن کرتی ہیں اور ان سے آگاہ حق اور حقیقت شناسی میں بڑی مدد ملتی ہے تاہم قرآن مجید کی روشنی میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کسی نیک بندے کی نیکی کا پیمانہ اور اس کی عظمت و بڑائی کا معیار مادی کرامتوں پر محدود قرار دینا حد سے زیادہ تجاوز کرنا ہے، قرآن حکیم نے حضرات انبیائے کرام کو مخاطب کر کے سچائی اور صداقت کا جو پیغام بنی نوع انسان کو دیا ہے اس میں ارشاد فرمایا گیا:

"یا أیھا الرسول کلوا من الطیبات واعملوا الصالحات انی بما تعملون علیم"

ترجمہ: اے پیغمبرو (علیہم السلام) پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک کام کرو جو کچھ تم عمل کرو گے میں اس کو جان رہا ہوں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے عہدوں میں بنیادی عقائد کے علاوہ جو پیغام دیا گیا وہ یہ ہے کہ پاک اور جائز چیزوں کو کھاؤ اور نیکی کی راہ میں گامزن رہو نیکی کی راہ میں رواں دواں رہنا اور صرف طیب اور جائز چیز کا کھانا کسی ایک پیغمبر کے لیے یہ حکم نہ تھا اور کسی ایک شریعت کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ یہ وہ جامع حکم ہے جو جملہ انبیا و رسل کو دیا گیا۔ اس لیے جو اللہ کا نیک بندہ حلال اور پاک روزی کھاتا ہے اور نیک کاموں کو بجالاتا ہے اور دنیا کے مزخرفات اور اس کی ظاہری آرائشوں سے دور رہ کر حرص و طمع مادی منفعت سے اپنے کو علیٰحدہ کر کے انابت الیٰ اللہ کے درجہ پر فائز ہو جائے، در حقیقت وہی نیک بندہ خدا کا دوست اور اس کا ولی ہے۔ خواہ اس کو صوفی کے لفظ سے تعبیر کیا جائے یا قطب و ابدال کے الفاظ سے اس کی شخصیت کو اجاگر کیا جائے۔ اس کی ولایت و کرامت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں اپنے علم کے مطابق اس حقیقت کے بیان کرنے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس کرتا کہ حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب محض صوفی نہیں ہیں بلکہ ایک عالم دین بھی ہیں اور ایسے عالم باعمل ہیں جن کی اہم خصوصیت دنیا کی آرائش و جمال سے بیزار رہنے کی ہے اور وہ ہمیشہ تقویٰ وطہارت، پر ہیز گاری و دیانت کی راہوں پر چلنے کی بھر پور کوشش کرتے ہیں اور جملہ اوصاف ذمیمہ حسد، کینہ، بغض، عناد، بخل وغیرہ سے پاک وصاف رہتے ہیں۔ ان کی یہی سب سے بڑی عظمت ہے اور یہی سب سے بڑی کرامت بھی ہے کہ وہ خصائل محمودہ اور اوصاف جمیلہ سے متّصف ہیں اس سے بڑھ کر کوئی دوسری کرامت نہیں ہو سکتی۔ ان کی عظمت و بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے یہی عظیم الشان معیار ہے۔ یہی وہ کسوٹی ہے جو کسی انسان کی عظمت کے پرکھنے کے لیے بہت کافی ہے اس کے بعد دوسرے امر کی طرف نگاہ دوڑانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

ایمان و اسلام قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہیں اور حنفی مسلک و قادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ رکھیں۔ یعنی

بالفاظ دیگر ظاہر شریعت غرا (روشن و تابناک) کے موافق اور باطن طریقت عالیہ کے مطابق بنائیں۔ شریعت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع و فرمانبردار بنیں، تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی اپنے اوپر فرض جانیں، علماو فقرا کا ادب ملحوظ رکھیں، خانقاہ و درگاہ شریف کی خدمت بجالاتے رہیں، نماز پنجگانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز باجماعت اختیار کریں، خصوصاً والدین اوراپنے شیخ طریقت اور علوم دینیہ کے اساتذہ اوران کی اولاد کی خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں، اپنے شیخ طریقت کواپنے زمانے کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں، اپنے آپ کو تمام مخلوقات الٰہی سے ذلیل و بے قدر سمجھیں اور ہمیشہ ہمیش تواضع پسند اور منکسر المزاج رہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے جملہ اقوال وافعال اور احکام شریعت کی بجاآوری کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوں جس میں یہ تین شرطیں خوب تحقیق و تفتیش سے دیکھ لیں۔

(۱) وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہو۔

(۲) شریعت مطہرہ کے احکام پر کاربند ہو۔

(۳) اس کا مسلک بھی صحیح ہو۔ یعنی اسلام میں مذہب اہل سنت و جماعت کا پابند ہو، بظاہر شریعت کا اتباع کرتا ہواور طریقت میں کسی ایسے شیخ کا مرید ہوجس کا سلسلہ صحیح و ثابت ہو۔ یہ نہ ہوکہ کسی ارادت، بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود بلا اجازت شیخ دوسروں کومرید کرکے اور لوگوں کوفریب دے کراپنے ارادت مندوں میں پروتا ہے۔

الٰہی ہمیں ہمارے اعمال کی شامت سے بچا۔ (آمین)



حضور خطیب البراہین: اخلاق و کردار کے آئینے میں

مولانا محمد غیاث الدین عارف مصباحی
جامعہ عربیہ سعید العلوم، لکشمی پور، مہراج گنج

''ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت سیجعل لھم الرحمن ودا''

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیا اللہ پاک مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ہمارا ایمان وایقان تھا، ہے اور رہے گا لیکن اگر کوئی اپنے سر کی آنکھوں سے اس کی عملی تصویر دیکھ لے، تو پھر اس کے ایمان وایقان کی زیادتی کا عالم کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ بندگانِ خدا کو اس وقت ہوا جب آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، مرد حق آگاہ، تاج دار ملت، فخر اہل سنت، علم ظاہر کے اتھاہ سمندر، علم باطن کے کوہ گراں، کشور علم و عرفان کے شہنشاہ اور اقلیم حکمت و دانش کے کج کلاہ سر تا پا جود و سخا، پیکر شرم و حیا، ناز خانقاہ ماہرہ مطہرہ، فخر علما و اولیا، عاشق غوث و خواجہ و رضا، حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محدّث، الشاہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لیے مومنین کا ایک سیلاب نظر آیا، اس سے قبل ہم نے لوگوں کے ''ٹھاٹھیں مارتے سمندر'' کا محاورہ تو سنا تھا مگر یہاں روئے زمین پر اس کا حقیقی وجود دیکھنے کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ بے ساختہ مذکورہ آیت زبان پر آگئی اور دل پکار اٹھا: جب اللہ بلائے تو کون نہ آئے، جب دلوں میں رب العالمین ہی محبت ڈال دے، تو پھر کسی اشتہار کی ضرورت کیا؟ سچ کہا ہے:

صداقت ہو تو دل سینے سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منواتی ہے، منوائی نہیں جاتی

اسی لیے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: جب اللہ رب العزت

اپنے کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: فلاں میرا محبوب بندہ ہے، جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے، سب اس کو محبوب رکھیں، تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔

صوفی صاحب علیہ الرحمہ کا سادہ مزاج:

آپ علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال کر گذار دی۔ نظروں میں آج بھی ان کی سادہ سی، مگر شاہانہ زندگی صاف نظر آ رہی ہے۔

سادہ غذا، سادہ لباس، سادہ انداز، مگر سادگی میں وہ جاذبیت کہ جو ایک بار دیکھے پھر دیکھتا رہ جائے، ایسا لگتا تھا کہ آسمان کا بدر کامل اپنی پوری سج دھج کے ساتھ زمین پر اتر آیا ہو، لب کھلتے تو نصیحت کے انمول موتی بکھرنے لگتے، آنکھیں جھکی ہوئیں، چشمان مصطفی ﷺ کی حسین تصویر نظر آتیں۔ حرکات و سکنات، نشست و برخاست اور آپ کی ہر ہر ادا، عشق مصطفی ﷺ کی ہو بہو تصویر تھی۔ وہ عاشق رسول تھے، عشق ہی نے ان کی زندگی کو فروزاں کیا، جن کو ہر جمال، جمال مصطفی میں نظر آتا تھا۔ اور ہر بہار، بہارِ مصطفی میں نظر آتی تھی۔

مرید و متعلقین میں کوئی شرعی خامی دیکھتے، تو بڑی محبت سے اسے بتا دیتے۔ مسلک اہل سنت پر استقامت، رسول خدا ﷺ سے محبت، بد عقیدگی سے اجتناب، شریعت کی پابندی، وضع قطع، لباس اور تمام عادات و اطوار میں اسوۂ رسول ﷺ پر چلنے کی تلقین فرماتے۔ مجلس میں کسی کے سر پر ٹوپی نہ ہوتی، تو پہننے کی نصیحت کرتے۔ کسی کے ہاتھ میں سونے یا پیتل وغیرہ کی انگوٹھی یا دھاگہ وغیرہ ہوتا، تو فوراً شرعی مسئلہ بتا کر اتروا دیتے۔ گھڑی کی چین کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

عمر کے آخری حصے میں تو آپ کا عجیب عالم تھا، کبھی اتنے پیار سے سمجھاتے، معلوم

ہوتا کوئی ماں اپنے بچے سے پیار کر رہی ہے۔ کبھی اس قدر جلال و غضب کے عالم میں آکر ڈانٹتے گویا کوئی غیرت مند باپ اپنے بیٹے کو کسی سخت غلطی کی وجہ سے پھٹکار لگا رہا ہے۔ مگر واہ رے جلال و جمال کا یہ حسین سنگم! جس پر کرم فرماتے وہ تو مسرتوں میں جھومتا ہی، مگر جس پر جلال فرماتے اسے بھی نواز دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جس پر ناراض ہوتے وہ کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتا بلکہ وہ یقین کر لیتا تھا کہ اب میرا کوئی بگڑا کام ضرور بن جائے گا، یا یہ سوچتا کہ ضرور میرے اندر کوئی خامی ہے، جس کی وجہ سے حضرت مجھ سے ناراض ہوئے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ نیپال کے ایک جلسے میں حضرت نے ایک مدرسہ کے صدر کو بر سر اسٹیج زوردار تھپڑ رسید کیا۔ نیچے اتر کر وہ شخص مجھ سے کہنے لگا، میں سمجھ گیا، حضرت نے مجھے اس لیے مارا ہے کہ میرے چہرے پر ایک مدرسے کا صدر ہونے کے باوجود داڑھی نہیں ہے۔ حضرت نے اسے کوئی نصیحت نہیں کی تھی مگر اس نے از خود وعدہ کر لیا کہ اب وہ داڑھی بھی رکھ لے گا، اور پابندی سے نماز بھی پڑھے گا۔ پھر اس نے داڑھی رکھ لی، اور نماز کی پابندی بھی شروع کر دی۔ اسی طرح کے ایک سفر میں میں حضرت کے ساتھ نیپال کے شہر بٹول میں تھا، وہاں حضرت نے ایک بہت بڑے سیٹھ کہلانے والے صاحب کو دو چار گھونسے لگائے، مگر اس سے سیٹھ صاحب کو ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی، بلکہ انھوں نے اسے اپنے لیے باعث افتخار تصور کیا، کچھ دنوں کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت کی محبت بھری ضرب سے میری بہت سی جسمانی تکلیف دور ہو گئی ہے۔ کاش! مجھے ایسا اتفاق بار بار پڑتا۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں　　آہ! یہ کس کی یادگاری ہے
کیا کہوں تم سے بے قراری کی　　بے قراری سے بیقراری ہے

نامحرموں سے پردہ:

آج کل بہت سے پیروں ، فقیروں ، عالموں ، عاملوں کے پاس عورتوں کا ایک ازدحام رہتا ہے جس کی جیسی حیثیت اور شہرت ہوتی ہے، اسی قدر اس کے پاس عورتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ جہاں دیکھیے، جہاں جائیے ، ہر ضروری، غیر ضروری جگہ پر ان کا ہجوم آپ کو نظر آہی جائے گا۔ پیر صاحب سے ایسے بات کرتی ہیں، جیسے شریعت نے کبھی پردے کا حکم ہی نہیں دیا ہو۔ آہ! شرم اٹھ گئی، حیا جاتی رہی! اللہ کے رسول ﷺ نے تو اپنی ازواج مطہرات کو ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی پردہ کا حکم دیا تھا، مگر یہاں تو دونوں آنکھوں سے گھور گھور کر دیکھنے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مگر حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات اس معاملے میں بالکل صاف شفاف تھی۔ آپ کبھی بھی عورتوں کو بغیر پردہ مرید نہ فرماتے۔ انھیں اس کی سخت تاکید فرماتے۔ ویسے تو آپ کی نظر ہمیشہ جھکی رہتی، پھر بھی اگر احساس ہو جاتا کہ کوئی عورت سامنے ہے، تو پردہ میں جانے کا حکم فرماتے۔ امیر، غریب سب کے لیے آپ کا حکم یکساں تھا۔ گھر، باہر، خلوت و جلوت، ہر جگہ آپ کا یہی معمول تھا۔ اللہ اللہ! شریعت کی پاسداری ہو، تو ایسی! لاکھوں، کڑوروں نظریں اس نظر کی عظمت پر قربان! جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا، اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا!

اپنے کردار کا انوکھا تھا
وہ اکیلا ہو یا ہزاروں میں

آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا:

آپ علیہ الرحمہ آیت کریمہ: ''قوا انفسکم و أھلیکم نارا'' کے سچے مصداق تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ ایسا نہیں کہ اتباع شریعت کی تبلیغ صرف دوسروں کو کرتے، بلکہ خود بھی اس کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کا کوئی قدم خلاف شرع نہیں اٹھتا تھا،

جب کہ آج حال یہ ہے:

واعظاں پند و نصیحت بر سر منبر کنند

چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

مقررین اور واعظین اسٹیج پر تو دوسروں کو خوب لمبی چوڑی نصیحتیں کرتے ہیں، مگر خود ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ لیکن حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کا طرز زندگی، جو باہر تھا وہی اندورن خانہ بھی تھا۔ جو عمل سب کے سامنے تھا وہی تنہائی میں بھی تھا؛ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بات سیاہ سے سیاہ دل کے اجالے کا سبب بن جاتی تھی۔ اور آپ کی باتوں میں حقیقی چاشنی محسوس ہوتی تھی۔ آپ کے نزدیک اپنے، بے گانے، مرید و غیر مرید، امیر و غریب کا امتیاز نہیں تھا۔ ہاں! ایک امتیاز ضرور تھا: وہ یہ کہ جسے شریعت کا پابند دیکھتے، اس سے محبت کرتے اور جو شریعت سے دور ہوتا، اس کو ہر ممکن طریقے سے سمجھا کر قریب کرنے کی کوشش کرتے۔ اور پھر بھی وہ کاربند نہ ہوتا تو اس سے منہ پھیر لیتے۔ آپ کی محبت اللہ و رسول کے لیے تھی اور کسی سے نفرت کا سبب بھی یہی تھا۔ مومنین پر آپ کی شفقت و نرمی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یاد دلاتی تھی، اور دشمنان رسول ﷺ پر شدت و سختی میں شان فاروقی کے جلوے نمایاں تھے۔

علما و طلبا سے خاص محبت فرماتے:

یوں تو آپ ہر دین دار سے محبت فرماتے تھے، مگر علما اور طالبان علوم نبویہ سے خاص انسیت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ جب آپ کی محفل میں کوئی عالم دین آتا، تو اس سے سلام کے لیے کھڑے ہوجاتے۔ اگر کوئی آل رسول یا بزرگ عالم دین سے مصافحہ فرماتے، تو ان کی دست بوسی بھی فرماتے۔ طلبہ کی عزت افزائی فرماتے۔ درس و تدریس کے دوران کبھی کسی طالب علم کو آپ نے سخت سست نہیں کہا، بلکہ اسے ایسی نرمی اور محبت سے سمجھاتے کہ وہ شرمندہ ہوکر آئندہ غلطیوں سے بچنے کا عہد کرلیتا۔

آج تو عالم یہ ہے کہ کسی کو اگر کوئی معمولی عہدہ یا ادنی مرتبہ بھی حاصل ہوجاتا ہے، تو

ایسا منہ پھلائے، جلوہ بنائے بیٹھے رہتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! مگر آپ علیہ الرحمہ کی شان عجب نرالی تھی، کبھی آپ کے منہ سے اپنی تعریف نہیں سنی گئی۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے آپ کوسوں دور رہتے تھے۔ نام ونمود، خودستائی، خودنمائی کا عنصر کبھی آپ پر غالب نہ آسکا، البتہ فروتنی، عاجزی، انکساری، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت آپ کے وجود کا ایک حصہ ضرور تھا۔

کبھی علماے اہل سنت کی غیبت نہیں کی:

آج یہ برائی اتنی عام ہوگئی ہے کہ اللہ کی پناہ! جس محفل میں بیٹھ جائیں، بات شروع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی برائی سے۔ اللہ معاف کرے! ایک عالم دوسرے عالم کی برائی کر رہا ہے۔ ایک پیر دوسرے پیر کی خامیاں نکال رہا ہے۔ ایک خانقاہ کا فرد ، دوسرے خانقاہ کی کھلیاں اڑا رہا ہے۔ بس جو ہے وہ اپنی ہی راگ الاپنے میں لگا ہے۔ مگر حضرت علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات، اس برائی سے حد درجہ پاک وصاف تھی۔ آپ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، کبھی بھی آپ اہل سنت وجماعت کے علما کی نہ غیبت کرتے، نہ ان کے اندر عیب نکالتے، نہ کسی پیر کی عیب جوئی کرتے، نہ کسی خانقاہ کی تحقیر کرتے۔ یہ آپ کا خاص طرۂ امتیاز ہے، جو اسلاف میں پایا جاتا تھا اور دور حاضر میں بہت کم افراد میں موجود ہے۔

حرص وطمع سے دوری:

حرص وطمع کو کبھی آپ نے اپنے نزدیک پھٹکنے نہ دیا۔ مریدوں کی دولت پر کبھی آپ کی نظر نہ رہی، جلسوں کے لیے نہ نذرانہ طے کرتے نہ اس کے لیے ناراض ہوتے، نہ کوئی فرمائش کرتے۔ آپ درس وتدریس، بیعت وخطابت صرف تبلیغ دین کی نیت سے کرتے تھے۔ آپ کے دل وجگر کے کسی گوشے میں لالچ کا گذر تک نہ تھا، بلکہ اکثراوقات آپ اپنی جیب سے علما وطلبا اور ضرورت مندوں کی دل جوئی فرماتے تھے۔ ذخیرہ اندوزی سے نفرت اور سخاوت عثمانی آپ کی فطرت کا حصہ تھی۔ آپ کا یہ قول بہت مشہور ہے: "طمع مکن، جمع مکن، منع مکن"۔

یہی وجہ ہے کہ اپنا ہو یا بیگانہ، دیوانہ ہو یا مخالف، اس کی زبان آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہو ہی جاتی۔ سچ ہے: آپ نے دنیا کو ٹھکرایا تو اللہ رب العزت نے اپنے سچے وعدے کے مطابق دنیا والوں کو آپ کی بارگاہ میں جھکا دیا۔ جس نے بھی ایک بار آپ کے چہرۂ زیبا کو حقیقت شناش نگاہوں سے دیکھا، اس نے صدق دل سے آپ کو ولیِ کامل مان لیا۔ اور جو زندگی میں آپ کے عالی مقام کو سمجھنے سے قاصر اور انوار ولایت کو محسوس کرنے سے عاجز رہ گیا، وہ آپ کی نماز جنازہ میں مومنوں کا سیلاب عظیم اور عاشقوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ کر، آپ کی کشش ولایت اور جذب روحانی کا قائل ہو گیا۔ بلا شبہہ آپ کی حیات ووفات، ولایت وکرامت کی ایسی دلیلیں ہیں، جن کا مشاہدہ کرنے کے بعد کسی اور دلیل کی قطعًا ضرورت نہیں رہ جاتی۔

آپ کی مقبولیت:

کسی سے متاثر ہونے کی تین خاص وجہیں ہو سکتی ہیں:

(۱) اس سے مل کر، اس کے طرز زندگی کا مشاہدہ کر کے۔

(۲) کسی دوسرے سے اس کی تعریف وتوصیف سن کر۔

(۳) اس کی حالات زندگی کا مطالعہ کر کے۔

اللہ کا شکر ہے کہ مجھے یہ تینوں مواقع میسر آئے۔ جس نے بھی انھیں دیکھا، بے ساختہ بول پڑا: جیسا سنا تھا ویسا پایا۔ بلکہ اس سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ پایا۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ولی کے لیے کرامت ضروری ہے۔ اور ان کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ جس سے کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو: ہاتھ اٹھائے اور پانی برس جائے، آنکھ بند کرے اور پل بھر میں کہیں دور پہنچ جائے، مصلی بچھائے اور فضاؤں میں اڑ جائے، دریا اور سمندر پر ایسے چلے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو وہ ولی ہے۔ مگر بزرگان دین کہتے ہیں کہ: یہ کرامت تو ولایت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ: انسان اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھل جائے۔ اس کی ہر سانس

سے عشق نبی ﷺ کی خوشبو پھوٹ پڑے۔جی ہاں !عشق رسول ہی انسان کی حیات ابدی کا ضامن ہے اور یہی تمام کرامتوں کا مرکز و محور بھی ہے۔اس کی پہچان یہ ہے کہ :جس طرح مشک نہیں چھپتا اسی طرح عشق نہیں چھپتا۔جس کے دل میں نبی پاک ﷺ کی محبت ہوتی ہے اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔اس کی ادائیں ہی اس کے عشق کا پتا دیتی ہیں۔بلا شبہہ حضور صوفیِ ملت علیہ الرحمہ کا دل،عشق رسول ﷺ کا خزینہ تھا۔وہ سراپا عشق تھے اور جو ان کے قریب ہوگیا وہ بھی عشق والا ہوگیا۔ان کی محفل میں بیٹھنے کے بعد اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ان کی صورت دیکھ کر نظر ہٹنے کو تیار نہ ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ جس نے انھیں دیکھا بے اختیار کہہ پڑا: یہ زندہ ولی ہیں اور وقت رحلت اللہ رب العزت نے مخلوق کی محبت و عقیدت کی زبان پر حتمی مہر لگادی: اے میرے بندو!اب میرا اعلان اپنے دل کے نہاں خانے میں محسوس کرو۔بلا شبہہ میرا یہ بندہ میرا ولی ہے۔

ہر گز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

*****

حضور خطیب البراہین کی تقویٰ شعار زندگی

مولانا محمد شمیم احمد نوری مصباحی
استاذ دار العلوم اہل سنت انوار مصطفی، سہلاؤ شریف، باڑمیر راجستھان

خطیب البراہین، پیر طریقت، حضرت علامہ شاہ مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت قدیمی ضلع بستی کے تپہ اجیار کی مشہور مسلم آبادی موضع اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) میں ۱۵، جنوری ۱۹۲۸ء کو ہوئی، آپ کے والدین نہایت ہی دیندار، متقی وپرہیزگار اور صوم وصلاۃ کے پابند تھے، خصوصاً آپ کی والدہ ماجدہ انتہائی نیک، عبادت گزار اور نماز تہجد کی پابند، قرآن پاک اور دلائل الخیرات شریف کی تلاوت ان کی روحانی غذا تھی، نماز چاشت کی ادائیگی کے بعد قرآن مقدس کی تلاوت کرنا آپ کے معمولات میں سے تھا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی پرورش وپرداخت خالص دینی ومذہبی ماحول میں ہوئی، والدین کی صحبت کا اثر آپ پر صاف اور واضح طور پر نمایاں تھا، بچپن ہی سے تعلیم کے ساتھ ساتھ صوم وصلاۃ کے پابند تھے بقول علامہ محمد ادریس بستوی "خطیب البراہین نظام الملۃ والدین حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ نے اوائل عمر سے لہو ولعب سے اپنے آپ کو بہت دور رکھا، ہنسی مذاق سے کوئی واسطہ نہیں، دور طالب علمی میں آپ کی زندگی دیکھ کر ہم سبق ساتھیوں اور علما نے آپ کو صوفی کے لقب سے پکارنا شروع کردیا، رفتہ رفتہ صوفی کا لفظ آپ کے لیے بطور لقب استعمال ہونے لگا اور آہستہ آہستہ اس لقب کی اتنی شہرت ہوئی کہ آپ کسی مجلس میں، کسی جلسے میں، کسی درس گاہ اور ملک کے کسی مقام پر حضرت صوفی صاحب کا لفظ بولا جائے تو ذہن فوراً آپ ہی کی طرف منعطف ہوتا ہے، اس دور میں پورے ملک میں بالعموم اور صف علما میں بالخصوص صوفی صاحب کے لقب سے آپ ہی یاد کیے جاتے ہیں، پیرانہ سالی اور بڑھاپے میں

بہت سارے لوگوں کو محدود حلقے میں صوفی کے لقب سے نوازا گیا لیکن عنفوان شباب سے خلعت صوفیت آپ کے تن ناز پر اس خوبی سے آراستہ ہوئی کہ اسے آپ کی ذات سے الگ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت ۲۸،۲۹)

آپ کا اکثر وقت تحصیل علوم اور تعلیم و تعلم کے فروغ میں گزرا مگر عبادت وریاضت میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی، آپ کی تعلیم و تربیت چوں کہ ایسے اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی تھی جو مروجہ علوم وفنون میں مہارت تامہ کے ساتھ اپنے وقت کے قطب اور ولی کامل تھے، آپ کے خصوصی اساتذہ میں استاذ الاساتذہ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ حافظ محمد مبین الدین محدث امروہوی، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، مرتب فتاویٰ رضویہ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب گھوسوی اور حضرت علامہ محمد فاروق صاحب فیض آبادی علیہم الرحمہ ہیں ، بزرگوں کا مقولہ ہے "اساتذہ کی صحبت و تربیت کا اثر طلبہ پر ضرور پڑتا ہے" اس کے مصداق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے اپنے اساتذہ سے صرف علوم ظاہری کی تکمیل نہیں بلکہ ان کی بارگاہوں سے علم و حکمت کے ساتھ تصوف، سلوک، عبادت وریاضت، مجاہدے، نفس کشی اور صبر وقناعت کا درس لیا، جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ فیض نے آپ کو کندن بنادیا، آپ حضور حافظ ملت اور علامہ اعظمی صاحب علیہما الرحمہ کے ارشد تلامذہ سے تھے، آپ کے مربی ومشفق استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مروجہ علوم وفنون کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصیت کے ساتھ شخصیت ساز اور ولی کامل بھی تھے، اپنے وقت کے ولی اور جلیل القدر عالم کی بارگاہ میں آپ نے علمی عروج وارتقا کے ساتھ روحانی ترقی بھی حاصل کی، آپ کو ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اہل سنت مصباح العلوم المعروف الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے اکابر علما ومشائخ خصوصاً

محدث اعظم ہند حضرت سید محمد صاحب کچھوچھوی اور حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہما الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے نوازا گیا، اپنے وقت کے ماہر فن اور جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب علم کرنے کے بعد حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے تقریباً ۵۶ سال نہایت ذمہ داری کے ساتھ بڑی عرق ریزی وجاں سوزی اور کمال مہارت کے ساتھ ملک کی مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کی بارگاہ فیض سے شعور و آگہی اور علم و عمل کی دولت حاصل کرنے والے علما ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی اسلام وسنیت کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ نے زمانہ تدریس میں کل چار اداروں میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں، اولا دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول، پھر دار العلوم اہل سنت شاہ عالم احمد باد گجرات، پھر دوبارہ دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام مہنداول، پھر دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑواگونڈہ، پھر دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر میں آپ نے مسند درس وتدریس کے شہنشاہ کی حیثیت سے درس نظامیہ میں شامل ہر کتاب کو پڑھایا، خصوصا آپ برسہابرس فقہ وحدیث کا درس دیتے رہے، اس زمانہ میں آپ پوری بخاری شریف ختم کرانے کا التزام کرتے تھے، جیساکہ مصلح قوم وملت حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

خطیب البراہین علیہ الرحمہ عرصہ چالیس سال سے دار العلوم اہل سنت تنویر الا سلام امرڈوبھا میں حدیث کا درس دے رہے ہیں جو اس پیرانہ سالی میں بھی جاری ہے اور خاص بات یہ ہے کہ کئی سالوں سے بغیر تنخواہ لیے بخاری شریف کا درس دیتے رہے ہیں اور دورے میں پوری بخاری شریف ختم کراتے ہیں، جو اس زمانہ میں بہت بڑی خد مت ہے اور حیرت انگیز محنت،، (مقدمہ خطبات خطیب البراہین صفحہ ۱۰)

حضرت نعمانی صاحب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے تعلق سے ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں:

حضرت صوفی صاحب مدظلہٗ العالی کے اکثر اسفار خالص ارشاد وہدایت اور نفع رسانی خلق کے لیے ہوتے ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں بالخوص گونڈہ، بستی، گورکھپور، مہراج گنج، دیوریا، نیپال، ممبئی، گوا اور مندسور میں آپ کے مریدین ومعتقدین کی تعداد بہت زیادہ ہے، گویا پہلے درس وتدریس اور تقریر کے ذریعہ مذہب حق کی نمایاں خدمات انجام دے رہے تھے اور اب بیعت وارشاد کے میدان میں بھی ممتاز دینی واخلاقی خدمات انجام دے رہے ہیں، آج فیضان قادریت وبرکاتیت کے سوتے آپ کی ذات سے پھوٹے ہیں ان سے ایک جہاں نہال ہورہا ہے۔

آگے مزید تحریر فرماتے: ”غرض کہ اس دور میں ایک شیخ طریقت، ایک مصلح ومربی کی حیثیت سے آپ ایک بلند مقام پر فائز ہیں، دنیادار پیروں، نمائشی اور جاہل فقیروں کی بھیڑ میں شریعت وطریقت کا سنگم اور سنتوں کے پابند مرشد کی حیثیت سے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بس غنیمت ہی نہیں ایک عظیم نعمت ہے جن کی قدر دانی ہم پر ضروری ہے، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات اس لحاظ سے بھی بڑی قابل قدر اور لائق اعتنا ہے کہ آپ نے پیری مریدی کو محض پیشے کے طور پر نہیں اختیار کیا ہے بلکہ خدمت وہدایت خلق کو ہی مطمح نظر بنایا اور ساتھ ہی علمی وقار وتعلیمی معیار کو بھی برقرار رکھا، بلکہ وقار علم کو اور اونچا کرنے کے لیے تعلیمی اداروں سے وابستگی باقی رکھی بلکہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کی وہاں حسب توفیق نئے نئے دینی مدارس بھی قائم کرنے میں بھرپور دلچسپی لی اور لے رہے تھے۔ (ایضًا)

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے جن مذکورہ مدارس میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا وہ شب وروز ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور ان اداروں میں نونہالان اسلام طالبان علوم نبویہ کی شکل میں بہت بڑی تعداد میں علم دین سے آراستہ ہورہے ہیں بالخصوص دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر جسے ایک مرکزی ومعیاری درس گاہ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، بقول حضرت علامہ محمد ادریس

بستوی ”دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے عروج وارتقا کی ساری داستان حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی مرہون منت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی دعائے نیم شبی اور آہ سحر گاہی نے تنویر الاسلام کو بام عروج تک پہونچایا اور مادی اعتبار سے آپ کے متعلقین و معتقدین کی فیاضانہ مالی امداد نے دارالعلوم کے بال و پر پھیلانے میں صد فیصد بنیادی کردار ادا کیا، اس لیے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ تنویر کی شعاؤں کو زمین سے آسمان تک پہونچانے میں حضرت ہی کا خون جگر کام کررہا ہے“۔(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۲۲، ۲۳)

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا فیضان صرف انھیں داروں تک محدود نہیں بلکہ جن اداروں میں آپ نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیے یا جن اداروں کو آپ نے بنفس نفیس قائم فرمایا بلکہ جماعت اہل سنت کے جس ادارہ کے ارکان نے آپ سے درخواست کی تو پوری دلچسپی کے ساتھ آپ نے ادارہ کے لیے کوشش، یہی وجہ ہے کہ آج ہندستان کے مختلف علاقوں میں بہت سے ادارے آپ ہی کے نام سے منسوب ہوکر دن دونی رات چوگنی ترقی کررہے ہیں، وہ مدارس و مکاتب جن کی نسبت آپ کی طرف ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہوچکی ہیں، اکثر جگہوں پر مدرسہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ، دارالعلوم نظامیہ، مدرسہ فیض نظامیہ کے بورڈ آویزاں نظر آتے ہیں، احقر کو بھی آپ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب قائم شدہ اداروں میں اولین ادارہ ”الجامعۃ النظامیہ شکرولی سنولی بازار“ میں تقریباً ۳؍سال درس و تدریس کی خدمت کا اتفاق ہوا، آپ اس ادارہ کے سالانہ جلسہ میں تاحیات برابر بحیثیت سرپرست تشریف لاتے رہے اور آپ کی آمد سے اہل ادارہ نے خوب خوب فائدہ اٹھایا، غالباً ۲۰۰۶ء کی بات ہے جب راقم الحروف جامعہ نظامیہ شکرولی میں تدریسی فرائض انجام دے رہا تھا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ جامعہ کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے سرپرست کی حیثیت سے تشریف لائے، اس سال کے جلسہ میں خطیب خصوصی کی حیثیت سے شہزادۂ

صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہٗ العالی اور محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی بھی تشریف لائے تھے، ہماری خوش نصیبی کہ ادارہ کے ناظم اعلیٰ نے ہم سے تاکیداً یہ کہا تھا کہ ”آپ کو جلسہ میں مدعو جو اکابرین ہیں صرف انھیں حضرات کے انتظام وانصرام اور ضیافت کے تعلق سے نگرانی رکھنی ہے، الغرض جب مرشد برحق شیخ طریقت حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تشریف آواری ہوئی تو احقر بھی استقبال کنندگان کی فہرست میں شامل ہوکر حضرت کی قیام گاہ تک پہونچا، علما و عوام یکے بعد دیگرے دست بوسی کرتے رہے، بھیڑ جب کم ہوئی تو حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اس فقیر کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: مولانا! آپ اپنے اس مدرسہ کے مدرس معلوم ہوتے ہیں، احقر نے جب اثبات میں جواب دیا تو آپ نے پوچھا، آپ کی تعلیم کہاں سے ہوئی؟ احقر نے عرض کیا: جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے، تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے اور ہند و نیپال کے سرحدی علاقہ میں دین وسنیت کی نشرواشاعت کے سلسلے میں مختصر مگر جامع ہدایت دیتے ہوئے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا، پھر آپ نے اپنی جیب خاص سے ایک اچھی رقم نکالی اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ مدرسہ کے کسی اہم ذمہ دار یا صدر المدرسین صاحب کو بلاکر کہیں کہ وہ ہماری طرف سے ادارہ کے لیے یہ حقیر نذر قبول کریں، ہم نے ناظم اعلیٰ صاحب کو بلوا کر وہ رقم ان کے حوالے کر دی، جب ہم نے ناظم اعلیٰ جناب نذیر احمد انصاری سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے کہا کہ حضرت! ہمارے پیر ومرشد حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جب سے ہمارے ادارہ میں تشریف لا رہے ہیں تبھی سے آپ کا معمول ہے کہ جب بھی آپ کا شکرولی میں آنا ہوتا ہے تو آپ جامعہ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور نذر پیش فرماتے ہیں“۔

آپ اپنے وقت کے عظیم و ممتاز خطیب، بے مثال مدرس، بہترین مصنف اور

مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ بافیض شیخ طریقت تھے جیسا کہ خود آپ کے استاذ حضور بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے آپ کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے:

"حضرت مولانا مولوی مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم صدرالمدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر آپ فی الوقت تو علمائے اہل سنت میں ایک ذی وقار اور مدرسین میں ایک بلند پایہ شیخ الحدیث جن کے کثیر التعداد شاگرد پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، مرشدین میں ایک گراں قدر مرشد اور کثیر المریدین شیخ طریقت اور پیر طریقت شمار کیے جاتے ہیں اور رشدوہدایت اور وعظ وتقریر میں پورے ہندوستان کے طبقۂ اہل سنت میں خطیب البراہین کے نام سے معروف ومشہور ہیں"۔(خطبات خطیب البراہین صفحہ ۴)

بلا شبہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شہرت ومقبولیت کسی خاندانی وجاہت کی بنیاد پر نہیں تھی اور نہ ہی کسی شہرۂ آفاق خانقاہ کے سجادہ نشین کے شہزادۂ گرامی وقار ہونے کے باعث معزز ومکرم تھے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آج ہزارہا ہزار لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنانے والے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی عظمت ،زہد وتقویٰ کی زندگی گزارنے کے باعث ہے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' کے آپ مکمل طور پر مکمل ومصداق ہیں، آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں، یوں تو ہندوستان کی سرزمین پر بہت سی خانقاہیں ہیں اور اکثر خانقاہوں کے سجادگان اپنے خانقاہ کی تعلیمات کی نشرواشاعت اور اپنے سلسلے کے فروغ کے لیے پیری مریدی کرتے ہیں اور اکثر خانقاہوں اور پیران طریقت کا اچھا خاصا حلقہ اثر بھی ہوتا ہے، لیکن ایک ایسا شیخ جس کا کوئی بیک گراؤنڈ نہ ہو(یعنی جس کے آباواجداد خود شیوخ طریقت نہ ہوں)اس کے دامن سے اتنی کثرت کے ساتھ وابستہ ہونے والوں کی تعداد دور دور تک دیکھنے کو نہیں ملتی، یقینا یہ سب کچھ آپ کے زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کا نتیجہ ہے کہ آپ کی

پرکشش، مقناطیسی اور تقویٰ شعار شخصیت کے دامن سے لوگ اس قدر بڑی تعداد میں بندھے ہوئے جس میں علما، حفاظ، قرا، ائمۂ کرام اور دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ شامل ہے۔

حضور خطیب البراہین متقی ہونے کی حیثیت سے:

آپ کی پوری زندگی عبادت وریاضت اور خشیت الٰہی میں گزری، آپ نے اپنی عمر کے کسی حصے کو فضولیات میں نہیں گزارا، آخرت کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہتی، سنت رسول ﷺ کے پابند تھے، آپ کی کوشش یہ رہتی کہ کوئی بھی سنت ترک نہ ہونے پائے، آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو خشیت ربانی اور تقویٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں اپنے اولیا کا علامتی نشان یہ بتایا کہ

''الذین اٰمنوا وکانوا یتقون''

اولیا اللہ وہ ہیں جو ایمان وتقویٰ کے کمال سے سرفراز ہوں ۔ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ صوفی باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ انھیں اولیائے کرام میں سے تھے جن کا نشان ورع وتقویٰ ہے، آپ کے متقی ہونے کی میرے نزدیک سب سے بڑی دلیل ہے یہ کہ آپ فرائض خداوندی کے ساتھ ساتھ واجبات وسنن ومستحباب پر بھی سختی سے عمل پیرا تھے، ایسے کئی واقعات آپ کے زہد وتقویٰ کے ملتے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ کی ہر کروٹ سے خشیت الٰہی کی دلکشی نمایاں اور نشست وبرخاست کے ہر تیور سے سرکار کی سیرت پاک کا عکس جمیل نظر آتا تھا، آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا اور جاگنا سب کچھ سنت رسول کے عین مطابق ہوتا، اتباع شریعت اور اطاعت سنت رسول ﷺ کے تناظر میں جب ہم حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت اور زہد وورع سے متّصف شخصیت کے شب وروز، سفر وحضر کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں آپ کی صوفیانہ وتصوفانہ پیکر میں ڈھلی ہوئی وہ خصوصیات نظر آتی ہیں جن کا ذکر حدیث رسول مقبول ﷺ میں

آیا"اذار أو اذکر اللہ" بلا شبہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ حدیث مذکورہ کے پورے طور پر مکمل و مصداق تھے،آپ کا کوئی فعل و عمل شریعت مطہرہ کے اصول سے ہٹ کر نہیں ہوتا تھا،اسی لیے آپ جس جگہ بھی تشریف فرما ہوتے تھے کیف وسرور کا ایک سماں بندھ جاتا تھا،روحانیت اور نورانیت تقسیم ہوتی تھی۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی تقویٰ شعار زندگی کو سمجھنے کے لیے آئیے اولاً تقویٰ کی حقیقت کو ملاحظہ کریں:

ایک بزرگ نے فرمایا کہ "سعادت جاودانی و نیک بختی دو جہاں کا دروازہ تقویٰ ہے،جتنی منزلیں عالم لا الہ الا اللہ میں آراستہ کی گئی ہیں اور جتنے درجے جنت الفردوس میں بنائے گئے ہیں،سب کے سب متقیوں کے لیے سجائے گئے ہیں اور انھیں کے ناموں سے وہ نامزد ہیں"۔

قرآن مقدس میں بھی متعدّد مقامات پر تقویٰ کا ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار تقویٰ کا حکم دیا،ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

"یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ"

(اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان (حضرت آدم) سے پیدا فرمایا)

کہیں فرمایا گیا: "یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ"

(اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے)اور ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا:

"یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم"

(اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو اللہ تمھارے اعمال کو درست فرمائے گا)اور کہیں ارشاد فرماتا ہے۔

"ان اللہ یحب المتقین"

(یقیناً اللہ تقویٰ شعاروں کو محبوب رکھتا ہے)

جب اللہ تبارک وتعالیٰ بار بار بندے کو تقویٰ کی یاد دلاتا رہا ہے تو اسی سے تقویٰ کی اہمیت وافادیت سمجھ لینی چاہیے اور ہر فرد بشر کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں، خوف کرنا، ڈرنا، پرہیز گاری اختیار کرنا اور خوف کی چیزوں سے بچنا۔

(۱) عرف شرع میں ممنوعات اور گناہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ ”متقی وہ ہے جو شرک، کبائر اور فواحش سے بچے“۔

(۲) بعض کا قول یہ ہے کہ ”معصیت پر اصرار اور اطاعت پر غرور کا ترک تقویٰ ہے“۔

(۳) بعض کا قول یہ ہے کہ ”تقویٰ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کا نام ہے۔

(۴) اور ایک قول یہ بھی کہ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا۔

مذکورہ معانی میں آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے، سب ایک دوسرے کے موافق ہیں، ان تمام کا محصل یہ ہے کہ اللہ کا ڈر دل میں بسا کر اس کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وشرائع کو بجالانے کا نام تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ تقویٰ ایک خاص صفت ہے جو توفیق الٰہی سے حاصل ہوتی ہے، اس صفت سے متّصف ہونے کے بعد انسان تمام گناہوں سے بچ کر فلاح و بہبود سے ہم کنار اور ہادی و مہدی بن جاتا ہے یعنی وہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادات وہدایات سے ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت کی راہ پر گامزن کرنے والا ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت ہی ممتاز اور قدآور معلوم ہوتی ہے۔ چار سالہ اشرفیہ کا صاف شفاف دور طالب علمی ہو یا فیض الاسلام

مہنداول، فضل رحمانیہ پچپڑوا، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات کے تدریسی دور قیام کے چند سال یا پھر مشرقی یوپی کی عظیم دینی دانش گاہ دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا کے ۴۵ سالہ تدریسی و تصنیفی، وعظ و نصیحت اور رشد وہدایت جیسی عظیم خدمات پر مشتمل دور قیام آپ جس مقام پر بھی تشریف فرما رہے، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ احکام شریعت کی ادائیگی میں کوئی کمی کی ہو اور فتویٰ و تقویٰ کے خلاف کوئی کام کیا ہو، آپ جہاں کہیں بھی رہے فرائض وواجبات اور سنن کے پابند رہے، جادۂ شریعت پر قائم ودائم رہے اور کسی بھی طرح سے اپنے معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا، خشیت الٰہی سے آپ کا دل لرزاں وترساں رہتا تھا حتی کہ آخری دم تک اسی بات پر ثابت قدم رہے، اس طرح تقویٰ کے تمام معانی آپ پر بالکل صحیح نظر آتے ہیں خواہ خوف الٰہی دل میں بسانے کا معنی ہو یا خوف کی چیزوں سے بچنے کا، کبائر و فواحش سے پرہیزگاری کا معاملہ ہو یا اتباع رسول واتباع صحابہ کا، معصیت پر اصرار اور اطاعت پر غرور کے ترک کا معنی ہو یا حرام کے ترک اور فرائض کی ادائیگی کا ہر اعتبار سے آپ تقویٰ سے مزین وآراستہ رہے۔

حضور خطیب البراہین تقویٰ کی اعلیٰ منزل پر:

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ پر جب ہم ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ تقویٰ کی اعلیٰ منزل اور اونچی سطح پر فائز تھے کیوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عنایت وہدایت سے صرف زبردست عالم وفاضل، اخلاق وکردار کے پیکر، مایہ ناز واعظ و مفتی، کئی کتابوں کے مصنف نہ تھے بلکہ آپ سراپا ہادی تھے، آپ اللہ رب العزت کی نوازشات سے ہدایت یافتہ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ہدایت یافتہ اور صراط مستقیم پر گامزن ہوگا وہ متقی ہوتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ آپ خود ہدایت یافتہ تھے بلکہ آپ کے دامن کرم سے جو حضرات وابستہ ہو گئے وہ بھی راہ ہدایت کے راہی بن گئے، دراصل اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں وہ کشش بخشی تھی کہ آپ جس علاقہ میں بھی تشریف لے جاتے مجمع امنڈ پڑتا اور بہت زیادہ تعداد میں لوگ آپ کے

ہاتھ پر توبہ واستغفار کر کے داخل سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ہوجاتے، آپ کسی دنیاوی منفعت کے لیے نہیں بلکہ مرید کی اصلاح کے لیے داخل سلسلہ کرتے تھے، اسی لیے آپ کے مریدین بہت جلد اپنی حالت سدھار لیتے تھے، حضرت کے مریدین پر نگاہ ڈالیے اور ان سے پوچھیے کہ آپ کے اندر یہ نمایاں اور اچھی تبدیلی کیسے آئی؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد ہماری یہ دنیا بدلی ہے، ہماری نگاہوں میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سے مرید ہونے سے پہلے داڑھی نہیں رکھتے تھے اور باقاعدہ نمازی بھی نہ تھے مگر حضرت کی نگاہ کیمیا اثر نے وہ انقلاب پیدا کیا کہ مرید ہونے کے چند ماہ کے اندر ہی صاحب ریش ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی ودیگر ارکان کے عامل بن گئے، وضع قطع اور چال چلن اسلامی ہوگیا۔

آپ کی تقویٰ شعاری کی شہادت ہماو شمانے نہیں بلکہ اپنے وقت کے فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے دی ہے، جو سخت محتاط تھے اور بہت ہی سوچ سمجھ کر کسی کو القاب وخطاب سے نوازتے تھے، انھوں نے حضور احسن العلما علیہ الرحمہ سے اس وقت جب کہ عرس قاسمی برکاتی میں حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے ۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵؍ نومبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ علما ومشائخ کی موجودگی میں حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت واجازت سلاسل اربعہ سے سرفراز فرمایا تھا تو آپ نے حضور احسن العلما علیہ الرحمہ سے عرض کیا تھا کہ حضور! صوفی صاحب کے ذریعہ دین کا بہت کام ہورہا ہے، ان کی طرف رجوع عام، تقویٰ وطہارت کے جامع ہیں، موجودہ دور میں انھیں جامع الصفات کہا جاسکتا ہے، خلاف شرع کوئی برداشت نہیں کرسکتے، یہ طبعاً قادری ہیں'' حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے ان جملوں کی تائید محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہٗ العالی ودیگر حاضرین مجلس نے بھی کی۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۷۲)

اپنے وقت کے اتنے عظیم محقق وفقیہ جو ایک لفظ بھی فضول اور بے جا القاب وخطاب میں مبالغہ آرائی کے قائل نہ تھے ان کا حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو" تقویٰ وطہارت کے جامع "اور" جامع الصفات "جیسے القاب سے نوازنا بلا شبہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے تقویٰ طہارت اور فضل وکمال کا بین ثبوت ہے۔

آئیے حضرت مولانا محمد ادریس بستوی کی زبانی ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں: جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کے اندر کس قدر تقویٰ تھا اور آپ کتنے محتاط تھے۔ مولانا بستوی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں" مجھ سے جناب ماسٹر سجاد حسین صاحب مہنداول نے بیان کیا کہ ایک بار میں اپنے رشتہ دار بھونو بھائی کی دوکان پر بکھرہ گیا تھا، صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اور چند دوسرے علما بھونو بھائی کی سلائی کی دوکان پر تشریف لائے، سب لوگ مؤدب ہوکر کھڑے ہوگئے، ایک مولانا صاحب نے حضرت صوفی صاحب قبلہ کا ایک سوئیٹر جو پوری آستین کا تھا نکالا اور کہا کہ اس سوئیٹر کو وضو کرتے وقت نکالنا پڑتا ہے، اس لیے اس کی دونوں آستینوں کو کلائی تک چاک کرکے چین لگا دیجیے، کہتے ہیں کہ ہم لوگ بات میں مصروف ہوگئے، دوکان سے چین خرید کر آگئی اور بھونو بھیا نے آستین چاک کرکے کترن سے ایک سفید کپڑا نکال کر چین کے ساتھ دونوں آستینوں کو بنادیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت صوفی صاحب قبلہ نے فرمایا: آستین بنا دیجیے، اب ہم لوگ چلیں گے، بھونو بھیا نے کہا: حضرت یہ بن کر تیار ہوچکی ہے، حضرت نے آستین کو دیکھا تو فرمایا یہ سفید کپڑا کہاں سے لگایا گیا، عرض کیا حضور کترن سے نکال کر لگا دیا ہے؟ فرمایا نہیں، یہ تو بہت غلط ہوا، دوسرے کا کترن میرے لیے کیسے جائز ہوگا؟ اسے توڑ کر نکالو، ماسٹر سجاد حسین صاحب کہتے ہیں کہ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ کترن کا کپڑا سلائی توڑا کر نکالا گیا، حضرت نے پیسہ دے کر بزار کی دوکان سے ایک گرہ کپڑا منگایا پھر اسی کپڑے کو لگا کر سوئیٹر میں چین سلی گئی پھر حضرت تشریف لے گئے"۔ (ایضا صفحہ ۵۷)

اللہ اللہ! یہ ہے کمالِ احتیاط اور اعلیٰ قسم کا تقویٰ۔ المختصر اس دور قحط الرجال میں اس نوعیت کی تقویٰ شعار شخصیتیں خال خال نظر آتی ہیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی بے شمار خوبیوں کے حامل تھے مگر افسوس صد افسوس حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ یکم جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴، مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعرات ’’کل نفس ذائقۃ الموت‘‘ کے تحت اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت اس کی کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

کہتے ہیں کہ چراغ بجھتا ہے تو گھر اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے اور سورج ڈوبتا ہے تو پوری دنیا تاریکی میں ڈوب جاتی ہے، ایک عالم دین کی موت بس ایسی ہی ہوتی ہے جیسے سورج ڈوب گیا اور سارے عالم میں اندھیرا چھا گیا ہو، اسی لیے ’’عالم کی موت کو عالم کی موت کہا گیا ہے‘‘ اب ایک ایسے عالم ربانی کی موت جو بیک وقت استاذ و معلم، فقیہ و مفتی، صوفی و متقی، مصنف و محدث، مرشد و ہادی، واعظ و خطیب اور مصلح و قائد بھی رہا ہو اس کی موت کتنے جہانوں کی موت ہوگی، صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے فرمان کے مطابق۔

واللہ! کہ عالم کے لیے موت ہے تحسین
اک مرد حق آگاہ کا دنیا سے گزرنا

آج حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اگرچہ بظاہر ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کے ہزارہا مریدین، متوسلین، معتقدین، تلامذہ اور ان کے قائم کردہ اور ان کے نام سے منسوب ادارے خصوصاً جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار اور ان کی عظیم الشان تصنیفات الواح ذہن سے ان کی یاد محو نہ ہونے دیں گی۔

میں چھوڑوں گا نقش ایسے اپنی وفا کے
ہمیشہ تمھیں یاد آتا رہوں گا

اور حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ہم میں نہ رہتے ہوئے بھی اپنے یادگار کارناموں کی وجہ سے ہم میں موجود رہیں گے

نیامد کس اندر جہاں کو بماند
مگر آں کز و نام نیکو بماند

اخیر میں ایک بات عرض کردو کہ آفتاب غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا، علم وعمل اور فضل وکمال کے اس آفتاب نے صرف اپنا مطلع تبدیل کیا ہے، اس کا برپا کیا ہوا اجالا ان شاء اللہ العزیز صبح قیامت تک علم وفضل وکمال و دانش کی دنیا کو منور کرتا رہے گا۔

اخو العلم حی خالد بعد موته
و اوصاله تحت التراب رميم

جب ہم نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی رحلت کی خبر علاقۂ تھار کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم اہل سنت انوار مصطفی سہلاؤ شریف کے مہتمم وشیخ الحدیث اور خانقاہ عالیہ بخاریہ کے ولی عہد نور العلما پیر طریقت حضرت علامہ الحاج سید نور اللہ شاہ بخاری مد ظلہٗ العالی کو دی تو آپ نے اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”مولانا! حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی رحلت یقیناً ملت اسلامیہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے، آپ ادارہ میں حضرت کے حق میں قرآن خوانی وجلسۂ تعزیت کا انعقاد کیجیے، ہم بھی حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی بلندی درجات کے لیے دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت کے فیضان سے ہم سب کو مالامال فرمائے، آپ کے پسماندگان خصوصاً شہزادۂ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو اپنے والد گرامی کا سچا اور صحیح جانشین و مظہر اتم بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔



حضور خطیب البراہین کی شانِ استغنا

مولانا اقبال احمد علیمی
سابق استاذ جامعہ حضرت صوفی نظام الدین، لہرولی بازار، سنت کبیر نگر

صوفی باصفا، عالم باعمل، استاذ الاساتذہ، امام الخطبا، عمدۃ المدرسین، مرشد شریعت و طریقت، سیدی و مخدومی حضور خطیب البراہین علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (خلیفہ حضور احسن العلماو محدث امروہوی علیہما الرحمہ) کی ذات بابرکات ہندوستان کے عوام وخواص کے درمیان محتاج تعارف نہیں، آپ ایک کامیاب خطیب وشیخ ہونے کے باوجود کبھی بھی دنیا کی خوبصورتی کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اگر کبھی دنیا نے آپ کے پاس آنے کی کوشش بھی کی تو آپ نے بڑی بے توجہی سے اس کی جانب سے منھ پھیر لیا، یہی ایک زاہد و متقی شخص کی پہچان ہے کہ وہ مال ودولت کے جمع کرنے پر قادر ہونے کے باوجود بھی مال ودولت کو اکٹھا نہیں کرتا، اسی مفہوم کی کسی شاعر نے کچھ اس طرح ترجمانی کی ہے۔

انی وجدت فلا تظنوا غیرہٗ
ان التورع عند ھٰذا الدرھم
فاذا قدرت علیہ ثم ترکتہ
فاعلم بان تقاك تقویٰ المسلم

ترجمہ: میں نے یہ راز پالیا اور تم بھی سمجھ لو کہ دولت کو چھوڑ کر ہی تقویٰ حاصل ہوتا ہے، جب تو دنیا چھوڑ دے تو تو نے واقعی ایک مسلمان سا تقویٰ حاصل کرلیا۔

اسی طرح ایک اور شاعر کہتا ہے کہ

لایغرنك من المرء قمیص رقعہٗ
اوازار فوق عظم الساق رفعہٗ

اوجبین لاح فیه اثر قلعهٗ
ولدی الدرهم تعرف حبهٗ اوورعهٗ

ترجمہ: تجھے کسی کی پیوند لگی قمیص یا موٹی پنڈلی تک اٹھی ہوئی چادر یا اس کی پیشانی پر عبادت کا نشان دھوکہ میں نہ ڈال دے تم تو یہ دیکھو کہ کہیں وہ مال و دولت سے محبت تو نہیں کرتا ہے۔

(۱) آپ کے ایک مرید نے راقم الحروف سے ایک بار بیان کیا کہ میں نے ایک بار ایک چار پہیہ گاڑی لے جاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا کہ حضور اس حقیر نذرانے کو قبول فرمالیں تاکہ آپ کو پروگرام وغیرہ میں تشریف لے جانے کے لیے آرام ہوجائے، تو آپ نے فرمایا کہ جس کو پروگرام میں لے جانا ہوگا تو وہ خود ہی سواری کا انتظام کرے گا، یہ کہہ کر آپ نے وہ گاڑی واپس کردی۔

(۲) حضرت مولانا محمد سعید نظامی جو آپ کے نواسے ہیں جنھوں نے آپ کے لیل و نہار کو بہت قریب سے دیکھا ہے، خلوت و جلوت میں آپ کے ہمراہ رہے ہیں ،راقم الحروف سے فرمایا کہ جس سال نانا جان حج بیت اللہ جانے کے لیے ممبئی ائیر پورٹ پر پہونچے تو زیارت کرنے والے مریدین ومعتقدین کی ایک بہت بڑی بھیڑ اکٹھا ہوگئی، جس نے آپ کو نذرانے کے طور پر ہزار ہا ہزار روپئے پیش کیے مگر آپ نے سب کو یہ کہہ کر وہ روپئے واپس کردیئے کہ میں نے آپ کے نذرانے کو قبول کرلیا، اب یہ روپیہ آپ لے لو اور لے جاکر میری طرف سے اپنے بچوں پر صرف کردو۔

(۳) حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی جو آپ کے شہزادے اور خلیفۂ مجاز بھی ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار والد بزرگوار نے مجھے اور سیٹھ عبدالعزیز نظامی کو دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں طلب فرمایا، تو ہم دونوں لوگ امرڈوبھا پہونچے، آپ نے اپنے کمرے میں بلاکر اندر سے دروازہ بند کرلیا اور فرمایا اوپر اٹیچی رکھی ہوئی ہے اسے اتارو اور اسے کھولو، ہم لوگوں نے اسے

اتار کر کھولا اس میں مریدوں کے پیش کیے ہوئے بہت سارے نذرانوں کے لفافے تھے، جن میں روپئے رکھے ہوئے تھے، آپ نے انھیں شمار کرنے کا حکم دیا، تو ہم دونوں نے شمار کیا، اس میں ایک لاکھ پچیس ہزار روپئے تھے، میں نے آپ کو بتایا کہ حضور اتنی رقم ہے، آپ نے فرمایا کہ اسے لے کر جاؤ اور جو جامعہ برکاتیہ لہرولی میں قائم کیا گیا ہے اس میں اس روپئے سے طلبہ اور اساتذہ کے نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد تعمیر کرو میں نے وہ رقم سیٹھ عبدالعزیز کے حوالے کر دیا اور اس رقم سے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے گراؤنڈ میں واقع نظام المساجد کی بنیاد رکھی گئی۔

انھیں (مولانا محمد سعید نظامی) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ ہم لوگوں کا قیام عروس البلاد ممبئی میں مخیر قوم وملت عالی جناب سیٹھ اختر عادل نظامی کے دولت کدے پر تھا تب ہی اچانک میری نگاہ آپ کی جوتیوں پر پڑی جو پھٹ گئی تھی، میں نے حضرت سے اس کا ذکر کیا کہ آپ کی جوتیاں پھٹ گئیں ہیں اور ساتھ ہی میری زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ ابھی سیٹھ موصوف آئیں گے تو میں ان سے کہہ دوں گا، وہ آپ کے لیے مارکیٹ سے جوتیاں لادیں گے، آپ بیان کرتے ہیں کہ اتنا سنتے ہی حضرت مجھ پر بہت برہم ہوئے اور پھر محبت بھرے لہجے میں سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جوتی میری پھٹی ہے اور پیسہ وہ کیوں دیں گے، آپ ہم سے پیسہ لیجیے اور دوکان سے جوتے خرید لائیے پھر آپ نے اپنی جیب سے روپئے نکالے اور مجھے جوتے لانے کا حکم دیا اور میں آپ کے لیے مارکیٹ سے جوتا خرید لایا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ محمد ادریس بستوی آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

ہم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا قلیل مشاہرے پر خدمت دین انجام دینے کے زمانے میں بھی آپ کے اطمینان و سکون میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، راضی بہ رضائے الٰہی ذکر وفکر اور تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے، آج تک کسی نے بھی ان سے تنگ دامنی اور تنگ دستی کا کوئی شکوہ کبھی نہیں سنا اور جب اللہ تعالیٰ نے فراغ عطا

فرمایا تو آپ کی طرف لاکھوں بندگان خدا کا رجوع عام ہوا تو عالم یہ ہے کہ جو کچھ فتوحات ہوتی ہیں دریا کی موج کی طرح اسے رضائے الٰہی کے لیے صرف کر دیتے ہیں، جب کہ ہزاروں لوگ آپ کی چشم ابرو کے اشارے پر لاکھوں لاکھ لٹا دینے کو تیار ہیں تو بھی آپ نے آج تک اپنے لیے کسی سے کچھ لے کر رکھنا پسند نہیں فرمایا، آپ کی بارگاہ میں پہونچنے والے عطیات آب رواں کی طرح آگے بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں، ادھر کسی نے کچھ نذر کیا ادھر آپ نے کسی حاجت مند کے حوالے کر دیا، ان گنت افراد، مساجد ، مکاتب و مدارس دینیہ آپ کے ممنون کرم ہیں جن کی تعمیر و تاسیس میں آپ نے گراں قدر عطیات عنایت فرمائے، اللہ نے وہ شان عطا فرمائی تھی کہ مال کی طرف آپ کا طبعی رجحان ہوتا ہی نہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ دیوانہ وار نذریں پیش کرتے ہیں اور آپ ایک خداشناس قلندر کی طرح حاجت مندوں میں بانٹتے ہوئے نظر آتے تھے، لیکن تقسیم فرمانے کی کیفیت فرمان رسول ﷺ کے عین مطابق ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”بہترین صدقہ وہ ہے کہ دایاں ہاتھ دے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو“ آپ اسی انداز میں حاجت مندوں کی دستگیری فرماتے تھے، پوری شدت سے اخفا کا التزام بھی کرتے تھے۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۳۶،۳۷)

(۴) حضرت مولانا زاہد علی نظامی جو غالباً امرڈوبھا کے رہنے والے ہیں، جو آپ کے مرید و شاگرد بھی ہیں، انھوں نے مجھ سے بتایا کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نصیحت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ بابو! ”طمع مکن، منع مکن، جمع مکن“ یعنی لالچ نہ کرو اگر کوئی دے رو کو نہیں اور جب مل جائے تو جمع نہ کرو اور آپ اپنے اسی قول پر عمل پیرا بھی تھے کہ ادھر آیا ادھر ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

اس طرح آپ کی زندگی کے بے شمار واقعات ہیں جن کو لوگ اپنے اپنے طور پر بیان کرتے رہتے ہیں، بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے بکثرت اہل ثروت حضرات مرید ہیں لیکن کبھی بھی آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے کبھی بھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا اگر آپ

مال و دولت اکٹھا کرنا چاہتے تو خطابت و پیری مریدی کے ذریعہ بے شمار مال و دولت جمع کر لیتے کیوں کہ آج کے دور میں ان دونوں چیزوں کا شمار دولت جمع کرنے کے کامیاب آلوں میں ہوتا ہے اور نہ جانے کتنے لوگوں نے انھیں دونوں آلوں کو بروئے کار لاکر دولت مند ہو گئے اور حویلیاں چمکالیں، جن پر دینداری کم دنیاداری زیادہ صادق آتی ہے کیوں کہ

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

آپ مختلف اداروں میں دین متین کی خدمات انجام دیتے رہے، اخیر میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں تشریف لائے اور یہیں کئی سالوں تک قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کرتے رہے اور اسی ادارے سے آپ کی تدریسی خدمات اختتام پذیر بھی ہوئیں اور پھر یہاں سے اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار تشریف لائے اور یہاں بھی آپ نے تقریباً چار سال تک اپنا روحانی فیضان اساتذہ اور طلبہ پر لٹاتے رہے لیکن کچھ مہینوں سے نقاہت و کمزوری کی وجہ سے اپنے گھر موضع اگیا میں قیام فرما تھے۔

یکم جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعرات صبح آٹھ بجے مسکراتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا اور بروز جمعہ مبارکہ لاکھوں فرزندان توحید نے اپنی نمناک آنکھوں سے محسن دین و ملت کو بعد نماز جمعہ سپرد خاک کیا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم جملہ مومنین کو آپ کے فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ (آمین)



حضور خطیب البراہین کا اخلاص و عمل

مولانا محمد حبیب الرحمٰن نظامی مصباحی

استاذ مدرسہ دار العلوم عربیہ اسلامیہ اہل سنت، سعدی مدن پور، باندہ

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، سید الاتقیا، صوفی باصفا، خطیب البراہین، استاذی الکریم حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی صوفی محمد نظام الدین قادری خلیفۂ حضور احسن العلما نور اللہ مرقدہٗ کے وصال پر ملال کی خبر سن کر بے انتہا قلبی صدمہ ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون.

پھر بموجب "موت العالم موت العالم" حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے وصال سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کی بھی فضائیں سوگوار نظر آئیں، ہر چہرہ اداس، ہر دل مغموم، ہر انسان فکر مند تھا،اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے،سب کی نگاہوں کا نور تھے،انھیں دیکھ کر غم بھول جاتے،آنکھوں کے آنسو تھم جاتے،آپ سے مل کر دلوں کو سکون ملتا تھا،آپ کی زیارت سے لوگوں کو بڑی تسلی ملتی تھی،یوں محسوس ہوتا کہ اب بھی زمین اہل اللہ سے خالی نہیں،اب بھی وہ لوگ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے،جن کا تذکرہ صرف کتابوں میں ملتا ہے،اسی نورانی جماعت کا ایک فرد اب بھی روئے زمین پر چلتا پھرتا دکھائی دیتا ہے اور ماتھے کی نظروں سے ہم کو شرف زیارت بھی حاصل ہو رہا ہے،یقیناً ایسی عظیم المرتبت ہستی کا ہمیشہ کے لیے جدا ہونا ہم سبھوں کے لیے شدید تکلیف دہ ہے،لیکن مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

رخ انور:

آپ کا رخ زیبا اس قدر منور تھا کہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت مشتاق زیارت رہتی تھی،نہ جانے کتنے لوگ آپ کے صرف دیدار کی خاطر ملک کے دور دراز گوشوں

سے ہزاروں میل کی مسافت طے کرنے میں بجائے زحمت کے مسرت وشادمانی کرتے تھے، آپ کے رخ زیبا پر نظر پڑتے ہی یوں محسوس ہوتا تھا کہ صوفی باصفا کے چہرے پر رحمت وانوار کی مسلسل بارش ہو رہی ہے، آپ کے روئے زیبا پر انوار الٰہیہ کی بارش کیوں نہ ہو اس لیے کہ آپ کی ذات وہ عظیم شخصیت ہے جس نے پوری زندگی درس تدریس، تقریر وتحریر اور بیعت وارشاد کے ذریعہ علوم دینیہ کی اشاعت فرمائی ہے، علوم دینیہ میں آپ کی مہارت وخدمات علما کے مابین مسلم تھی، ویسے تو آپ نے کئی دار العلوم میں تشریف لے جاکر مسند تدریس کو رونق بخشی لیکن دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں عمر عزیز کا بیشتر حصہ گزرا، غالباً پندرہ سال صدر المدرسین کے عہدے پر اور ۲۸ سال شیخ الحدیث پر جلوہ افروز رہ کر علوم دینیہ کے خزانے طالبان علوم نبویہ کے درمیان لٹاتے رہے جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں طلبا آپ کی بارگاہ سے فیضیاب ہو کر ملک کے مختلف گوشوں میں پہونچ کر مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

آپ وہ عالم ربانی ہیں جو ایک طرف تو دن میں درس گاہ میں رونق افروز ہو کر قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کر کے طالبان علوم نبویہ کے سینوں کو علوم شریعت کا گنجینہ بناتے رہے تو دوسری طرف شب کے آخری حصہ میں جب ساری دنیا کے لوگ خواب راحت کے مزے لیتے ہیں، آپ باوضو ہو کر نماز تہجد ادا کر کے اوراد ووظائف میں مشغول رہتے، رات کی تنہائی میں اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے گریہ زاری میں اس قدر ڈوب جاتے کہ سننے والوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضور تہجد پڑھنے والوں کے چہرے اس قدر خوبصورت کیوں ہوتے ہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے علٰیحدگی اختیار کی تو اس نے اپنا نور انھیں پہنا دیا۔ چوں کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ زمانۂ طالب علمی سے ہی نماز تہجد کے پابند تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے چہرے پر

انوار الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی، آپ کا رخ زیبا اتباع سنت نبوی کی برکت سے اس قدر منور تھا کہ لوگ بار بار آپ کے چہرۂ زیبا کے دیدار کی خاطر بے چین رہتے تھے اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ کے چہرے کی زیارت غمگین دلوں کو دولت سکون بخشتی تھی۔

خطیب البراہین کا جوہر خطابت:

ایک نادان وغیر تربیت یافتہ خطیب اپنی دعوت کے لیے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوسکتا ہے اگر اس کے پیش کیے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے، اگر اس کا اندازہ خطابت درشت و معاندانہ ہوگا، اگر اس کا خطاب اخلاص و للّٰہیت کے نور سے محروم ہوگا تو وہ سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کردے گا، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کا انحصار تبلیغ اور صرف تبلیغ ہے، اس کو قبول کرنے کے لیے نہ ہی کوئی رشوت پیش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی جبر واکراہ سے کام لیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اہل حق کو طریقۂ تبلیغ دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ’’ ادع الیٰ سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ‘‘ اس آیت مبارکہ میں جادۂ حق سے دور بھاگنے والوں کو قریب لانے کے آداب بتائے جارہے ہیں۔ حکمت، مواعظ حسنہ اور پسندیدہ انداز سے مجادلہ۔ تبلیغ میں ان تینوں چیزوں کے التزام کا حکم فرمایا گیا ہے۔

حکمت سے مراد وہ پختہ دلائل جو راہ حق کو روز روشن کی طرح عیاں کردے اور شک وشبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں۔

مواعظ حسنہ:

اس پند ونصیحت کو کہتے ہیں جو خیر وفلاح کی یاددہانی اس اسلوب سے کرے کہ پتھر دل بھی موم ہوجائیں ایسا نہ ہو کہ جیسا دور حاضر کے بعض خطبا کا انداز گفتگو بالکل جنگ جویانہ ہوتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے طرز خطاب میں ہلاکو وچنگیز کے بقایاجات ہیں جو اپنے مفتوحین کو اپنا فیصلہ سنانے تشریف لائے ہیں بلکہ ایک عالم کا

انداز خطابت ایسا ہونا چاہیے کہ لفظ لفظ سے اخلاص و محبت کے چشمے ابل رہے ہوں، خطیب کی آواز کا زیر و بم شفقت و پیار کا آئینہ دار ہو اگر بھٹکا ہوا راہی آمادۂ پیکار ہو جائے اور بحث و مناظرہ تک نوبت جا پہنچے تو عمدہ و احسن طریقے سے مناظرہ کرے، اپنی علمی برتری کے گھمنڈ میں تہذیب و شائستگی کا دامن نہ چھوڑے، ایک اسلامی خطیب کے پیش نظر صرف اور صرف حق کی سربلندی ہو اور ایک داعی حق کو علم و آگہی کی وسعتوں کے علاوہ مکارم اخلاق و محاسن خصائل سے بھی مزین ہونا اشد ضروری ہے، اگر اس تناظر میں آپ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا خطاب نایاب تعلیمات قرآن کے بالکل مطابق ہوتا تھا، اس لیے کہ آپ کا خطاب دلائل و براہین سے اس قدر مزین ہوتا کہ مخالف کے لیے وصولی اعتبار سے انکار و فرار کے تمام راستے مسدود ہو جاتے مثلاً آپ اپنے مدعیٰ پر پہلے قرآن کی آیت پیش کرتے پھر اس آیت کا شان نزول بیان فرما کر اس پس منظر بیان فرماتے پھر اس آیت کا مفہوم ائمہ تفاسیر کے اقوال سے اس طرح اجاگر فرماتے کہ حق روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا یہ منظر دیکھ کر محققین علما کی طبیعتیں جھوم اٹھتیں، پھر اپنے مدعیٰ کی صداقت پر احادیث کریمہ سے ثبوت پیش فرماتے، احادیث کریمہ کے پیش کرنے میں آپ اس امر کا بھی اہتمام فرماتے کہ ان احادیث کو کن کن محدثین نے روایت کیا ہے اور وہ احادیث کتب احادیث میں کہاں کہاں مرقوم ہیں، اس تعلق سے جب آپ حوالہ جات پیش کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ پر محدثین کرام کے فیضان کرم کی بارش ہو رہی ہے۔ پھر مفہوم حدیث شارحین احادیث کے ارشادات سے اس طرح بیان فرماتے کہ مخالف کے لیے جائے فرار باقی نہ رہتی، پھر فقہائے کرام کے فتاوٰں کی روشنی میں احقاق حق و ابطال باطل کا وہ جلوہ بکھیرتے کہ جوش مسرت میں محفل میں ہر طرف سے سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں پھر صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے فرمودات کو پیش فرما کر مسلک حق کو آفتاب کی طرح روشن فرما دیتے یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں میں باطل کے تمام شکوک و شبہات

تار تار ہوکر بکھر جاتے اور حق کا اجالا دلوں کو منور کر دیتا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی آواز کا زیروبم دوران خطابت شفقت و پیار کا آئینہ ہوتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے حضرت کے لبوں سے پھول جھڑ رہے ہوں اور سامعین کی طبیعت یہی چاہتی تھی کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ یوں ہی عشق و عرفان کی خوشبو بکھیرتے رہیں اور ہم اپنی مشام جاں کو معطر کرتے رہیں اسی طرح پوری شب آپ علم و تحقیق کے گوہر لٹاتے رہیں اور ہم اپنے دامن میں ان امول موتیوں کو سمیٹتے رہیں، پرانے زمانے کے لوگوں کو معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں پالن حقانی گجراتی جگہ جگہ پہونچ کر اپنی تقریر میں قرآو حدیث کے الفاظ کو غلط معانی و مفاہیم کا لباس پہنا کر عوام الناس کے دلوں میں بدمذہبی و بدعقیدگی کے جراثیم پھیلانے میں کوشاں تھا، فرقہائے باطلہ کے کرتا دھرتا اس کی گمراہ کن تقریروں کا منصوبہ بند طریقے سے انتظام کرکے لوگوں کو مسلک اہل وجماعت سے برگشتہ کرنے میں پوری توانائی صرف کررہے تھے، وہ اپنی گمراہ کن تقاریر کے ذریعہ کتنے سادہ لوح لوگوں کے دلوں سے متاع دین وایماں لوٹنے میں کامیاب بھی ہوچکے تھے، اس فتنہ سے امت مسلمہ کو نجات دلانے کے لیے اس دور کے مخلص لوگوں نے جہاں اہل سنت کے نامور علما سے رجوع کیا وہیں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھی عریضہ پیش کیا، پھر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے ایک عالم ربانی کی شان کے ساتھ میدان خطابت پر جلوہ افروز ہوکر اپنے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے ذریعہ باطل کے اس شجر خبیث کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا، پوری زندگی حقانیت کی شمشیر خارا شگاف کے ذریعہ باطل کے سر کو قلم کرتے رہے اور اہل حق کے لیے ایمان و یقین کی روشنی بکھیرتے رہے۔

آپ کا اخلاص:

سبحان اللہ! آپ کے اخلاص کا کیا کہنا، پورا زمانہ آپ کے اخلاص کا معترف ہے، آپ کا مقصد خطابت کے ذریعہ دور حاضر کے بعض خطیبوں کی طرح دنیاوی دولت جمع

کرنا نہیں تھا بلکہ آپ نے خطابت کو کبھی پیشہ نہیں بنایا اور خطاب سے آپ کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی تھا، آپ کی خطابت کا مقصد مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت تھا، آپ کی تقریر کا مقصد مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت وصیانت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

طرز خطابت:

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا خطابت انتہائی دلکش و پرکشش تھا، آپ کا خطاب علمی فکری تحقیقی ہونے کے باوجود اتنا سادہ اور عام فہم ہوتا تھا کہ ہر خاص وعام کی سمجھ میں بخوبی آجاتا، آپ جس موضوع پر خطاب فرماتے اس کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ دوسری طرف آپ کا مزاج چوں کہ تحقیقی تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دلائل وبراہین کو بغیر حوالہ وثبوت کے پیش کرنا پسند نہیں فرماتے تھے، چوں کہ انسانی فطرت ہے کہ اس کے سامنے اگر کوئی بات بغیر حوالہ وثبوت پیش کی جائے تو اس پر انسان اس قدر اعتماد نہیں کرتا جتنا کہ حوالہ جات سے کہی ہوئی بات پر اسے یقین ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اپنے خطابات میں بکثرت حوالہ جات کا اہتمام فرماتے، آپ کے حوالہ جات کی شان یہ ہوتی تھی کہ قرآن مقدس کی آیات مبارکہ کو بیان کرنے میں پارہ نمبر، رکوع نمبر اور آیت نمبر کی وضاحت کے ساتھ سورہ کا نام بھی بیان فرماتے اور کتب تفاسیر واحادیث وفقہ میں حوالہ جات کی شان یہ ہوتی تھی کہ کتاب کا نام، مصنف کا نام، ابواب وفصل کی وضاحت، جلد نمبر، صفحہ نمبر اور سطر نمبر کی وضاحت یہاں تک کہ وہ کتاب کس مطبع میں چھپی ہے اس کی بھی وضاحت فرماتے، اسی شان سے آپ نے پوری زندگی خطاب فرمایا، آپ کے اس تحقیق طرز خطاب کو دیکھ کر اس زمانے کے جید علما نے آپ کو ''خطیب البراہین'' کے عظیم لقب سے نواز، پھر اس لقب سے آپ اتنا مشہور ہوئے کہ یہ لقب آپ کے لیے کالعلم ہوگیا۔

الحمدللہ! اس عالم ربانی کا خطاب نایاب اس قدر پراثر تھا کہ بغیر مناظرہ ومباحثہ

صرف آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر کتنے گمراہ اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً عقائد باطلہ سے توبہ کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت سے آپ کو عشق تھا:

آپ کے سامنے اگر کلام اعلیٰ حضرت پڑھا جاتا تو آپ جوش مسرت میں جھومنے لگتے، دوران خطاب آپ بھی اکثر امام اہل سنت کے اشعار پڑھ کر خود بھی محظوظ ہوتے اور سامعین کو بھی محظوظ فرماتے۔

الغرض آپ وہ عظیم خطیب ہیں کہ جن کا خطاب لوگوں کے دلوں میں طمانیت قلبی کا سامان پیدا کرتا تھا، آپ وہ عظیم خطیب ہیں جن کے خطاب کو استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ پسند فرماتے تھے، آپ وہ عظیم خطیب ہیں جن کے خطاب کو سلطان العلما ، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سراہتے تھے، آپ خود اندازہ فرمائیں کہ جس کے خطبات کی عمدگی واثر آفرینی پر جید علما متفق ہوں اس کی شان خطابت کیا ہو گی...... اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں آپ کی قبر اطہر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور ہم لوگوں کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔



خطیب البراہین اور سنت نبوی پر عمل

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

رب قدیر کا ارشاد ہے:

''ما آتا کم الرسول فخذوہ و ما نہا کم عنہ فانتہوا''

یعنی اے میرے بندو! میرا حبیب جسے میں نے آخری پیغمبر بنا کر بھیجا تمہیں جس جس چیز کے کرنے کا حکم دیں اسے بجالاؤ، اور وہ تمہیں جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اگر رک گئے تو یقینا اسی میں تمھارے دارین کی سعادت اور جنت کی ضمانت ہے، اب مسلمان کو چاہیے وہ پروردگا عالم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی زندگی کی صبح و شام کو سنت رسول کے کی روشنی میں گزارے، کیوں کہ تمام جدید و قدیم مسائل کا حل سنت نبوی کی روشنی ہی میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور اسی پر چل کر زندگی کے بھر ایام گزارے جاسکتے ہیں، جیسا کہ خود پروردگار عالم کا فرمان عالی شان ہے ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' یعنی اسوہ حسنہ رسول اعظم کی مقدس زندگی ہی ہے، انھیں کی حیات طیبہ کے روشن پہلو کو اپنا کر ہم اپنی دنیا کو سنوار سکتے ہیں اور آخرت میں سرخروئی بھی حاصل کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے اپنی زندگی کو سنت رسول کے سانچے میں ڈھال کر گزارتے ہیں، تاکہ خالق حقیقی کے فرمان عالی شان پر عمل بھی ہو جائے اور سنت رسول کی برکتوں سے مالا مال بھی، اللہ تعالیٰ کے انھیں نیک اور صالح بندوں میں ایک ذات محی السنۃ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ہے، آپ ایک سچے عاشق رسول ہیں، سنت نبوی پر عمل کرنا آپ کا شیوہ تھا، ہر کام میں سنت نبوی کا پاس و لحاظ رکھتے تھے، سنت نبوی پر عمل کا جذبہ آپ کے اندر کس قدر تھا اس کی تفصیل ہماری کتاب (محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں) میں ملاحظہ فرمائیں ہم

ذیل میں آپ کی سنتوں بھری زندگی کا ایک خاکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ یہ کتاب بھی اس باب سے تشنہ نہ رہ جائے۔

آج کل کچھ پیر حضرات اپنے آپ کو شریعت سے بے نیاز تصور کرتے ہیں اور اس بے نیازی کی آڑ میں وہ بہت کچھ کر ڈالتے ہیں مگر سیدھے سادھے مریدوں کی نظر میں ان کا کرنا اور کہنا کچھ بھی عیب نہیں ہے کیوں کہ انھیں سمجھا دیا جاتا ہے کہ ہم اہل شریعت نہیں بلکہ اہل طریقت ہیں، ایسے لوگوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ نہ تو انھیں شریعت کا کچھ پاس و لحاظ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے مریدوں کو، مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ خود شریعت پر عمل کرتے رہے ہیں اور اپنے مریدین و معتقدین و جملہ مسلمانان عالم کو زبان و قلم، تحریر و تقریر، کے ذریعہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں، یہی حق ہے، یہی صراط مستقیم ہے، یہی راستہ جنت میں لے جائے گا، تمام عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے، یہی ہمیشہ آپ کی تبلیغ رہی، آپ نہ صرف لوگوں کو تلقین کرتے بلکہ خود نہایت ہی پابندی سے خود بھی اس پر عمل کرتے، سفر ہو یا حضر نماز پنجگانہ کا اہتمام ہمیشہ رہا، اکثر اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھتے اور اگر کسی وجہ سے اسٹیشن پر ٹرین نہیں رکتی اور نماز کا وقت جاتا رہتا، تو ٹرین میں ہی نماز ادا کر لیتے اور جب ٹرین رکتی تو اس نماز کو دہراتے، نماز پنج گانہ کے علاوہ اور دیگر نوافل کا بھی اہتمام کرتے۔

یوں ہی ہمیشہ آپ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے، کھانا نہایت ہی مختصر اور تین انگلیوں سے کھاتے، کپڑا جوتا وغیرہ پہنتے وقت ہمیشہ داہنے کا خیال رکھتے، کمرے میں داخل ہوتے تو داہنا پیر داخل کرتے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے اگر کبھی بسم اللہ شریف پڑھنا بھول جاتے تو کمرے سے نکل آتے اور پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر ہی کمرے میں داخل ہوتے، ننگے سر کھانے پینے سے احتراز کرتے چلتے تو نگاہیں نیچی ہوتیں، عورتوں سے پردہ کرتے اور خود انھیں پردے میں رہنے کی تلقین کرتے، عورتوں سے آپ کس قدر پردہ کرتے اس واقعے کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا گرانٹ لسٹ پر آیا، اس وقت آپ وہاں کے صدرالمدرسین تھے، ادارے کے معیار کو جانچنے کے لیے ایک عورت بحیثیت آفیسر (غالباً رجسٹرار تھی) جس نام شیمارضوی تھا، اس کا آنا ہوا اس نے سارے اساتذہ کو بلا یا جب سارے اساتذہ اکٹھا ہو گئے تو اس نے پوچھا کوئی اور باقی ہے، جو نہیں آیا ہے، اساتذہ نے کہا اب صرف صوفی صاحب باقی ہیں، اس نے کہا انھیں بھی بلایا جائے، ایک صاحب گئے مگر دروازے سے واپس آگئے، اس نے ان سے پوچھاں کی کیا ہوا تو اس استاذ نے کہا محترمہ ہمت نہیں پڑی کہ ان کو آنے کے لیے کہوں، اس نے پوچھا آخر کیوں تو اس پر سارے اساتذہ بیک زبان ہو کر بوک پڑے، محترمہ وہ صوفی صاحب ہیں وہ عورتوں سے نہیں ملتے، اس نے کہا کہ اگر وہ نہیں ملتے تو میں ہی چل کر ان سے مل لیتی ہوں، یہ کہا اور حضرت کے کمرے کی جانب چل پڑی، محترمہ کے قدم جوں ہی حضرت کے کمرے میں پڑی، حضرت کو کسی کے آنے کی آہٹ کا احساس ہوا ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر پڑی حضرت فوراً کمرے کے ایک گوشے میں چھپ گئے اور لا حول پڑھنے لگے، خاتون حضرت کی اس حالت کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئی اور سر جھکائے واپس چلی آئی، اساتذہ کے سامنے اس نے اپنا بیان کچھ اس طرح دیا۔

مجھے خوشی بھی ہو رہی ہے اور افسوس بھی، خوشی اس لیے ہو رہی ہے کہ ہم نے پہلی مرتبہ کسی مرد کو دیکھا ہے اور افسوس اس لیے کہ ہم نے ایک مرد درویش کو تکلیف پہونچائی ہے، آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ آپ حضرات ان میری جانب سے معافی مانگ لیں گے۔ (خطیب البراہین آئینۂ اشعار میں)

آپ ہدیہ قبول کرتے اور خود لوگوں کو ہدیہ دیتے بھی، مدارس میں تعطیل کلاں شعبان المعظم کی ۱۰ تاریخ کے بعد اکثر ہوا کرتی ہے، شعبان المعظم کی اس چھٹی میں دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا کے اساتذہ و ملازمین کو کپڑا اور دیگر چیزیں نذرانے میں پیش کرتے، یوں ہی اعزا و اقربا، اہل خاندان اور گھر والوں کو بھی خوب نوازتے،

یوں توآپ کی نوازشات کی برسات پورے سال ہوتی رہتی، مگر رمضان المبارک سے پہلے آپ کی سخاوت کا عالم ہی کچھ اور ہوتا، آپ ہمنواتوہم نوااپنے مخالفین کو بھی نوازنے میں کوئی کثرباقی نہ اٹھار کھتے تھے۔

آپ جب گھر پہونچتے تو درازی عمر کے باوجود بھی اپنی والدہ کی خدمت کرتے، سر میں تیل لگاتے اور ہر طرح کی خدمت کرتے، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت اور سب سے عزت سے ملنا آپ کا شیوہ رہا۔

مریدین کی لاکھوں کی تعداد ہونے کے باوجود بھی آپ نے کبھی بھی کسی سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا، ملک کے کونے کونے میں آپ کو تبلیغ کے لیے بلایا جاتا مگر کبھی بھی آپ نے کسی سے نذرانے کا مطالبہ نہ کیا، آپ جو بھی کام کرتے اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کے لیے کرتے، کوئی کام دیکھاوے کے لیے نہیں کرتے ریاکاری کا آپ کے اندر دور دور تک وجود نہ تھا، آپ نے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے کبھی بھی تصنع سے کام نہیں لیا بلکہ سادگی پسند رہے، سفید کرتا، سفید لنگی، سفید عمامہ زیب تن کرتے، اس سادگی میں وہ حسن پنہاں تھا کہ لوگ خود بخود آپ کے دامن کرم میں پناہ لینے کے لیے جوق در جوق چلے آتے۔

آپ کلام پاک کی تلاوت نہایت ہی پابندی کے ساتھ کرتے، تلاوت کے وقت کبھی کبھی آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی کہ آنکھیں اشکبار ہوجاتیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

آپ بلاضرورت شرعی تصویرکشی کو ہمیشہ حرام سمجھتے رہے اور اسی پر آپ کا پوری زندگی عمل بھی رہا، تصویرکشی کے متعلق آپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کو اس واقعے کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں، جماعت اہل سنت کے ایک عظیم عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی یوں تحریر فرماتے ہیں:

ایک دفعہ آپ کے ایک مرید نے حج نفل کے لیے آپ سے اصرار کیا، تو راقم الحروف سے آپ نے رجوع کیا، راقم الحروف نے عرض کیا حج نفل کے لیے ابھی سارے علما نے تصویر کھنچوانے کی اجازت نہیں دی ہے، گو عموم ہونے کی وجہ سے شرعاً گنجائش ہے، لیکن حضرت بچیں تو بہتر ہے، کہ تقویٰ کا تقاضہ بہر حال احتیاط اور احتراز ہی ہے، خدا شاہد ہے کہ اسباب کی فراہمی اور اصرار مریدین کے باوجود بھی حضرت نے احتراز کو ترجیح دیا۔ (داڑھی کی اہمیت صفحہ ۳)

آپ گھریلو معاملات میں بھی سنت رسول ﷺ کا خیال رکھتے تھے، گھر میں اہل خانہ سے محلہ اور گاؤں والوں کے ساتھ بھی حسن اخلاق سے پیش آتے تھے، آج بہت ایسے مشائخ ہیں جن کے مریدین ان کے گاؤں میں تو کیا ان کے علاقے میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے، مگر یہ حضور خطیب البراہین کی ذات ہے کہ گھر گاؤں اور پورے علاقے میں ہر طرف نظامی رنگ دیکھنے کو ملتا ہے۔

گویا حضور خطیب البراہین کی مبارک زندگی کو جس بھی پہلو سے دیکھا جائے اس میں سنت نبوی کی جھلک نظر آئے گی، آپ کی زندگی سنت نبوی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم براہین و بیاں تم ہو



حضور خطیب البراہین: تصوف کے آئینے میں

مولانا محمد علی نظامی
سرپرست جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ، علی پور بازار، ضلع گونڈہ

تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں چند ہی ایسے بزرگ ملتے ہیں جن کے نام کے ساتھ صوفی کا لقب بطور جز استعمال ہوا ہے، جن میں سر فہرست چراغ چشتیت حضور صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے، جہاں کہیں بھی آپ کا تذکرہ کیا گیا وہاں صوفی کا لفظ آپ کے لیے لازمی طور پر لکھا ہوا ملتا ہے، آپ حضور عطائے رسول، خواجہ ہند، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اور مطمح نظر تھے، حضرت خواجہ ہند غریب نواز علیہ الرحمہ اپنی بارگاہ میں موجودہ لوگوں میں سے نماز باجماعت کی امامت کے لیے بالالتزام آپ ہی کو حکم دیتے تھے، حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ نے اپنی حیات ظاہری میں ترک دنیا کی عظیم مثال پیش کی، مخلوق خدا نے آپ کی بارگاہ میں چراغ عقیدت روشن کیے اور بندگان خدا نے آپ کو صوفی کے لقب سے یاد کیا۔ حضور خطیب البراہین نظام الملۃ والدین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین خاں رضوی علیہ الرحمہ نے بچپن ہی سے لہو ولعب سے کنارہ کش رہے، دور طالب علمی میں آپ کی سادہ زندگی دیکھ کر ہم سبق ساتھیوں اور علمائے برحق نے آپ کو صوفی کے لقب سے ملقب کیا، یہاں پیر طریقت رہبر شریعت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین خاں رضوی علیہ الرحمہ کے ایک ساتھی کا بیان قارئین کے حوالے کر دینا موزوں سمجھتا ہوں:

راقم الحروف حضرت علامہ اشرف العلما سید حامد اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ممبئی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا، ساتھ میں عالی

جناب سیٹھ میر محمد بھی تھے، گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو دوران گفتگو میری زبان پر مرشد برحق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا ذکر آگیا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا نام سن کر فوراً اشرف العلمارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”میاں ان کی کیا بات کرتے ہو انھوں نے اوائل عمر ہی میں ترک دنیا کی ایک عظیم مثال پیش کی ہے، جس کی وجہ سے ہم سبق ساتھیوں اور علمائے ربانین نے صوفی کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا تھا، رفتہ رفتہ صوفی کا لفظ آپ کے لیے بطور لقب استعمال ہونے لگا اور آہستہ آہستہ اس لقب کی اتنی شہرت ہوئی کہ اب کسی مجلس کسی جلسے میں کسی درس گاہ میں اور ملک کے کسی مقام پر حضرت صوفی صاحب کا لفظ بولا جائے تو ذہن فوراً آپ ہی کی طرف منعطف ہوتا ہے، اس دور میں پورے ملک میں بالعموم اور صف علما میں بالخصوص صوفی صاحب کے لقب سے آپ ہی کو یاد کیا جاتا ہے، پیرانہ سالی میں بہت سارے لوگوں کو محدود حلقے میں صوفی کے لقب سے نوازا گیا ہے لیکن عنفوان شباب سے خلعت صوفیت آپ کے تن ناز پر اس خوبی سے آراستہ ہوئی کہ اسے آپ کی ذات سے الگ ہی نہیں کیا جاسکتا ہے، اس موقع پر لفظ صوفی کے تعلق سے تھوڑی گفتگو ضروری ہے تاکہ اس کی وضاحت ہوجائے کہ اس لفظ کی ابتدا کیسے ہوئی، اس کا ماخذ کیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں تشریف لائے، راوی کا بیان ہے کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا، جس سے پتہ چل رہا تھا کہ آپ کسی اندرونی کیفیت سے بہت زیادہ متاثر ہیں، آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: دنیا سے صفائی چلی گئی اور اس کی کدورت باقی ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ صوفی کا لفظ حدیث شریف کے اسی لفظ صفا سے ماخوذ ہے جو صوفیا کی جماعت کے افراد کے لیے بولا جاتا ہے اور جب کسی میں صفائی کا لوگوں کو احساس ہونے لگتا ہے تو کہتے ہیں ”هٰذا رجل صوفی“ یہ صوفی مرد ہے اور اگر اس طرح کی جماعت نظر آتی ہے تو اس جماعت کو جماعت صوفیہ کہنے لگتے ہیں، مگر عربی قواعد کے اعتبار سے لفظ صفا سے صوفی اور صوفیہ کا اشتقاق اور اس لفظ

صوفی کا قیاس نہیں بنتا اور زبان عرب کے قواعد اس کی موافقت نہیں کرتے، اسی لیے جو لوگ اسے لفظ صفا سے مانتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ لقب کے طور پر ہے اور اس میں قواعد کی پوری پابندی نہیں ہوتی ہے، کچھ مشائخ کا بیان ہے کہ صوفی کا لفظ عربی زبان کے لفظ صوف سے بنا ہے۔

صوف کے معنی ہیں اون، یعنی بزرگان دین دنیاوی لذت سے کنارہ کش ہوکر ریشمی اور سوتی کپڑوں کے استعمال سے پرہیز کرنے لگے اور انھوں نے طے کرلیا کہ وہ صرف اون کا ہی لباس استعمال کریں گے، کیوں اس میں کوئی صراحت نہیں ملے گی، اس کے پہننے کی وجہ سے شب بیداری آسان ہوگی، نیند کا غلبہ نہیں ہوگا (واضح ہو کہ جس زمانے میں اس لفظ کا استعمال شروع ہوا اکثر مشائخ کرام ان خطوں ہی سے تعلق رکھتے تھے جہاں اون کا لباس استعمال کرنا محنت شاقہ جھیلنا ہے، ایک گورنر کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بطور سند اون کا لباس پہنایا تھا) تو بزرگان دین جو صرف اون کا لباس استعمال کرتے تھے، انھیں اسی لفظ صوف کی وجہ سے صوفی اور ان کی جماعت کو جماعت صوفیہ کہا جانے لگا، اس طور پر صوف کا لفظ ان حضرات کے لیے بولنا عربی قواعد کے مطابق ہے اور اس میں عربی زبان کے کسی قانون کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا مسجد نبوی میں ایک جگہ کا نام صفہ ہے، صوفی کا لفظ لفظ صفہ سے بنا ہے یعنی وہ اللہ کے نیک بندے جو دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہوجاتے ہیں جس طرح اصحاب صفہ ساری چیزوں سے الگ ہوکر مسجد نبوی کے چبوترے پر بیٹھ کر رسول پاک ﷺ کی بارگاہ سے اکتساب علم فیض کرتے تھے، ایسے ہی لوگوں کو صوفی کہا جانے لگا، اس میں عربی لغت کی موافقت نہیں پائی جاتی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس ایک توجیہ کے علاوہ جس میں صوفی کا لفظ عربی زبان کے لفظ صوف سے ماخوذ مانا جاتا ہے، سب میں عربی قواعد اور لغت کی مخالفت لازم آتی ہے، اس لیے قرین قیاس بات یہی ہے، اول اول یہ لفظ صرف انھیں حضرات کے لیے استعمال ہوا جو لباس حریر

وقطن سے پرہیز کر کے صرف اون کا کمبل وغیرہ استعمال کرتے رہے، بعد میں یہ لفظ یعنی صوفی عام طور سے تارک الدنیا اور شب وروز یاد الٰہی میں مشغول رہنے والے بزرگان دین کے لیے استعمال ہونے لگا، چاہے وہ سوتی لباس ہی کیوں نہ زیب تن کرتے رہے ہوں، البتہ مشائخ کرام نے اپنے اپنے دور میں جن حضرات کو جن صفات کی بنا پر انھیں صوفی کہا وہ سب صوفی ہیں اور صوفی کی حیثیت سے ان کی شہرت ہوئی ہے، اس سلسلے میں بہت سارے اقوال ہیں جن کا مجموعہ جماعت صوفیہ ہے۔

تصوف کیا ہے؟

اس کے بارے میں پہلا قول: تصوف ہر اچھے اخلاق میں داخل ہونا اور ہر برے اخلاق سے نکلنا ہے۔

دوسرا قول: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق کے لیے جینا اور حق کے مرنا تصوف ہے۔

تیسرا قول: حضرت ابن منصور کی جانب منسوب ہے: صوفی وہ ہے جسے کوئی قبول نہ کرے اور وہ خود کسی کو قبول نہ کرے بلکہ وہ فنافی الوحدانیت ہو۔

چوتھا قول: ابوحمزہ بغدادی کا یہ ہے کہ صوفی صادق کی علامت یہ ہے کہ غنا کے باوجود محتاج ہو، عزت کے باوجود تذلل کا اظہار کرے اور شہرت کے باوجود اپنے کو چھپائے رکھے۔

اور حضرت عمر بن عثمان مکی فرماتے ہیں کہ صوفی کا ہر آنے والا وقت جانے والے وقت سے بہتر ہو، حضرت سمنون نے فرمایا کہ ساری چیزیں صوفی کی مملوک ہوں اور وہ کسی کا مملوک نہ ہوئے۔

حضرت روم سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا نفس کو اللہ کا فرمانبردار اس طور پر کر دینا جیسا اللہ چاہے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا تصوف یہ ہے کہ صوفی کے دل کا تعلق براہ راست خدا سے، حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ نے

فرمایا تصوف اختیار کرنا جو کچھ مخلوق الٰہیہ کے ہاتھ میں ہو اس سے بے پرواہ ہونے کا نام ہے۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا صوفی زمین کی طرح ہے جس پر اچھے برے سب چلتے ہیں اور نہیں نکلتی ہے اس سے مگر اچھی چیز اور انھوں نے دوسرے مقام فرمایا صوفی بادل کی طرح ہیں جو سب کو سایہ عطا کرتا ہے، اچھے برے سب ان سے مستفیض ہوتے ہیں اور فرمایا صوفی باران رحمت کی طرح ہے جن سے سب سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا صوفی وہ ہے جو مفلسی کی حالت میں پُر سکون ہو اور مالداری کی حالت میں کل مال خرچ کردینے والا ہو۔ شیخ شبلی نے فرمایا صوفی اللہ کی بارگاہ میں بلا تکلف کے بیٹھنے کا نام ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو مخلوق خدا سے کٹا ہو اور خدا سے ملا ہو۔ حضرت ابوتراب کہتے ہیں کہ صوفی کو دنیا کی کوئی چیز گدلا نہیں کرسکتی۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ میدان تصوف میں قدم رکھنے والوں کا ایک خاص طبقہ ہے جنھیں صوفی کے لقب سے نوازا گیا اور بڑا عظیم مرتبہ ہے، اکابر اولیا میں بھی سب صوفی نہیں ہیں اور جنھیں خلعت تصوف عطا کی ہوگی وہ مقام ولایت پر ضرور فائز ہیں، اوپر صوفی کے تعلق سے جتنی باتیں کہی گئی ہیں ایک ایک کا جائزہ لیں تو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ پر سب صادق آتی ہیں، ہر ہر صفت مرشد برحق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے قدزیبا پر خلعت فاخرہ کی طرح موزوں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مجھے قارئین پر پورا اعتماد ہے کہ ہر کام وہ خود بخوبی انجام دے سکتے ہیں لیکن چند صفات صوفیا کی تطبیق میں خود کردینا چاہتا ہوں تاکہ قارئین کرام کے لیے سہولت وآسانی ہو۔

تصوف اور صوفی کی تشریح میں آپ نے یہ قول پڑھا کہ صوفی زمین کی طرح ہے جس پر اچھے اور برے سب چلتے ہیں اور مخلوق خدا کے لیے اپنا سینہ چاک کرکے بہتر سے بہتر چیزیں خلق اللہ کو دیتی ہے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی شخصیت سید

الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے مذکورہ قول کی مکمل طوپر حامل نظر آتی ہیں، ان کی ذات گرامی سے عوام وخواص سب فیضیاب ہورہے ہیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لوگ فائدہ اٹھارہے ہیں، ان کی بارگاہ میں فیض پانے کے لیے کسی طرح کی کوئی دشواری کسی کو نہیں ہوئی، علما حوالہ جات کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور پوچھتے کہ حضور فلاں حدیث کہاں، فلاں روایت کہاں، فلاں واقعہ کہاں ہے سب کے جوابات آپ تسلی بخش دیتے، اس طرح علما کی پوری نسل آپ کی شخصیت سے فائدہ اٹھارہی تھی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مشہور کرامت جس میں آپ نے ایک بڑھیا کے سامنے "قم باذن اللہ" کہہ کر کھائی ہوئی مرغی کو پھر سے زندہ کردیا تھا، کے تعلق سے دشمنوں نے حوالہ کا مطالبہ کیا، بعض نوعمر علما نے ساکت ہوکر بغلیں بچانا شروع کردیا، یہ بات جب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے سامنے آئی تو آپ نے فرمایا یہ واقعہ فتاویٰ حدیثیہ میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل فرمایا ہے، پھر آپ نے کتاب مذکور لوگوں کو دکھادی جس پر مخالفین اس طرح خاموش ہوئے گویا ان کے منھ میں زبان ہی نہیں تھی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں مفکر اسلام علامہ محمد ادریس بستوی حاضر ہوئے، عرض کرتے ہیں کہ حضور سرکار دوعالم ﷺ شب معراج برق رفتار براق پر سوار ہوکر آسمان کی طرف تشریف لے گئے، خدا کی بارگاہ میں حاضری کے بعد واپسی کس طور پر ہوئی، اس کا ذکر کہیں نہیں مل رہا ہے، مجھے یہ تردد ہے کہ کہیں منکرین معراج پر جرح وتنقید نہ کرنے لگیں، حضور کرم فرمائیے! یہ سن کر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے حوالہ کی عبارت پڑھی تو مفکر اسلام علامہ محمد ادریس بستوی کی ساری ذہنی پریشانیاں دور ہوگئیں۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات پاک زرخیز زمین کی طرح آنے والوں کو مالا مال کررہی تھی، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ قول کہ صوفی زمین کی طرح ہے مکمل صادق آتی ہے۔

سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ قول کا دوسرا ٹکڑا زمین سے اچھی چیز نکلتی ہے، اس قول پر بھی مرشد برحق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات عملی طور پر منطبق ہے، آپ کے وجود سے کسی چیز کا خراب ہونا عوام الناس نے کبھی نہیں دیکھا، آپ کا تکلم، تبسم، سکوت، خطاب، سونا، جاگنا، چلنا اور پھرنا ایک ایک فعل اس طور پر صادق آتا ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے حسنات وخیرات کے چشمے پھوٹتے نظر آتے ہیں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول بہت ہی متہم بالشان ہے جس میں انھوں نے فرمایا صوفی بادل کی طرح ہے جو سب کو سایہ عطا کرتا ہے پھر فرمایا صوفی باران رحمت کی طرح ہے جس سے سب سیراب ہوتے ہیں۔ مذکورہ قول کی روشنی میں صوفی کا لقب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات پاک پر سوفیصد پر مبنی ہے کیوں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی ذات ابر کرم کی طرح لوگوں پر سایہ فگن ہے، آپ کے ظل کرم سے لوگ دینی ودنیاوی راحتیں محسوس کررہے ہیں، باران رحمت کی طرح آپ کا فیضان کرم سب کے لیے جاری وساری ہے جو جتنی استعداد وصلاحیت رکھتا ہے وہ اتنا ہی فیضیاب ہوتا ہے۔

حضرت نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا صوفی وہ ہے جو مفلسی کی حالت میں پُرسکون ہواور مالداری کی حالت میں کل مال خرچ کردے، حضور مرشد برحق حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ذات حضرت نوری کے قول کی مکمل آئینہ دار ہے، قلیل مشاہرے پر خدمت انجام دینے کے زمانے میں بھی آپ کے اطمینان وسکون میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، راضی بہ رضائے الٰہی ذکر واذکار، تعلیم وتعلم میں مشغول رہتے تھے، کسی نے ان سے تنگ دامنی کا کوئی شکوہ کبھی بھی نہیں سنا اور جب اللہ تعالیٰ نے فراغ عطا فرمایا تو آپ کی طرف لاکھوں کی تعداد میں بندگان خدا کا رجوع عام ہوا، عالم یہ ہے کہ جو کچھ فتوحات ہوتی ہیں دریا کے موج کی طرح رضائے الٰہی کے لیے صرف کردیتے تھے، ادھر کسی نے کچھ نذر پیش کیا ادھر آپ نے کسی حاجت مند کے حوالے

کر دیا، ان گنت افراد، مساجد و مکاتب آپ کے ممنون کرم ہیں، آپ ایک خدا شناس قلندر کی طرح حاجت مندوں میں بانٹتے ہوئے نظر آتے تھے، لیکن حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے تقسیم کرنے کی کیفیت فرمان رسول مقبول ﷺ کے عین مطابق ہوتی تھی، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بہترین صدقہ وہ ہے کہ دایاں ہاتھ دے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو'' آپ اسی طرح حاجت مندوں کی دست گیری فرمانے میں پوری شدت سے اخفا کا التزام فرماتے تھے۔

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفی
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام



حضور خطیب البراہین کا عشق رسول

مولانا محمد مکرّم خان مصباحی
پرنسپل دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

انبیاورسل سابقین عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کے حواریوں اور جاں نثاروں نے بھی اپنی اطاعت و فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اپنے نبی ورسول کی اطاعت ومددونصرت میں حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن مالک کل سید الرسل ﷺ کے متبعین اور پیروکاروں نے عشق مصطفی کا جو ہمہ گیر پیغام اور بین ثبوت دیا ہے دنیا اس کی مثال دینے سے قاصر ہے، صحابۂ کرام کے عشق رسول کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

عشق فراواں:

نبی کریم کے وصال کے بعد باتفاق رائے اصدق الصادقین، افضل البشر بعد الانبیا، عاشق وفادار، یار غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اور تمام صحابۂ کرام نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، ابھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے آقا ﷺ کی جدائی کے صدمے سے باہر بھی نہ نکلے تھے اور آپ نے ابھی مکمل طور پر خلافت کے امور کا انتظام بھی نہ فرمایا تھا کہ فتنوں کی گھٹائیں ہر طرف چھا گئیں، کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور اطراف مدینہ کے بہت سے لوگ دین اسلام سے منحرف ہوگئے، عیسائیوں نے عرب کے یہود و کفار سے مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل کرلیں، اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلے پر خود رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں روانہ کرچکے تھے، حالات کی سنگینی اور وقت کی نزاکت کا خیال کرکے مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب رونما ہوگیا، صحابۂ کرام کی

رائے تھی کہ لشکر اسامہ کو واپس بلا لیا جائے لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے خلاف پکار کر ارشاد فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابو قحافہ کے بیٹے سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جس لشکر کو رسول خدا ﷺ نے آگے روانہ فرمایا ہے اسے پیچھے لوٹائے، وہ روانہ ہو کر ہی رہے گا، ہرگز نہ رکے گا، اگرچہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں مگر میں رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا لشکر واپس نہیں بلا سکتا اور رسول اللہ ﷺ کے دست کرم کا باندھا ہوا پرچم اسلام ہرگز نہیں کھول سکتا“۔

محبت ہو تو ایسی، عشق ہو تو ایسا۔

ذرۂ عشق نبی از حق طلب
سوز صدیق و علی از حق طلب

جاں سے بھی پیارا میرا آقا:

شفا شریف میں ہے:

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ انہ قال لہٗ النبی ﷺ لانت احب الیَّ من کل شئ الا نفسی التی بین جنبی فقال لہٗ النبی ﷺ لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہٖ فقال عمر والذی انزل علیك الکتاب لانت احب الیّ من نفسی التی بین جنبی فقال لہٗ النبی ﷺ الآن یاعمر“ (شفا شریف جلد دوم صفحہ ۱۵)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب اتاری، آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اب کہیں تمھارا ایمان مکمل ہوا۔

وارفتگیٔ عشق:

"روی ان رجلاً اتی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ! لانت احب الیّ من اھلی ومالی انی لا ذکرک فما اصبر حتی اجئ فانظر الیک وانی ذکرت موتی وموتک فعرفت انک اذا دخلت الجنۃ رُفِعَتْ مع النبیین وانی دخلتھا لا اراک فانزل اللہ ھٰذا الآیت "ومن یطع اللہ ورسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسُن اولٰئک رفیقا۔" (سورۂ نساء)

مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کرم میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! آپ یقینا میرے نزدیک میرے مال واولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، جب آپ یاد آجاتے ہیں تو جب تک آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت نہ کرلوں قرار نہیں آتا لیکن اس دارفانی سے رخصت ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوکر آپ تو تمام انبیاورسل علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام میں ہوں گے اور میں نیچے درجے میں ہونے کی وجہ سے اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں آپ کو نہ دیکھ سکوں، یہ سن کر محبوب کائنات فخر موجودات ﷺ خاموش رہے، اتنے میں حضرت جبریل امین سدرہ کے مکیں علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر خدمت ہوئے "اور جو اللہ و رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیق، شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (کنزالایمان)

حدیث شریف میں ہے کہ "المرء مع من احب" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے تو جس کو رسول اللہ ﷺ سے عشق ہوگا اس کی عظمت ورفعت شان کا کیا پوچھنا۔

مذکورہ بالا فرمودات عالیہ سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین، صحابہ وتابعین، سلف صالحین، اولیائے کاملین اور علمائے دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، یہی وہ عشق رسالت

کی رنگینیاں تھیں کہ صدیق اکبر صداقت کے امام، عمر فاروق اعظم عدالت کے علمبر دار، عثمان غنی سخاوت کے پیشوا اور مولیٰ علی مشکل کشا شجاعت کے مقتدر بن کر چمکے۔

محبت رسول کی یہی کار فرمائیاں تھیں جو کبھی سلمان فارسی، خالد بن ولید، ضرار ،عبدالرحمٰن بن ابوبکر، امامین حسنین کریمین، امام زین العابدین، امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سیرت و کردار میں چمکیں، یہی عشق رسول کا جذبۂ صادق تھا جس نے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم، حضرت عبدالقادر جیلانی کو غوث اعظم، حضرت معین الدین چشتی کو سلطان الہند، حضرت نظام الدین اولیا کو محبوب الٰہی، حضرت امام احمد رضا کو مجدد اعظم اور حضرت مصطفی رضا خان کو مفتیٔ اعظم بنا دیا، یہی شمع رسالت کے عشق فراواں کی وارفتگی تھی جس نے مولانا امجد علی علیہ الرحمہ کو صدر شریعت، جلالۃ العلم حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو حافظ ملت اور حضرت شاہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کو خطیب البراہین، آسمان رشد و ہدایت کا آفتاب اور صوفیٔ ملت بنا دیا۔

حضرت محدث بستوی اور محبت حدیث:

ویسے تو حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں جو حضور کی محبت و عشق کے امتحان کی کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہیں ان میں سے ایک علامت حضور کا کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”من احب شیئا اکثر ذکرہٗ“ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے، اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ کی ہر ہر ادا میں عشق رسول نمایاں نظر آتا تھا کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے جب دیکھو تو سنت مصطفی ادا ہو رہی ہے اور شب و روز ذکر خدا اور ذکر مصطفی زبان پر جاری ہے، ایک محب کو اپنے محبوب کی ذات سے جس طرح محبت ہوتی ہے اسی طرح محبوب کے قول و فعل سے بھی محبت ہونی چاہیے، حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ نے اس پر عمل کر کے بھی دکھایا، حدیث

شریف میں ہے ”نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک پر ختم کرنا ستر بیماریوں کو دفع کرتا ہے۔ سبحان اللہ! حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ اس حدیث پاک پر بالدوام عمل فرماتے، ہر وقت کا کھانا نمک سے شروع اور نمک پر ہی ختم کرتے تھے۔ تقاضۂ محبت یہی ہے کہ محبوب سے محبت ہے تو اس کے قول و فعل بلکہ ہر ہر ادا سے محبت ہونی چاہیے، حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس میں محبت رسول خدا ﷺ کی جلوہ افشانیاں نہ ہوں۔

ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

محبوب کی پسند:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور نبی کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، میں بھی حضور نبی کریم ﷺ ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، میں سمجھ گیا کہ حضور کو کدو پسند ہے، اس لیے میں اسی دن سے کدو پسند کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کدو شریف کو اس لیے پسند کیا کہ یہ میرے محبوب کی پسند ہے۔ مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۷۷ پر ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کدو شریف پسند فرماتے تھے، مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے کہا مجھے تو پسند نہیں، یہ سن کر حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا ”جدد الایمان و الا لا قتلنك“ تجدید ایمان کرو ورنہ میں تم کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

مذکورہ بالا روایات اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے عشق رسول کو سامنے رکھ کر ہم محدث بستوی علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ حضرت کو عشق رسول اور محبت مصطفی کتنی ہے، کئی مرتبہ حضرت کے ساتھ دعوت میں

جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ اگر کدو شریف کی سبزی دستر خوان پر موجود ہے تو بڑی رغبت سے اس کو تناول فرماتے اور جن لوگوں کو معلوم تھا کہ حضرت کو کدو شریف بہت پسند تھا، وہ لوگ جب دعوت کرتے تو کدو شریف کا ضرور انتظام کرتے تھے، حضرت محدث بستوی علیہ الرحمہ کو کدو شریف صرف اس لیے پسند و محبوب تھا کہ یہ میرے آقا ﷺ کی پسند ہے اور جو چیز حضور نبی کریم ﷺ کو پسند اور محبوب ہو وہ ایک عاشق رسول کو ضرور پسند و محبوب و مرغوب ہوگی۔ کہنے والے نے کہا ہے۔

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں

حضور خطیب البراہین محدث بستوی علیہ الرحمہ اپنے پیارے آقا ﷺ کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور والہانہ عشق کے آداب کے تقاضوں کی تکمیل اس انداز میں فرمارہے ہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

عشق رسول ان کے دل کی دھڑکن بن گیا ہے، پیارے مصطفی ﷺ کی محبت وغلامی میں وہ اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ دنیا کی کسی ایسی چیز سے جو انسان کو صرف دنیادار بنادے کوئی سروکار اور کوئی غرض نہیں ہے۔ امام عشق و محبت نے خوب فرمایا ہے۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا



باب چہارم

فضائل و مکارم

خطیب البراہین علم وعمل کے ایک روشن مینار

مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی
چیف ایڈیٹر ضیائے حبیب میگزین، دار القلم لہرولی بازار، ضلع سنت کبیر نگر

یوں تو ہر دور ہر قرن وصدی میں شریعت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کے لیے ایسی شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں، جنھوں نے ضرورت پڑی تو اپنی جان عزیز قربان کر کے اپنے خون سے شریعت اسلامیہ اور دین محمدی کے تناور درخت کی آبیاری کر کے پرچم اسلام کو بلند کیا اور ضرورت پڑی تو زبان وقلم کی شمشیر آبدار کو بے نیام کر کے باطل کی سرکوبی کی اور برملا مذہب حق کی حقانیت کو واشگاف کیا۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی خطیب البراہین محی السنہ عارف باللہ حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بھی ہے۔ جن کی زندگی حیات ملی کا ایک مستقل باب اور جن کی سیرت وکردار درس وتدریس سے وابستہ اساتذہ اور میدان خطابت کے شہسواروں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ جنوری ۱۹۲۸ء کوتپہ اجیار کے مشہور ومعروف گاؤں اگیا میں ہوئی۔ والدہ عابدہ زاہدہ تلاوت قرآن پاک کے ساتھ ساتھ دلائل الخیرات کی تلاوت کی پابند تھیں۔ تہجد گزار والدہ کی دعاے سحر گاہی کا مظہر بن کر آپ کی شخصیت جلوہ افروز ہوئی آپ بچپن ہی سے متبع شریعت رہے۔ آپ نے تعلیمی سفر کا آغاز دار العلوم اہل سنت تدریس الاسلام سے فرمایا ۱۹۴۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ کا رخ کیا۔ وہاں پر ایک سال رہ کر اپنے روحانی مربی حضرت علامہ حاجی مبین الدین محدث امروہوی اور امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی سے اکتساب فیض کرتے رہے ۱۹۴۸ء میں ملک کی عظیم دانش گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور اساتذہ اشرفیہ بالخصوص حضور حافظ ملت کی

درس گاہ سے علم کی لازوال نعمتوں کو حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۵۲ء میں حضور حافظ ملت اور دیگر علما و مشائخ نے آپ کو دستار فضیلت سے سرفراز فرما کر خدمت دین متین کی ذمہ داریوں پر مامور کیا۔ آپ نے ان ذمہ داریوں کو کچھ اس طرح نبھایا کہ آج دنیا آپ کو خطیب البراہین، محدث بستوی، محی السنہ، عارف باللہ، مفتی صاحب اور صوفی صاحب جیسے مہتم بالشان القابات سے یاد کر رہی ہے۔

تبحر علمی:

آپ نے تمام مروجہ علوم وفنون متبحر اساتذۂ کرام سے بڑے ذوق وشوق، محنت ولگن کے ساتھ اکتساب علم کیا اور تمام علوم وفنوں متداولہ میں کمال حاصل کیا، درسی کتب کے علاوہ بے شمار علمی، فنی اور مذہبی کتابوں کا باریک بینی سے مطالعہ فرمایا، یہاں تک کہ آپ کی ذات علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ کی بحر بیکراں بن گئی۔ تحصیل درس نظامی وتکمیل علوم اسلامیہ کے بعد اتر پردیش، گجرات کے متعدّد مدارس اسلامیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، ۵۴، سال تک مسلسل منقولات ومعقولات کی سبھی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، محنت اور کمال مہارت کے ساتھ اسباق کی تفہیم اور دفع اعتراض ورفع اشکال آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ منتہی کتابوں کے متعلق مباحث کو ضبط وترتیب کے ساتھ طلبہ کے ذہن میں اُتار دینا آپ کی نمایاں خصوصیت تھی۔ آپ کی درس گاہِ فیض سے شعور وآگہی کی دولت حاصل کرنے والے طلبہ ہزاروں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوے ہیں، جو اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔

آپ نے جہاں ایک طرف اساتذہ، مفکرین، ادبا اور دانشوروں کا ایک عظیم دستہ قوم کو عطا کیا وہیں پر اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ دشمنان اسلام کو دعوت فکر دیتے رہے۔ آپ کے اس مجاہدانہ کردار کو دیکھ کر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

آپ نے مختلف وقتوں میں دارالعلوم اہل سنت فیض الاسلام قصبہ مہنداول ضلع سنت کبیر نگر ،دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات ،دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوامیں مسند تدریس کے شہنشاہ بنے رہے اور سب سے آخر میں آپ نے دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا کا انتخاب کیا اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے ۔ جہاں پر آپ ۲۰۰۹ء تک طالبان علوم نبویہ کو درس بخاری دیتے رہے۔ جس میں اخیر کے بیس سال تک آپ نے فی سبیل اللہ درس بخاری دیا اور ادارہ سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔

ماہ اپریل ۲۰۰۹ء سے نومبر ۲۰۱۲ء تک جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں میں رہ کر اپنے فیوض وبرکات کو تقسیم فرماتے رہے ،ادھر نومبر ۲۰۱۲ء جب ضعف بڑھ گیا تو آپ اپنے آبائی گاؤں اگیا تشریف لے گئے اور ۱۴ار مارچ ۲۰۱۳ء کو صبح آٹھ بجے آپ نے اپنی حیات مستعار کی آخری سانس لی اور اس دارفانی سے دار جاودانی کی جانب رحلت فرماگئے۔"انا للہ و انا الیہ راجعون"

آپ کا وصال یقینا دنیائے سنیت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے،آپ کے وصال کی خبر سن کر ملک وبیرون ملک سے لاکھوں عقیدت مند آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے آپ کے آبائی گاؤں اگیا میں اکٹھا ہونے لگے ،۱۵ار مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعہ مبارکہ آپ کی تدفین عمل میں آئی جس میں لاکھوں فرزندان توحید نے شرکت فرماکر اپنے اس عظیم قائد کو نمناک آنکھوں سے سپرد خاک کیا،آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے پڑھائی،جنازے میں ملک وبیرون ملک کے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

آپ زمانہ طالب علمی ہی سے نہایت ہی پرہیز گار اور تقوی شعار رہے۔آپ کے تقوی شعاری کا عالم یہ تھا کہ آپ کے ساتھی آپ کو صوفی صاحب کہنے لگے ۔ اس کی شکایت جب آپ نے بارگاہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ میں کی تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا !جی ہاں ہم بھی آپ کو صوفی صاحب کہتے ہیں ۔آپ صوفی صاحب ہیں اسی لیے تو لوگ آپ کو صوفی صاحب کہتے ہیں۔

اس مرد حق شناس کے منھ سے نکلے ہوئے جملے بار گاہ رب العزت میں اس قدر مقبول ہوئے کہ آج دنیا آپ کو صوفی صاحب ہی کے خطاب سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ نے اصلاح معاشرہ کے لیے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کیے جو مختلف رسالوں میں شائع ہوکر مقبول انام ہوئے۔ دلائل وبراہین سے لبریز آپ کے مضامین اصلاح معاشرہ کے موضوع پر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ آپ کے چند مضامین کو کتابی شکل دے کر دارالقلم لہرولی بازار سنت کبیر نگر سے شائع بھی کیا گیا ہے اور آنے والے وقتوں میں مزید پڑے ہوئے مضامین کو کتاب کی شکل میں شائع کیے جانے کی تیاری کی جارہی ہے تاکہ ایک عالم دین کی فکر کو عوام تک پہنچایا جاسکے۔

اوقات کی پابندی:

حضور خطیب البراہین بچپن ہی سے اوقات کی حد درجہ قدر فرماتے اور ان کی بھر پور نگہداشت اور پابندی فرماتے تھے، ایک لمحہ بھی بیکار ضائع نہیں ہونے دیتے، عام علما کا تو یہ حال ہے کہ چھٹی کے ایام اور فراغت کے اوقات سیر وتفریح اور دیگر غیر ضروری امور میں صرف کر دیتے ہیں اور ان میں مطالعہ کتب، علمی مذاکرہ، درس وتدریس اور دیگر علمی مشاغل کو شجرۂ ممنوعہ سمجھتے ہیں۔ مگر حضور خطیب البراہین کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ آپ نے اپنے اوقات مختلف دینی وملی، علمی وفنی، تقریری وتحریری اوراد ووظائف جیسے امور کے لیے بانٹ رکھے تھے جن کی آپ ہر موسم میں پابندی فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر وبیشتر زبان مبارک حضور اکرم ﷺ کی مدح وستائش اور ذکر خدا سے تر رہتی تھی اور محبت رسول اور اطاعت حکم رسول میں اپنی زندگی کا بیشتر اثاثہ صرف فرمادیا۔

مہمان نوازی:

مہمان نوازی، سخاوت اور فیاضی مومن کے اخلاق کریمانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ان اوصاف میں بھی نمایاں تھے۔ آپ کا روزانہ کا

معمول تھا کہ صبح اور شام اساتذہ تنویر الاسلام امرڈوبھا آپ کے کمرہ میں تشریف لاتے اور آپ روزانہ اپنی جیب خاص سے ناشتہ اور چائے کا انتظام فرماتے، اس کے علاوہ باہر سے آنے والے مہمانوں کا بھی ایک سیل رواں رہتا جن کی ضیافت کا فریضہ بھی آپ بحسن وخوبی انجام دیتے اور اپنے دست مبارک سے جوکچھ رہتا انھیں پیش فرماتے اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو کسی کو معاوضہ دے کر کھانے کا انتظام فرماتے، اکثر ایسا ہوتا کہ اگر کوئی مہمان تاخیر سے آجاتا تو اپنا کھانا اسے پیش فرمادیتے اور خود قناعت کر لیتے اور آنے والے مہمان کو یہ محسوس نہیں ہونے دیتے کہ خود بھوکے ہیں اور جب گھر تشریف لاتے تو حکم فرماتے کہ ہمارے بھائیوں کو ساتھ میں کھانے کی اطلاع دے دی جائے جب سب لوگ حاضر ہوتے تو ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔ آپ کی آمد سے ملاقات کرنے والوں کا ہجوم ہوجاتا فرماتے چائے پانی لاؤ بغیر کچھ کھائے کسی کو واپس نہیں جانے دیتے تھے اگر لانے میں تاخیر ہوتی تو سخت ناراض ہوتے۔ آپ کی بارگاہ میں غربا ومساکین اور ضرورت مند آتے تو اُن کی ضرورت کے مطابق انھیں عنایت فرماتے، بیواؤں اور یتیموں کے لیے ماہانہ خرچ کا انتظام فرماتے، کسی سائل کو بغیر کچھ عطا کیے واپس نہیں کرتے تھے۔ بیواؤں، یتیموں اور غربا کی شادیوں میں اپنی استطاعت کے مطابق ان کی بھرپور مدد فرماتے تھے۔

قوت حافظہ:

رب کریم نے حضور خطیب البراہین کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جس کا اندازہ آپ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ان کلمات سے بخوبی لگا سکتے ہیں فرماتے ہیں: حضرت مولانا نظام الدین صاحب زید مجدہٗ اپنی تقریروں میں اس امر کی پابندی کرتے ہیں کہ جوکچھ بیان کرتے ہیں قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں اگر بات قرآن کی ہے تو پارہ نمبر سورہ اس کے نام کی وضاحت کے ساتھ، اگر حدیث کی ہے تو کتاب اور مصنف کا نام حدیث کی عبارت جلد وصفحہ کا

بیان اور سطر سطر کی توضیح اور بسااوقات کس مطبع میں کتاب چھپی اس کا بھی حوالہ پیش کرتے، تقریر میں زبان سے نکلی ہوئی دینی ایمانی اور اسلامی بات کو حوالوں اور شہادتوں سے مزین کرکے پتھر کی چٹان اور دبیر ملک کا بیان بنادیتے ہیں۔ جسے نہ کاٹا جاسکے نہ بدلا اور ہٹایا جاسکے اور موقع بموقع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام کی چاشنی سے اپنے کلام میں عشق ومحبت کی شیرینی گھول دیتے ہیں اور عالم یہ ہوتا کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی مولانا اپنے بیان کی کیفیت میں خود ڈوب جاتے اور سننے والوں کا یہ حال کہ شخص ششدر وحیران ٹکٹکی باندھے ان کا چہرہ دیکھ رہا ہے اور ان کی باتیں سن رہا ہے۔اور دل میں سوچ رہا ہے یا اللہ !مولانا کا علم کتنا وسیع ہے اور ان کا قوت حافظہ کتنا قوی ہے۔(خطبات خطیب البراہین ص:۴)

لیکن اس خداداد استعداد کے ساتھ محنت اور لگن، جہد مسلسل، عمل پیہم، جفاکشی، دماغ سوزی بھی ہوتو سونے پر سہاگہ ہوتا ہے اور اقبال مندی وارجمندی کے دروازے کھلتے ہیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے صرف اپنی ذہانت پر تکیہ نہ کیا بلکہ شوق وجذبہ کے ساتھ محنت ومشقت بھی فرمائی جس کے نتائج دنیاوالوں کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

آپ کی وہ تصانیف جو دارالقلم سے شائع ہوچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) داڑھی کی اہمیت (۲) کھانے پینے کا اسلامی طریقہ (۳) برکات مسواک (۴)اختیارات امام النبیین (۵) فلسفہ قربانی (۶) برکات روزہ (۷)حقوق والدین (۸)فضائل مدینہ (۹) فضائل تلاوت قرآن مبین (۱۰)فضائل درود (۱۱) خطبات خطیب البراہین۔

آپ کی شخصیت پر شائع ہونے والی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)دوعظیم شخصیتیں (۲) خطیب البراہین ایک منفردالمثال شخصیت (۳)آئینہ محدث بستوی (۴) خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں (۵) خطیب البراہین

آئینہ اشعار میں (۶) محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں (۷) احوال الصالحین۔(۸)تحفۂ نظامی وغیرہ

افسوس کہ اس عظیم انقلابی شخصیت سے آج ہم محروم ہوگئے، آئیے ہم عزم کریں کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے مشن کو زندہ رکھنے کے لیے ہم ہر ممکن کوشش کریں۔

مولیٰ تبارک وتعالی ہم سبھی احباب اہل سنت بالخصوص وابستگان سلسلہ کو آپ کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔



حضور خطیب البراہین: ایک منفرد المثال شخصیت

خلیفہ حضور حبیب العلما، علامہ عبد الرحمٰن مصباحی
شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خالق کائنات کے پسندیدہ و محبوب دین کی نشر واشاعت، تبلیغ و تشہیر، باخلاص فکر و عمل، ہادیان شریعت و مرشان طریقت کی مرہون منت ہے۔

ان مردان وفاکیش وصاحب ہمت و حوصلہ حضرات نے جس دل سوزی کے ساتھ محض رضائے خدا اور سول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے اپنا تن من دھن غرض کہ سب کچھ دین کی خدمت میں قربان کیا، تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، ان ارباب دعوت و عزیمت نے جس خوش اسلوبی کے ساتھ حق بندگی انجام دیا وہ ایک زریں تاریخ ہے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحر و بر، دشت و جبل صدائے توحید اور نغمۂ لاہوتی سے گونج اٹھے، کرۂ ارض کا ہر گوشہ ہر حصہ ذکر خدا اور سول کی پُر کیف نواؤں سے معمور ہو گیا، آپ مشرق و مغرب، جنوب و شمال، ایشیا و یورپ اور افریقہ و امریکہ جہاں چلے جائیے ہر آبادی میں ان گمنام شہیدان عشق و وفا کی عظمتوں کے نقوش صفحۂ ہستی پر مرتسم نظر آئیں گے، جنھوں نے خود کو تو فنا کر دیا لیکن تعلیمات خدا اور سول کو بقا و دوام عطا کر گئے، اپنے احوال و کوائف کی حفاظت و صیانت کا کوئی اہتمام نہیں کیا مگر دین اسلام کے اصول و فروع، کلیات و جزئیات کے تحفظ و فروغ کے لیے وہ جد و جہد فرمائی کہ عصر حاضر کے سائنٹفک اصول بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں، ان حضرات فکر و بصیرت نے محبوب حقیقی کے ذکر و فکر کو انسانی آبادیوں میں اس طرح تحلیل کر دیا کہ آج ہر طرف اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور قلب و نظر ان مبلغین دین اسلام و سنیت کی چوکھٹ پر

سرنگوں دکھائی دیتے ہیں۔

برصغیر ہندوپاک کی پاکیزہ مذہبی فضا بھی انھیں بزرگان دین وسلاطین اسلام کی پُرخلوص مساعی وجدوجہد کی خوشبوؤں سے عطربیز ونکہت آمیز ہے، جنھوں نے محمد بن قاسم، سلطان غوری اور سلطان محمود غزنوی کی تلواروں سے بہت پہلے اپنی بے داغ سیرت کریمانہ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو فتح کرلیا تھا اور ہزاروں موانع ومشکلات کی وادیوں کو عبور کرکے سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا، سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ العزیز نے مشرک استھان ہندوستان تشریف لاکر شجر اسلام کی آبیاری کی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک تناور درخت بن گیا اور اس کی شاخیں دلی، ناگور ،حیدرآباد، ممبئی اور گجرات وغیرہ ہند کے ہر علاقہ میں پھیل گئیں۔

سورج ہر روز عزیز وعلیم کے تقدیر سے اپنے مستقر کے لیے رواں دواں رہا اور چمنستان عالم اس کے طلوع وغروب کا منظر دیکھتی رہیں یہاں تک کہ ہند کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع بریلی میں ایک ایسا مرد کامل دین کا بطل جلیل رسول اللہ ﷺ کا ایسا سچا عاشق وفدائی پیدا ہوا جس نے اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ کی ایسی تجدید فرمائی اور دلائل وبراہین کا ایسا مینارہ تعمیر کیا کہ باطل پرستوں کی ساری سازشیں تار عنکبوت کی طرح بکھر کر رہ گئیں اور اسلام کا چمکتا دمکتا پُرنور چہرہ اپنی باطنی جذب وکشش کا مرکز توجہ بن گیا، آج دنیا اس جانباز مجاہد کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے جانتی ومانتی ہے۔

بارگاہ رضا کے فیض یافتہ وخوشہ چینوں کی تعداد تو بہت لمبی ہے لیکن فقیہ اعظم قاضی شرع متحدہ ہندوستان صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ کی ذات اس فہرست میں ہر جہت سے بالکل یگانہ ومنفرد وکافی ممتاز ہے کہ آپ نے درس وتدریس ومردم سازی کو اپنی زندگی کا ایسا مقصد بنایا کہ ہندوستانی درس گاہوں کی مانند پڑی ہوئی رونق لوٹ آئی اور علوم دینیہ وفنون عقلیہ کے اسرار ورموز کی ایسی گرہ کشائی فرمائی کہ

اسلاف کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ ہی کے تلمیذ خاص اور آپ کے نور علم سے اکتساب ضیا کرنے والے فرزند معنوی جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مشرقی یوپی کے ایک صنعتی قصبے مبارک پور میں علم وعرفان، فکر ودانش کا ایسا قلعہ تعمیر کیا کہ آج کشمیر سے کنیا کماری اور گجرات سے لے کر خلیج بنگال تک کوئی اس کا مماثل وہمسر نہیں ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جس اخلاص ودیانت داری اور ولولہ انگیزی وحوصلہ مندی سے اپنے تلامذہ کو فکر رازی وشعور غزالی کی دولت گراں مایہ سے نوازا اس کی داستان خود ایک طویل مقالے کی مقتضی ہے۔

سر دست مجھے آپ کے ایک کفش بردار تلمیذ رشید کی شخصیت کے تعلق سے اپنے افکار وتاثرات کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنانا ہے جنھیں لوگ رئیس الاتقیا، سید الاصفیا پیر طریقت، رہبر شریعت خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی علیہ الرحمہ سے یاد کرتے ہیں۔

حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کی ذات کس قدر پُر کشش ومرکز عقیدت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے ۳۴ سال پہلے جس وقت میری عمر ۹ یا ۱۰ کے قریب تھی اور ابھی شعور میں پختگی نہیں آئی تھی، بچپن کا زمانہ تھا اور میں اپنے گاؤں پکری آراضی کے مدرسہ اہل سنت رضاء العلوم میں زیر تعلیم تھا، گاؤں کے کچھ خوش عقیدہ واصحاب ذوق حضرات نے ایک دینی مجلس عید میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کا اہتمام کیا اور خطاب فرمانے کے لیے لوگوں نے حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کو مدعو کیا، جیسے ہی لوگوں کو حضرت کی آمد اور تشریف آوری کا پتہ چلا تو ہر فرد خوشی ومسرت سے جھوم اٹھا، ہر آدمی کے دل کی کلی شگفتہ ہوگئی، ہر شخص ان کا نام سن کر مچل اٹھا، پورے ماحول میں ایک دینی لہر دوڑا ٹھی، اب جدھر جائیے تو ہر طرف حضرت ہی

چرچا، انھیں کا ذکر خیر، انھیں کے کردار و عمل پر رائے، ایک منتظم اجلاس کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، جیسے ہی لوگوں کو علم ہوا تو آپ کی زیارت و شرف ملاقات کے لیے ایک ہجوم امنڈ پڑا، ہر فرد پوری عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوکر مصافحہ و دست بوسی کی سعادت حاصل کرنے میں مصروف تھا، میں بھی حضرت سے مصافحہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوا اور پہلی بار آپ کی زیارت سے شادکام ہوا، ملاقات کے بعد دیر تک حضرت کی آفاقی شخصیت کا سحر پورے وجود پر طاری رہا، ایک باعمل اور صاحب تقویٰ وطہارت عالم دین کی زیارت سے روح سرشار ہوگئی، دل میں سیکڑوں خیالات و تفکرات آتے جاتے رہے، حضرت کا نورانی چہرہ، مشفقانہ برتاؤ، گفتگو میں سادگی و متانت ایک دینی رہنما اور نائب رسول کی شرعی وجاہت دیکھ کر ایسا محسوس ہوا گویا ہم نے مقصد حیات پالیا ہے، کافی دیر تک لوگوں کی ملاقات کا سلسلہ چلتا رہا پھر طعام و نماز سے فراغت کے بعد حضرت اسٹیج پر جلوہ بار ہوئے۔

اناؤنسر نے آپ کی خطابت کا اعلان کیا، تقریر کیا تھی قرآنی تعلیمات، نبوی ارشادات کا ایک حسین گلدستہ جس کی خوشبوؤں سے ہر کوئی مخمور و بے خود تھا، صاف زبان سنجیدہ و تبلیغی اسلوب، دلوں میں اتر جانے والے جملے، جو بات کہتے قرآن کی آیات کا حوالہ، الفاظ حدیث کا مکمل حوالہ دیر تک داد و تحسین کے نعرے بلند ہوتے رہے اور اخیر میں آپ کی دعاؤں پر جلسے کا اختتام ہوا اور حضرت قریب ہی اپنے آبائی گاؤں موضع اگیا تشریف لے گئے۔

میرا حضرت سے یہ پہلا ملاقات کا موقع تھا لیکن پہلی ہی بار میں حضرت کے عالمانہ وقار و ممکنت سے نہاں خانہ دل روشن ہو چکا تھا اور دل آپ کا گرویدہ و شیفتہ ہو چکا تھا، بعد کے ادوار سے نہ صرف یہ کہ نقش اول کو باقی رکھا بلکہ اس میں مزید نکھار ہی آتا رہا، اس کے بعد سیکڑوں بار دینی جلسوں اور نجی مجلسوں میں حضرت کی ملاقات کا موقع

میسر آیا لیکن ہم نے کبھی گفتگو میں بے احتیاطی کو ملاحظہ نہیں کیا اور ہر بار آپ کی مجلس سے بہتر ہی تاثر کے ساتھ اٹھا۔

کہنے کے لیے یہ ساری باتیں معمولی لگتی ہیں لیکن آج جو کردار و عمل میں بدعنوانیاں ہیں ان کے تناظر میں حضرت کے کردار و عمل میں مینارۂ عظمت کہا جاسکتا ہے۔

بزرگوں کے احوال جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اسے اگر محسوس و مشاہدہ کی شکل میں دیکھنا ہو تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دیکھو۔

حضرت کا آبائی گاؤں قدیم ضلع بستی کے تحصیل خلیل آباد کا مشہور تپہ اجیار کا موضع اگیا ہے لیکن ہم نے جب سے ہوش سنبھالا تو حضرت کو قصبہ امرڈوبھا کے دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کے شیخ الحدیث و مفتی کی حیثیت سے سنا اور جانا، ایک عظیم خطیب اہل سنت اور ناشر مسلک اعلیٰ حضرت کی حیثیت سے پہچانا، آپ کے کردار کی پختگی و بلندی کا عالم یہ ہے کہ آپ نے ہزاروں دینی جلسوں میں شرکت کی لیکن دنیاوی حرص و طمع کو اپنے قریب آنے نہیں دیا اور وعدہ خلافی تو آپ نے جانا ہی نہیں کیوں کہ مرد مومن کی یہی پہچان و شناخت ہے۔

حضرت کا سن ولادت ۱۵؍ جنوری ۱۹۲۸ء ہے اور علوم متداولہ سے فراغت کا سن ۱۹۵۲ء ہے، اس حیثیت سے آپ ۵۲ء سے تادم تحریر مسلسل اپنی دینی و مذہبی خدمات سے لوگوں کو فیضیاب فرماتے رہے اگر چہ آپ کے اوصاف حمیدہ کے مختلف و متعدّد پہلو ہیں اور بہت سارے معتقدین نے آپ کی شخصیت کے تابناک پہلوؤں کو قوم کے سامنے پیش بھی کیا ہے۔ لیکن آپ کی پاکیزہ حیات کے تین دور بہت ہی نمایاں و ممتاز ہیں اس لیے مجھے انھیں تینوں ادوار ہی کے تعلق سے کچھ تاثر قلم بند کرنا ہے۔

(۱) تدریس (مردم سازی):

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ ملک کے مختلف مدارس اسلامیہ میں ایک

دیانت دار اور مخلص ذمہ دار مدرس کی حیثیت سے کامیاب اور نتیجہ خیز تدریس کے فرائض انجام دیئے، دوران تدریس ہمیشہ نیک نیتی اور طلبہ کی خیر خواہی ہی کو ملحوظ خاطر رہی اور یہی مقصد پیش نظر رہا کہ جو طالب علم آپ کی بارگاہ میں آیا وہ محروم یا بددل ہو کر نہ جائے بلکہ گوہر مراد سے اپنے دامن پُر کر کے اٹھے، جب کہ تدریس بعض حیثیتوں سے تحریر و تقریر سے مشکل اور بہت ہی جاں گسل و زہرہ گداز عمل ہے کیوں کہ یہ در حقیقت دل کے مقفل گوشوں کو کھول کر دقیق و لطیف مضامین کو اس میں اس طرح نقش کر دینا ہے کہ وہ نقش کالحجر بن جائے اور جب حاجت ہو تو وہ مضامین معمولی توجہ سے مستخرج ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے مدرس پر واجب ہوگا کہ وہ طالب علم کے ذہنی استعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس طرح کلام کرے کہ اس کا ناپختہ ذہن اسے اچھی طرح ہضم کر کے اور اس کی خفیہ استعداد و صلاحیت تیزی سے نشو و نما پا سکے، آج جب کہ مدرسین کا قحط ہے اور سیکڑوں مدارس محض نمائشی و تجارتی بن چکے ہیں ان کے لیے مدرس کی عظمت کا ادراک کرنا بڑا مشکل ہے، تدریس کی معنویت اور اہمیت کا اندازہ لگانا ہو تو درج ذیل اقتباس بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں:

نواب مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر حضور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کی تدریسی صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا:

”میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مدرس جس کو کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں، انھیں میں ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں، ان کے ہاتھ سے طلبا کا فارغ ہونا اور سند پانا صاف بتا رہا ہے کہ ان کی ضرور استعداد ہے نام کے مولوی نہیں“۔ (روداد مدرسہ حافظیہ سعیدہ بابت ۵۸ء ۱۹۵۷ء)

مندرجہ بالا اقتباس کو ملاحظہ کریں اور غور فرمائیں کہ آج سے ساٹھ سال پہلے کا فن

کتنا مشکل اور دشوار ہے اس کی روشنی میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے بارے میں مفکر اسلام مولانا محمد ادریس بستوی کا یہ تاثر ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت خطیب البراہین کا انداز تدریس حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے طریقۂ درس کا پَرتَو ہے اسی انداز ولب ولہجہ میں تفہیم کرتے ہیں جس انداز میں حافظ ملت علیہ الرحمہ طلبہ کو سمجھایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ پچاس سال سے زائد عرصہ سے درس گاہ میں ایک بھی طالب علم ایسا نہیں نکلا جو حضرت کے طریقۂ درس سے مطمئن نہ ہو یہ بھی بڑی خوبی بلکہ کرامت ہے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے پر بھی طالب علموں کی صفوں میں بے اطمینانی کی کوئی لہر نہیں دوڑی اور سب کے سب آپ کی بارگاہ سے مطمئن ہوکر اٹھے"۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ چوں کہ بے حد سادگی پسند واقع ہوئے ہیں اس لیے آپ کا درس بھی بہت ہی سادہ اور صاف وستھرا ہوتا تھا، غیر ضروری اور بوجھل بھاری بھرکم اور پرپیچ انداز تعبیر سے آپ کا ملا احتراز واجتناب فرماتے ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے سب سے پہلے دارالعلوم اہل سنت فیض العلوم مہنداول میں بحیثیت صدرس منصب تدریس کو زینت بخشا اور تقریبًا چار سال تک اپنے فیوض علمیہ سے ادارے کی مقبولیت وشہرت کا سامان فراہم کیا پھر اپنے استاذ ومربی سلطان الواعظین حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے حکم کی تعمیل پر دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات تشریف لے گئے وہاں پورے پانچ سال تک دل جمعی اور حسن اخلاص کے ساتھ فرائض منصبی اداکرتے رہے ،دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں قیام کے دوران حضور رئیس الاتقیا الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کے فیض صحبت سے بھی آپ نے بہت کچھ اکتساب کیا اور اپنے آئینۂ قلب کو مجلی ومصفیٰ فرمایا خود ارشاد فرماتے ہیں:

"فقیر کے دل میں مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ساتھ جو والہانہ

عقیدت پیدا ہوئی یہ حضرت مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کی دین ہے"۔

لیکن جب علامہ اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات کو خیر آباد کہا تو آپ نے بھی وہاں سے علیحدگی اختیار کرلی اور دوبارہ قصبہ مہنداول تشریف لائے لیکن اس مرتبہ وہاں آپ کا قیام مختصر رہا پھر دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا چلے گئے، چار سال قیام کرنے کے بعد ۱۴، اپریل ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں ورود مسعود فرمایا اور اس ادارے کے ساتھ آپ کا ربط ایسا مضبوط ہوگیا کہ وہاں سے جانے کا خیال ہی ختم ہوگیا اور تاہنوز آپ کی پاکیزہ حیات کے شب وروز تنویر الاسلام کے صحن میں گذرے اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے دارالعلوم ارتقا کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

آپ نے تنویر الاسلام امرڈوبھا میں رہ کر تشنگان علوم اسلامیہ کی علمی پیاس بجھانے اور دین وسنیت کی خدمت کرنے کے ساتھ سیکڑوں حضرات کی مشکلات دور کیا اور ہزاروں طلبہ کی دینی وروحانی تربیت کی، سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہوکر آپ بلا معاوضہ احادیث کریمہ کی تدریس دینے میں مصروف رہے جو آپ کے حسن نیت کا بڑا روشن باب ہے۔

(۲)خطابت

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا"بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں اور بعض بیان جادو۔

مطلب یہ ہے کہ شاعری لفظوں کی شیرازہ بندی اور خیالی قضایا کا نام ہے جس کا اکثر حصہ فضول ہوتا مگر بعض اشعار آشنائی حیثیت رکھتے ہیں اور حکمت سے معمور ومفید اور نفع بخش ہوتے ہیں، واردات قلب، دلی جذبات واحساسات کی ترجمانی، ایسے عمدہ اور حسین ودلکش پیرایہ میں کی جاتی ہے کہ سامعین اس کے اثر سے اس طرح مغلوب ہوجاتے ہیں گویا ان پر جادو کردیا گیا ہے، مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں جب ہم

صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے خطاب کا تجزیہ کرتے ہیں تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی تقاریر ''از دل خیز د بر دل ریزد'' کی تصویر ہوتی ہے، آپ نے دعوت الیٰ اللہ دینی احکام و مسائل کی تبلیغ کے لیے ہزاروں مجالس میں خطبے دیئے اور ایسا انداز اختیار کیا کہ مجمع پر سحر و جادو کا سماں طاری ہو گیا۔

دل کشی و دل آویزی، قبول عام، اعتماد و استناد جیسے سیکڑوں الفاظ کے ذریعہ جس خطاب کو خراج پیش کیا جاسکتا ہے بلا شبہ وہ آپ کا خطاب ہے، آج تقریریں ایک تجارتی کاروبار اور پروفیشن ہیں، لیکن حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تقریریں اس قسم کے عیوب سے پاک ہیں۔ خالص سنجیدگی اور ٹھوس مضامین اور پُر مغز اقوال وارشادات کے ذریعہ غافل دلوں میں عشق وایقان کی روشنی بکھیرنا، لوگوں کو فسق وفجور اور خواہشات نفس کی پیروی سے پھیر کر صراط مستقیم پر گامزن کر دینا آپ کی نمایاں اور امتیازی خوبیاں ہیں۔

ہندوستان کے اکثر اضلاع میں آپ کی تقریر ہوتی رہتی تھی، جس میں منتظمین اجلاس کی طرف سے سرد گرم، تلخ و ترش ہر طرح کے معاملات کا سابقہ پڑتا رہتا تھا، مگر آپ نے کبھی شکوہ شکایت سے دوسروں کی دل شکنی نہیں کی۔

آپ کا خطاب پُر اثر اور دل کو چھو جانے والا ہوتا تھا، لفاظی اور فضول گوئی تو آپ نے سیکھا ہی نہیں، نہایت صاف شستہ زبان میں اعتقادی اور عملی مسائل کی ایسی ترجمانی فرماتے ہیں کہ سب کا دماغ بآسانی اسے قبول کرلیتا ہے، آپ سب سے پہلے خطیب ہیں جنھوں نے قرآن عظیم کی آیات کے حوالے میں رکوع، پارہ، صفحہ اور آیت نمبریوں ہی احادیث کریمہ کے حوالے میں کتاب، باب، فصل، صفحہ اور سطر کا التزام فرمایا، جس کے سبب علمائے عصر نے آپ کو خطیب البراہین کے لقب سے موسوم کیا۔

انداز خطابت ایسا منفرد المثال اور نرالا ہوتا کہ سامعین دوران تقریر اکتاہٹ یا گھبراہٹ محسوس نہیں کرتے، احادیث کریمہ اور اقوال ائمہ بیان کرنے کے وقت

حسب موقع و محل جب آپ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اشعار اپنے مخصوص لہجے میں گنگناتے تو سامعین پر جذب و مستی کا عالم طاری ہو جاتا، کیوں کہ یہ بات ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ متکلّم کے کلام کی تاثیر اس کی روحانی قوت اور باطنی سوز و گداز، تقویٰ شعار شخصیت، درست بازی و صداقت شعاری کا پرتو اور عکس ہوتی ہے۔

متکلّم اگر صاحب زہد و ورع، نیک طبیعت اور صاحب اخلاص و عزیمت ہے تو اس کا کلام سامع کو ضرور متاثر کرے گا، آج جن بزرگوں کے رشحات قلم عالم اسلام میں بطور وظیفہ پڑھے جاتے ہیں یہ ان کے اخلاص قلبی و سوز باطن کی تاثیر و برکت ہے۔امام قاضی عیاض، امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمہ کے قلبی شذرات یوں ہی نہیں شہرۂ آفاق ہیں بلکہ ان کی معنوی کشش لوگوں کو اپنا اسیر بنائے ہوئے ہے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ باوضو منبر رسول پر جلوہ گر ہوتے اور داد کی پرواہ کیے بغیر نیچی نگاہ کیے ہوئے لوگوں میں عمل کی رغبت، عشق کی روح پھونکتے نظر آتے تھے، مجمع کم ہو یا زیادہ اس سے کبھی بھی آپ منفعل نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ آپ یکساں خطاب فرماتے۔ میں نے متعدّد جلسوں میں آپ کے خطاب کو سماعت کیا ہے اور ہر بار دینی جذبات اور دردمندی کے مظاہرے کو محسوس کیا ہے۔

بیعت وارشات:

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ شیخ اعظم مرشد کامل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور دعوت دین کے لیے ملک کے مختلف گوشوں میں تبلیغی اسفار فرماتے رہے، متعدّد بار بعض عقیدت کیشوں نے آپ سے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن چوں کہ ابھی تک آپ کو اجازت نہیں تھی اس لیے بیعت لینے سے احتراز کرتے رہے، غالباً ۱۹۸۴ء میں جب آپ مارہرہ شریف عرس کی تقریبات میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تو اس موقع پر شارح بخاری حضور مفتی

محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے زیب سجادہ مخدوم الکل حضرت سید مصطفی حیدر حسن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے عرض کیا حضور صوفی صاحب کے ذریعہ دین کا بہت کام ہورہا ہے، ان کی طرف رجوع عام ہے، تقویٰ وطہارت کے جامع ہیں اور قادری بھی ہیں، لہٰذا انھیں خلافت سے سرفراز فرمائیں، اس کی تائید محدث کبیر و دیگر حاضرین نے بھی کی، اس طرح بلا طلب مخدوم الکل حضرت سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ نے آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا اور دستار بندی فرماکر سلسلۂ برکاتیہ کی اجازت سے نوازا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے استاذ محترم سید الاصفیا حضرت مولانا الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ نے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی خلافت کا شہرہ جیسے ہی ہوا خلق خدا آپ کے سلسلے میں منسلک ہونے کے لیے ٹوٹ پڑی، آپ کی مقبولیت کا عالم یہ ہوا کہ مقامی حضرات کثیر تعداد میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کے لیے بے قرار ہوگئے، جب کہ عام طور پر پیران طریقت کا حال یہ ہوتا ہے کہ مقامی طور پر ان کا وہ مقام نہیں ہوتا جو وطن سے دور ہوا کرتا ہے۔ لیکن صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اس خصوصیت میں منفرد المثال اور یگانۂ روزگار ہیں۔



حضور خطیب البراہین: الجامعۃ الاشرفیہ کے لائق فرزند

مولانا محمد ادریس بستوی
نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

زبدۃ الاصفیا، خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان جماعت اہل سنت کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (عربک یونیورسٹی) جو پورے عالم اسلام میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، جس کے فضلا پوری دنیا میں اپنے فضل وکمال کے انوار بکھیر رہے ہیں، یورپ ہو یا ایشیا، امریکہ ہو یا افریقہ کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اس ادارہ کے فارغین دین اسلام کی اشاعت اور قوم کی مذہبی قیادت نہ کر رہے ہوں، اسی ادارہ کے باشعور فارغین عالم اسلام کو امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر صائب سے لوگوں کو روشناس بھی کرا رہے ہیں اور ان کی مہتم بالشان تصنیفات بالخصوص فتاویٰ رضویہ کو لائبریریوں اور دانش گاہوں تک پہونچا رہے ہیں، ان فضلا کی فہرست بہت ہی طویل ہے، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی فخر روزگار خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات بھی ہے، جنھوں نے بانی الجامعۃ الاشرفیہ جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ محدث مرادآبادی سے براہ راست اکتساب فیض کیا اور انھیں کے ہاتھوں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

فارغین اشرفیہ پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو ان میں بہترین مناظر، عالمی شہرت کے حامل خطیب، اعلیٰ معیاری کتابوں کے مصنف، درسی کتابوں کے محشی، بلند پایہ صحافی اور قابل قدر قومی قائد پائے جاتے ہیں، فضلائے اشرفیہ میں لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے خانقاہی نظام چلانے والوں کی بھی ایک معتدبہ تعداد موجود رہی ہے، جن میں

اشرف العلما سید حامد اشرف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ بانی سنی دار العلوم محمدیہ ممبئی، گدائے خواجہ حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب چشتی قادری (اجمیر معلی)، حضرت مولانا غلام آسی صاحب، حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کچھوچھہ شریف، حضرت مولانا سید اظہار اشرف صاحب سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ وغیرہ وغیرہ، انھیں میں حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی بھی ہے اور اب تو انھیں عام طور سے پیر طریقت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ریکارڈ کے مطابق ہندو بیرون ہند کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔

حضرت موصوف نے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد درس وتدریس کی خدمت انجام دینا شروع کیا اور ملک کی متعدّد دینی درس گاہوں میں پورے اخلاص کے ساتھ درسی خدمات انجام دیتے رہے، آپ کی ذات سے فیضیاب ہونے والے لوگوں میں ملک گیر شہرت کے حامل فضلا اور خطبا پائے جاتے ہیں، اسی دوران جب آپ درسی خدمات انجام دے رہے تھے، آپ نے دینی جلسوں کو خطاب کرنا شروع کیا، اللہ نے آپ کو گویائی قوت سے بھرپور نوازا تھا اور جس وقت آپ خطاب فرماتے تو پورے مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، مضامین کا سیل رواں، صاف شفاف پہاڑی ندی کی طرح بہتا چلا جاتا تھا، آپ کا طرز خطاب عام خطبا و مقررین سے بالکل منفرد تھا، جس مضمون کو بھی بیان کرتے تھے تو اس پر پہلے قرآن مقدس کی بطور دلیل آیت کی تلاوت فرماتے پھر شستہ ترجمہ کرتے تھے پھر صحاح ستہ سے دلائل کا انبار لگا دیتے تھے، اس کے بعد اقوال ائمہ و متبرکات بزرگان دین سے بھی اپنی بات کو مدلل فرماتے تھے۔ اللہ رب العزت نے حیرت ناک قوت حافظہ آپ کو عطا فرمایا تھا جس کا ثبوت دوران خطاب دیکھنے کو ملتا تھا، تقریر میں جس آیت کی تلاوت کرتے اسی آیت کی مکمل نشاندہی اس طور پر فرماتے تھے کہ سورہ کا نام، رکوع کی تعداد، آیت کا نمبر اور پارہ کی نشاندہی کر دیتے اور جس آیت کا بھی ترجمہ کرتے تھے اس میں یہ التزام رہتا تھا کہ کنزالایمان ہی کا ترجمہ پیش

کرتے، اسی طرح احادیث مبارکہ بطور سند جب پڑھتے تو چاہے کتنی طویل حدیث ہو مکمل تلاوت فرماتے تھے، جس سے سامعین پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوجاتی تھی، پھر حدیث پاک کا پورا پتہ بتاتے تھے، اگر بخاری شریف میں ہے توکس باب میں ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی مطبع اور صفحہ کی نشاندہی بھی کردیتے تھے، اسی وجہ سے عوام کے ساتھ ساتھ علما بھی آپ کی تقریروں کو نہایت توجہ سے سنتے تھے، کیوں کہ علما کو ان احادیث کا ماخذ پورے طور پر معلوم ہوجاتا تھا اور وہ آسانی کے ساتھ اسے تلاش کرکے استفادہ کرتے رہتے تھے، خلاصہ یہ کہ جو بھی حدیث جس محدث کی پڑھتے اس کی اتنی مفصل نشاندہی کردیتے تھے کہ ادنیٰ صلاحیت والا بھی اسے آسانی سے تلاش کرلیتا اور اس سے فائدہ اٹھاتا، آپ کے ذریعے بعض نادرونایاب کتابوں سے بھی عام مسلمان اور علما روشناس ہوئے، فتوے کی مشہور کتاب فتاویٰ حدیثیہ کا حوالہ دے دے کر آپ نے اسے سکہ رائج الوقت بنادیا تھا، آپ کا طویل سے طویل خطاب بھی حشوزوائد سے پاک اور دلائل وبراہین سے مزین ہوتا تھا، اسی لیے علما ومشائخ نے آپ کو۔خطیب البراہین کے لقب سے اس طرح یاد کرنا شروع کردیا کہ خطیب البراہین گویا آپ کا علم ہوگیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وعظ قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کا ایک خوبصورت مرقع ہوتا تھا، کاش کوئی لائق وفائق عالم دین ان کے مواعظ کیسٹوں سے اتار کر کتابی شکل میں پورے طور پر شائع کردیتا تو یہ ایک عظیم دینی انسائیکلوپیڈیا لوگوں تک پہنچ جاتا جو آنے والی نسلوں کے لیے بہت ہی سودمند ہوتا، کتاب چاہے جتنی ضخیم ہوجائے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے جانثاروں میں بہت بڑی تعداد ایسے صاحبان ثروت کی ہے جن میں سے ایک ہی آدمی اشاعت کا پورا بار اٹھاسکتا ہے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ موجودہ دور میں طالبان رشدوہدایت کے لیے ایک سرچشمۂ فیض ہیں جس سے لوگ پورے طور پر سیراب ہورہے ہیں۔ ریکارڈ کے مطابق آپ کے دست حق پرست پر لاکھوں لوگوں نے بیعت کی ہے اور یہ سلسلہ

نہایت تیزی سے آج بھی ان کے صاحبزادے حبیب العلما صاحب قبلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بیعت ہونے والوں کے اندر بیعت ہونے کے بعد آناً فاناً عظیم انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، ایسے بہت لوگ مرید ہوئے جو بیعت ہونے سے قبل سجدوں کی لذت سے ناآشنا تھے جوں ہی آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے ان کی پیشانیوں میں سجدوں کی تڑپ پیدا ہوگئی اور وہ ایسے پکے نمازی ہو گئے کہ نماز تو نماز اب جماعت بھی ان سے نہیں چھوٹتی ہے جو روزوں کی لذت سے بے بہرہ تھے پکے روزہ دار ہو گئے، جن کے پاس حج و زکوٰۃ کا کوئی بھی تصور نہیں تھا وہ لوگ ایک ایک پائی جوڑ کر زکوٰۃ نکالنے لگے اور صرف یہ نہیں کہ خود ہی حج کر لیا بلکہ دوسرے غریب مسلمانوں کو بھی حج کرانے والے بن گئے، ان کی بارگاہ کا حال بالکل ایسا ہی تھا۔

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے مریدین پر ایک غائرانہ نگاہ ڈالیے تو صاف نظر آئے گا کہ ان کے مریدین کی صفوں میں اگر صاحبان ثروت و دولت نظر آتے ہیں تو وہیں مفلس و قلاش بھی اسی شان بے نیازی کے ساتھ جلوہ افروز دکھائی پڑتے ہیں، اگر ایک طرف صاحبان جبہ و دستار باادب دوزانوان کی بارگاہ میں بحیثیت مرید کامل بیٹھے ہوئے رہتے تھے تو دوسری جانب وہ لوگ بھی موجود ہیں جو علم سے ناآشنا اور تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ جب بھی کوئی ان پڑھ ان سے داخل سلسلہ ہوا تو انھوں نے اسے اوراد و وظائف بتانے کے بجائے قرآن پڑھ لینے اور مسائل صلوٰۃ جان لینے کی تاکید فرمائی، یہ ان کی توجہ کا ثمرہ ہے کہ ایسے بے شمار ان پڑھ جنھوں نے مرید ہونے سے قبل قرآن دیکھا بھی نہیں تھا وہ تالئ قرآن بن گئے اور مسائل نماز سے کماحقہ واقفیت حاصل کر لی۔ خلاصہ یہ کہ ان کے مریدین میں ہر طبقے کا انسان پایا جاتا ہے اور وہ حسب استطاعت اس کی رہبری فرماتے تھے، مرید کی ضرورتوں اور صلاحیتوں کے مطابق ان کی رہنمائی فرمانا آپ کا مخصوص شیوہ رہا۔

عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مریدین و متوسلین اپنے پیر کی بارگاہ میں مال کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ جہاں ایک طرف مالدار مریدین کا نذرانہ قبول فرماتے تھے وہیں دوسری طرف اس سے زیادہ حاجت مند مریدوں کی حاجت روائی بھی کرتے ہوئے نظر آتے تھے اور یہی طریقہ غریب تلامذہ کے ساتھ بھی انھوں نے جاری وساری رکھا، ان کی بارگاہ میں آنے والا مال بالکل آب رواں کی طرح ہوتا تھا، ایک طرف سے آتا تھا اور دوسری طرف سے چلا جاتا تھا۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے نہ صرف مجھے شرف تلمذ حاصل ہے ،بلکہ یہ فخر بھی ہے کہ میں ان کا پہلا شاگرد ہوں اور میرے لیے یہ سرمایہ حیات ہے۔افسوس کی ایسی جامع الکمالات شخصیت سے آج دنیا محروم ہوگئی۔

پروردگار عالم آپ کے مراتب کو بلند فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے عالم اسلام کو مالا مال فرمائے۔آمین



خطیب البراہین اور تصوف

مفتی عبدالحکیم نوری ناطق مصباحی
بانی: علامہ فضل حق اکیڈمی، بھوانی پور سدھارتھ نگر یوپی

تصوف:

التصوف هو علم يعرف به كيفية السلوك الى حضرت ملكوت الملك و تصفية البواطن من الرذائل و تحليها بانواع الفضائل. (معراج التشرف صفحہ:۵)

رب کائنات کی طرف سلوک کی کیفیت اور باطن کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ کرنے کو تصوف کہتے ہیں۔

صوفی:

خواص اهل السنّة المراعون انفسهم مع الله سبحانه و تعالیٰ الحافظون قلوبهم عن طوارق الغفلة باسم التصوف. واشتهر هذا الاسم لهولاء الاكابر قبل المأتين عن الهجرية. (کشف الظنون جلد ا صفحہ ۵۱۵)

اہل سنت کے وہ خوش نصیب افراد جو رب ذوالجلال کے آداب کی رعایت اور غفلت کی راہوں سے اپنے دلوں کی حفاظت کرتے ہیں انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ ۲۰۰ (دوسو) ہجری سے قبل ایسے اکابر کے نام سے لفظ صوفی موسوم ہوا ہے۔

بلا شبہ دل کی صفائی اور نفس کے امراض حسد ریاکاری وغیرہ سے اجتناب مرد مومن کے لیے لازم وضروری ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (سورۃ الانعام آیۃ ۱۵۱)

بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں، کھلی بے حیائی جیسے زنا لواطت وغیرہ سے اجتناب آسان ہے اور چھپی بے حیائی جیسے کبر و نخوت اور

حسد وریاکاری وغیرہ مشکل ہے، خودستائی میں اکثریت گرفتار ہے، جب کہ طریقت کی وادی میں قدم رکھتے ہی صوفی دعا کرتا ہے۔ ”اللہ اجعلنی ذلیلاً فی عینی“ رب ذوالجلال اپنی نظر میں ذلیل وخوار ہوجاؤں، صوفی بے جا بحث کا روادار نہیں ہوتا بلکہ اپنے خلاف فتوی پر بھی تاویل نہیں کرتا، حضرت منصور حلاج انا الحق کہنے پر فتوی کے خلاف یہ کہہ دیتے کہ الحق سے قبل عبد محذوف ہے تو جان بچ جاتی۔

علم صالحین کی صحبت، حصول بیعت، مجاہدہ، ذکر، خلوت صوفی کے اوصاف حمیدہ ہیں ان پر تفصیلی گفتگو سے ضخیم کتاب مرتب ہوجائے گی۔ بطور اختصار ان پر گفتگو کے بعد اپنے ممدوح خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کے اوصاف کا جائزہ پیش کروں گا۔

علم:

رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا یَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [فاطر:۲۸]

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

یَرْفَعِ اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (سورۃ المجادلۃ-آیت ۱۱)

اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا۔

حضور رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

من سلك طر يقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له طر يقاً إلى الجنة (رواہ الترمذی)

جو شخص علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالی اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے آقا ﷺ فرماتے ہیں:

ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه بحظ وافر (رواہ ابن ماجہ)

بے شک انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث بنانے کے بجائے علم کا وارث بنایا ہے جس نے اسے حاصل کیا اس نے نعمتوں کا بڑا حصہ حاصل کیا۔

صوفیاے کرام علم و عمل کے مجمع البحرین ہوتے ہیں اس لیے کہ علم بغیر عمل کے مفید نہیں ہوتا، ہمارے ممدوح خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ نے ہندوستان کے سب سے بڑے جامعہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں محنت و مشقت کے ساتھ حدیث، تفسیر، فقہ و کلام درس نظامیہ میں داخل تمام تر علوم و فنون کو حاصل کیا اور پوری حیات فقہ و حدیث اور تفسیر و کلام کا درس دیتے رہے آقا ﷺ کے فرمان عالی شان خیرکم من تعلم القران و علمه کے بہترین و برتر مصداق رہے، نماز باجماعت کی ادائیگی کے ساتھ تدریس کا حق ادا کرتے سینکڑوں کو عالم و فاضل بنانے میں کامیاب و کامران رہے علم و عمل کے نیر تاباں کے اندر تصوف کی پہلی شرط یعنی علم کی نورانیت کی جلوہ گری بطور احسن موجود ہے۔ یعنی وہ جگہ ہے کہ ہمارے ممدوح کو ان کے اساتذہ بھی صوفی صاحب سے یاد کرتے رہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صوفی علم و عمل کا نیر تاباں ہوتا ہے جاہل و مکار نہیں۔

صحبت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ [سورۃ التوبۃ:۱۱۹]

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ایمان و اسلام میں سچے اخلاص کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے صالحین و صادقین کی صحبت میں رہنے والا خود اخلاص و مروت میں یکتا و بے مثال ہو جاتا ہے۔

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال قيل: يا رسول الله أي جلسائنا خير؟ قال: "من ذكركم بالله رأيته، وزاد في علمكم منطقه، وذكركم فى الآخرة عمله. (مجمع الزاوئد جلد :۱ صفحه ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی میرے آقا ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کس کی صحبت بہتر ہے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی صحبت بہتر ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے جس کی گفتگو سے عمل خیر کی تحریک میں زیادتی ہو جائے جس کے کردار عمل سے آخرت یاد آجائے گویا کہ صالحین کی صحبت سے دلوں میں انقلاب کے ساتھ عمل صالح کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ منور و مجلی شخصیتوں کو نعمت عظمی سمجھ کر جو ان کی صحبتوں کا دلدادہ ہو جاتا ہے اسے صوفی کہتے ہیں۔ ہمارے ممدوح حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ صالحین عابدین کے مشتاق دید ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر وقت میں نہایت خاموشی کے ساتھ ان کے کردار و عمل کا جائزہ لیتے اور انہیں اپنانے کی کوشش بسیار کرتے۔ اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ سر کو جھکانے کے ساتھ خاموش رہتے بوقت ضرورت شائستہ گفتگو فرماتے۔ بارہا ان کی صحبت کی برکت ملی تو خود پوری حیات خاموش طبع ہونے کے ساتھ گردن قلب کی طرف جھکائے رکھا۔ دنیا جہاں سے کنارہ کش ہو کر قلب المومن عرش اللہ کے نظارے سے لطف اندوز رہتے خلاصہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت جو صوفی کے لیے شرط ہے میرے ممدوح کے اندر بطور اتم موجود ہے۔ لہٰذا انہیں صوفی کہنے والے حق بجانب ہیں۔ ذٰلك فضل اللہ یوتیه من یشاء

بیعت:

حضور اکرم ﷺ کے عہد زریں سے اب تک بیعت کا سلسلہ چل رہا ہے جو متّصل ہے۔ مشہور سلاسل چار ہیں۔ سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ نقشبندیہ، سلسلۂ سہروردیہ، چاروں کا مرجع ایک ہے۔ آج بھی شیخ طریقت اپنے شیخ سے اس نے اپنے سے یہاں تک کہ آقائے کائنات ﷺ تک سلسلہ متّصل ہے شیخ اپنے کامل مرید کو روحانی تربیت کے بعد اذن دیتا ہے۔ جسے صوفیا خلافت سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی

پہلے اذن پھر روحانی تربیت سے آراستہ کرتا ہے۔ چوں کہ بیعت گناہ کبیرہ وصغیرہ سے اجتناب اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو انجام دینے کا عہد ہے۔ صوفیا اسے لازم وضروری سمجھتے ہیں۔ جو قرآن و حدیث سے ثابت اور تواتر کے ساتھ ہونا بھی دلیل شرعی ہے ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ۔یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۔(سورۃ الفتح آیت ۱۰)

بے شک جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (سُورۃ الاسراء آیت ۳۷)

اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ. (الترغیب والترہیب، ج:۲، ص:۴۱۵)

مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے چوری اور زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کسی پر بہتان نہ باندھو گے اور گناہوں کا ارتکاب نہ کرو گے تم میں سے جو اپنے اس عہد کو پورا کرے گا رب کائنات اسے بڑا ثواب عنایت فرمائے گا۔

ہمارے ممدوح حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ قرآن و حدیث سے روشنی حاصل کرتے ہوئے شیخ طریقت کی تلاش وجستجو کی۔ قسمت نے انہیں

قطب زمانہ، غوث یگانہ، مفتی اعظم عالم مصطفی رضا بن امام احمد رضا کے مرکز روحانیت تک پہنچا دیا۔ شیخ طریقت نے توبہ کرانے کے بعد فیضان غوث الاعظم سے منور و مجلی فرما کر رخصت کر دیا۔ جہاں بھی رہے پیر و مرشد کی توجہ سے غوث اعظم کی عنایتوں کی برسات ہوتی رہی۔ بلاشبہ آپ عظیم المرتبت صوفی ہیں۔ آپ کا مشن قرآن و سنت کا آئینہ دار ہے۔ ذٰلك فضل الله یو تیه من یشاء.

ذکر الٰہی:

صوفیائے کرام ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں جس کے باعث انشراح صدر و اطمینان قلب اور روح کو منور و مجلی کرنے کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان کے سامنے حدیث قدسی اهل ذکری اهل مجالستی ہوتا ہے۔(اخرجہ الامام احمد فی مسند) میرا ذکر کرنے والے میرے اہل مجلس ہیں۔ یعنی انہیں قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے ذکر الٰہی کی مداوت کرنے والے کا دل زائل ہونے والی دنیا سے اچاٹ اور رحمت الٰہی کے دریا میں غوطہ زن رہتا ہے۔ اس میں تعجب نہیں اس لیے کہ صابر کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

ذکر کے متعدّد معنی ہیں کبھی ذکر بول کر قران کریم مراد لیا جاتا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ،

کبھی نماز جمعہ مراد لیا جاتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ

کبھی علم مراد لیا جاتا ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

اکثر مقامات پر ذکر سے تسبیح و تحلیل، تکبیر اور آقا ﷺ پر درود و سلام مراد لیا گیا ہے۔

صوفیائے کرام کا ذکر الٰہی کی مداومت قران و حدیث کی روشنی میں ہے رب

ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورۃ بقرہ آیت:۱۵۲)

تم میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا ارشاد خداوندی ہے:

یاَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاوَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا (سورۃ الاحزاب آیت ۴۲،۴۱)

اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی پاکی بولو۔

ارشاد خداوندی ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد:۲۸)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد سے دلوں کو چین ہے۔

آقائے کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ (رواہ البخاری)

اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ یعنی ذکر الٰہی کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ، يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا إِلَى حَاجَتِكُمْ. قَالَ: فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ، وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ: مَا يَقُوْلُ عِبَادِي؟ قَالَ: تَقُوْلُ: يُسَبِّحُوْنَكَ وَ يُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ: فَيَقُوْلُ: هَلْ رَأَوْنِي؟ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ. لَا وَاللهِ، مَا رَأَوْكَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ:

لَوْ رَأَوْكَ كَانُوْا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا، قَالَ : يَقُوْلُ : فَمَا يَسْأَلُوْنَنِي؟ قَالَ : يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّة، قَالَ : يَقُوْلُ : وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ : يَقُوْلُوْنَ : لَا، وَاللهِ، يَا رَبِّ، مَا رَأَوْهَا، قَالَ : يَقُوْلُ : فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا؟ قَالَ : يَقُوْلُوْنَ : لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً، قَالَ : فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ : يَتَعَوذُوْنَ : مِنَ النَّارِ، قَالَ : يَقُوْلُ : وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ : يَقُوْلُوْنَ : لَا وَاللهِ، يَا رَبِّ، مَا رَأَوْهَا، قَالَ : يَقُوْلُ : فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ : يَقُوْلُوْنَ : لَوْ رَأَوْهَا كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ : فَيَقُوْلُ : فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ : يَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيْهِمْ فُلَانٌ، لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ : هُمُ الْجُلَسَاءُ، لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ. (اخرجہ البخاری فی صحیحہ)

حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے کچھ فرشتے راستوں پر چکر لگاتے رہتے ہیں جب وہ کچھ لوگوں کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ انہیں اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ڈھک لیتے ہیں رب کائنات سب کچھ جاننے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں تیرے بندے تیری تسبیح وتکبیر اور تحمید بجالا رہے ہیں رب کائنات فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ کیا میرے بندوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں پھر پوچھتا ہے کہ اگر مجھے دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندے زیادہ سے زیادہ عبادت اور تسبیح وتحمید کا بجالائیں گے رب کائنات پوچھتا ہے کہ میرے بندے کچھ مانگ رہے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے جنت کے طلبگار ہیں۔ رب تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں جب رب تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندے رغبت اور طلب جنت

کے لیے زیادہ عبادت وریاضت تسبیح وتمجید میں مشغول رہیں گے ، رب تعالی پوچھتا ہے کہ کیا میرے بندے کسی چیز سے پناہ مانگ رہے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندے دوزخ سے پناہ مانگ رہے ہیں رب تعالی پوچھتا ہے کہ کیا میرے بندوں نے دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں رب تعالی پوچھتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیں تو اس سے فرار کے لیے سخت کوشش کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تسبیح وتحمید تکبیر وتمجید کا ورد کریں گے ، رب تعالی ارشاد فرماتا ہے فرشتو گواہ ہو جاؤ کہ ذکر کی محفل میں جو ہیں میں نے سب کی مغفرت کر دی۔ راوی کا بیان ہے کہ انہیں فرشتوں میں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان لوگوں میں فلاں بھی تھا۔ جو ذاکرین میں سے نہیں تھا۔ وہ کسی حاجت سے آیا تھا رب فرماتا ہے انہیں ذاکرین کی صحبت میں بیٹھنے والا تھا اور نیکوں کا ساتھی بدبخت نہیں ہوتا۔

قرآن وحدیث سے ذکر الٰہی کی برکتیں عیاں ہیں۔ صوفیائے کرام ذکر جہری ذکر خفی پاس انفاس ذکر قلبی کے خوگر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا دل عرش الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ قلب المومن عرش اللہ ، بسا اوقات خاموش رہتے ہیں۔ مگر پاس انفاس اور ذکر قلبی میں مشغول رہتے ہیں ۔ ہمارے ممدوح حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ ذکر الٰہی کے خوگر تھے۔ کبھی تلاوت قرآن مجید کے ذریعہ ذکر کبھی نوافل وتہجد کے ذریعے ذکر کبھی درود پاک کے ذریعے ذکر کبھی دلائل الخیرات کے ذریعے ، ذکر بوقت صبح یا عزیز یا اللہ بوقت ظہر یا کریم یا اللہ بوقت عصر یا جبار یا اللہ بوقت مغرب یا ستار یا اللہ بوقت عشاء یا غفار یا اللہ ، ذکر جہری تنہائی میں کرتے ذکر خفی لوگوں کے درمیان کرتے جب خاموش رہتے تو پاس انفاس اور ذکر قلبی میں مشغول رہتے تھے گویا کہ ذکر الٰہی ان کا شیوہ تھا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را۔

مجاہدہ:

صوفیائے کرام مجاہدہ کے خوگر ہونے کے باعث کبر ونخوت اور نفس کی تباہ کاریوں

سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام مجاہدہ کو اصل الوصول قرار دیتے ہیں۔ آغاز کی صحت انجام کے صحت کی نشاندہی کرتی ہے مجاہدہ میں پہلا مرحلہ نفس کی مخالفت ہے ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (سورۃ یوسف آیت ۵۳)

بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

جب جب نفس احکام خداوندی کو انجام دینے سے روکتا ہے تو معصیت اور احکام خداوندی کی مخالفت سے مسرور ہوتا ہے۔ جب صوفیائے کرام نفس کشی کرتے ہیں۔ مجاہدات اور تزکیہ کے بعد وہی نفس طاعات و عبادات سے سادہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جہاد و مجاہدہ دشمن سے مدافعت کا نام ہے۔ جہاد و مجاہدہ کے تین قسمیں ہیں۔ (۱) ظاہری دشمن سے جہاد (۲) شیطان سے جہاد (۳) نفس سے جہاد۔ تینوں جہاد مرد مومن کے لیے لازم و ضروری ہے۔ آیات قرانی اس پر شاہد عدل ہیں۔

(۱) جاھدوا فی اللہ حق جہادہ

(۲) جَاهِدُوا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

حضور رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جاهدوا أهواءكم كما تجاهدوا أعداءكم. اپنے نفس سے اس طرح جہاد کرو جس طرح اپنے ظاہری دشمنوں سے جہاد کرتے ہو۔

آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي اللهِ (الترمذی)

مجاہدہ وہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے نفس سے جہاد کرے۔

چوں کہ انسانی نفس تغیر و تبدل کا محتمل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انبیائے کرام کی بعثت کا کوئی مقصد نہ ہوتا۔ غصہ اس وقت مذموم ہے جب انسان اپنے لیے کرے وہی غصہ اس پر کرے جو احکام خداوندی کی مخالفت کر رہا ہو تو وہ مذموم نہیں محمود ہے۔ ہمارے

ممدوح مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ نے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا اور اپنے شیخ طریقت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات اوران کی روش کو اپنانے کے بعد کبر ونخوت سے دور اور نفسانی خواہشات کو بالائے طاق رکھا۔ نفس کی مخالفت سے نفس امارہ کو مار کر نفس مطمئنہ بنادیا۔ نفس کشی کے باعث جو نفس مذموم تھا وہ محمود ہو گیا۔ پوری زندگی تدریس تصنیف وعظ وتقریر میں گزار دی خود شنائی سے دور رہ کر مجاہدہ کے خوگر رہے۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء

خلوۃ:

صوفیاے کرام معین مدت کے لیے دنیاوی شغل کو چھوڑ کر رب ذوالجلال کے ذکر و فکر میں مشغول ہونے کا نام خلوت رکھتے ہیں، خلوت کی مشروعیت قرآن وحدیث سے ثابت بلکہ روحانیت کا آغاز خلوت سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاے کرام خانقاہ میں طالبین وسالکین کو دنیاوی مشاغل سے علیحدہ کر کے طالب مولا بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ مزمل آیت ۸)

اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو، نماز تلاوت کلمہ طیبہ دنیاوی خیالات کو چھوڑ کر انجام دو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلاَّ جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، فَكَانَ يَأْتِي حِرَاءً فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ- وَهُوَ التَّعَبُّدُ- اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَتُزَوِّدُهُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ (رواہ البخاری فی صحیحہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وحی کا آغاز سچے خواب سے ہوا جو رات میں خواب دیکھتے دن کے اجالے میں ظاہر وباہر ہو

جاتا پھر آقا ﷺ نے خلوت کو پسند فرمایا اور غار حرا میں خلوت نشیں ہو کر متعدّد رات کی عبادات میں مصروف رہے۔ اسی لیے زاد راہ ساتھ لے جاتے زاد راہ ختم ہو جانے کی بعد حضرت خدیجہ رضِی اللہ تعالی عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر زاد راہ لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے غار حرا میں ہی پہلی وحی آئی حق کا ظہور ہوا۔

صوفیائے کرام خلوت کو ظہور حق کا باعث اسی حدیث پاک سے سمجھتے ہیں خلوت گوشہ نشینی اعتکاف کا مقصد یہ ہے کہ دنیاداری کو چھوڑ کر رجوع الی اللہ کے ساتھ نماز اور ذکر الٰہی کے ساتھ فنا فی اللہ کے اعلی مقام پر فائز ہونا، ہمارے ممدوح حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ جلوت میں خلوت کے دلدادہ تھے۔ ماہ رمضان میں اعتکاف، مدرسہ میں تدریس کے بعد خود اپنے حجرے میں گوشہ نشین ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے دنیاداری سے دور رہ کر چند سالوں تک بلا تنخواہ ہے بخاری شریف کا درس خلوت نشینی کی کرشمہ سازی ہے، بلا شبہ جلوت میں خلوت کا لطف اٹھانے والے اپنے دور میں تصوف کے تاجدار تھے۔ ذٰلك فضل الله يو تيه من يشاء



حضور خطیب البراہین ایک عالم با عمل

مفتی محمد شہاب الدین نوری
صدر دارالافتادارالعلوم اہل سنت فیض الرسول، براؤں شریف

اللہ جل مجدہٗ نے اس دنیائے فانی میں بہت سارے نیک اور صالح بندوں کو پیدا فرمایااور صبح قیامت تک پیدافرماتا رہے گا، جن کے ذریعہ لوگ رشدوہدایت کے موتی حاصل کرتے رہیں گے، انھیں نیک بندوں میں ایک شخصیت حضرت صوفی صاحب قبلہ کی ہے جنھیں ساری دنیا خطیب البراہین، پیر طریقت، رہبر شریعت، بقیۃ السلف حضرت علامہ الحاج مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ نوری برکاتی کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے۔

موصوف ایک مستند عالم باعمل، صاحب زہدوورع وتقویٰ اور "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کی واضح تفسیر تھے، آپ نے اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کررکھی تھی اور عبادت وریاضت کو اپنی زندگی کا معمول بنارکھا تھا، خلق خدا کو شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی تلقین کرنا اور انھیں شریعت مصطفوی پر عمل پیرا رہنے کی تاکید کرنا آپ کا شیوہ رہا، آپ نے اپنی دینی واصلاحی تقریروں وتحریروں کے ذریعہ (جو قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہوتی تھیں) بہت سے لوگوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی محبت پیدا کردیا، اس کی وجہ یہ ہے اگر خطیب صاحب زہدوورع، نیک طبیعت وخصلت اور صاحب اخلاص ہوتواس کی بات لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیتی ہے، موصوف کی ذات اس بارے میں منفرد المثال تھی اور یہی نہیں بلکہ موصوف میں بہت ساری خوبیاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل پیدا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے خلق خدا کی کثیر تعداد ان کی

طرف متوجہ رہی اور ان کے دامن سے وابستہ ہوکر اپنے گلے میں قادری پٹہ ڈال لیا۔۔

آپ اپنے زمانے میں ایک محتاط ممتاز شخصیت کی شکل میں جانے اور پہچانے جاتے رہے، وضو، غسل اور تمام عبادات اور امور دینیہ و دنیویہ میں آپ حتی الوسع احتیاط برتتے اور سنت نبوی کی روشنی ہی میں سارے امور دینیہ و دنیویہ انجام دیتے نماز باجماعت ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے، ایسی شخصیت اس دور میں نایاب تو نہیں ،ہاں کم یاب ضرور ہیں، آپ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انھوں نے آپ کے دل کی دنیا ہی بدل دی، مخدوم ابن مخدوم حضور احسن العلما سیدی سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ مقدسہ نے حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو اپنا خلیفۂ مجاز بنایا اور سلسلۂ برکاتیہ کے فروغ کی ذمہ داری عطا فرمائی، یوں ہی سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے فروغ کے لیے حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج حافظ محمد مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنا خلیفہ بنایا، آپ نے مشائخ کرام کے ذریعہ سپرد کی گئی ذمہ داری کو بحسن و بخوبی نبھایا اور آج ہندو بیرون ہند میں آپ کے لاکھوں مرید و عقیدت مند نظر آتے ہیں اور دنیائے سنیت میں آپ ایک پیر کامل کی حیثیت سے پہچانے جاتے رہے۔

۱۹۵۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد آپ متعدّد اداروں میں خدمت دین متین کرتے رہے اور آخر میں اہل سنت کے ایک عظیم اور مشہور قلعہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر میں آپ منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے، جب آپ کی گورنمنٹی ملازمت ختم ہوئی تو اسی ادارے میں بلا معاوضہ رضائے الٰہی کے لیے بیس سالوں تک درس حدیث دیتے رہے جو حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی امتیازی شان ہے۔ آپ کے وصال سے دنیائے سنیت میں ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے جس کی بھرپائی مشکل نظر آرہی ہے۔

پروردگار عالم آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے فیضان کرم کو عام سے عام تر فرمائے۔ آمین.



خطیب البراہین: ایک انجمن

مولانا بدر الدجی مصباحی
صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت اشرفیہ ضیاء العلوم خیر آباد ضلع مئو

زبدۃ العارفین، خطیب البراہین، سیدی وآقائی حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ خلیفۂ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ جماعت اہل سنت کے علما و مشائخ میں ایک منفرد اور فقید المثال شخصیت کے مالک اور بے پناہ اوصاف و خصائل کے جامع تھے۔

زہد وورع، عفت وپارسائی، عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت، علم وحکمت، فضل وکمال، توکل واستغنا، شرم وحیا، تواضع ومنکسر المزاجی، صبر وتحمل، اتباع شریعت، ایفاے عہد، سادگی وکفایت شعاری، ایثار وقربانی، شاگرد نوازی وغربا پروری میں اپنی مثال آپ تھے، لباس کی سادگی کی بلندی اور قوت واثر ونفوذ کا عالم یہ تھا کہ جس مجلس میں جلوہ بار ہوتے تھے دل کی دنیا زیر وزبر ہو جاتی ہے، عرفان وآگہی کی ایک ایسی شمع فروزاں تھے جس سے رشد وہدایت کی تنویریں ضوبار ہوتی تھیں۔

آپ کی جودت طبع، ذکاوت وفراست، تبحر علمی حدیث دانی ونکتہ رسی کا بڑے بڑے اصحاب علم وفضل اور دیدہ وروں کو اعتراف تھا اور آج بھی ہے، ایک ہلکا پھلکا جسم رکھتے تھے لیکن عزم واستقامت اور ثبات قدمی کے ایک کوہ گراں تھے، کوثر وسلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں نگاہیں خمیدہ کیے ہوئے جب خطابت کے جواہر پارے لٹاتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امام بخاری وامام مسلم کی مجلس علم سے ابھی ابھی اکتساب فیض کیے ہیں، جس موضوع کو عنوان سخن بناتے اسے دلائل وبراہین اقوال ائمہ ومحدثین سے ایسا مزین وآراستہ کر دیتے تھے کہ اذہان وقلوب متحیر ہو جاتے اور اثنائے تقریر میں مقتضائے حال کے مطابق اپنے موقف کی تائید میں جب مجدد اعظم امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اشعار پڑھتے تھے تو سامعین پر کیف اور وجد طاری ہو جاتا تھا

اور جب مسند تدریس پر فائز ہوکر بخاری و مسلم کا درس دیتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنے زمانے کا کوئی حافظ حدیث ہے جو طالبان علوم نبوت کے سامنے احادیث کے زر و جواہر بکھیر رہا ہے، نجی مجلسوں میں شیرینی گفتار کا عالم یہ تھا کہ بیٹھ جائیے تو اٹھنے کا جی نہ چاہتا تھا، رخ روشن ایسی کھلی کتاب تھی جسے دیکھتے ہی دلوں کے بند دریچے خود بخود کھل جاتے، جس کے حق میں دعا کر دیتے تو اس کا نصیبہ سنور جاتا، کسی مریض کو ہاتھ لگا دیتے تو شفا مل جاتی، وادی کہسار میں قدم رکھ دیتے تو بہار آجاتی، اہل ایمان کے لیے جگر لالہ کی ٹھنڈک گستاخان رسالت کے سروں پر حضرت عمر کی تلوار، سکوت کا عالم طاری ہو تو ایک راز سربستہ، شریعت وطریقت پر آنچ آجائے تو قہر وجلال کا ایک دہکتا ہوا انگارہ، اپنے چھوٹوں کے لیے مجسم شفقت اور اپنے بزرگوں کے سامنے سراپا ادب و نیاز مندی کے پیکر تھے۔

آپ کے پند و نصائح، دعوت وارشاد، وعظ و تبلیغ سے ہزار ہا انسانوں کے دلوں میں عشق مصطفی کی قندیلیں آج بھی جل رہی ہیں، آپ کے دم قدم سے فکر واعتقاد کی نہ جانے کتنی تاریک وادیوں میں صبح اذعان ویقین کا اجالا پھیل گیا ہے غرضیکہ آپ دینی وقار اور اسلامی غیرت وحمیت کے ایک ایسے نادر نمونہ تھے جن کی مثال صرف تاریخ کے اوراق پر ہی مل سکتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ مشائخ مارہرہ کے برکاتی الطاف وعنایات کے گہوارۂ فیض تھے اور اس عظیم خانوادے کا روحانی فیض آج بھی آپ پر سایہ فگن ہیں اور تاقیامت سایہ فگن رہے گا۔

افسوس کہ آج وہ عظیم المرتبت وہ بلند پایہ شخصیت ہمارے درمیان نہ رہی جو خلوت میں بھی ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی۔

پروردگار عالم آپ کے مرقد انور کو انوار و تجلیات سے بھر دے اور آپ کے مراتب ودرجات کو بلند سے بلند تر فرمائے ہمیں اور جملہ احباب اہل سنت بالخصوص آپ کے مریدین ومعتقدین کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆☆

خطیب البراہین ایک جامع شریعت وطریقت شخصیت

مولانا ڈاکٹر انوار احمد بغدادی

سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

ماضی قریب میں برصغیر ہندوپاک کی جن ممتاز ترین شخصیتوں نے ہمیں داغ مفارقت دیا ان میں خطیب البراہین حضرت صوفی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بھی ہے، آپ کی عبقری شخصیت بڑی ہمہ جہت اور انقلاب آفریں تھی، بلکہ اگر آپ کو اپنے زمانہ میں شریعت وسنت کا سچا ترجمان کہا جائے تو ذرہ بھر مبالغہ نہ ہوگا۔

حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ ہر طبقۂ انسانیت کے لیے آئیڈیل تھے، ایک طالب علم کے لیے حضرت کی حیات مبارکہ نمونہ عمل ہے، آپ کی شخصیت عمل وعلم کا حسین سنگم نظر آتی تھی، آپ ایک طرف درس گاہ کے مسند نشیں تھے تو دوسری طرف بحر طریقت کے شناور بھی تھے۔

آج مدرسہ وخانقاہ میں بڑی دوری پیدا ہوچکی ہے، مدرسوں میں علم رہ گیا ہے، روحانیت نہیں ہے، اور خانقاہوں میں روحانیت کا دعوی ہے علم نہیں ہے، اگر ہم صوفی صاحب کی روش پر چلیں تو ہمارا ہر مدرسہ خانقاہ، اور ہر خانقاہ مدرسہ ہوگی، صوفی صاحب علیہ الرحمہ نے روحانیت وعلمیت دونوں کو جمع کر لیا ہے، گویا آپ کی ذات سے مدرسہ بھی آباد ہے اور خانقاہ بھی قائم ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں: ”من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینهما فقد تحقق“ اس اخلاقی وعلمی انحطاط کے دور میں اس قول کے سچے مصداق حضرت صوفی صاحب قبلہ ہی نظر آتے تھے، آپ کے یہاں تصوف بھی تھا اور تفقہ بھی، آپ ایک عظیم فقیہ بھی تھے اور بلند رتبہ صوفی بھی، اور یہی وہ بنیادی چیز ہے جس کے ناتے آپ اہل علم کے طبقے میں ایک زبردست عالم اور عوام کے نزدیک ایک مرشد برحق کی حیثیت سے متعارف تھے۔

آج ہماری خانقاہوں کا حال بڑا عجیب ہوگیا ہے، ایک پیرزادہ مرشد طریقت پہلے

بن جاتا ہے طالب علم بعد میں بنتا ہے ،اور بہت سارے خانقاہی صاحبزادگان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ وہ پیر بننے کے بعد طالب علم بننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں فرماتے ہیں ،اس سلسلے میں ہمیں غوث اعظم کی حیات طیبہ کو دیکھنی چاہئے ،آپ طالب علم پہلے بنے ہیں غوث اعظم بعد میں ،سوکھی پتیاں کھاکر ریاضت و مجاہدہ پہلے کیا ہے مسند ارشاد پر بعد میں بیٹھے ہیں ،یہی حال ہمارے صوفی صاحب علیہ الرحمہ کا تھا کہ آپ نے اولاً طالب علمی کی زندگی گزاری ،پھر تدریس شروع کیا اور اپنی اطاعت و عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے وقت کے عظیم شیخ طریقت بن گئے۔

ہمارے اسلاف کی شان بڑی نرالی ہے باحیات رہتے ہیں تو اپنے حال و قال سے رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے ہیں ،اور بعد وفات جنازہ میں کثرت ازدحام ،اپنے روحانی تصرفات ،اور فیوض و برکات سے خلق خدا کی رہنمائی فرماتے ہیں ،حضرت امام احمد بن حنبل اس کی واضح مثال ہیں ،آپ کی نماز جنازہ میں پہلی بار سب سے زیادہ ازدحام ہوا ،محتاط مورخین کے مطابق تقریباً ۲۵ ؍لاکھ لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ،عینی مشاہدین نے اس وقت بڑی پیاری بات کہی تھی کہ حضرت امام احمد مصائب و آلام کی بھٹی میں تپ کر خالص سونا بن چکے ہیں ،اس کثرت ازدحام کو دیکھ کر ۱۰ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسی دن اسلام قبول کر لیا تھا ،حضور صوفی علیہ الرحمہ کا حال بھی یہی تھا ،آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی ،پہلی بار اتنی زیادہ بھیڑ میں نے کسی کی نماز جنازہ میں دیکھی۔

اللہ رب العزت ہمیں حضور خطیب البراہین کا نعم البدل عطا فرمائے ،اور انہیں اعلی درجات سے سرفراز فرمائے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز بر داری کرے



حضور خطیب البراہین کا کشف

مولانا عبد المصطفیٰ ندیم نعیمی مصباحی

محدث عصر، مرشد برحق، شیخ کامل حضور خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ کی پاکیزہ اور منور و معطر زندگی، علم وعمل، خلوص وللٰہیت، تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت، تبلیغ ودعوت، ارشاد واصلاح، تزکیۂ نفس اور فراست باطنی وغیرہ بے شمار ظاہری اور باطنی محاسن سے عبارت تھی، درازی عمر اور جسمانی ضعیف ونقاہت کے باوجود مختلف سطح پر اصلاح باطن اور تطہیر نفس کا روحانی سلسلہ تادم حیات جاری رہا، جس کے نتیجے میں آج آپ کے تلامذہ، معتقدین، مریدین اور متوسلین لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں چھائے ہوئے ہیں، یقینا یہ اللہ عزوجل کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ زمانۂ طالب علمی سے ہی احکام شرعیہ کے سخت پابند رہے، جس وقت آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زیر سایہ کرم اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانے میں مصروف تھے، علما ومشائخ سے بارہا سنا گیا ہے کہ دارالاقامہ کے اس وقت کے نگراں کہا کرتے تھے کہ جب بھی فجر کے وقت طلبہ کو بیدار کرنے کے لیے ہاسٹل کا رخ کرتا، صوفی صاحب قبلہ کو بستر سے الگ، استنجا، مسواک اور وضو وغیرہ متعلقات نماز ہی میں مشغول پاتا۔ سبحان اللہ! سب جانتے ہیں کہ طالب علمی کا زمانہ کتنی آزادی اور بے باکی کا زمانہ ہوتا لیکن اس وقت بھی آپ کی دینی اور روحانی زندگی اس قدر منظم، مربوط اور مہذب نظر آرہی ہے کہ ہر زبان پکار اٹھتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خشیت الٰہی، محبت خداوندی اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی زندگی کا ہی غرہ تھا کہ جامعہ کے طلبہ اور آپ کے رفقا واحبا آپ کو اسی وقت صوفی صاحب کہہ کر پکارتے تھے لیکن آپ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے، چنانچہ آپ کے جانشین صاحبزادے حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی بارہا بیان فرماتے ہیں کہ والد صاحب قبلہ ایک روز حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں شکایت لے کے گئے کہ حضور! تمام طلبہ مجھ کو صوفی کہتے ہیں، شکایت سن کر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کی سادگی اور سنجیدگی دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا "آپ صوفی ہیں تب ہی تو تمام لوگ صوفی کہتے ہیں، آپ کو برا نہیں ماننا چاہیے اور لیجیے آج سے میں بھی آپ کو صوفی کہوں گا"

ایک دوسری روایت کے مطابق حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ "ابھی تو صرف لوگ صوفی کہہ رہے ہیں جب پوری دنیا آپ کو صوفی کہنے لگے گی تب آپ کیا کریں گے" واہ رے نگاہ حافظ ملت (علیہ الرحمہ)! آپ نے جو فرمایا وہ آج دنیا کے سامنے ہے کہ علی الاطلاق صوفی صاحب کے لقب سے آپ ہی کی ذات مراد لی جاتی ہے اور یہ مقدس لقب آپ کا علم بن گیا۔

حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے جملہ اوصاف حمیدہ الگ الگ تفصیلی مضمون یا کتاب کے متقاضی ہیں لیکن ذیل کے چند سطور کے ساتھ آپ کی فراست باطنی وایمانی کے متعلق اپنے محسوسات ومشاہدات اور ایسے واقعات پیش کر رہا ہوں جو مجھ تک درایۃً پہنچے ہیں، یقین ہے کہ یہ واقعات حضرت کے بہت سے مریدین ومتقدین ومتوسلین کے جذبات واحساسات کے ترجمان ہوں گے۔

ذکر واقعات سے قبل فراست ایمانی کے متعلق کچھ بات ہوجائے تو بہتر ہے، حضور رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"اتقوا فراسته المومن فانه ینتظر نور الله"

مومن کی فراست سے بچو! کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ فراست ایمان کیا ہے؟ اس سلسلے میں عارف باللہ حضرت ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ فراست وہ اٹھتے ہوئے انوار ہیں جو دلوں میں چمکتے ہیں اور ایسی متمکّن معرفت ہے جو غیبوں میں ایک غیب سے دوسرے غیب تک رازوں کو اٹھائے ہوئی ہے یہاں تک صاحب فراست اشیا کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح حق سبحانہٗ اسے دکھاتا ہے، اس طرح وہ مخلوق کے ضمیر کی باتیں بتانے لگتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ ۴۶۸)

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد علیہما الرحمہ دونوں مسجد حرام میں تھے کہ ایک شخص آیا تو امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا کہ میں اپنی فراست سے کہتا ہوں کہ یہ بڑھئی ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ لوہار ہے، اس پر انھوں نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے کہا کہ پہلے میں لوہار کا کام کرتا تھا مگر اب بڑھئی کا کام کر رہا ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

نیز مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ شاہ کرمانی بڑی تیز فراست والے تھے اور اس میں کبھی غلطی نہ کرتے اور فرمایا کرتے کہ جس شخص نے حرام سے اپنی نگاہ نیچی رکھی اور اپنے آپ کو شہوت سے روکے رکھا اور اپنے باطن کے مراقبہ کے ساتھ اور ظاہر کو سنت کی تابعداری کے ساتھ ہمیشہ آباد رکھا اور رزق حلال کھانے کا عادی ہوا تو اس کی فراست میں خطا نہیں ہوگی اور احمد بن عاصم انطاکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو، نیک نیتی سے بیٹھو اس لیے کہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں، یہ لوگ تمھارے دلوں میں اس طرح داخل ہوتے اور نکلتے ہیں کہ تم محسوس بھی نہیں کر پاتے۔ (رسالہ قشیریہ)

چنانچہ عارف کامل حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا کہ دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادی دروازے پر ہیں مگر میں نے اس خیال کو

دل سے دور کر دیا مگر پھر دوبارہ اور سہ بارہ خیال پیدا ہوا، نکلا تو جنید دروازے پر تھے، انھوں نے فرمایا ''پہلے خیال پر کیوں نہیں نکلے؟''

اس طرح تصوف کی کتابیں سلف صالحین کی فراست ایمانی کے جواہر پاروں سے لبریز ہیں:

ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

بلا شبہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ بزرگان دین کے سچے وارث اور امین تھے جنھوں نے خود کو اللہ ورسول کی محبت میں اس طرح فنا کر دیا کہ دنیا نظروں میں ہیچ ہوگئی اور پروردگار عالم نے آپ کو ایسی روحانی توانائی عطا فرمائی کہ نگاہوں سے حجابات اٹھ گئے اور یہ کیفیت ہوگئی کہ:

ع جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

آمدم بر سر مطلب، دل تھام کر بیٹھیے، میں ابھی کمسن تھا اور شعور بھی ابھی بالغ نہیں ہوا تھا، سلسلۂ قادریہ ایک عظیم شیخ معتقدین کی ایک جماعت کو داخل سلسلہ فرما رہے تھے، میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا تھا لیکن شجرہ نہ پایا اور نہ ہی یہ معلوم کہ رجسٹر میں نام درج ہوا کہ نہیں، اس وقت اتنی تمیز نہیں تھی لیکن اسی ادنیٰ تعلق سے خود کو سلسلہ عالیہ قادریہ کا غلام سمجھتا تھا لیکن وقت گزرتا گیا، زندگی گناہوں سے بوجھل ہوتی گئی، اصلاح اعمال کی فکر ہوئی تو شدت سے احساس ہوا کہ کسی شیخ کامل کا دامن تھامے بغیر یہ راستہ پر خار ہے، دل پہلے ہی سے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی عرفانی اداؤں کا اسیر تھا، زیارت وارادت کے لیے چل پڑا، اس وقت آپ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کی پرانی عمارت کے بالائی برآمدے میں تشریف فرما تھے، حضرت حبیب العلما مدظلہ العالی نے فرمایا کہ والد صاحب قبلہ پر ابھی جذبی کیفیت کا غلبہ ہے پھر بھی کوشش کرتا ہوں، آپ نے حضرت سے درخواست کی کہ نچلول سے ایک عقیدت مند داخل سلسلہ ہونے کے لیے آئے ہیں، یہ سن کر مجذوبانہ لہجے میں فرمایا اچھا! نچلول سے

آئے ہیں ؟اور پھر برآمدہ میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دور تک نکل گئے، کافی دیر کے بعد اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے اور غلامی میں داخل فرمایا، میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ اچھا ہوا کہ بچپن کے شیخ کا ذکر نہیں کیا ورنہ خطرح تھا کہ حضرت مرید نہ کرتے، یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے میری طرف دیکھ کر انگلی سے حاضرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معنیٰ خیز انداز میں فرمایا کہ ''یہ لوگ گواہ ہیں'' پھر جذبی کیفیت کا غلبہ ہوا اور دوسری طرف نکل گئے، میں سوچ رہا تھا کہ میں نے حضرت کو چھوٹی بڑی مجلسوں میں مرید کرتے ہوئے دیکھا ہے خود میرے گھر کے بچے بڑے سب حضرت ہی کے غلام ہیں لیکن کبھی یہ جملہ ادا نہیں فرمایا، میں نے محسوس کرلیا کہ حضرت نے دل کی چوری پکڑ کی ہے اور اس جملہ سے صرف یہ باور کرایا ہے کہ نسبت سابقہ کو دیکھتے ہوئے تو مرید نہ کرتا لیکن تمھاری تڑپ، لگن اور ضرورت دیکھ کر قدموں میں جگہ دے دی اور اس پر سب کو گواہ بناتا ہوں ،ابھی اس ورطۂ حیرت و استعجاب سے ابھر بھی نہ پایا تھا کہ ایک بجلی اور گر پڑی، دل دھک سے رہ گیا،وہ اس طرح کہ ہم اور ہمارے ساتھی تردد میں تھے کہ حضرت اپنے صاحبزادے حبیب العلما علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ خلافت واجازت عطا فرما چکے یا نہیں ؟کیوں کہ آپ کا خاندان خالص علمی ہے اور لوگوں میں تذکرہ ہے کہ کسی کو بھی جانشین بنا سکتے ہیں ،مولانا موصوف ستون کے پاس کھڑے تھے ،ہم اور ہمارے رفیق سفر بھی وہیں تھے کہ حضرت ذکر وفکر میں کھوئے ہوئے وہاں سے گزرے اور اچانک ہماری طرف متوجہ ہو کر صاحبزادہ موصوف کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا'' امام صاحب'' اور آگے بڑھ گئے، بعد تحقیق معلوم ہوا کہ آپ نے مولانا موصوف کو خلافت واجازت عطا فرمادی ہے۔

ابھی تین سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت ایک پروگرام میں تشریف لائے ہوئے تھے، میں بھی زیارت کے لیے پہونچا، آپ حسب معمول نگاہیں نیچی کیے ہوئے تھے، دست بوسی کرنے والوں کا ہجوم تھا، میں بھیڑ کے پیچھے بائیں جانب کچھ

فاصلے پر کھڑا سوچ رہا تھا کہ لگتا ہے دیر تک انتظار کرنا پڑے گا، اچانک حضرت گردن بائیں جانب موڑ کر اشارے سے بلانے لگے، یہ دیکھ کر ہجوم نے راستہ دے دیا اور دست بوسی کا موقع مل گیا، حضرت سر پر ہاتھ رکھا اور دعاؤں سے نوازا، اس پروگرام میں حضرت کی فراست باطنی کا ایک اور نمونہ دسترخوان پر دیکھنے کو ملا چوں کہ آپ دیر سے تشریف لائے تھے اس لیے جس تخت پر تشریف فرما تھے اسی پر دسترخوان بچھا دیا گیا، کھانا آ گیا، سب کھانے میں مشغول ہو گئے، یہ دسترخوان سلاد سے خالی تھا ،میں نے دل میں کہا کہ سلاد کے لیے کسے سے کہنا مناسب نہیں، ادھر کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت نے اپنے ہاتھ سے سلاد کی پلیٹ ادھر بڑھا دی، میں خوش بھی تھا اور شرسار بھی کہ جب حضرت دور دراز رہنے والے اس اجنبی گنہگار پر اتنے مہربان ہیں تو جنھوں نے خود کو آپ کے قدموں میں ڈال دیا ہوگا ان پر عنایتوں کا ساون بھادوں کس طرح برستا ہوگا۔

ابھی دو سال پہلے قصبہ نچلول سے معزز علما کی ایک جماعت زیارت کے لیے لہرولی گئی تھی، جس میں مولانا خیر اللہ حسینی، قاری ریاض الدین مصباحی اور مولانا محمد قاسم صاحب برہانی مصباحی کے اسما قابل ذکر ہیں، واپسی پر ان حضرات نے بتایا کہ جب ہم لوگ حضرت کے کمرے میں دست بوسی کے بعد بیٹھے تو گھر کا بنا ہوا کوئی خشک میٹھا پیش کیا گیا، قاری صاحب نے دل میں خیال کیا کہ میٹھا بہت لذیذ ہے، تکلف مانع نہ ہوتا تو اور کھاتا، حضرت فوراً حرکت میں آ گئے اور دونوں ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں فرمانے لگے خوب کھاؤ خوب کھاؤ...... آخر میں کچھ میٹھا پلیٹ میں باقی رہ گیا تو برہانی صاحب نے سوچا کہ اس کو بطور تبرک سمیٹ کر اپنے پاس رکھ لیں لیکن ان کے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی حضرت نے جلدی جلدی اسے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور واپسی کے وقت بہت کچھ تبرکات عطا فرمائے۔

ظاہر یہ واقعات معمولی لگتے ہیں لیکن حضرت کی صحبت میں رہنے والے اور آپ

کے احوال و کوائف سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ واقعات غیر معمولی ہی نہیں بلکہ نہایت غیر معمولی ہیں اور الفاظ و کلمات سے تو صرف واقعات کی تعبیر ہوتی ہے، عشق و روحانیت اور معرفت و حقیقت کے معانی اتنے نازک اور لطیف ہوتے ہیں کہ الفاظ و محاورات کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ ع

فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں



تا حشر سلامت رکھا یا رب اس میکدۂ روحانی کو

مدہوش ہوں میکش پی پی کر گردش میں ہمیشہ جام رہے



خطیب البراہین پر اکابرِ اہل سنت کو ناز

مولانا مبارک حسین مصباحی
ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

قرآن عظیم نے اسلامی معاشرے میں فرد کی عظمت وافتخار اور عنداللہ مقبولیت کی بنیادی نقطۂ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ'' بیشک اللہ کے یہاں تم میں عزت والا وہ جو تم میں پرہیز گار ہے۔علامہ جامی علیہ الرحمہ کے اس شعر نے بڑے دل آویز پیرائے بیان میں اس حقیقت کی وضاحت فرمادی ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس روشنی میں جب ہم صوفی باصفا خطیب البراہین حضرت علامہ شاہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی پاکباز زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی حیات کا ہر پہلو ہمیں دعوت نظارہ دیتا ہے اور ان کے سفر حیات کی ہر منزل پر فروکش ہونے کو جی چاہتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ کی مبارک حیات کا مطالعہ کرنے سے دل کا رجحان خدا اور سول کی اطاعت کے لیے بڑھتا ہے۔

سرتا بقدم ہر کجا کی می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشدکہ جاایں جا است

مضبوط میانہ قد، پُرنور گول چہرہ، تابندہ پیشانی جس پر شب بیداری کے آثار نمایاں، خداترس نیچی نگاہیں، ہمہ وقت ذکر وفکر میں سر خمیدہ، نور عرفان سے تابدار بڑی بڑی آنکھیں، انتہائی شفاف اور سادہ لباس زیب تن، دوپلی ٹوپی کبھی کبھی پُر وقار عمامہ، سفید لنگی، کم گوئی اور گوشہ نشینی عادت، سفر میں مریدین و متوسلین کی ہدایت

ورہنمائی، غیر شرعی امور پر حکمت بھری گرفت، مدرسہ میں طالبان علوم نبویہ کو درس قرآن وحدیث، خالی اوقات میں مطالعہ کتب یا اوراد ووظائف میں مشغول، اسوۂ رسول اور معمولات مشائخ پر زندگی گزارنے کا وفور شوق، دل ودماغ انکساری وتواضع سے لبریز، دینی غیریت وحمیت سے سرشار، بلند کردار وعمل کے پیکر، اخلاق وسخاوت کے دریا، اپنے اکابر کا حد درجہ احترام، اصاغر پر اعتماد اور خوب خوب بارش کرم، ان کی محفل میں خیر ہی خیر، خود پسندی اور غیبت وعیب جوئی سے دور، وہ بلا شبہ بقیۃ السلف تھے، ان کا حال وقال پیکر علم وتقویٰ تھا، ایک جہاں ان کے کردار وعمل کی خیر سے آج بھی خیرات پا رہا ہے اور ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم ان کے عہد میں زندگی گزار چکے ہیں، وہ اسلامی میزان پر عظیم انسان ہیں اور یہی ناقابل شکست معیار عظمت ہے جو بقا میں باقی رہے گا اور فنا میں غیر فانی رہے گا، قرآن مقدس نے اہل ایمان ویقین کے جس مقدس قافلے کے لیے عزت وعظمت کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے، آپ ان میں سے ایک نظر آتے ہیں ”وللہ العزۃ ولرسولہٖ وللمومنین“ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ پر اکابر اہل سنت بھی ناز کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ممبئی کے کھڑک والی مسجد میں حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کسی مرید نے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے متعلق عرض کیا حضور آپ کے خلیفہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا خوب فروغ ہو رہا ہے، یہ سن کر حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور انتہائی فرح وانبساط کے ساتھ فرمانے لگے جی ہاں! یہ حسن کا حسین انتخاب ہے، پھر دیر تک دعاؤں سے نوازتے رہے۔

بزرگوں کے فیضان اور ذاتی اوصاف وکمالات کی وجہ سے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت اپنی حیات میں مرجع خلائق تھی اور آج بھی ان کا مزار مقدس زیارت گاہ خاص وعام ہے، زہد وورع کی دل آویزی اور بلند نسبتوں نے آپ کو قبول عام

عطافرمادیاہے، ملک کے بیشتر علاقوں میں آپ کے تلامذہ مریدین و متوسلین ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، بقول حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی:

''حضرت خطیب البراہین مد ظلہٗ العالی کی ذات ہمیشہ سے اخلاص پیشہ اور دین پرست رہی ہے، حرص وہوس کو آپ نے دور کا سلام کہہ دیا ہے، جو آپ کے صفائے باطنی اور ذکائے قلبی کی علامت ہے، آپ کی مقناطیسی شخصیت نے بڑے بڑے گمراہوں اور دنیاداروں کو صفائے قلبی کی راہ پر لگادیا ہے، آپ کی ادنیٰ توجہ اور روحانی تربیت نے ہزاروں تاریک دلوں کو دین کا اجالا بخش دیا ہے اور کتنے ہی ناپختہ اذہان میں تصلب فی الدین کی شمع روشن کردی ہے''۔

افسوس کہ آج ہم ایسی بلند پایہ شخصیت سے محروم ہوگئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے مراتب و درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور اہل سنت و جماعت پر آپ کا فیضان عام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



خطیب البراہین واقعات کی روشنی میں

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی نوراللہ مرقدہٗ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ تابناک ہے۔

آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں، ایک گمنام آبادی سے اٹھنے والا یہ بادل ملک کے طول و عرض میں ٹوٹ کر برسا اور نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سنتوں کا عالم و عامل بنادیا، پروردگار عالم نے آپ کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تین دہائیوں کے مختصر سے عرصے میں لاکھوں لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے، اپنا ہو یا بیگانہ ہر کوئی آپ کا مداح نظر آتا ہے۔

چاہے تقویٰ و پرہیزگاری کا معاملہ ہو یا دنیاوی معاملات کا، درس و تدریس کا میدان ہو یا خطابت کا، احترام علما کا معاملہ ہو یا سادات کا، گھریلو معاملات ہو یا ذاتی زندگی کا ہر میدان میں آپ کی زندگی آئینے کی طرح صاف و شفاف نظر آتی تھی۔

آپ کی زندگی سنتوں کی حسین پیکر تھی، آپ کی حیات طیبہ کا ہر باب نرالا تھا اس لیے آپ کی زندگی امت مسلمہ کے لیے نمونہ عمل ہے۔ ہم ذیل میں آپ کی حیات طیبہ کے کچھ واقعات جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں یا کچھ ایسے واقعات جو ہمیں دیگر احباب کے حوالے سے ملے یا جس کا میں خود چشم دید گواہ ہوں قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ مرشد برحق کی زندگی کا یہ باب کسی کی زندگی میں انقلاب برپا کردے تو لیجیے کچھ واقعات حاضر خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

تربیت اولاد

نماز باجماعت کا ہمیشہ خیال رکھیں

میں اس سلسلے کا آغاز آپ کی گھریلو زندگی سے کر رہا ہوں، آج یقیناً ہم اپنی گھریلو زندگی میں بہت ہی غافل ہوتے ہیں خود تو پہلی صف میں نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں مگر ہمارے گھر کا ماحول کیا ہوتا ہے اس کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا مگر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی حیات طیبہ کا یہ باب ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ کس طرح آپ اپنے گھر والوں کی شرعی زندگی پر نظر رکھتے تھے۔

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اکثر جمعرات کو اپنے آبائی وطن اگیا میں امرڈوبھا سے چل کر آتے تھے، ایک مرتبہ جمعرات کو آپ اپنے آبائی وطن اگیا میں تشریف فرما تھے، برسات کا موسم تھا، رات تاریک تھی، کالے گھنے بادلوں نے ستاروں کو بھی ڈھانپ لیا تھا گرج اور چمک کے ساتھ ساتھ تیز بارش ہو رہی تھی اندھیرا اس قدر کہ ہاتھ پھیلانے پر بھی نظر نہ آئے، عشا کا وقت ہو گیا، آپ عشا کی نماز کی تیاری کرنے لگے، وضو فرمایا، ایک ہاتھ میں چھتری اور دوسرے میں لالٹین لی اور مسجد کے لیے چل پڑے مسجد کا راستہ کچا تھا جو تیز بارش کی وجہ سے نالے کی شکل اختیار کر چکا تھا، اسی راستے سے چلتے ہوئے آپ مسجد پہنچے اور باجماعت نماز ادا کی، نماز ادا کرنے کے بعد واپس گھر لوٹے، گھر کے اندر قدم رکھا اور آپ کی نگاہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے (حبیب العلما علامہ حبیب الرحمن رضوی صاحب قبلہ) پر پڑی، آپ فرماتے ہیں بابو میں نے آپ کو مسجد میں نہیں دیکھا، صاحبزادے ابھی کم عمر تھے، آپ عرض کرتے ہیں کہ ابو جان بارش بہت تیز ہو رہی تھی، رات تاریک تھی اور راستہ کیچڑ آلود تھا والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا گھر ہی پر نماز ادا کر لو اس لیے میں نے گھر ہی میں نماز عشا ادا کر لی ہے، قربان جائیے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی تربیت پر آپ فرماتے ہیں کہ بیٹا یہ تو ٹھیک ہے کہ بارش ہو رہی تھی، رات تاریک تھی، راستہ خراب تھا اس لیے آپ نے

گھر پر نماز ادا کرلی مگر ہمیں ایک بات بتاؤ اگر رات اس قدر تاریک ہو، بارش اسی طرح ہو رہی ہو اور اچانک آپ کے والدین کی طبیعت خراب ہو جائے اور ڈاکٹر دوسری آبادی میں موجود ہو تو ایسی صورت میں کیا آپ اپنے والدین کے لیے رات کی تاریکی، خراب راستہ اور کیچڑ دیکھیں گے یا ڈاکٹر کو دوسری آبادی میں بلانے جائیں گے، اتنا سننا تھا کہ صاحبزادے تڑپ اٹھے اور عرض کیا ابا حضور! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے والدین کے لیے ڈاکٹر کے پاس نہ جائیں، آپ قربان جائیں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ پر آپ فرماتے ہیں بیٹا نماز تو اس رب کے لیے ادا کی جاتی ہے جو ہم سب کو پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے، آپ کے والدین کی سانسیں اسی رب کی عطاؤں سے ہیں تو پھر آپ نے اس رب کی عبادت کے لیے بارش اور کیچڑ کیوں دیکھا، آپ نے فرمایا بیٹا نماز باجماعت بہت ضروری ہے اس لیے آئندہ اس کا احتیاط رہے کہ نماز باجماعت ترک نہ ہو۔

سبحان اللہ! تربیت اولاد کا کیا ہی عمدہ طریقہ ہے، کیا ہم اپنے اولاد کی تربیت کے لیے اس قدر بیدار ہیں، کہیں ہماری اولاد بے نمازی تو نہیں اگر ایسا ہے تو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ سے کچھ سیکھیں۔

والدین کی خدمت

ہم سب کے گھروں میں والدین رہتے ہیں ان کے ساتھ ہماری طرز زندگی کس طرح ہوتی ہے ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا، ان کی آرام گاہ کا انتخاب ہم کہاں کرتے ہیں، ان کے بستر کس طرح ہوتے ہیں اور ان کی خدمت ہم کس طرح کرتے ہیں سماج کے ہر طبقے پر یہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے، ہمارے قارئین میں سے تقریبا ہر کوئی جانتا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے مگر کیا آپ نے ماں کے اس قدم کو کبھی چوما، یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں مگر آئیں ایک عارف باللہ کی زندگی کا یہ باب بھی ملاحظہ کریں کہ گھر سے باہر جس کے قدم چومنے کو امت مسلمہ سعادت مندی کی بات سمجھتی تھی

گھر کے اندر وہ کس کے قدموں کا بوسہ دیتا تھا، گھر سے باہر لوگ جس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے گھر میں وہ کس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہتا تھا، گھر کے باہر جس کی خدمت کرنا لوگ اپنے زندگی کی معراج تصور کرتے تھے گھر کے اندر وہ کس کی خدمت کیا کرتا تھا، اپنے گھر کے اندر کی کہانی حضور حبیب العلما مدظلہ العالی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابا حضور جب جمعرات کو گھر پر تشریف لاتے تو سب سے پہلے دادی جان کے پاس تشریف لے جاتے، سلام عرض کرتے اور قدم بوسی کرتے جو بھی میٹھا وغیرہ یا کچھ کھانے کا سامان لاتے ان کی بارگاہ میں پیش فرماتے اور دادی جان سب کو تقسیم کرتیں، بستر وغیرہ دیکھتے اور سوتے وقت تیل لے کر دادی جان کے پاس جاتے اور سر میں تیل لگانے لگتے ہم گھر کے لوگ کہتے کہ حضور رہنے دیں یہ خدمت تو ہم لوگوں کے لیے چھوڑ دیں اس پر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ آپ لوگ تو ہمیشہ ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں آخر میری بھی تو ماں ہیں روز تو نہیں کرپاتا مگر آج موجود ہوں یہ خدمت ہمیں ہی کرنے دیجیے، آپ دادی جان کی خدمت کرتے اور ان کی خیریت دریافت کرتے رہتے اور جب دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا جانے کے لیے تیار ہوتے تو دادی جان کے پاس جاتے، سلام عرض کرتے اور قدموں کو چوم کر دعا کی درخواست کرتے، جب والد گرامی چلنے لگتے تو دادی جان اپنے رب کے حضور دست بدعا ہوتیں اور ان الفاظ میں دعا کرتی ”مولا تعالیٰ ہمارے بابو کو سورج کی طرح چمکا“۔

یہ حالات تو والدہ ماجدہ کی حیات طیبہ میں رہے، انتقال فرمانے کے بعد جب بھی گھر تشریف لاتے تو والدین کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے ضرور جاتے۔

محترم قارئین! یہ تو سچ ہے کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ متقی پرہیزگار، عابد شب زندہ دار، سنتوں کے عامل اور عالم تھے مگر آپ کے عروج اور بلندی میں یقیناً آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا اہم کردار رہا۔

اب ہم غور کریں کہ کیاہم اپنے والدین کااس قدراحترام کرتے ہیں ؟کیاہم اپنے والدہ کے قدموں کابوسہ دیتے ہیں ؟کیاہم اپنے والدین کی خدمت حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی طرح کرتے ہیں ؟ یاصرف گھروالوں اورنوکروں ہی پر بھروسہ کیے ہوتے ہیں ؟کیاہمارے بستر کی طرح ہمارے والدین کے بھی بستر ہوتے ہیں ؟کیا ہماری رہائش گاہ کی طرح والدین کی رہائش گاہ بھی آرام دہ ہے ؟کیاہم اپنے مرحومین کی قبروں پرفاتحہ خوانی کے لیے جاتے ہیں ؟ اگران سب کاجواب ہاں میں ہے تولائق مبارکبادہیں، آپ ہمیشہ خوشحال رہیں گے کیوں کہ ان آنکھوں نے مطیع و فرمانبرداراولادکی خوشحال زندگی دیکھی ہے اوراگرنہیں توغفلت سے بیدار ہوں اوراس عارف باللہ کی زندگی اپنے لیے نمونہ عمل بنائیں۔

رشتوں کااحترام

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نہ صرف اپنے والدین اورگھروالوں کاخیال رکھتے تھے بلکہ بھائیوں پر بھی آپ کی نظرعنایت کچھ کم نہیں تھی گوکہ سارے بھائی الگ الگ رہ کراپنی زندگی گزارتے تھے مگراس کے باوجود بھی حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے تاحیات اپنے بھائیوں کواپنے سے الگ کبھی نہیں سمجھابلکہ ان کاہمیشہ خیال کرتے رہے اوربھائی لوگ بھی آپ کابے حداحترام کرتے تھے،آج توپیر کامریداس کے گھروالے ہی نہیں ہوتے مگریہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی ذات بابرکات تھی کہ جس کے گھروالے ،خاندان والے پوری آبادی والے اورپورے علاقے کودیکھ لیں اکثرآپ ہی کے مریدین پائے جاتے ہیں۔

نبیرۂ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعیدنظامی بیان فرماتے ہیں کہ نانا حضور یوں تواپنے بھائیوں کاہمیشہ خیال رکھتے تھے مگرشعبان المعظم میں جب مدرسے میں تعطیل ہوتی تواپنے سارے بھائیوں کے لیے کپڑااوردیگرسامان لیتے،گھرتشریف لاتے ، سارے بھائیوں کی دعوت کرتے،ساتھ میں بیٹھ کرکھاناکھاتے،کھانے کے

بعد ہر بھائی کو کپڑا اور کچھ رقم عطا فرماتے اور بھائی لوگ بھی آپ کا از حد احترام کرتے اور نانا کی بات ان سب کے لیے حرف آخر ہوتی۔

آپ غور فرمائیں کہ آج ہمارے گھروں میں بھی بھائی ہیں، کیا ہمارا سلوک اپنے بھائیوں کے ساتھ اس قدر مشفقانہ اور دوستانہ ہے، کہیں ہم لوگ مقدمات میں تو الجھے نہیں ہیں، اللہ رب العزت توفیق دے تو اس مرشد بر حق کی زندگی سے کچھ سیکھیں کیوں کہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا، مٹھی باندھ کر آئے تھے اور ہاتھ پھیلا کر کفن میں ملبوس ہو کر بہت جلد ہم مٹی کے سپرد ہونے والے ہیں۔

رشتے داروں کا احترام

شہزادۂ حضور خطیب البراہین کی سب سے چھوٹی صاحبزادی۔ "کرلا" میں مقیم الحاج ولی اللہ عرف نواب سیٹھ کے لڑکے الحاج محمد عمران نظامی سے منسوب ہیں ،جب رشتہ طے ہوا اس وقت حضرت کے آبائی وطن موضع اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر میں کچھ مراسم کی ادائے گی کے لیے حاجی نواب صاحب کی آمد ہوئی تھی۔

نبیرۂ خطیب البراہین پیر طریقت حضرت علامہ الحاج محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن نانا حضور امرڈوبھا سے اپنے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے، جب حاجی ولی اللہ عرف نواب سیٹھ حضرت کے گھر پہنچے اور مہمان خانہ میں آئے تو وہاں پہلے سے حضرت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے حاجی صاحب کو کمرے کے اندر آتے ہوئے دیکھا تو حضرت تخت سے اتر گئے اور چند قدم چل کر حاجی صاحب کا استقبال کیا پھر ان کا دونوں ہاتھ تھام لیا اور تخت پر بیٹھنے کے لیے کہنے لگے مگر حاجی صاحب نے معذرت کی پر حضرت نے پھر تخت پر بیٹھنے کے لیے کہا مگر حاجی صاحب مسلسل انکار کرتے رہے، جب حاجی صاحب کے انکار کا سلسلہ دراز ہوا تو حضرت نے فرمایا حاجی صاحب پیری مریدی کا رشتہ اپنی جگہ اور رشتہ داری اپنی جگہ آج آپ ہمارے دروازے پر رشتہ دار کی حیثیت سے آئے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی

اوراس کی قدر کرنا ہمارے آقا کی سنت ہے،اس لیے آپ آج ہمارے ساتھ تخت ہی پر بیٹھیں، چنانچہ حضرت نے حاجی صاحب کو اپنے بغل تخت پر بٹھایا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے، ہم کتنوں ہی بلندیوں کو چھولیں مگر رشتہ اور رشتہ داروں کا احترام کرنا اور انھیں عزت دینا اسلام کا طریقہ ہے اگر ہم اپنے کسی غریب رشتہ دار کو عزت دیں گے تو ہماری عزت میں کمی نہیں ہوگی۔

انسانی ہمدردی

ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہمدردی رکھنا، اس کی ضرورتوں کو پورا کرنا اسے مصائب و آلام سے بچانا مذہب اسلام نے جس طرح لوگوں کو سکھایا کسی اور مذہب کے اندر انسانیت کی یہ مثال نہیں ملتی، پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ارحموا فی الارض یرحمکم من فی السماء“یعنی زمین والوں پر تم رحم کرو پروردگار تم پر رحم فرمائے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسی انسانی ہمدردی نے نہ جانے کتنے کفر و شرک سے تاریک دلوں میں نور ایمان کا اجالا عطا فرمادیا، عہد رسالت میں جنگی قیدیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک نے بہت سے دلوں میں عظمت اسلام کا سکہ بٹھادیا، مسلمان بالخصوص صوفیائے کرام نے انسانی ہمدردی کی وہ مثالیں قائم کیں ہیں جنھیں پڑھ کر آج بھی انسانی جماعت میں انسانیت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، یوں تو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی انسانی ہمدردی کے بہت سارے واقعات مشہور ہیں مگر ہم ذیل میں چند واقعات کا تذکرہ کررہے ہیں جسے آپ بھی پڑھیں اور حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے جذبۂ انسانیت کا اندازہ لگائیں۔

غیر مسلم فیملی کو اپنی چادر اڑھادی

اس واقعہ کے راوی حضرت علامہ محمد محسن صاحب قبلہ نظامی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا ہیں جنھیں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہے اور ایک لمبے عرصہ تک حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے سفر و حضر کے ساتھی رہے، آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ راقم الحروف (حضرت علامہ محمد محسن نظامی) مغربی یوپی کے تبلیغی دورے پر مرشد گرامی قدس سرہٗ کے ہمراہ گیا تھا، راستے میں بریلی شریف میں امام اہل سنت مجدد دین وملت اور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور دیگر خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی بارگاہوں میں حاضری دینے اور فاتحہ خوانی کے لیے ہم لوگ صبح سویرے بریلی اسٹیشن پر اتر گئے۔

سردی کا زمانہ تھا مسافرین ٹھنڈک سے ٹھٹھرے ہوئے پلیٹ فارم پر فروکش تھے، حضور مرشد گرامی قدس سرہٗ کو لال املی کی چادر اُوڑھا کر میں کسی کام کے لیے چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد جو لوٹ کر آیا تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر چادر نہیں ہے مجھے بڑا تعجب ہوا بلا کچھ پوچھے میں نے اپنی گرم شال حضرت کو اڑھادی اور بستربند کھول کر اطمینان سے بٹھادیا، جب حضرت اطمینان سے بیٹھ گئے تو میں نے عرض کیا حضور چادر کیا ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ قریب کے مسافر کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ٹھنڈک سے وہ ٹھٹھر رہے تھے میں نے انھیں اوڑھنے کے لیے اس چادر کو دے دیا، آپ کی بات سن کر میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا، آپ کی اس انسانی ہمدردی وایثار وقربانی کے مظاہرے میں آپ کے اعلیٰ انسان ہونے کی ساری خوبیاں نظر آنے لگیں اور بے ساختہ زبان پر یہ آگیا۔

رموز مملکت خویش خسرواں می دانند

خیر ہم لوگ صبح کے اجالے کا انتظار کر رہے تھے، جب صبح ہوئی اور ہر طرف

اجالا پھیل گیا تو ہم لوگ اسٹیشن سے چلنے کی تیاری کرنے لگے اس وقت میں نے ان لوگوں سے چادر لے کر حضور مرشد گرامی قدس سرہٗ کو دے دی، میرا خیال تھا کہ اگر میں خود سے نہ مانگ لیا ہوتا تو حضور مرشد گرامی قدس سرہٗ چادر کو چھوڑ ہی دیتے۔(خطیب البراہین اور مقام تصوف)

آج تو ٹھنڈک میں ٹھٹھرنے والوں کی تصویر کھینچ کر شوشل میڈیا پر ضرور ڈالی جاتی ہے مگر ان کے اوپر چادر نہیں اور اگر کوئی چادر ڈالتا بھی ہے تو سب سے پہلے اس کی تصویر لے کر پوری دنیا میں یہ خبر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے کہ ہم نے آج ایک چادر کسی غریب کو دی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ انسانی ہمدردی نہیں بلکہ خود نمائی ہے، صوفیائے کرام کی خاموش تبلیغ نے کتنوں کو اپنا اسیر بنالیا تھا، آج کے اس پُر فتن دور میں ان مقدس ہستیوں کے طرز زندگی کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

حاجت مندوں کی حاجت روائی

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی انسانی ہمدردی کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں:

اس واقعہ کے راوی نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج محمد سعید نظامی صاحب قبلہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں:

جس زمانے میں میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں زیر تعلیم تھا، میں نے خود دیکھا کہ ضرورت مند لوگ آپ کے پاس آتے اور اپنی ضرورت پیش کرتے، نانا حضور حتی المقدور ان کی مدد فرماتے، ایک دن کی بات ہے کہ ایک سید صاحب تشریف لائے دوپہر کا وقت تھا، گرمی کا مہینہ تھا، میری ان سے ملاقات ہوگئی انھوں نے نانا حضور سے ملنے کی خواہش ظاہر کی نانا حضور کسی کتاب کا مطالعہ کرر ہے تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا کہو سعید میاں کیا بات ہے، میں نے عرض کیا نانا حضور ایک سید صاحب آئے ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں، نانا حضور نے ان کے لیے چادر بچھانے کا حکم دیا، جب

چادر بچھادی گئی تو مجھ سے فرمایا کہ سید صاحب کو بلالاؤ، میں سید صاحب کے پاس گیااور عرض کیاکہ تشریف لے چلیں حضرت نے آپ کوبلایاہے، جب سید صاحب نے کمرے کے اندر قدم رکھا تونانا حضور نے آگے بڑھ کران کا استقبال کیا، گلے سے لگایااور نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ بچھائی ہوئی چادر پر بٹھایا، خیریت دریافت کی اور فوراًچائے ناشتے کا انتظام کرایا، چائے ناشتے کے بعد نانا حضور نے آنے کا مقصد دریافت کیا، سید صاحب نے اپنی جیب سے ایک پرچی نکالی اور نانا حضور کے ہاتھوں میں تھمادی، آپ نے اس پرچی کو پڑھااور رکھ لیا، وہاں سے اٹھے الماری کھولی اوراچھی خاصی رقم لفافے میں رکھا، جب سید صاحب چلنے لگے تواس لفافے کو سید صاحب کو نذر کیااور عرض کیااس عاصی کی طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض گزار ہوئے کہ آپ کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھ حقیر کو ضرور مطلع فرمائیں ان شاءاللہ جو بھی ہو گا خادم خدمت کے لیے حاضر رہے گا۔

کیاآج کے لوگوں میں احترام سادات اور خدمت خلق کا یہ جذبہ موجود ہے؟ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی زندگی ان سب لوگوں کے لیے نمونہ عمل ہے جواپنی دولت وثروت کو صرف اپنے اہل وعیال ہی کا حق سمجھ بیٹھے ہیں، کاش وہ لوگ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی زندگی سے سبق حاصل کرتے اوراپنی دولت کا کچھ حصہ غربا و مساکین پر خرچ کرتے تو بہت سے گھروں میں چولہے جل جاتے اور بہت سارے لوگ ساہوکاروں کے پنجہ ظلم سے نجات پا جاتے۔

حاجت مندوں کی امداد کا انوکھا طریقہ

انسانی ہمدردی کا ایک واقعہ لگے ہاتھوں اور ملاحظہ کرتے چلیں، اس کے بھی راوی نبیرۂ خطیب البراہین پیر طریقت حضرت علامہ الحاج محمد سعید نظامی صاحب قبلہ ہی ہیں:

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عصر کی نماز ہو چکی تھی، دارالعلوم اہل سنت

تنویر الاسلام کے طلبہ چائے نوشی کے لیے بڑی تیزی کے ساتھ چوراہے کا رخ کر رہے تھے، قدیم ہاسٹل کے اوپر کا حصہ تقریباً طلبہ سے خالی ہو چکا تھا، نانا حضور عصر کی نماز ادا کر کے اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے، ہر روز کی طرح اس روز بھی میں نانا حضور کے پاس اپنے چائے ناشتے کی رقم لینے کے لیے کمرے میں داخل ہوا، سلام عرض کیا نانا حضور اپنی درس گاہ میں تشریف فرما تھے، نگاہ اٹھائی اور میری جانب دیکھ کر مسکرائے اور اپنی جیب سے کچھ پیسہ نکالا اور مجھے عطا کیا پیسہ پانے کے بعد میں دروازے کی طرف چلا ہی تھا کہ نانا حضور نے ارشاد فرمایا میاں سعید رکو میں رک گیا، آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور جیب سے کچھ روپئے نکال کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا مٹھی بند کر لو اور فلاں محلے میں فلاں جگہ ایک مکان ہے، برآمدے میں ایک بوڑھے شخص آپ کو بیٹھے ہوئے ملیں گے یہ رقم انھیں دے آؤ اور ہاں مٹھی نہ کھولیے گا۔

میں نے وہ رقم لی اور مٹھی بند کیے ہوئے سیدھے اس محلے میں پہنچا، نانا حضور نے جس جگہ کی نشاندہی کی تھی ٹھیک اسی جگہ اس مکان کے برآمدے میں میں نے ایک ضعیف اور کمزور بوڑھے آدمی کو لیٹا ہوا پایا، سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا تو انھوں نے فوراً کہا کیا صوفی صاحب نے بھیجا ہے، میں نے جواب میں ہاں کہا، انھوں نے وہ رقم لے لی اور دعائیں دینے لگے، میں اپنا راستہ پکڑا اور سیدھے دار العلوم واپس آگیا۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ نانا حضور امرڈوبھا میں بہت سارے لوگوں کے گھروں کی ہفتے کی بازار کرواتے تھے، بہت سارے ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے مگر یہ کام اتنا چھپا کر کرتے تھے کہ لوگوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی اور حالات بھی یہی بتاتے ہیں کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ لوگوں پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے، یہ بات تو عصر حاضر میں ہر کوئی جانتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ امرڈوبھا میں کچھ ایسے غریب گھر تھے جنھیں میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ نانا حضور ان کے ہفتے کی

بازار پابندی سے کراتے تھے اور بہت سارے لوگ ایسے تھے جو پابندی کے ساتھ آتے تھے اور نانا حضور انھیں رقوم عنایت کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اپنے نذرانے کا اکثر حصہ خدمت خلق میں خرچ کرتے تھے، یہ بات تو کسی سے پوشیدہ نہیں کہ عصر حاضر میں اگر کسی کی تھوڑی بہت پیری مریدی چل گئی تو پھر کیا کہنا چند سالوں میں پیر صاحب کا گھر محل میں تبدیل ہو جاتا ہے، یوں ہی اگر کسی صاحب کی خطابت چل گئی تو پھر کیا کہنا اندر سے لے کر باہر تک لفافے کی جھلک نظر آتی ہے مگر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے گھر اور اہل خانہ سے جو واقف ہوں گے انھیں بخوبی معلوم ہوگا کہ اس مرد درویش نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کوئی محل یا حویلی تعمیر نہیں کی بلکہ مکان اس طرح رہا کہ جس سے اہل خانہ کی ضرورت پوری ہو جائے، ایسا بھی نہیں کہ بینک بیلنس رکھے ہوں، جس وقت آپ امرڈوبھا سے لہرولی بازار تشریف لائے اس کے بعد میں آپ کے پوتے حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ نظامی صاحب کے ساتھ امرڈوبھا گیا، علامہ موصوف آپ کے کمرے کی چابی لیے ہوئے تھے، ہم دونوں نے امرڈوبھا کے تنویر الاسلام میں وقت کے بے تاج بادشاہ کا جب کمرہ کھولا تو الماریاں کتابوں سے بھری ملیں، ڈسک کھولا گیا تو اس میں دس دس کی نوٹ کی ایک گڈی ملی جو سات یا آٹھ سو روپئے تھا، اس کے علاوہ اس مرد درویش کے کمرے میں کچھ نہ ملا ہاں کچھ رسیدیں ملیں جس میں پانچ ہزار، دو ہزار، ایک ہزار اسی طرح رقوم درج تھے، یہ رسیدیں ان اداروں کی تھیں جس کو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ پابندی کے ساتھ چندہ دیا کرتے تھے اور ایک چیک بک ملا جو آپ کے سروس کے زمانے کا تھا اس میں چھ روپئے کی باقی رقم ملی، امرڈوبھا سے پورا سامان لاد کر لایا گیا میں حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ نظامی اور حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحبان کے ساتھ ہر بار گیا مگر خدا شاہد ہے کہ آپ کے سامان میں کتابوں کے علاوہ دو یا تین چھوٹی اٹیچی، دو چھوٹے چھوٹے بیگ جس میں کپڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا ہیٹر جسے

خود مولانا محمد سعید نظامی صاحب نے ٹھنڈک سے بچنے کے لیے حضرت کے لیے خریدا تھا، اس کے علاوہ کچھ نہ ملا جب کہ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی خطابت کا ڈنکا اس وقت تک بجتا رہا جب تک آپ تقریر کرتے رہے اور جب آپ نے تقریر کرنا بند کیا اس وقت آپ ملک کے طول و عرض میں ایک عظیم شیخ طریقت کی شکل میں پہچانے جانے لگے تھے اور رہ گئی بات گھر کے اخراجات کی تو آپ کے صاحبزادے شیخ طریقت حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ایک زمانے سے گورنمنٹی سروس میں تھے اور اچھے خطیب بھی ہیں، ان سے گھر کے اخراجات بحسن و خوبی چل رہے تھے، ایسا نہیں کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے پاس روپئے پیسے نہیں آتے، آتے ضرور اور بہت آتے مگر آپ ایک جملہ اکثر کہا کرتے تھے طمع مکن، منع مکن، جمع مکن یعنی کسی سے نذرو نیاز کی لالچ نہ کرو، اگر کوئی پیش کرتا ہے تو منع نہ کرو اور جب مل جائے تو اسے ذخیرہ اندوزی نہ کرو، اس پر پوری زندگی بڑی ہی سختی کے ساتھ عمل پیرا رہے، رقمیں آتیں اور اسے حاجت مندوں میں خرچ کرتے۔

پروردگار عالم علمائے کرام، خطبا و پیران ذوی الاحترام کو اس مرد درویش کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اپنے نذرانے کی رقم صرف غریبوں، حاجت مندوں اور مجبوروں پر ہی خرچ نہیں کرتے بلکہ دینی مدارس و مساجد کی بھی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، حضرت علامہ الحاج محمد سعید نظامی صاحب بیان کرتے ہیں کہ نانا حضور جب بھی کسی مسجد یا مدرسے کی بنیاد رکھتے تو ذمہ داران کو بلا کر آہستہ سے کچھ رقم انھیں دیتے اور کہتے اسے لیجیے نل لگوا لیجیے گا یا کسی اور ضرورت میں لگا لیجیے گا، خود میری آبادی میں دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامی حسنی ضلع بستی کے گراؤنڈ میں واقع نظام المساجد کی تعمیر میں اکثر روپئے نانا حضور کی جیب کا ہی لگا ہوا ہے گویا کہ تعمیر مساجد

ومدارس میں بھی آپ دل کھول کر رقم خرچ کرتے تھے، تعمیر مسجد و مدرسہ میں روپیے لگانے کا آپ کے دل میں جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

یک مشت سوا لاکھ روپئے تعمیر مسجد کے لیے مرحمت فرمائے

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے اکلوتے صاحبزادے حبیب العلما شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ مدظلہٗ النورانی بیان فرماتے ہیں:

"۲۰۰۰ء میں جب علما و مشائخ کے ہاتھوں لہرولی بازار ضلع سنت کبیر نگر کی سرزمین پر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کی بنیاد کی رکھی گئی تو اس کے کچھ دنوں بعد ایک دن مجھے ابا حضور نے دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا بلایا، میں اور سیٹھ عبدالعزیز امرڈوبھا پہنچے تو ابا حضور اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے ہم دونوں لوگ کمرہ کے اندر داخل ہوئے اور سلام و دست و بوسی کر کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، چائے وناشتے کے بعد ابا حضور نے مجھ سے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے لیے کہا اور میں نے دروازہ بند کر دیا، اس کے بعد مجھ سے فرمایا اوپر جو اٹیچی رکھی ہوئی ہے اسے اتاریے، میں نے اٹیچی اتاری پھر ابا حضور نے مجھے اٹیچی کی چابی عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے کھولیے، جب میں نے اٹیچی کھولی تو اس میں بہت سارے لفافے بھرے ہوئے تھے، ابا حضور نے فرمایا یہ میرے مریدوں کے دیے ہوئے لفافے ہیں انھیں کھولیے اور اس میں موجود رقموں کو شمار کیجیے، میں اور عبدالعزیز سیٹھ لفافے کھول کھول کر روپئے شمار کرنے لگے، جب تمام رقموں کا حساب لگایا گیا تو کل رقم ایک لاکھ پچیس ہزار روپئے تھے، میں نے عرض کیا حضور اس میں کل رقم ایک لاکھ پچیس ہزار روپئے ہیں، اس پر ابا حضور نے ارشاد فرمایا یہ وہ رقمیں ہیں جنھیں مریدوں نے مجھے نذرانے میں دیا تھا اور میں نے اسے سنبھال کر رکھا تھا، میری دلی خواہش ہے کہ یہ رقم اللہ کے گھر کی تعمیر میں لگائی جائے اس لیے اسے لے جائیں اور جامعہ کے گراؤنڈ میں ایک مسجد کی

تعمیر کریں چنانچہ میں نے وہ ساری رقم سیٹھ عبدالعزیز کے حوالے کر دیا اور اس رقم سے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کا نام نظام المساجد رکھا گیا"

یہ ہے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا جذبہ تعمیر مسجد کے لیے، اس عمر میں تو لوگ ایک ایک روپئے اپنے بچوں کے لیے اکٹھا کرتے ہیں مگر اس مرد حق آگاہ کی ذات ستودہ صفات کو ملاحظہ کریں، یہ ایک ایک روپئے مسجد کی تعمیر کے لیے اکٹھا کر رہے تھے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی اس خطیر رقم سے ایک وسیع و عریض مسجد کی بنیاد تو رکھ دی گئی مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس بنیاد پر ابھی تک اینٹ بھی نہیں رکھی گئی ، کاش کوئی اہل دل مریدوں میں سے اٹھتا اور اپنے پیر و مرشد کی خواہش کی تکمیل کے لیے اس بنیاد پر مسجد کی تعمیر کرا دیتا تو یقیناً اس سے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی روح بہت خوش ہوتی اور مرشد کے خصوصی فیضان سے مالا مال رہتا۔

نماز کا اہتمام

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ شریعت مصطفویہ کے عالم تھے اور اس کے عامل بھی، شریعت مصطفی علیہ التحیۃ والثنا آپ کے نزدیک جان سے زیادہ عزیز تھی، آپ ہر ممکن شریعت مصطفویہ پر سختی کے ساتھ عمل پیرا تھے، عبادات کے معاملے میں گوکہ نوافل چھپا کر ادا کرتے تھے جیسا کہ اس کا حکم ہے مگر فرائض کا خاص اہتمام فرماتے، جب نماز کا وقت ہوتا استنجا فرماتے، عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرماتے، عمامہ شریف باندھتے، پھر مسجد کی جانب چل پڑتے، باجماعت نماز ادا کرتے اور پھر واپس اپنے کمرے میں تشریف لاتے آپ کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ سفر ہی میں گزرا، پھر بھی آپ کی یہ کوشش رہتی کہ نماز کو اس کے وقت ہی پر ادا کی جائے، حالت سفر میں نماز کے اہتمام کا چند واقعہ میں قارئین کے نذر کر رہا ہوں کہ جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نماز کا کس درجہ اہتمام فرماتے تھے۔

یہ واقعہ مدھیہ پردیش کے اس ضلع کا ہے جس کی نوے فیصد آبادی آدی واسیوں کی ہے اس کے راوی حضرت مولانا خورشید احمد نظامی صاحب ہیں جو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے شاگرد و مرید اور حضور حبیب العلما صاحب قبلہ کے خلیفہ بھی ہیں جو آدی واسیوں کے اس علاقے میں گاؤں کھیڑوں میں جاکر آج بھی اسلام و سنیت کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں، اس علاقے کے اکثر مسلمان سلسلۂ نظامیہ سے منسلک ہیں جس میں حضرت مولانا خورشید احمد نظامی کا کلیدی کردار رہا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

"۱۹۹۵ء میں جب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی آمد آمد شہر جھابوا میں ہوئی اور مسجد سے یہ اعلان کیا گیا کہ ایک مرشد برحق کی آمد ہوئی ہے تو لوگ دیدار کے لیے پروانہ وار حاضر ہونے لگے، چند دن حضرت کا قیام شہر جھابوا میں رہا، شدہ شدہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے آمد کی خبر پڑوسی ضلع علی راج پور کے لوگوں کو ہوئی تو ان لوگوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور ایک دن کا پروگرام شہر علی راجپور کے لیے مانگا، حضور مرشد گرامی سے اجازت لے کر میں نے ایک شب کا پروگرام انھیں دے دیا، جھابوا سے علی راج پور کا فاصلہ تقریبا ۸۰ کلومیٹر کا ہے مگر اس وقت سڑکیں اس قدر بوسیدہ تھیں جو دن کے اجالے ہی میں مسافروں کو منھ چڑھاتیں تھیں، مرشد گرامی نے ظہر کی نماز جامع مسجد میں ادا کی اور علی راج پور چلنے کے لیے تیار ہو گئے، سواری کے لیے ایک جیپ لائی گئی، حضور مرشد گرامی صاحب قبلہ اپنے رفقائے سفر کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گئے، میں بھی ساتھ میں ہو لیا، جھابوا سے جیپ ابھی کچھ دور چلی ہی تھی کہ مرشد برحق میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا بابو علی راج پور کتنا دور ہے، میں نے عرض کیا حضور وہی ۸۰ کلومیٹر ہو گا، حضرت نے فرمایا کیا عصر تک پہنچ جائیں گے، میں نے کہا ان شاء اللہ تعالیٰ، حضرت نے فرمایا دیکھو اگر نماز جانے کا خطرہ ہو گا تو راستے میں جیپ کہیں روک دینا تاکہ نماز ادا کرلی جائے، اتنا فرمایا پھر خاموش ہو گئے اور سر جھکا کر ذکر و فکر میں لگ گئے، جیپ سنسان جنگلات اور پتھریلی چٹانوں کے

درمیان چلتی رہی اور ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہے، عصر کا وقت ہو چکا تھا اور جیپ ٹوٹی ہوئی سڑک پر پڑے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کے اوپر آہستہ آہستہ چل رہی تھی، اچانک پیچھے سے آواز آئی مولانا عصر کا وقت ہو گیا ہے ابھی شہر کتنی دور ہے، میں نے عرض کیا حضور بس تھوڑی دور ہے اور ہم لوگ مغرب سے پہلے علی راج پور پہنچ جائیں گے، حضرت خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد میں نے حضرت کے رخ زیبا کو دیکھا تو حضرت کچھ پریشان نظر آئے اور یہ بے قراری بڑھتی ہی جارہی تھی، ابھی میں کچھ سمجھ پاتا کہ حضرت گرج دار آواز میں فرماتے ہیں کہ مولانا جیپ کو روکیے، میں نے جیپ والے کو روکنے کے لیے کہا جوں ہی جیپ رکی، آپ فوراً جیپ سے نیچے اتر گئے اور فرمایا: مولانا مصلیٰ لاؤ، میں نے جلدی سے مصلیٰ بچھایا اور حضرت نماز عصر ادا کرنے لگے، ہم لوگوں میں جن کا وضو تھا انھوں نے بھی رومال وغیرہ بچھا کر نماز عصر ادا کی، نماز ادا کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ چہرہ جو ابھی تھوڑی دیر قبل پریشان نظر آرہا تھا اب گلاب کے مثل کھلا ہوا ہے مگر پھر بھی میں پریشان تھا، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے میری جانب نگاہ ڈالی اور نہایت ہی نرم لہجے میں فرمایا بابو چوں کہ عصر کا وقت کم رہتا ہے اس لیے ہمیں یہ خوف ہوا کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے اور کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو وقت ہی پر ادا کرنی چاہیے، عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد پھر ہم سب لوگ جیپ میں سوار ہوئے اور علی راج پور کی جانب روانہ ہوئے اور مغرب تک ہم لوگ علی راج پور پہنچ گئے۔ (ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر)

نماز نہ چھوٹے بس بھلے ہی چھوٹ جائے

نماز کے اہتمام کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں جس کو حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر نے اپنی کتاب ''حضور خطیب البراہین اور تصوف'' میں تحریر فرمایا ہے:

''آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مرشد گرامی کے ساتھ ڈومریا گنج میں ہمارا ابھی

پروگرام تھا حضور پیرو مرشد کے ہمراہ جب ہم بستی بس اسٹیشن پر پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا تھا، میں ڈومریا گنج جانے والی بس کا وقت معلوم کرنے گیا، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بس جانے ہی والی ہے، وقت معلوم کر کے حضرت کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں میں کہ حضرت نماز عصر کے لیے مصلی بچھا دیئے ہیں ، میں جلدی جلدی بس کے پاس پہنچا اتنے میں ڈرائیور نے اپنی سیٹ پر بیٹھ کر بس اسٹارٹ کر دیا میں نے اس ڈرائیور سے کہا بس تھوڑی دیر روک لیں ہم بھی چلیں گے، ہمارے ساتھ ایک بزرگ ہیں نماز ادا کر رہے ہیں ،بس تھوڑا سا وقت لگے گا،بس کا ڈرائیور غصے میں کچھ کہا اور بس چلا دی، ہمارے سامنے سے ہوتے ہوئے بس گزر گئی اور ہم دیکھتے رہے، ہمیں بہت دکھ ہوا مگر بس کے چلے جانے کا نہیں بلکہ اس بات کا دکھ ہوا کہ ڈرائیور مسلمان تھا اور رہلور کے پاس بسڈیلیا گاؤں کا رہنے والا تھا، میں واپس پیرو مرشد کے پاس آیا جو نماز ادا کر چکے تھے انھیں صورت حال سے آگاہ کیا حضرت نے کہا کہ کوئی بات نہیں ،ہم لوگوں نے مغرب کی نماز اسی بس اسٹیشن پر ادا کی اور بعد نماز مغرب بس آئی پھر ہم لوگ ڈومریا گنج کے لیے روانہ ہوئے اور تقریبا دس بجے رات کو ڈومریا گنج پہنچے"۔(خطیب البراہین اور تصوف)

حالت سفر میں نماز کے اہتمام کا ایک واقعہ اور لگے ہاتھوں ملاحظہ فرمائیں ،اس واقعہ کے راوی بھی حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ ہیں، آپ نے اس واقعہ کو بھی اپنی کتاب ”خطیب البراہین اور تصوف“میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

نماز مغرب کے لیے بس سے اترنا

غالبا دسمبر یا جنوری کی سردیوں کا زمانہ تھا حضور پیرو مرشد قدس سرہٗ کے ہمراہ مجھے بھی ضلع مہراج گنج کے ایک پروگرام میں جانا تھا،اس زمانے میں ہم لوگوں کا سفر اکثر پرائیویٹ گاڑیوں سے ہوتا تھا،ہم لوگ امرڈوبھا سے چل کر خلیل آباد پہنچے اور جب خلیل آباد سے گورکھپور بس اسٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مہراج گنج کی طرف

جانے والی کوئی گاڑی نہیں تھی، کچھ لوگوں نے بتایا کہ ویشنو مندر سے پرائیویٹ گاڑیاں چلتی ہیں آپ لوگ وہاں چلے جائیں کوئی نہ کوئی سواری مل جائے گی، ہم لوگ بذریعہ رکشہ مندر کے پاس بس اسٹینڈ پہنچے، حضور پیرو مرشد قدس سرہٗ نے عصر کی نماز وہیں ادا فرمائی، میں نے گاڑیوں کے بارے معلومات حاصل کی تو پتہ چلا کہ آج وزیر اعلیٰ کا شہر گورکھپور میں پروگرام تھا اس لیے ساری گاڑیوں کو پولیس والوں نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے، اس لیے گاڑی کا ملنا مشکل ہے، موجودہ حالات کے پیش نظر اور خراب موسم کی وجہ سے مجھے بے حد اضطراب ہوا پھر بھی امید لگائے رہا کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی سواری مل ہی جائے، تھوڑی دیر بعد ایک پرائیویٹ بس آگئی، پولیس اور ہوم گارڈ کے جوان اس میں سوار ہو گئے، ڈرائیور نے بس لے جانے سے انکار کر دیا، ہم لوگ بھی اسی بس میں سوار ہو گئے تھے، پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے، اتنے ہی لوگ بس کے اندر کھڑے تھے اور کچھ لوگ بس کی چھت پر بھی چڑھ گئے تھے، بہت منت وسماجت کے بعد ڈرائیور نے گاڑی چلائی جب بھٹہٹ گاڑی پہنچی تو کچھ لوگ اترنے لگے، مغرب کا وقت ہو چکا تھا لوگوں کے ساتھ حضور پیرو مرشد قدس سرہٗ بھی مصلی لے کر مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے اتر پڑے اور وہیں زمین پر مصلی بچھا کر نماز کی نیت باندھ لی، میں گھبرا کر سامان لے کر اتر پڑا چوں کہ بس اتنی دیر تک رک نہیں سکتی تھی، میں سوچ رہا تھا کہ گاڑی اگر چھوٹ گئی تو پروگرام تو چھوٹے گا ہی ہم لوگ اس سردی کے موسم میں کہاں جائیں گے اور یہ سرد رات کیسے کٹے گی۔

بہر حال مرتا کیا نہ کرتا سامان لے کر کھڑا رہا ادھر ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ہارن بجانے لگا، اب تو میرے دل کی دھڑکن اور تیز ہونے لگی، لیکن اللہ جل مجدہٗ کا وہ بندہ علائق دنیوی سے بے نیاز ہو کر اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے، اس روح فرسا کیفیت میں کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی، یکایک میں نے دیکھا کہ ایک ہندو شرابی نشے میں دھت اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی لے کر اِدھر اُدھر چل رہا تھا اور جو منھ

میں آتا ہے بکتا جاتا ہے، میں نے ہمت کر کے شرابی سے کہا کہ ڈرائیور سے کہہ دیجیے بابا نماز پڑھ رہے ہیں تھوڑی دیر کے لیے گاڑی روک دے، اس نے کہا گاڑی ضرور رکے گی، جب گاڑی سب کے لیے رکتی ہے تو خدا کا نام لینے والے کے لیے کیوں نہیں رکے گی؟ اتنا کہنے کے بعد اس نے چھڑی سے ڈرائیور کو للکارا گاڑی روک دو، ڈرائیور نے ڈر کی وجہ سے گاڑی روک دی، حضرت نے نماز پوری فرمائی، میں سامان لے کر پھر بس میں چڑھا اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ پھر وہی سیٹ بھی ہم کو مل گئی۔

میں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ یہ سب کچھ "من کان اللہ لہٗ" کی جلوہ سامانیاں ہیں جن کی صداقت کی درخشانی ماتھے کی آنکھوں سے ملاحظہ کرنے کا بہترین موقع میسر آگیا"۔

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

قارئین کرام! مذکورہ بالا واقعات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حالت سفر میں بھی آپ نماز کا کس درجہ اہتمام کرتے تھے، وقت نماز ہوتے ہی کس طرح آپ بے قرار ہونے لگتے تھے کاش! اس بے قراری کا تھوڑا حصہ بھی ہم گنہ گاروں کے حصے میں آجاتا، آپ نوافل کی کثرت کرتے تھے، آپ کی گریہ وزاری، آہ سحر گاہی کے بہت سے لوگ چشم دید گواہ ہیں مگر آپ حتی الامکان نوافل کو چھپا کر ہی ادا کرتے تھے، ذیل میں آپ کے نوافل اور آہ سحر گاہی کے چند واقعات قارئین کی نذر ہیں، ملاحظہ ہوں۔

نماز نفل چھپا کر ادا فرمانا

۲۰۰۸ء کے نومبر یا دسمبر کا مہینہ تھا جب حضرت کو دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا سے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار ضلع سنت کبیر نگر لایا گیا، پھر میری قسمت کا ستارہ درخشاں ہوا اور چار سال تک جامعہ مذکورہ میں

مجھے حضرت قدس سرہ کی خدمت کرنے کا حسین ترین موقع نصیب ہوا، جس پر میں ساری زندگی نازاں رہوں گا کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول فرمایا اور ہمیشہ نوازتے رہے اور اس وقت بھی ان کے خصوصی فیضان کی برکھا ہم پر جھما جھم برس رہی ہے اور ان شاء اللہ العزیز فیضان کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

"اسی زمانے کی بات ہے ابھی حضرت کولہرولی میں آئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ حضور حبیب العلما مدظلہ العالی نے مجھے بلایا اور کہنے لگے بابو رات میں ابا حضور کے کمرے میں ان کے ساتھ سویا کیجیے کہ وہ آپ سے مانوس بھی ہیں اور آپ ان کی خدمت بھی کرلیں گے، اتفاق سے پہلی ہی رات حضور حبیب العلما مدظلہٗ العالی گھر تشریف لے گئے، میں نے حضرت کو کھانا کھلایا اور بعد نماز عشا تخت پر حضرت کا بستر جھاڑ کر لگا دیا، حضرت آرام کرنے لگے، میں بھی بغل میں زمین پر بستر لگا کر لیٹ گیا، رات گزری حضرت اپنے بستر سے اٹھے، استنجا خانہ میں گئے، میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت کو کسی چیز کی ضرورت ہو مگر حضرت غسل خانہ میں گئے، ہاتھ دھلے اور پھر بستر پر لیٹ گئے، ایک گھنٹہ گزرا پھر حضرت اٹھے میں بھی اٹھ گیا اور جلدی سے لائٹ جلا دی، حضرت پھر استنجا خانہ سے غسل خانہ گئے اور پھر آکر لیٹ گئے، اسی طرح حضرت رات میں کئی دفعہ اٹھے مگر جب وہ اٹھتے میں بھی اٹھ کر بیٹھ جاتا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت کو کوئی ضرورت ہو، پوری رات اسی طرح سے گزری یہاں تک کہ صبح کی سپیدی نمودار ہوئی، میں اٹھا اور طلبہ کو نماز فجر کے لیے بیدار کیا، فجر کی نماز کے لیے حضرت نے وضو کیا اور باجماعت نماز ادا فرمائی، رات کسی طرح کٹ گئی مگر پورا دن میں یہی سوچتا رہا کہ آخر حضرت رات میں بار بار کیوں اٹھ رہے تھے، پھر سوچتا کہ اگر اسی طرح شب بیداری میری ہوتی رہی تو پھر صبح طلبہ کو درس کیسے دوں گا، خیر دن گزر گیا پھر سورج غروب ہوا، رات اپنی سیاہ زلفوں کو آہستہ آہستہ بکھیرنے لگی، عشا کے

بعد کچھ دیر تک میں نے مطالعہ کیا پھر سونے کے وقت حضرت کے کمرے میں بستر لگا کر ایک کنارے سو گیا، ہر طرف سناٹا تھا، رات ڈھل چکی تھی، لوگ نیند کے آغوش میں جا چکے تھے، مجھے بھی ہلکی ہلکی نیند آ رہی تھی کہ حضرت اپنے بستر سے اٹھے، میں یہ سوچ کر سویا رہا کہ اگر کوئی ضرورت ہوگی تو ضرور آواز دیں گے، حضرت نے استنجا کیا پھر غسل خانہ میں گئے، وضو فرمایا، وضو کرنے کے بعد بستر پر پڑے مصلی کو اٹھایا اور آہستہ سے بغل میں بچھا کر رکعت پر رکعت ادا کرنے لگے، کچھ دیر تک تو دیکھتا رہا اور پھر سو گیا، حضرت نے نماز فجر کے لیے بیدار کیا، صبح کے وقت جو سو کر اٹھا تو یقین ہو چلا تھا کہ گزشتہ شب جو بار بار اٹھتے اور پھر سو جاتے صرف اسی لیے تھا، پھر اس کے بعد اپنے وقت مقررہ پر ہر روز بستر پر دراز ہو جایا کرتا تھا"۔

شب بیداری و گریہ زاری

آپ کی شب بیداری و گریہ زاری کا ایک واقعہ نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں: وہ بیان فرماتے ہیں کہ

بچپن ہی میں نانا حضور مجھے اپنے ساتھ "امرڈوبھا" لے گئے چوں کہ ہمارے علاقے کی اکثریت بدمذہبوں کی زد میں آ چکی تھی اس لیے حضرت کو اس علاقے کی فکر ہمیشہ رہا کرتی تھی شاید یہی وجہ تھی کہ جب میں نے بزنس کے لیے شہر ممبئی میں دوکان ڈالی تو دوسرے ہی دن حضرت مجھے اپنے ساتھ لے کر یوپی آ گئے اور کہا کہ تمہیں دوکان نہیں کرنی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں بہت ہی چھوٹا تھا جب نانا حضور مجھے اپنے ساتھ لے کر دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں گئے چوں کہ میں نے پہلی بار اپنا گھر چھوڑا تھا اس لیے بار بار والدہ کی یاد آ رہی تھی اور میرا چہرہ اداس رہتا تھا، اس لیے نانا حضور نے میری دلجوئی کے لیے میرا بھی بستر اپنے کمرے میں لگوا دیا، عشا کے بعد کھانا کھلایا اور پھر کہا میاں سعید! یہ آپ کا بستر ہے، اس پر آرام کرو میں لیٹ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی، میں سو

رہا تھا کہ اچانک مجھے رونے کی آواز سنائی دی، کمرے میں ہلکی روشنی تھی، میں نے دیکھا کہ نانا حضور سر کو سجدے میں رکھے ہوئے ہیں اور زور زور سے رو رہے ہیں، میں ڈر گیا اور نانا کو روتے دیکھ کر مجھ پر دہشت طاری ہوگئی پھر میں لیٹ گیا اور مجھے نیند کب آئی مجھے معلوم نہیں، جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا نانا آپ رو کیوں رہے تھے؟ پھر رات کی ساری بات ان کو سنا ڈالی، اسی دن سے نانا حضور نے میرے سونے کا انتظام دوسرے کمرے میں کرا دیا"۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "خطیب البراہین اور تصوف" میں یوں بیان کرتے ہیں:

"دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امر ڈوبھا کے ایک استاذ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رات میں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے کمرے کی طرف چلا گیا تو میں نے انتہائی سوز و گداز میں ڈوب کر رونے کی آواز سنی جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں فوراً ہی اپنے کمرے کی طرف واپس ہو گیا"۔

سچ کہا ہے کسی نے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

نفلی عبادت چھپا کر ادا کرنا

نوافل کو کو چھپا کر ادا کرنے کا ایک واقعہ حضور حبیب العلما شیخ طریقت حضرت علامہ الشاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ رضوی مد ظلہ العالی یوں بیان کرتے ہیں:

"رمضان المبارک کا مہینہ تھا، نماز تراویح کے بعد سب لوگ محو خواب تھے مگر ابا حضور کو میں نے دیکھا کہ پوری رات قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے اور جب سحری کا وقت ہوا تو ہم سے فرماتے ہیں بیٹا جاؤ اساتذہ کو سحری کے لیے جگالاؤ، میں اس وقت موجود اساتذہ کو جگانے کے لیے گیا اور ادھر ابا حضور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے جب سارے

لوگ آ گئے اور لوگوں نے آپ کو بیدار کیا تو آپ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے اس قدر مل رہے تھے جیسے کوئی لمبی نیند سے بیدار ہوا ہو''۔

سبحان اللہ! کس قدر لوگوں سے اپنی عبادت کو چھپاتے تھے، آج تو دو دن تہجد پڑھنے کے بعد لوگ باضابطہ محفلوں میں بیان کرتے ہیں کہ ہم تو بھائی تہجد کے وقت ہی اٹھ جاتے ہیں، سچ کہا ہے مولانا منظر وسیم مصباحی نے

تھے سلوک و معرفت کی جانے کس منزل پہ تم
وقت کے صوفی اعظم حضرت صوفی نظام

آپ کی آہ سحر گاہی کا ایک واقعہ حضرت مولانا خورشید احمد نظامی جھابوا ایم پی یوں بیان کرتے ہیں:

''حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ ایک مرتبہ شہر جھابوا میں تشریف لائے ہوئے تھے، شہر جھابوا کے بغل میں ایک قصبہ بامنیا ہے، ایک شب کا پروگرام وہاں بھی تھا ،حاجی محمد اسمٰعیل کے یہاں حضرت کا قیام تھا، پروگرام ہوا اور لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہوئے، جب محفل میلاد ختم ہوئی تو مریدوں کے ملنے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اسی ملنے میں رات زیادہ ہو گئی چوں کہ وہ آدی واسیوں کا علاقہ تھا، وہ لوگ رات کیا دن ہی میں موقع ملتے ہی لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اس لیے تاریک شب میں جھابوا جانا مناسب نہیں لگ رہا تھا، ادھر لوگوں کا اصرار تھا کہ صبح ناشتہ کر کے تشریف لے جائیں خیر اتفاق اسی پر ہوا کہ آج رات یہاں پر قیام کر لیا جائے، سب لوگ حضرت کی قیام گاہ پر موجود تھے، حضرت نے فرمایا رات زیادہ ہو گئی ہے آپ لوگ سو جائیں اور خود حضرت بھی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے، بغل کے کمرے میں، میں اور قاری رئیس القادری گورکھپوری آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے، رات کا آخری پہر تھا، تقریباً تین بج رہے تھے اتنے میں کسی کے سسکنے کی آواز میرے کانوں میں آئی، پہلے تو میں نے سوچا چھوڑو ہوگی کوئی آواز مگر ہر طرف سناٹا تھا اور بار بار یہ آواز کانوں میں گونجنے لگی، میں اٹھ کر بیٹھ گیا

حضرت قاری رئیس القادری صاحب سے کہا کہ کسی کے رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے، قاری صاحب نے بھی سنا تو فرمایا مولانا یہ حضرت کی گریہ وزاری کرنے کی آواز ہے یہ سلسلہ فجر تک چلتا رہا"۔

قارئین کرام! یہ کوئی دو چار صدی پہلے کے بزرگ کی بات نہیں ہے، یہ حالت اس مرد حق آگاہ کی ہے جو ابھی چند سالوں قبل ہمارے درمیان تھے، جو بے سروسامانی کے عالم میں بھی لاکھوں لوگوں کے دلوں پر راج کرتے تھے، جس کے چاہنے والے ہمیشہ پروانہ وار نثار ہوتے تھے، لوگوں کے دلوں میں محبت اوراس قدر جذبہ جاں نثاری یہ سب من جانب اللہ تھی، کاش لوگ آپ کی حیات طیبہ سے کچھ سیکھتے، آج لوگ جتنی انرجی مخلوق خدا کے درمیان مقبول ہونے میں خرچ کرتے ہیں اگر اتنا وقت اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے دے دیں تو یقیناً اللہ انھیں بلند فرمائے گا۔

پروردگار عالم سب کو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترم قارئین کرام! آپ نے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی نماز کی پابندی، وقت ہونے پر اس کی ادائے گی کے لیے بے قراری، نوافل کی کثرت آہ سحر گاہی کے کئی واقعات ملاحظہ کیے، پروردگار عالم نے آپ کی زبان میں وہ تاثیر عطا فرمائی تھی کہ آپ نے جس کے لیے جو کہہ دیا وہ ہو گیا، جس کے لیے ہاتھ اٹھا دیا اس کی زندگی سنور گئی، جس پر نگاہ کرم ڈال دیا اس کے دل کی دنیا بدل گئی، میں نے خود دیکھا کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں جس نے دولت مانگی اسے ملی، جس نے اصلاح فکر واعتقاد کی درخواست کی وہ اپنی مانگی مراد پایا، جس نے بیماری سے نجات چاہی اس کی بیماری دور ہوئی، کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو اولاد سے محروم تھے بلکہ طویل مدت گزر جانے کی وجہ سے مایوس تھی، آپ کی دعاؤں سے ان کی مایوسی ختم ہوئی اوران کی زندگی کے چمن میں اولاد کے کئی حسین پھول کھلے، بلاشبہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ مستجاب الدعوات

تھے، آپ کی دعاؤں کے چندواقعات میں آنے والے صفحات میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں جسے بغور مطالعہ کریں توان شاء اللہ ایمان کوتازگی اورروح کوسرورحاصل ہوگا، تولیجیے اس کاآغازمیں اپنی زندگی سے کرتاہوں۔

جوجذب کے عالم نکلے لب مومن سے

گرمی کامہینہ تھا، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کودوپہر کاکھاناکھلایا اورخود ساتھ میں بیٹھ کرکھایا، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کاوہ جملہ آج بھی میرے ذہن میں گردش کرتاہے، کبھی کبھی حضرت کھاتے اوراپنی پلیٹ سے نکال کرہماری پلیٹ میں رکھتے جاتے اورفرماتے خوب کھاؤخوب کھاؤ(افسوس اب یہ صرف یادیں رہ گئیں ہیں) کھانے کے بعد حضرت کوقیلولہ کے لیے بسترپرلٹادیااورمیں آپ کے کمرے میں ایک جانب بسترڈال کرآرام کرنے لگا، ابھی حضرت کولیٹے ہوئے آدھاگھنٹہ بھی نہیں گزراتھاکہ حضرت اپنے بسترسے اٹھ گئے اورمجھے اٹھایا، میراہاتھ پکڑکرکمرے سے باہرنکل آئے اورجامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازارکے برآمدے میں ٹہلنے لگے، ٹہلتے ٹہلتے باورچی خانہ تک گئے پھرواپس اپنے کمرے کی طرف جانے لگے، جامعہ کے محدث امروہوی ہال کے سامنے برآمدے میں نبیرہ حضور خطیب البراہین حضرت مولاناالحاج ضیاء المصطفیٰ نظامی کی موٹرسائیکل کھڑی تھی، حضرت نے پوچھا یہ کس کی گاڑی ہے؟ میں نے عرض کیاحضور! مولاناضیاء المصطفیٰ صاحب کی ہے معًامیرے منھ سے نکل گیاحضور میرے پاس گاڑی نہیں ہے، دعافرمادیں کہ ہوجائے، گھرآنے جانے میں بڑی دقت ہوتی ہے، حضرت نے فوراارشادفرمایاہوجائے گاان شاء اللہ۔ حضرت کے ساتھ تقریبًاچارسال تک میں رہا، ہزاروں لوگوں کے لیے دعاکرایاان کی مرادیں بھی پوری ہوئیں مگراپنے لیے سوائے چندبارکے کبھی کچھ نہ کہاہے شایداسی کانتیجہ ہے کہ حضرت نے بہت سی دعاؤں سے نوازاہمیں یقین کامل ہے کہ وہ ساری دعائیں اپنے وقت پرایک ایک کرکے پوری ہوں گی، رہی بات موٹرسائیکل کی جومیرے منھ سے

اچانک نکل گئی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں تقرری کے بعد جب جمعرات کو گھر جاتا تھا تو پورا دن لگ جاتا تھا اور جب سنیچر کو واپس آتا تو پورا دن لگ جاتا تھا، اس سفر میں سب سے زیادہ تکلیف مہنداول سے کمپیر گنج جانے میں ہوتی تھی، ایک تو وقت پر سواری نہیں ملتی اور اگر ملتی توڈ گامار جیپ اور اس میں بیس لوگ تہ بہ تہ بٹھائے جاتے تھے، پھر پیچھے تین چار لوگ لٹکائے جاتے تھے پھر پندرہ بیس کی رفتار میں وہ ٹوٹی ہوئی سڑک پر جیپ چلتی تھی، اس مصیبت کو جھیلتے جھیلتے میں عاجز آگیا تھا، اس وقت اپنے پاس اتنا بجٹ نہیں تھا کہ موٹر سائیکل خرید سکوں، شاید دل کا درد ہی تھا کہ تنہائی میں اپنے مشفق مرشد کے سامنے اتنا کہنے کی جرأت کر ڈالا، جب حضرت نے فرمایا ہو جائے گا ان شاء اللہ تو مجھے یقین ہو چلا تھا کہ اب گاڑی کا انتظام ہو جائے گا مگر بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی کیوں کہ اس وقت میرے پاس صرف بیس ہزار روپئے تھے اور گاڑی تقریباً پچاس ہزار سے کم میں ملنے والی نہ تھی۔

اس دن کے بعد سے ابھی بیس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک دن آپ کے نواسے حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ میرے کمرے میں آئے اور کہنے لگے کہ مولانا صاحب میں اپنی موٹر سائیکل بیچ رہا ہوں، تھوڑی دیر بیٹھے رہے، ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر چلے گئے، موٹر سائیکل اچھے کنڈیشن میں تھی اور ابھی سال ڈیڑھ سال کی چلی تھی، میرے دل میں بات آئی کہ کیوں نہ اسی کو خرید لوں مگر میرے پاس تو صرف بیس ہزار ہی تھے اور اس وقت گاڑی کی قیمت مارکیٹ میں تیس ہزار سے کم نہ تھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت گاڑی بیچ کر ہنڈا سائن خریدنے کے پلان میں ہیں، اسی لیے میں خود نہ کہہ سکا، شام کے وقت جامعہ کے اساتذہ سے تذکرہ کیا اور اپنی بات کہی کہ میں ہی لے لیتا مگر صرف بیس ہزار ہی ہے، تو اساتذہ نے کہا کہ کیا ہوا آپ خود ہی بات کرلیں، میں نے کہا بات کر لیتا لیکن چوں کہ مجھے خریدنا ہے اور رقم مکمل نہیں ہے، اس

لیے ہمت نہیں پڑرہی ہے، اساتذہ میں سے ایک صاحب نے کہا کہ چلیے میں ہی بات کرلیتاہوں، صبح ہوئی حسب سابق حضرت جامعہ پر تشریف لائے انھوں نے حضرت سے بات کی، حضرت نے فرمایاکہ اگر مولانا صاحب لینا چاہتے ہیں تو کہ دیجیے کہ تیس ہزار روپئے دے دیں، انھوں نے کہا کہ ان کے پاس صرف بیس ہزار روپئے ہی ہیں وہ لے لیں باقی بعد میں لے لیجیے گا، اس پر انھوں نے فرمایاکہ خیر کوئی بات نہیں ان سے کہ دیجیے کہ لے لیں، جمعرات کا دن تھا حضرت نے چابی میرے پاس بھیجوادی، میں چابی لے کر خود ان کے پاس آیا تو انھوں نے فرمایا آپ گاڑی لینا چاہتے ہیں میں نے کہاہاں !لیکن میرے پاس مطلوبہ رقم نہیں ہے، انھوں نے نے کہا جو ہے دے دیجیے باقی بعد میں دے دیجیے گا، اتنا سننے کے بعد کان میں پھر وہی رس گھولتے ہوئے جملے گردش کرنے لگے ”ہوجائے گا ان شاء اللہ !“۔

ایمان کی پختگی اور روح کی تازگی کے لیے یہ واقعہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں یقینا اس واقعہ سے اہل اللہ پر جو آپ کا اعتماد ہے وہ اور مضبوط ہوگا اور آپ کا جو یہ یقین ہے کہ بظاہر خالی ہاتھ بوریا نشین اپنے دھن میں مگن رہنے والے اللہ کی عطا سے بہت کچھ نوازتے ہیں یقیناً آپ کا یقین اور کامل ہوگا، ہاں !جن کی عقل پر گمرہی اور نفرت کے دبیز پردے پڑ چکے ہیں میں ان کی بات نہیں کرتا تو ملاحظہ کیجیے۔

مرشد گرامی کی دعا سے گود ہری ہوگئی

۲۰۱۱ء کی بات ہے رمضان المبارک میں مدھیہ پردیش کے ضلع علی راجپور میں میرا جاناہوا خاص شہر علی راج پور میں جامع مسجد کے امام برادر طریقت حضرت مولانا اختر رضا نظامی صاحب قبلہ سے ملاقات کی اور آنے کا مقصد بیان کیا، انھوں نے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے کچھ مریدین سے میری ملاقات کروائی اور جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے لیے چندہ ہوا، دو سال پہلے جب میں علی راج پور گیا تھا تو بس اسٹینڈ پر میری ملاقات محمد عمران نظامی فروٹ والے سے ہوئی

تھی فون کا سلسلہ جاری رہا جب عمران بھائی کو خبر لگی کہ میں اس شہر میں آیا ہوا ہوں تو وہ مسجد میں آئے اور جیسا کہ وہاں کا رواج ہے کہ شہر کے اکثر لوگ جامع مسجد میں ہی افطار کرتے ہیں وہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ افطار کیے اور مغرب کی نماز سب نے ادا کی۔

بعد نماز مغرب حضرت مولانا اختر رضا نظامی صاحب قبلہ چوں کہ حافظ قرآن بھی ہیں اور ہر سال جامع مسجد میں تراویح سناتے ہیں، اس لیے وہ عشا کے وقت تک مجھ سے معذرت کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے اور تراویح کی تیاری کرنے لگے، ادھر عمران بھائی نے کہا کہ چلیے حضرت گھر چلتے ہیں، وہیں چائے پیئیں گے اور گھر والوں سے کچھ چندہ بھی کر لیں گے، میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا، ان کے والد اور بھائیوں نے پر تپاک خیر مقدم کیا اور پھر بیٹھے چائے آئی ہم سب نے مل کر چائے پی، کچھ چندہ بھی ہوا، اس کے بعد ان کے والد نے کھانے کی دعوت دے ڈالی، میں نے کہا کہ بھائی میں تو تراویح کے بعد کھانا کھاتا ہوں، انھوں نے کہا کہ کیا ہوا آج ہم سب آپ کے ساتھ کھانا کھائیں گے، تراویح کی نماز جامع مسجد میں ادا کی گئی، تراویح کے بعد جب ہم کھانے کے لیے چلنے لگے تو عمران بھائی نے حضرت مولانا اختر رضا نظامی صاحب قبلہ سے ہمارے لیے رات میں قیام کی اجازت لے لی، ہمارے ساتھ کچھ احباب ان کے گھر تک گئے، کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر سب لوگ بیٹھے رہے اور حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی حیات طیبہ پر گفتگو ہوتی رہی، رات زیادہ گزر چکی تھی، احباب کو میرے سفر کا خیال آگیا اس لیے سب لوگ سلام کے بعد اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ میں بھی اٹھا فریش ہوا اور پھر بستر پر دراز ہو گیا، ابھی لیٹا ہی تھا کہ عمران بھائی کی آواز آئی حضرت سو گئے؟ میں نے کہا نہیں! رمضان میں رات میں مجھے نیند نہیں آتی، انھوں نے کہا کہ والد صاحب آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، میں نے کہا بلائیے، عمران بھائی کے ساتھ ان کے والد اور چھوٹے بھائی مہمان خانے میں میرے پاس آئے اور بغل میں بیٹھ گئے، میں اٹھ کر بیٹھ گیا ان کے والد نے گفتگو کا آغاز کیا، حضرت عمران میرا لڑکا

ہے، میرے ایک لڑکے کو کوئی اولاد نہیں ہورہی ہے، حضرت سے ملاقات کرکے جب اس کی پریشانی بیان کی تو حضرت نے دعا کی تھی اور آج اس کے دو بچے ہیں، حضرت یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے، کئی سال ہوگئے اسے بھی کوئی اولاد نہیں ہورہی ہے، حضرت کا ادھر آنا بھی نہیں ہورہا ہے کہ میں ان سے اپنا دکھڑا کہوں ،سنا ہے کہ آپ حضرت کے بہت قریبی ہیں اور حضرت آپ کو بہت مانتے ہیں میرے اس بچے کے لیے دعا کرادیں مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت نے دعا کردی تو اس کی بھی سونی گود ہری ہوجائے گی اور اس کا بھی آنگن بچوں کی کلکاریوں سے گونج اٹھے گا،ان کی آواز بوجھل ہوتی جارہی تھی پر چہرے پر غضب کا اعتماد دکھائی دے رہا تھا ان کا دکھ سن کر میری بھی آنکھیں بھیگ گئیں میں نے کہا یہ سچ ہے کہ حضرت مجھ کو بہت مانتے ہیں یہ ان کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھ گنہگار کو اتنی عزت عطا فرمائی خیر میں آپ کی درخواست پیرو مرشد کی بارگاہ میں ضرور پیش کروں گا۔

خیر صبح ہوئی میں نے اپنا راستہ لیا اور شہر شہر گھوم کر پورا رمضان چندے میں گزار کر عید کے بعد گھر آیا، دس شوال المکرم کو جب جامعہ پہنچا تو اس کے انتظام میں لگ گیا ادھر تعلیم شروع ہوگئی، اسی مصروفیت میں ان بے چاروں کی بات ذہن سے نکل گئی، ایک دن عمران بھائی کا فون آیا اور جب اپنے بھائی کے بارے میں پوچھا تب مجھے یاد آیا میں نے کہا صحیح یہی ہے کہ میں مصروفیت کی وجہ سے بھول گیا تھا لیکن گھبرائیں نہیں جب ہی موقع ہاتھ لگے گا میں آپ کی درخواست ضرور بارگاہ مرشد میں پیش کردوں گا۔

دن گزرا، رات گزری فجر کے بعد میں اپنے کمرے سے نکلا، شہزادۂ حضور خطیب البراہین پڑھانے کے لیے بسڈیلہ جاچکے تھے، حضرت کا کمرہ خالی تھا کمرے کے سامنے بنی ہوئی گلاب کی کیاری سے دو گلاب توڑا اور حضرت کے کمرے میں داخل ہوا سلام عرض کیا، دست بوسی کی اور بغل میں بیٹھ گیا، حضرت ہاتھ میں لے کر گلاب کا پھول دیکھ کر مسکرانے لگے میں نے وہ دونوں پھول حضرت کی جانب بڑھایا اور جب حضرت

نے دونوں پھول اپنے دست مبارک میں پکڑ لیا تو میں بارگاہ مرشد میں عرض گزار ہوا۔

حضور مدھیہ پردیش، علی راج پور میں آپ کے ایک مرید ہیں ان کے بچے نہیں ہو رہے ہیں، اس پر دعا فرما دیں، حضرت نے کچھ پڑھا اور اس گلاب پر دم کر کے مجھے عنایت فرما دیا، کچھ دیر حضرت کی خدمت میں رہا چوں کہ سلام کا وقت ہو رہا تھا اس لیے میں کمرے سے باہر چلا آیا، دوسرے دن بائی پوسٹ ان دو پھولوں کو علی راج پور بھیج دیا اور فون کر کے بتا دیا کہ گلاب کے دو پھول بھیج رہا ہوں زوجین کو کھلا دینا، دوسرے سال رمضان المبارک میں جامعہ کے چندہ کے لیے علی راجپور پہنچا تو عمران بھائی سے ملاقات نہیں ہوئی، میں نے بعد نماز عشا حضرت مولانا اختر رضا نظامی صاحب قبلہ سے کہا عمران نظر نہیں آرہا ہے، تو انھوں نے بتایا کہ اس کے چھوٹے بھائی کو ایک ہی ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی ولادت ہوئی ہے، بہت دنوں سے اولاد نہیں تھی، اللہ کا کرم دیکھو دیا تو ایک ساتھ دو، آج انھیں دونوں کا عقیقہ ہے، شاید مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکا ہو، مجھے یہ خبر سن کر بہت خوشی ہوئی کہ پیرو مرشد نے جس کی طرف ایک نظر التفات کی تھی مولائے کریم نے اس کی گود ہری کر دی لیکن دل میں یہ ملال ضرور ہوا کہ ان لوگوں نے فون سے بھی خبر کرنا مناسب نہیں سمجھا، یہی سب سوچ رہا تھا کہ مولانا نے کہا حضرت کیا ہوا آپ کا چندہ تو پہنچ جائے گا، میں نے کہا مولانا صاحب بات چندے کی نہیں ہمیں دکھ دوسری بات کا ہے اور انھیں پوری داستان سنا ڈالا اور کہا کہ آپ اس سے کچھ نہ کہیں گے، میری دعا ہے کہ اللہ ان بچوں کو شاد و آباد رکھے، یہ دونوں میرے مرشد برحق کے دعا کی نشانی ہیں۔

میرے چلے آنے کے بعد مولانا نے عمران کی اچھی طرح سے کلاس لی، خیر جب تیسرے سال جانا ہوا تو عمران آیا گھر لے گیا اور ان بچوں کو لایا، دونوں بچوں کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا، عمران نے کہا کہ حضرت یہ ہے مرشد برحق کے دعا کی نشانی۔

مرشد کی دعا سے صحت بھی ملی اور دامن میں جگہ بھی

ہو دل میں گر خلوص تو ملتی ہیں غیب سے راہیں
ہو دل میں گر فتور تو شیرازے بکھر جاتے ہیں

اہل علم کی نگاہیں ظاہر پر ہوتی ہیں اور اہل اللہ کی نگاہیں دل پر ہوتی ہیں، اسی لیے اہل علم کی مجلس میں انسان زبان سنبھال کر استعمال کرتا ہے تو اہل اللہ کی بارگاہ میں دل سنبھال کر رکھتا ہے، اگر زبان پھسلی تو اہل علم گرفت کریں گے اور اگر دل گڑبڑ ہوا تو اہل اللہ گرفت کر لیتے ہیں، تو لیجیے زبان اور دل کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجیے جس کا چشم دید گواہ میں خود ہوں کہ کس طرح حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے دل کے خیالات پر گرفت فرمایا۔ ملاحظہ کیجیے:۔

گرمی کا مہینہ تھا صبح کے وہی کچھ دس بج رہے تھے، حضور مرشد گرامی کو ناشتہ کرا دیا تھا، آپ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں اپنے کمرے میں آرام فرما تھے، اس دن کوئی چھٹی تھی میں برآمدے میں کرسی لگا کر بیٹھا تھا، ایک صاحب تشریف لائے وضع قطع سے کوئی عالم یا حافظ لگ رہے تھے، ان کے ساتھ ۱۲؍ یا ۱۴؍ سال کا بچہ تھا جو دیکھنے میں کسی ادارے کا طالب علم لگ رہا تھا، آتے ہی انھوں نے سلام کیا میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، سلام و مصافحہ کے بعد میں کمرے سے کرسی لایا وہ دونوں حضرات اس پر بیٹھ گئے، پھر حسب معمول جو بھی تھا ان حضرات کو ناشتہ پانی کرایا، ان کی خیریت دریافت کی، پھر آنے کا مقصد پوچھا تو پتہ چلا کہ آپ حافظ قرآن ہیں اور ممبئی کے کسی ادارے میں معلم کی حیثیت سے بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور ساتھ والا بچہ انھیں کا ہے اور پندرہ پارے کا حافظ ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد حضرت حافظ صاحب نے کہا مولانا صاحب یہ میرا بچہ حافظ قرآن ہے اکثر بیمار رہتا ہے، اس کی صحت کے لیے دعا کرانے کی غرض سے میں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، میں نے ان سے پوچھا

دیکھنے میں تو بچہ صحت مند معلوم ہورہا ہے، کیا بیماری ہے اس بچے کو؟ اس پر حافظ صاحب نے اس بچے کے بیماری کی جو داستان سنائی میں سن کر دنگ رہ گیا، انھوں نے بیان کیا کہ یہ میرا بچہ ۱۵؍ پاروں کا حافظ ہے، مہینے میں پندرہ دن بیمار رہتا ہے اور پندرہ دن صحت مند، پہلی تاریخ سے بیمار ہونا شروع ہوتا ہے اور پندرہ تاریخ آتے آتے بہت زیادہ بیمار ہوجاتا ہے پورے جسم میں درد بخار وغیرہ بہت تیز رہتا ہے مگر جوں ہی سولہواں دن لگتا ہے یہ بچہ ٹھیک ہونا شروع ہوجاتا ہے اور تیس تاریخ آتے آتے مکمل ٹھیک ہو جاتا ہے پھر جوں ہی پہلی تاریخ لگتی ہے بیمار ہونا شروع، وہ اپنی بات کرتے جارہے تھے اور میں حیرت سے ان کے چہرے کو دیکھتا اوران کی باتیں سنتے جارہا تھا، جب وہ اپنی بات مکمل کر چکے تو میں نے پوچھا کہ اس بچے کا علاج نہیں کروایا آپ نے؟ توانھوں نے کہا! جی ممبئی کے بڑے سے بڑے ہاسپٹل میں اس کا علاج کرایا مگر ہر کوئی ایک الگ ہی مرض بتاتا ہے اور صحیح یہی ہے کہ ڈاکٹروں کو اس کی بیماری کے بارے میں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور وہی حال آج بھی ہے دوا سے کوئی افاقہ نہیں۔

پھر میں نے کہا کہ کسی مُعَوِّذ کی تعویذ وغیرہ بنوالینی چاہیے تھی یا کسی عامل شخص کو دکھا لینا چاہیے تھا ہوسکتا ہے اسی سے اس بچے کو شفا مل جاتی، اس پر انھوں نے کہا کہ بہت سارے لوگوں سے دعا تعویذ بھی کروائی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، حضرت کے بارے میں بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ یہ جن کو دعا کر دیتے ہیں اللہ شفا عطا فرمادیتا ہے، اسی لیے حضرت کی بارگاہ میں بہت امید لے کر آیا ہوں، میری ملاقات حضرت سے کرا دیں اوراس بچے کو دعا کرادیں تاکہ یہ بچہ صحت مند ہوجائے، میں نے انھیں دلاسہ دلایا آپ اطمینان رکھیں اگر آپ امید لے کر آئے ہیں تو حضرت دعا ضرور کریں گے اور ان شاء اللہ العزیز پروردگار عالم آپ کی امیدوں کو ضرور پورا فرمائے گا، میں کرسی سے یہ کہتے ہوئے اٹھا کہ آپ تشریف رکھیں میں حضرت سے اجازت طلب کرلوں پھر آپ کو ان سے ملاتا ہوں میں حضرت کے کمرے میں داخل ہوا دیکھا کہ حضرت سر جھکائے اپنے

کمرے میں ٹہل رہے ہیں، میں نے سلام کیا اور آئے ہوئے مہمانوں کا تذکرہ کیا اور ان کی ضرورت بھی بیان کردی اور عرض کیا حضور! وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اگر اجازت ہو تو انھیں اندر لے آؤں، حضرت نے اجازت دے دی میں فوراً دروازے پر آیا اشارے سے کمرے کے اندر آنے کو کہا، ابھی وہ اپنے لڑکے کو لے کر کمرے کے اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ یکایک حضرت کا تیور بدل گیا، آپ فرمانے لگے اچھا آپ لوگ باہر چلے جائیں، باہر چلے جائیں، باہر چلے جائیں، میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ابھی ابھی آپ نے انھیں آنے کی اجازت دی ہے پھر کیوں انھیں باہر کر رہے ہیں مجھے بہت شرمندگی ہوئی، جب وہ لوگ کمرے سے باہر چلے گئے تو میں حضرت کے قریب گیا سر جھکائے کچھ دیر کھڑا رہا پھر ہمت کر کے عرض کیا حضور! یہ تو ہمارے مہمان ہیں آپ کی اجازت لے کر میں نے انھیں کمرے کے اندر بلایا تھا پر آپ نے انھیں کمرے سے باہر کر دیا، بتائیں ان کے دل پر کیا گزری ہوگی، ایک بار آپ ان سے مل لیتے، ان کی باتیں سن لیتے، ان کی بھی دل جوئی ہو جاتی میری ان باتوں کو سن کر حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ اچھا آپ کہہ رہے ہو تو بلا لو۔

میں کمرے سے باہر آیا اور حافظ صاحب کو ساتھ لے کر کمرے میں داخل ہوا، اس وقت حضرت اپنی نشست گاہ پر بیٹھ چکے تھے، حافظ صاحب اور ان کے لڑکے نے حضرت کی دست بوسی کی اور سامنے بیٹھ گئے، میں بھی حضرت کے بغل میں بیٹھ گیا، ابھی کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ نبیرۂ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بھی آ گئے، ہم سب کھڑے ہو گئے، سلام و مصافحہ ہوا، انھوں نے بھی حضرت کی دست بوسی کی اور ساتھ میں بیٹھ گئے اور آئے ہوئے مہمانوں کے بارے میں پوچھنے لگے، میں نے ان سے مہمانوں کا تعارف کرایا اور ان کے آنے کا مقصد بھی بتایا اس پر انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے حضرت سے دعا کرا دیں۔

میں نے حضرت سے ان مہمانوں کا تعارف کرایا اور کہا کہ حضور یہ لڑکا حافظ

قرآن بننا چاہتا ہے اور پندرہ پارے کا حافظ ہے مگر مہینے میں پندرہ دن بیمار رہتا ہے یہ ان کے والد صاحب ہیں اور اس بچے کا بہت علاج کرا چکے ہیں مگر کوئی افاقہ نہیں ہو رہا ہے بہت پریشان ہیں دعا فرمادیں کہ پروردگار عالم اسے شفا عطا فرمادے۔

میں چار سال تک مسلسل حضرت کی خدمت میں رہا اور ہزاروں لوگوں کو دعا کرائی مگر اس دن کی طرح میں نے حضرت کو کبھی دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، ان چار سالوں میں متعدّد بار حضرت کو جلال کے عالم میں بھی دیکھا مگر اس دن جو تیور دیکھا ایسا تیور کبھی نہیں دیکھا اس دن کی کیفیت ہی کچھ اور تھی۔

لڑکا سامنے تھا اس کے بغل میں اس کے والد اور حضرت کے بغل میں اور میرے بغل میں حضرت کے نواسے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت تھوڑا آگے بڑھے اور اس لڑکے کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا اور دعا کرنے لگے کچھ دیر دعا کرتے رہے پھر تیور بدلا عالم غضب میں ارشاد فرماتے ہیں جا تو ٹھیک ہو گیا، ہم لوگ کہنے لگے جی ٹھیک ہو گیا، ہاں نظام الدین کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہو گیا، ہم لوگ کہنے لگے جی حضور آپ نے فرمادیا تو لڑکا ٹھیک ہو گیا، حضرت خاموش ہو گئے اور سر جھکائے بیٹھ گئے، ابھی کچھ ہی لمحہ گزرا تھا کہ پھر سر اٹھاتے ہیں اور لڑکے کے والد کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں اچھا بتاؤ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ لڑکا ٹھیک نہیں ہو گا، آپ کا سوال کرنا ہی تھا کہ لڑکے کے والد تھر تھر کانپنے لگے، خوف سے ان کا رونگٹا کھڑا ہو گیا، وہ کچھ بول نہیں پا رہے تھے، میں نے اور نواسے صاحب نے پھر عرض کیا حضور جب آپ نے فرمادیا کہ ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک ہو گیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

اس کے بعد حضور مرشد گرامی خاموش ہو گئے اور سبھوں نے اپنی نگاہیں جھکا لیں، تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی اور سب سر جھکائے بیٹھے رہے، چند منٹ

کے بعد لڑکے کے والد میرے قریب آئے اور آہستہ سے میرے کان میں کہتے ہیں کہ اس لڑکے کو حضرت سے مرید کرادیں، حضرت اپنا سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے، ابھی چند منٹ پہلے ہی حضرت کا پر جلال تیور دیکھا تھا کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی مگر حافظ صاحب بار بار اصرار کر رہے تھے، مہمان کے اصرار پر میں نے ہمت جٹائی اور حضرت کے تھوڑا قریب ہوا اور حافظ صاحب کا عریضہ پیش کیا، حضرت نے سر اُٹھایا اور وہ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں بچے کے والد صاحب سے تو اجازت لے لو، میں نے عرض کیا حضور اُن کے والد صاحب ہی کے کہنے پر میں عرض گزار ہوا ہوں، اس پر حضرت نے فرمایا اچھا وضو کرنے کو کہو، بچے سے میں نے وضو کرنے کو کہا بچہ غسل خانے میں گیا اور وضو کر کے واپس آگیا، میں نے جلدی سے اس کا نام پوچھا اور رجسٹر میں نام درج کر کے شجرہ بنادیا، لڑکا سامنے مرید ہونے کے لیے بیٹھ گیا ابھی حضرت نے مرید کرنا شروع نہیں کیا تھا کہ اس کے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں بھی داخل سلسلہ ہونا چاہتا ہوں میں نے کہا آپ بھی وضو کرلیں، انھوں نے بھی وضو کیا اور سامنے آکر بیٹھ گئے، اس کے بعد حضرت نے ان دونوں کو داخل سلسلہ کیا اور دعاؤں سے نوازا۔

ابھی ہم لوگ حضرت کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ چائے آگئی، ایک ایک پیالی چائے سب کو دی، سب چائے پینے لگے، میں بھی چائے پی رہا تھا مگر ساتھ ہی ساتھ آج جو کچھ ہوا اس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ حضرت کا اجازت دینا پھر کمرے سے انھیں نکال دینا پھر بلانا اور دعا کرنا پھر حالت غضب میں یہ فرمانا کہ تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ بچہ ٹھیک نہیں ہوگا، اسی ادھیڑ بن میں دماغ گردش کر رہا تھا اور میں بیٹھ کر آہستہ آہستہ چائے پی رہا تھا، خیر چائے پی لی گئی، مہمانوں نے جانے کی اجازت چاہی میں نے حضرت سے عرض کیا حضور مہمان جانے کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت نے اجازت دے دی، ان لوگوں نے سلام و دست بوسی کیا اور کمرے سے باہر نکلنے لگے میں بھی ان کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا، میرے دماغ میں ابھی بھی وہ بات گردش کر رہی تھی میں اس کی

وجہ جاننا چاہ رہا تھا کیوں کہ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ میں کسی کو ساتھ لے جاؤں اور حضرت اس کی طرف توجہ نہ دیں، دل میں تجسس بڑھتا جارہا تھا، دل میں خیال آیا کہ یہ سوال کیوں نہ میں حافظ صاحب سے ہی کرلوں ہوسکتا ہے کہ میرے سوالوں کا جواب انھیں سے مل جائے، میں نے انھیں باہر کرسی پر بٹھایا اور آج کے پر جلال لہجے کے بارے میں گفتگو کرنے لگا دوران گفتگو راز سے پردہ اٹھا کہ جب میں حضرت کے کمرے میں اجازت لینے گیا تو حافظ صاحب دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ ڈاکٹروں کا بہت علاج کرایا یوں ہی بہت پیر فقیر اور دعا تعویذ کرنے والوں سے دعا کروائی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، پتہ نہیں یہاں بھی دعا سے آرام ملے گا کہ نہیں، یہ جاننے کے بعد اب یقین ہوگیا کہ جب بھروسہ نہیں تھا تو پھر آنے کی ضرورت کیا تھی، کسی کہنے والے نے سچ کہا ہے:

"اہل اللہ کی محفل میں دل اور اہل علم کی محفل میں زبان سنبھال کر رکھنا یہ دل کی گرفت کرتے ہیں اور وہ زبان پر"

مذکورہ بالا واقعہ سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صاحب بصیرت بھی تھے، باطنی نگاہ سے دل کے حرکات و سکنات کو بھی محسوس کر لیتے تھے، جی ہاں! یہ بوریہ نشین دنیا سے لاتعلق لوگ صرف حال دل ہی نہیں بلکہ مستقبل کے حالات کو بھی نظر باطن سے ملاحظہ کر لیتے ہیں، مندرجہ ذیل واقعہ بھی ملاحظہ کیجیے اور محبوبان بارگاہ الٰہی کی دعاؤں کی تاثیر ملاحظہ کیجیے۔

ہاتھ اٹھنا تھا کہ کافروں کے دل نرم پڑ گئے

یوپی کے ضلع مہراج گنج تحصیل پھرینده میں واقع موضع کھڑکھوڑی میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو آبادی کے لحاظ سے بہت چھوٹی تھی، وہاں کے باحوصلہ مسلمانوں نے مسجد کے بغل میں ایک غیر مسلم کی زمین خرید لی تھی، مسجد کی توسیع کے مقصد سے پرانی مسجد کو شہید کر دیا گاؤں والوں کی خواہش تھی کہ اس مسجد کی بنیاد حضور مرشد گرامی کے

دست مبارک سے رکھی جائے، جس کے لیے ان لوگوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اس وقت میں جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم کلھوئی بازار ضلع مہراج گنج میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا، گاؤں والوں کی خواہش کو دیکھتے ہوئے میں نے شہزادۂ حضور خطیب البراہین حضور حبیب العلما مد ظلہ العالی سے رابطہ قائم کیا اور ۲۲ر فروری ۲۰۰۸ء کی تاریخ مل گئی اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، اس لیے پورے علاقے میں حضرت کی آمد کا اعلان کرا دیا گیا، مرشد برحق کی آمد آمد کی خبر سے پورے علاقے میں خوشی کا ایک ماحول تھا، میں بھی شام کو چار بجے اس آبادی میں پہنچ گیا، اس آبادی میں پہنچے ہوئے ابھی کچھ دیر ہوئے تھے کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجی دیکھا تو حضور حبیب العلما مد ظلہ العالی کا فون تھا، سلام کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بابو ہم لوگ پھریندہ پہنچ چکے ہیں، جب میں نے یہ خبر وہاں کے لوگوں کو دی تو وہاں کے باحوصلہ نوجوان حضرت کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے، تقریباً چار کلومیٹر آگے چل کر سبھی لوگوں نے حضرت کا استقبال کیا نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں حضرت کو آبادی تک لایا گیا، حضرت ''کھڑکھوڑی'' میں آچکے تھے ہر طرف جشن کا ماحول تھا، اچانک اسی آبادی کے شوکت علی انصاری میرے پاس آئے اور ایک طرف لے گئے، کچھ کہنا ہی چاہ رہے تھے کہ اچانک ان کی آنکھیں چھلک پڑیں اور زور زور سے رونے لگے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اس وقت کیوں رو رہے ہیں، میں چپ کرانے لگا بہت سمجھانے پر وہ آنسوؤں پر قابو پائے پھر میں نے رونے کا سبب دریافت کیا آخر اس خوشی کے ماحول میں آپ رو کیوں رہے ہیں، انھوں نے روتے ہوئے بتایا کہ حضرت جن غیر مسلموں نے ہم لوگوں سے زمین فروخت کی تھی اب ان لوگوں نے زمین دینے سے انکار کر دیا ہے، میں نے ان سے پوچھا آخر یہ کیوں ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ حضرت یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اسی آبادی کے چند شر پسند عناصر کی وجہ سے ہوا ہے، خیر حالات کو دیکھتے ہوئے چند باشعور مسلمانوں نے فوراً یہ فیصلہ کیا کہ بات بہت زیادہ نہ پھیلے مسجد کی بنیاد تو رکھی ہی

جائے گی اگر ان لوگوں نے نہیں دیا تو اپنی ہی زمین میں دو منزلہ کی جگہ چار منزلہ کی مسجد تعمیر کرائی جائے گی، حالات خراب نہ ہوں، اس لیے یہ معاملہ وہیں دبا دیا گیا اور سب لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے، رات کے نو بج چکے تھے جلسے کی کاروائی شروع ہونے والی تھی کہ حضرت کے کھانے کا انتظام اسی آبادی میں ساجد بھائی کے گھر تھا، ان کے بڑے لڑکے ماسٹر طفیل احمد میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ گھر پر کھانے کا انتظام مکمل ہو چکا ہے حضرت کو گھر پر کھانے کے لیے لے چلیں، اس وقت حضرت کا قیام گاؤں کے مدرسے پر تھا، میں حضرت کے صاحبزادے حضور حبیب العلما مد ظلہ العالی کے پاس گیا عرض کیا کہ حضور کھانا تیار ہے تشریف لے چلیں، انھوں نے کہا کہ بابو ابا کو تیار کر لو حضرت سے عرض کیا حضرت تیار ہوئے چوں کہ صرف دو سو میٹر کے فاصلے پر ماسٹر طفیل احمد کا گھر تھا اس لیے یہ طے ہوا کہ چلو پیدل ہی چلتے ہیں، حضور مرشد گرامی آگے چل رہے تھے اور پیچھے حضور حبیب العلما اور حضرت مولانا محمد عالمگیر نظامی علیہ الرحمہ چل رہے تھے چوں کہ راستہ کچھ ٹوٹا ہوا تھا اس لیے ایک طرف سے میں اور ایک طرف سے ماسٹر طفیل احمد حضرت کو سہارا دے کر چل رہے تھے، حضرت ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ ارشاد فرماتے ہیں یا اللہ! بہت مشکل وقت پر آنا ہوا ہے، بار بار یہی کہہ رہے تھے، پھر فرمانے لگے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ، حضرت کے اس فرمانے کو ہم دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی نہیں جانتا تھا، ہم دونوں میں سے ہر کوئی یہ جانتا تھا کہ دوسرا انہیں جان رہا ہے، خیر حضرت ماسٹر طفیل کے مکان پر پہنچے، دستر خوان لگا دیا گیا، سب لوگوں نے حضرت کے ساتھ کھانا کھایا پھر حضرت کو لا کر قیام گاہ پر پہنچا دیا گیا۔

حضرت کو قیام گاہ پر پہنچانے کے بعد میں اور ماسٹر طفیل واپس گھر کی طرف کھانا کھانے کے لیے چلے تو ماسٹر طفیل ادھر ادھر کی باتیں راستے میں کر رہے تھے مگر میرے ذہن میں حضرت کا وہی جملہ گردش کر رہا تھا ”یا اللہ بہت برے وقت

پر آنا ہوا ہے، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ“میں ان کے گھر پہنچا اور کمرے میں دسترخوان لگا ہم اور ماسٹر طفیل ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے، میں حضرت کی وہی بات سوچ رہا تھا کچھ بول نہیں رہا تھا، ماسٹر طفیل نے کہا شاید آپ کچھ سوچ رہے ہیں میں اس بات کو چھپانا چاہ رہا تھا میں نے کہا نہیں تو پھر ہم لوگ کھانا کھانے لگے، کھانے کے درمیان ماسٹر طفیل نے کہا راستے میں حضرت کچھ کہہ رہے تھے کیا آپ نے سنا ہے؟ میں نے کہا حضرت کیا کہہ رہے تھے؟ انھوں نے کہا حضرت کہہ رہے تھے ”یا اللہ بہت مشکل وقت پر آنا ہوا ہے پھر خود کہہ رہے تھے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ“ ماسٹر صاحب نے کہا مجھے یقین ہے کہ اب مسجد کا معاملہ حل ہو جائے گا، میں نے کہا جو آپ نے سنا ہے میں نے بھی وہی سنا ہے اور مجھے بھی یقین ہے کہ معاملہ حل ہو جائے گا مگر جب تک معاملہ حل نہ ہو جائے اس راز کو راز ہی رکھنا کیوں کہ یہ بزرگوں کا معاملہ ہے۔

ہم لوگ کھانا کھا چکے تھے واپس مدرسے میں آئے دیکھا تو پروگرام چل رہا تھا کسی عالم کی تقریر ہو رہی تھی، حصول فیض کے لیے بارگاہ مرشد میں ہم لوگ بھی دیگر مریدوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

رات کے بارہ بج رہے تھے لوگ حضرت کو اسٹیج پر لے جانے کے لیے آ گئے، حضور حبیب العلما مدظلہ العالی نے وضو کیا، جبہ زیب تن فرمایا، عمامہ شریف باندھا، مجھ سے فرمانے لگے بابو! اَبّا کو بھی تیار کر لو حضرت نے وضو کیا عمامہ باندھا پھر ہم سب لوگ حضرت کو لے کر اسٹیج پر پہنچے، پنڈال عاشقوں سے کھچاکھچ بھرا ہوا تھا، مرشد برحق کو آتا دیکھ کر ہر کوئی دست بوسی کے لیے ٹوٹ پڑا مگر سب کو یہ کہہ روک دیا گیا کہ ابھی پروگرام کے بعد آپ لوگ اسٹیج پر مِل لیجیے گا حضرت اسٹیج پر تشریف لے گئے، حضور حبیب العلما صاحب قبلہ نے تعمیر مسجد کی فضیلت پر دلائل و براہین سے لبریز پر مغز خطاب فرمایا، تقریر کے بعد صلاۃ و سلام ہوا دعا کے لیے مائک مرشد گرامی کی

جانب بڑھادیا گیا، حضرت دعافرمانے لگے مگر آج دعا کرنے کا انداز ہی کچھ اور تھا، کیفیت ہی کچھ اور تھی ''الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی'' کا ورد مرشد کے زبان پر جاری تھا، مرشد گرامی دست بدعا تھا، مریدین آمین کہہ رہے تھے، پورے مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی، کافی دیر یہی وِرد آپ کی زبان پر جاری رہا، دعا ختم ہوئی، کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے، سارے لوگوں نے مرشد برحق کی دست بوسی کی اور دعائیں لیں۔

مریدین تقریباً حضرت سے ملاقات کر چکے تھے اوراب چلنے کی باری تھی مگرابھی مسجد کی بنیاد نہیں رکھی گئی تھی معاملہ یہ طے ہوا کہ حضرت کو گاڑی میں بٹھالیا جائے اورآگے اُتار دیا جائے گا اس کے بعد مسجد کی بنیاد رکھواکر وہیں سے حضرت کو رخصت کردیا جائے گا، گاڑی لائی گئی حضرت اورآپ کے رفقائے سفر گاڑی پر سوار ہوئے اورآگے چل کر گاڑی رکی حضرت گاڑی سے نیچے اترے سیدھے اس جگہ گئے جہاں مسجد کی بنیاد رکھنی تھی، حضرت نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی اور دعا فرمایا۔

حضرت بنیاد رکھ کر واپس گاڑی میں سوار ہوئے سب لوگ آخری مرتبہ حضرت سے مل رہے تھے، مرحوم نصیب علی انصاری آئے جوں ہی حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، کہنے لگے حضرت یہ قوم کی عزت کا سوال ہے اگر زمین نہیں ملی تو لوگ ہنسیں گے مرشد برحق نے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا'' لاتقنطوا من رحمۃ اللہ'' صبر کرو اللہ حافظ و ناصر ہے۔

صبح ہوئی لوگ جوق در جوق مسجد کی جانب چل پڑے کوئی اینٹ اٹھا رہا تھا، کوئی گٹی لے کر آرہا تھا، کوئی پانی ڈال رہا تھا، مسجد کی تعمیر کا آغاز تھا ابھی دو دن بھی نہیں گزرا تھا کہ کل تک جس غیر مسلم نے اپنی زمین دے کر واپس لے لیا تھا اور نہ دینے پر اڑ گیا تھا وہ خود چل کر مسلمانوں کے پاس آیا اور کہنے لگا بھائیو! میں نے کچھ لوگوں کے بہکاوے میں

آکر زمین دینے سے انکار کر دیا تھا مگر اب ہماری آنکھ سے پٹی کھل گئی ہے ہم اپنی زمین آپ لوگوں کو مسجد بنانے کے لیے دے رہے ہیں، خیر مسلمانوں نے ان سے زمین لے لی اور مسجد اسی زمین پر تعمیر ہوئی اور مرشد گرامی کی یہ بات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

پرانا کینسر ٹھیک ہو گیا

مرض سے کینسر کے شفا پا گیا
ہے کھجوریا میں ظاہر کرامت تری

ضلع مہراج گنج کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی تقریباً ہر آبادی میں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے مرید موجود ہیں بلکہ اگر ضلعی سطح پر پیروں کے مریدوں کو دیکھا جائے تو اکثریت آپ ہی کے دامن کرم سے وابستہ ہیں، یہ ضلع ہمارے پڑوسی ملک نیپال سے ملا ہوا ہے، اس ضلع کے شمال کا حصہ نیپال، مشرق کا حصہ کشی نگر، جنوب کا حصہ گورکھپور اور مغرب کا حصہ سدھارتھ نگر سے ملا ہوا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت اگر چہ غریب طبقہ کے لوگوں کی ہے، پھر بھی گزشتہ تین دہائیوں سے ان میں جو تعلیمی اور دینی بیداری آئی ہے اسے مرشد کامل کی نگاہ عنایت ہی کہا جائے گا، یہاں مسلمانوں کے اپنے دینی ادارے، مدارس، مکاتب، دار لعلوم و جامعات، لڑکوں کے لیے ہوں خواہ لڑکیوں کے ہر طرف موجود ہیں، اسی طرح عصری علوم کے لیے جونیر ہائی اسکول، ہائی اسکول، انٹر کالج تک سنی مسلمانوں کے ہیں۔

اسی ضلع ہیڈ کواٹر سے چند کلو میٹر دور جنوب مشرق کی طرف ایک گاؤں ''کھجوریا، نند ابھار'' ہے اسی گاؤں کے محمد صغیر جو ایک زمانے میں کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا تھے، بہت علاج کرایا مگر صحت یاب نہ ہو رہے تھے، بلکہ مرض بڑھتا ہی جا رہا تھا، دن بدن نقاہت و کمزوری آتی جا رہی تھی، مرض کو بڑھتا دیکھ کر محمد صغیر کے سامنے ہر پل مایوسی کے بادل مزید اور گھنے نظر آنے لگے تھے، مایوسی کے اسی عالم میں کچھ لوگوں نے

محمد صغیر سے کہا آپ بہت علاج کرا چکے ہیں آپ کو ڈاکٹروں سے مایوسی ہی ہاتھ لگی مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کسی اللہ والے سے دعا کرائیے ہوسکتا ہے پروردگار عالم انھیں کی سن لے اور آپ کو مرض سے نجات مل جائے مذکورہ آبادی میں ایک صاحب لیاقت حسین نام کے ہیں جو پہلے ہی حضرت کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکے تھے، جب محمد صغیر نے ان سے اپنے دل کی بات کہی اور کہا کہ چلیے اپنے پیر صاحب سے ہمیں بھی مرید کرا دیجیے اور دعا بھی کرا دیجیے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں کی دعا کی برکت سے مجھے صحت عطا فرما دے، لیاقت بھائی نے کہا کہ ٹھیک ہے کسی دن پلان بنائیے پھر ہم چلتے ہیں۔

کینسر کی مار جھیل رہے محمد صغیر کو لے کر لیاقت بھائی مرشد گرامی کی بارگاہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا پہنچے ، حضرت مولانا عالمگیر نظامی علیہ الرحمہ سے ملاقات کی اور محمد صغیر صاحب کی مکمل حالات بیان کیا اور کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ انھیں حضرت سے مرید کرا دیا جائے اور دعا کرا دیا جائے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی دعا سے انھیں شفا عطا فرما دے ، حضرت مولانا عالمگیر نظامی صاحب حضرت کے بہت قریبی رہے ہیں بلکہ ان دنوں حضرت کے ساتھ پروگرام میں اکثر آپ ہی جایا کرتے تھے، آپ حضرت کے پاس گئے سلام عرض کیا اور محمد صغیر صاحب کی پریشانی بیان کی اور ساتھ ہی ساتھ عرض کیا حضور وہ دامن کرم سے وابستہ ہونا چاہتے ہیں، عام طور پر جب بھی کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو حضرت اسے فرماتے وضو کراؤ مگر حضرت نے حضرت مولانا محمد عالمگیر نظامی علیہ الرحمہ سے فرمایا انھیں غسل کرا دیجیے، محمد صغیر صاحب جب غسل کر چکے تو آپ انھیں حضرت کے پاس لائے، حضرت نے انھیں داخل سلسلہ کیا اور نماز پنجگانہ کی تاکید فرمائی اور بوتل میں پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا اسے پیتے رہیے گا، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے گا، پیر و مرشد کی زبان مبارک سے شفا کی دعا سن کر محمد صغیر کی آنکھیں چھلک پڑیں اور پھوٹ پھوٹ

کررونے لگے، حضرت نے انھیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، اللہ پر بھروسہ رکھیے، نماز پڑھتے رہیے، دعا کیا ہوا پانی پیتے رہیے، سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ، پیرومرشد کے جملوں نے محمد صغیر کی کچھ ڈھارس بندھائی اور مایوسی کے اندھیرے میں انھیں امید کی ہلکی کرن نظر آئی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھر کی جانب روانہ ہوگئے۔

محمد صغیر صاحب اپنے گھر پہنچ چکے تھے، پابندی کے ساتھ صبح و شام حضرت کا دعا کیا ہوا پانی پی رہے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ کینسر کا اثر آہستہ آہستہ کم ہوتا جارہا تھا، جسم کی نقاہت کم ہورہی تھی اور جسمانی توانائی میں اضافہ ہورہا تھا، خدائے پاک بزرگ وبرتر کے کرم سے اب محمد صغیر صاحب ایک حد تک صحت یاب ہوچکے تھے چوں کہ دوا بھی چل رہی تھی، اس لیے سوچا کہ چل کر ڈاکٹر کو دکھالیا جائے اور کچھ دنوں کی دوا لائی جائے۔

جب محمد صغیر صاحب دوا لینے کے لیے ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو ڈاکٹر کبھی پرچہ دیکھتا تو کبھی محمد صغیر کے چہرے کو اسے یقین نہیں ہورہا تھا کہ جس مریض کو میں نے یہ کہہ کر واپس کردیا تھا کہ لے جاؤ جو مانگیں کھلاؤ پلاؤ، جس کی زندگی سے میں مایوس ہوچکا تھا وہ شخص اتنی جلدی اس قدر صحت مند کیسے ہوگیا، ڈاکٹر نے پوچھا کہو کیسے ہو، محمد صغیر صاحب نے کہا صاحب بہت آرام ہے، آپ کی دوا کھارہا تھا اور پیر صاحب کا دعا کیا ہوا پانی پی رہا تھا اور آج بھی پی رہا ہوں، ڈاکٹر نے برجستہ کہا کہ یہ میرے دوا کا کمال نہیں بلکہ اس فقیر کی دعا کا کمال ہے، اس کی ترجمانی ڈاکٹر عزیز اللہ نے اس طرح کی ہے۔

مرض سے کینسر کے شفا پا گیا
کھجوریا میں ہے ظاہر کرامت تیری

(خطیب البراہین آئینہ اشعار میں صفحہ ۴۴، ۴۵)

جو مرض جسمانی طبیبوں کے علاج سے نہیں ٹھیک ہورہا تھا وہ ایک فقیر عابد شب

زندہ دار کے دم کیے ہوئے پانی سے ٹھیک ہوگیا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

دعا کی برکت سے گم شدہ سونا مل گیا

یوں تو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کا ملک کے طول وعرض اور مختلف شہروں میں جانا ہوا مگر مدھیہ پردیش کے ضلع مندسور سے آپ کو بہت انسیت رہی، جتنا حضرت نے اس شہر میں قیام کیا کسی اور شہر میں اتنا زیادہ قیام نہیں کیا ہوگا، سال میں دو دو مرتبہ جاتے اور ایک ایک مہینہ یا پندرہ پندرہ دن قیام کرتے جس طرح آپ نے اس شہر کو پسند کیا اسی طرح وہاں کے لوگ بھی آپ کے دیوانہ تھے اور پروانہ وار نثار ہوتے تھے، آج بھی عقیدت مندوں کا یہ عالم ہے کہ حضرت کا تذکرہ کر دیا جائے بس کیا ہے ہر کوئی جھوم اٹھتا ہے۔

۱۹۹۵ء میں ایک مرتبہ آپ کا اس شہر میں جانا ہوا، آپ کے رفقا سفر میں آپ کے صاحبزادے حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، آپ کے نواسے حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ اور آپ کے نہایت ہی معتمد حضرت قاری رئیس القادری صاحب گورکھپوری بھی تھے، حسب سابق سبھی حضرات کا قیام شہر مندسور کے محلہ منڈی گیٹ میں عاشق حضور خطیب البراہین حاجی محمد رمضانی کے مکان پر تھا، آپ بخاری شریف کی تلاوت کر رہے تھے، (حاجی محمد رمضانی صاحب کو معلوم تھا کہ حضرت ہمیشہ بخاری شریف کا درس دیتے ہیں اور بخاری شریف کا مطالعہ کرتے ہیں، اس لیے حاجی صاحب نے حضرت کے مطالعہ کے لیے اپنے گھر بخاری شریف کی دونوں جلدیں خرید لی تھی، میں نے خود ان دونوں کتابوں کی زیارت کی جس میں حضرت نے اپنے قلم سے کہیں کہیں حاشیہ بھی لگایا ہے)

تمام رفقائے سفر اسی چھوٹے سے کمرے میں ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے، اتنے

میں حاجی محمد رمضانی کے بڑے صاحبزادے عمر فاروق بھائی آئے، سلام کر کے حضرت کے قریب بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے، حضور !آپ توجانتے ہیں کہ میں سونے کے زیور کا کاریگر ہوں اور میرے پاس پچاس گرام گراہکوں کا سونا تھا اچانک غائب ہو گیا، تمام ممکنہ جگہوں پر تلاش کیا مگر کہیں نہیں ملا، جہاں جہاں گیا تھا ان لوگوں سے بھی پوچھا مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے، حضور دعا فرمادیں کہ وہ سونا مل جائے، اگر وہ سونا نہیں ملا تو میں اپنے آپ کو گروی رکھ کر بھی وہ سونا نہیں ادا کر پاؤں گا، میرے بچے بھوکے مر جائیں گے، حضرت بخاری شریف کا مطالعہ کر رہے تھے سر اٹھایا اور عمر فاروق بھائی سے کہا جائیے اور پھر بخاری شریف پڑھنے لگے، عمر فاروق بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے اسی طرح کئی مرتبہ کہا اور حضرت ہر بار ایک ہی جواب دیتے تھے جائیے، حضرت کی باتوں کو سن کر میں رو پڑا، آنکھ سے آنسو بہ نکلے اور یہ دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب تک حضرت دعا نہیں کریں گے اپنی جگہ سے نہیں اٹھوں گا، عمر فاروق بھائی کا بیان ہے کہ میں قریب ہی بیٹھا رو رہا تھا، حضرت کی نگاہ میری بہتی آنکھوں پر پڑی مجھے روتا ہوا دیکھ کر حضرت نے بخاری شریف پڑھنا بند کر دیا مجھے اپنے قریب بلایا کچھ دیر تک دعا کی پھر فرماتے ہیں کہ ”حسبنا اللہ و نعم الوکیل“ پڑھتے رہیے گم شدہ سونا مل جائے گا۔ان شاء اللہ، میں کمرے سے باہر نکلا دل مضطرب کو ایک حد تک قرار آ گیا تھا، میں نے ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ کا ورد کرنا شروع کر دیا، ابھی صرف تین ہی مرتبہ پڑھا تھا کہ میرے چچا محمد یعقوب صاحب مل گئے، چچا نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے ان سے اپنی روداد غم بیان کر دیا، انھوں نے پوچھا، اچھا تو پہلے بتا کہ جب تیرے جیب میں سونا تھا تو تو کہاں کہاں گیا تھا؟ میں نے انھیں ان ساری جگہوں کے بارے میں بتا دیا اور پھر کہا کہ گیا ضرور تھا مگر ان جگہوں پر میں نے سونا جیب سے نکالا نہیں تھا، میرے چچا فوراً صرافہ مارکیٹ میں ایک دکان پر گئے جس دکان میں، میں پہلے گیا تھا اس دوکان دار سے سونے کے بارے میں پوچھا پہلے تو اس نے انکار کیا مگر پھر جب چچا جان نے

اس پر دباؤ بنایا تو اس نے اقرار کیا ہاں سونا تو ہمارے ہی پاس ہے مگر وہ سونا میں آپ کو نہیں عمر فاروق ہی کو دوں گا میرے چچا فوراً میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ لے کر اس دکان پر پہنچے، دوکاندار نے وہ سونا مجھے لوٹا دیا، جب کہ اس سے پہلے میں اس کے پاس سونے کی تلاش میں گیا تھا مگر اس وقت اس نے صاف انکار کر دیا تھا کہ میرے پاس کوئی سونا وغیرہ نہیں ہے مگر پیر و مرشد کی نگاہ کرم دیکھیے کہ کچھ دیر پہلے جس شخص نے یہ کہہ کر سونا دینے سے انکار کر دیا تھا کہ میرے پاس کسی کا سونا نہیں گرا ہے اب وہی مرشد برحق کی دعاؤں کے بعد سونا لوٹا دیا۔

عمر فاروق بھائی کا بیان ہے کہ وہ سونا لیا پگھلایا اور زیورات بنائے امید سے زیادہ مزدوری ملی، پھر اسی سے میں کام کرتا رہا اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرماتا رہا، آج الحمد للہ! اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اور صرافہ مارکیٹ میں میری دوکان کی ایک حیثیت ہے، میں بڑے یقین کے ساتھ آج بھی کہتا ہوں کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ میرے پیر و مرشد کی عطاؤں کا صدقہ ہے۔

دعا کی برکت سے شرابی نے شراب پینا چھوڑ دیا

صوبہ مہاراشٹر میں کپڑوں کی بُنائی میں سب سے زیادہ شہرت یافتہ شہر بھیونڈی ہے، یہ شہر مسلم اکثریت آبادی سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں بھی حضور خطیب الراہین علیہ الرحمہ کے مریدین کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اسی بھیونڈی شہر ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مرید نے حضرت کی دعوت کی، حضرت اس کے گھر پہونچے، اہل خانہ نے آپ کا والہانہ استقبال کیا، مرشد کے وجود سے اس مرید کا گھر جگمگا اٹھا، پیر بھائیوں کی بھیڑ دیکھ کر اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، حضرت کو ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا، دستر خوان لگا دیا گیا، ناشتہ کا دور شروع ہوا، چائے ناشتے کے بعد مریدین ملاقات کرنے لگے جب بھیڑ کچھ کم ہوئی تو صاحب خانہ حضرت کے کمرے میں گئے اور تنہائی کا انتظار کرنے لگے جب تنہائی ملی تو صاحب خانہ نے اپنا درددل اپنے

مرشد برحق کے سامنے کچھ ان الفاظ میں بیان کیا۔

حضور میرے پاس صرف ایک ہی لڑکا ہے ، اس سے میری بہت امیدیں وابستہ ہیں مگر غلط صحبتوں میں پڑکروہ بگڑ گیا ہے، شراب اور جوئے کا عادی بن گیا ہے، لاکھ سمجھایا سختی بھی کیا مگر میرے سمجھانے اور سختی کرنے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑا، اپنی کمائی ساری اڑادے رہا ہے گھر کی رہی سہی پوجی بھی برباد کر رہا ہے، شادی شدہ ہے بال بچے والا ہے، اگر اس کا یہی حال رہا تو پھر میرا کیا ہوگا اور اس کے بال بچے برباد ہو جائیں گے حضور نگاہ کرم فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کو غلط صحبتوں سے بچالے اور میرے لڑکے کو دیندار بنادے، مرید صادق اپنے پیر کی بارگاہ میں اپنی فریاد بیان کر رہا تھا اور مرشد برحق سر جھکائے اس کی باتوں کو سن رہے تھے، مرید کی بات ختم ہوئی، مرشد سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے، کچھ دیر سناٹا رہا، مرید اپنے پیر کی جانب نگاہ امید لگائے دیکھ رہا تھا کہ یکایک مرشد گرامی اپنے سر مبارک کو اُٹھاتے ہیں اور مرید سے فرماتے ہیں کہ: ”ایک گلاس پانی لاؤ“ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مرید صادق نے جلدی سے ایک گلاس پانی پیش کیا، مرشد برحق نے کچھ پڑھا اور پڑھ کر اس پانی پر دم کیا پھر فرماتے ہیں کہ اسے اپنے بیٹے کو پلادینا، مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صاحب خانہ نے دم کیا ہوا پانی اپنے بیٹے کو پلادیا۔

اس واقعہ کے راوی (شمس الحق بھائی لہر جوتیا سنت کبیر نگر) کا بیان ہے کہ اس پانی کا پینا تھا کہ اس لڑکے کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا اور اس نے اسی دن سے شراب اور جوئے سے توبہ کرلی اور اس پر قائم رہا۔ اس واقعہ کی ترجمانی ڈاکٹر عزیز اللہ خان عزیزی یوں کرتے ہیں۔

چھوڑ دی اک شرابی نے علت بری
یوں دعا کر گئی ہے سرایت تری

(خطیب البراہین آئینۂ اشعار میں)

بغیر تیل کے گاڑی چلتی رہی

صوبہ مدھیہ پردیش کے ضلع مندسور میں حضرت اکثر طویل قیام فرماتے تھے، قیام کے ایام میں مندسور کے قرب وجوار کی آبادیوں اوراطراف کے اضلاع میں آپ کا اکثر پروگرام ہواکرتا تھا اسی بہانے مریدین سے ملاقات بھی ہوجاتی تھی اوردوسرے لوگ سلسلے میں داخل بھی ہوجاتے تھے اور مندسور کا پوربی حصہ صوبہ راجستھان کے ضلع پرتاب گڑھ سے ملتا ہے، پرتاب گڑھ کے اردگرد پہاڑیوں پر موجودآبادیوں میں بھی حضرت کے مریدین کثرت سے پائے جاتے ہیں، اس ترقی یافتہ دور میں ان پہاڑیوں پرچڑھنے میں پسینہ چھوٹ جاتا ہے توآج سے تیس سال قبل کیا حالت رہی ہوگی اس دور میں حضرت نے ان آبادیوں تک پہنچنے کے لیے کتنی مشقتیں برداشت کی ہوں گی؟اس کا اندازہ پہاڑی علاقوں کاسفرکرنے باآسانی لگاسکتے ہیں۔

حضرت کا مزاج ہی کچھ ایسا تھا کہ کوئی تانگہ لایااس پر بیٹھ کرمسکراکر چل دیے، بیل گاڑی آگئی اس پر سوار ہوگئے اوراگر مرید کہتا کہ حضرت کو گاڑی سے لانا ہے تولوگ مندسور کے آپ کے ایک مرید شیر محمد رنگریز عرف شیرو بھائی کی جیپ کردیتے تھے، لگے ہاتھ شیرو بھائی کے بارے میں بتاتا چلوں کہ میری ملاقات ان سے ۲۰۱۰ء میں ہوئی جب میں رمضان المبارک کے موقع پر مندسور جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے چندے کے سلسلے میں گیا تھا، شیرو بھائی کی زندگی بھی حضرت کی ایک زندہ کرامت ہے، شیرو بھائی کی بینائی اس وقت تقریباً جاچکی تھی بہت قریب سے دیکھتے توآدمی کوبمشکل پہچان پاتے مگراس سفرمیں، میں نے شیرو بھائی کوپیکپ چلاتے ہوئے دیکھا جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کودکھائی توبہت کم دیتا ہے پر گاڑی کیسے چلاتے ہیں توانھوں نے فخریہ انداز میں کہا صاحب اس وقت بھی مجھے بہت زیادہ دکھائی نہیں دیتا تھا مگرپھر بھی میں حضرت کولے کر چلتا تھا اوراللہ کا کرم ہے کہ اس وقت سے لے کراب تک میری گاڑی سے کوئی حادثہ نہیں ہوا، انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پرتاب گڑھ

راجستھان میں حضرت کا پروگرام تھا محمد رفیق پینٹر اور محمد جانی بھائی کی معرفت میں اور عبدالقادر بھائی حضرت کو دن ہی میں لے کر پرتاب گڑھ کے لیے روانہ ہو گئے، پرتاب گڑھ جانے کے لیے اس زمانے میں راستہ بہت خراب تھا اور پہاڑیوں کے بیچ سے جانا ہوتا تھا اس لیے سویرے ہی نکل پڑے، میری وہی پرانی جیپ تھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پرتاب گڑھ پہنچے سوچا کہ پرتاب گڑھ پہنچ کر تیل ڈلوا لوں گا مگر مریدین حضرت کے استقبال کے لیے شہر سے باہر پہلے ہی کھڑے تھے، اس لیے تیل نہیں ڈلوا سکا، سوچا واپسی میں تیل لے لوں گا خیر ہم لوگ قیام گاہ تک پہنچے پروگرام ہوا اور لوگ داخل سلسلہ بھی ہوئے، واپسی میں چلے اور پٹرول پمپ پہنچ کر گاڑی روک دی دیکھا تو پٹرول پمپ بند ہو چکا تھا میں نے کسی طرح پٹرول پمپ والوں کو جگایا اور کہا ہمیں مندسور تک جانا ہے اور تیل اتنا کم ہے کہ جیپ بمشکل دو تین کلو میٹر ہی تک جا پائے گی، اس لیے مہربانی کر کے ہمیں ڈیزل دے دیجیے، انھوں نے کہا اگر ہمارے پاس تیل ہوتا تو ضرور آپ کو دے دیتے مگر اتفاق ایسا ہے کہ ٹنکی میں تیل ہی نہیں ہے تیل کے نہ ہونے کی خبر سن کر میں بہت پریشان ہوا مجھے تو معلوم تھا کہ تیل نہیں مگر حضرت کے ناراض ہونے کے خوف سے میں نے جلدی سے گاڑی میں رکھی ہوئی ایک لکڑی نکالی اور ٹنکی کا ڈھکن کھول کر تیل ناپنے لگا دیکھا تو تیل بہت معمولی تھا اب میں کبھی ٹنکی کا ڈھکن کھولتا کبھی بند کرتا، اسی بند کرنے اور کھولنے میں جب کچھ دیری ہوئی تو حضرت نے پوچھا کیا بات ہے، شیرو چل کیوں نہیں رہے ہو؟ ڈرتے ڈرتے آہستہ سے عرض کیا حضور تیل کم ہے حضرت نے ارشاد فرمایا چلو گاڑی اسٹارٹ کرو پہنچ جائے گی ان شاء اللہ، مرتا کیا نہ کرتا ڈرتے ڈرتے آیا اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اسٹیرنگ سنبھالی گاڑی اسٹارٹ کی اور چل دیا مگر دل میں یہ خوف ستا رہا تھا کہ ابھی جوں ہی تیل ختم ہو گا تو گاڑی رُک جائے گی اور حضرت ناراض ہو جائیں گے، میں ڈرتے ڈرتے گاڑی چلاتا رہا یہاں تک کہ گاڑی مندسور پہنچ گئی، گاڑی رُکی حضرت گاڑی سے اترے میں نے جلدی

جلدی حضرت کا سامان حاجی رمضانی کے گھر پہنچادیا پھر واپس آکر گاڑی اسٹارٹ کی اور جہاں روز کھڑی کرتا تھا وہاں لے جاکر کھڑی کر دیا، واپس گھر جاکر سو گیا، میں بستر پر لیٹ ضرور گیا تھا مگر بار بار یہی خیال آتا تھا کہ تیل تو میں نے دیکھا تھا نہیں تھا مگر گاڑی مندسور پہنچ گئی بہت دیر تک سوچتا رہا یہی سوچتے سوچتے سو گیا، صبح ہوئی میں نے گاڑی کی چابی لی اور گاڑی کے پاس پہنچا پھر وہی رات والی لکڑی گاڑی سے نکالا اور تیل کی ٹنکی کھولی جب میں نے تیل ناپا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس پٹرول ٹنکی پر جتنا تیل تھا اتنا ٹنکی میں اب بھی موجود ہے، اس دن سے حضرت کا جو احترام میرے دل میں تھا اور بڑھ گیا۔

غیر محرم عورتوں سے احتراز

پردہ اسلامی شعار ہے، مذہب اسلام نے جس طرح پردے کا اہتمام کیا اگر آج دنیا اس پر عمل کرتی تو شاید جس کثرت کے ساتھ معاشرہ اخلاقی پستی کی جانب جا رہا ہے نہ جاتا، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اس معاملے میں بہت محتاط تھے آپ کے احتیاط کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جب آپ مرید کرتے تو کہتے کہ خواتین کے لیے الگ پردے کا انتظام کرا دیا جائے اور جب مرید کرنے لگتے تو فرماتے خواتین سے کہہ دیجیے کہ آہستہ پڑھیں ان کی آواز بھی پردہ ہے، آپ کے دامن کرم سے وابستہ خواتین کی کمی نہیں ہے مگر کوئی خاتون یہ نہیں کہہ سکتی کہ حضرت نے کبھی بھی ہم سے گفتگو کی ہو یا حضرت نے ہم سے ہاتھ ملایا ہے، ہاں! اگر کسی صاحب نے آکر یہ عرض کیا حضور فلاں صاحبہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں تو آپ فرماتے ان سے کہہ دیں کہ اپنی بات اپنے گھر والوں میں سے کسی سے بتا دیں وہ آکر ان کی بات ہم سے کہہ سکتے ہیں سبحان اللہ!۔

آپ کا احتیاط کس قدر تھا؟ اور شریعت کے معاملے میں آپ کتنی شدت سے عمل پیرا تھے؟ مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ہم دنیا کے لیے مرید نہیں کرتے

اگیا پچھاتا ضلع سنت کبیر نگر یوپی کے ایک وکیل صاحب ہیں جو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں، مہاراشٹر صوبہ کے شہر ''دھانو'' میں ایک لمبے زمانے سے بودوباش اختیار کر چکے ہیں، حضرت ایک مرتبہ گجرات ومہاراشٹر کے تبلیغی دورے پر تھے، وکیل صاحب نے سوچا کہ کیوں نہ حضرت کو اپنے غریب خانے پر دعوت دی جائے، چنانچہ انھوں نے شہزادۂ حضور خطیب البراہین حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمن رضوی مد ظلہ العالی سے رابطہ قائم کیا اور اپنے گھر کے لیے ایک دن کی دعوت کے لیے کہا، وکیل صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے شہزادۂ حضور خطیب البراہین نے ایک دن کا پروگرام وکیل صاحب کو دے دیا، مقررہ تاریخ پر حضرت شہر ''دھانو'' پہنچ گئے، مرشد گرامی کو اپنے گھر دیکھ کر وکیل صاحب کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا پورا گھر مہمانوازی میں لگا ہوا تھا، کھانے پینے سے فراغت کے بعد لوگ داخل سلسلہ ہونے لگے، وکیل صاحب کی والدہ ابھی تک کسی شیخ سے بیعت نہیں ہوئی تھیں، انھوں نے وکیل صاحب کو گھر کے اندر بلایا اور کہا بیٹا میں بھی مرید ہونا چاہتی ہوں، وکیل صاحب بہت خوش ہوئے انھوں نے کہا: امی جان! آپ تیار ہو جائیں میں حضرت سے ابھی بات کر لیتا ہوں، والدہ نے کہا کہ بیٹا مگر ایک شرط ہے دیکھو حضرت مرید کرتے وقت کہتے ہیں کہ ''تمام بدمذہبوں سے بچتے رہیں گے خاص کر وہابیوں و دیوبندیوں سے'' اور بیٹا رشتے داروں اور ملنے جلنے والوں میں بہت سے لوگ وہابی، دیوبندی ہیں، اس لیے تم حضرت سے کہو کہ ہم سے یہ عہد نہ لیں کہ تمام بدمذہبوں سے بچتا رہوں گا خاص کر وہابیوں و دیوبندیوں سے تو میں بھی ان سے بیعت ہو جاؤں، وکیل صاحب حضور حبیب العلما مد ظلہ العالی کے پاس آئے اور اپنی والدہ کی خواہش کے بارے میں کہا، حضور حبیب العلما مد ظلہ العالی نے پوری بات حضرت سے بیان کی تو حضرت نے ارشاد فرمایا ان سے کہو میں کسی کو دنیا کے لیے مرید نہیں کرتا

بلکہ اللہ ورسول کی رضا کے لیے کرتا ہوں اور اس میں قباحت ہی کیا ہے؟ کیوں کہ وہ سب گستاخ رسول وگستاخ اولیا ہیں، اور ہمیں اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ سے رشتہ رکھنا چاہیے نہ کہ ان کے گستاخوں سے۔

وکیل صاحب نے حضرت کی باتوں کا تذکرہ جب اپنی والدہ سے کیا تو حضرت کی ایک ایک بات ان کے دل میں اترتی چلی گئی اور انھوں نے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی اور وضو کیا، حضرت نے انھیں بھی سلسلہ میں داخل فرمالیا مرید ہونے کے بعد وکیل صاحب نے اپنے گھر کی مستورات کو کہا اچھا آؤ سب لوگ حضرت کی زیارت کرلو، یہاں دیکھے رہوگی تو میدان محشر میں پہچاننے میں آسانی ہوگی، جب یہ بات حضرت نے سنی تو وکیل صاحب کو اپنے قریب بلایا اور فرمانے لگے دیکھو بابو! میدان محشر میں ہماری اور آپ کی پہچان اللہ کے کرم پر ہوگی، دنیا میں دیکھنے پر نہیں اور اللہ کا کرم اس کو خوش کر کے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے یہ جو آپ کرنے جارہے ہیں یہ سراسر ناجائز وحرام ہے اس سے بچو۔

محترم قارئین کرام! غور فرمائیں بلکہ قربان جائیں اس تقویٰ واستقامت علی الدین پر ایسا نہیں کہ یہ سب کچھ صرف ایک دکھاوا تھا بلکہ جن لوگوں نے آپ کی صبح وشام دیکھی ہے وہ اس بات کی خود شہادت دیں گے کہ حضرت شریعت کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔

غیر محرم سے ہاتھ چوموانا کسی پیر کے لیے درست نہیں

اسی طرح کا ایک واقعہ صوبہ مدھیہ پردیش کے ضلع جھابوا کا ہے جس کے راوی حضرت مولانا خورشید احمد نظامی ہیں وہ بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت شہر ''جھابوا'' میں آئے ہوئے تھے، ہر طرف سے دعوتیں پہنچ رہی تھیں، کوئی کھانے کی دعوت دیتا تو کوئی ناشتے کی، ہر کوئی چاہتا تھا کہ کسی طرح حضرت کا قدم مبارک ہمارے گھر میں پہنچ جائے، اسی سلسلے میں شہر ''جھابوا'' کے حاجی

محمد ابراہیم صاحب بھی آئے انھوں نے بھی دعوت کے لیے گزارش کی تو حضرت نے فرمایا: حاجی صاحب! مولانا خورشید احمد نظامی سے مل لیجیے اس لیے کہ پروگرام کے بارے میں انھیں مکمل جانکاری ہے، چنانچہ حاجی صاحب میرے پاس آئے انھوں نے ایک ٹائم دعوت کے لیے وقت مانگا، وقت خالی تھا میں نے دعوت کا پروگرام دے دیا، چنانچہ وقت مقررہ پر ہم تمامی احباب حضرت کے ساتھ حاجی محمد ابراہیم کے گھر دعوت پر پہنچے، حاجی صاحب نے آگے بڑھ کر ہار پھول سے حضرت کا استقبال کیا، دستر خوان لگا دیا گیا مرشد گرامی کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی کھانا کھایا، جب ہم سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو حاجی صاحب مجھے ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے مولانا صاحب حجن صاحبہ حضرت کی دست بوسی کرنا چاہتی ہیں حضرت سے اجازت لے لیجیے، میں نے کہا حاجی صاحب یہ ممکن ہی نہیں ہے، انھوں نے کہا آپ حضرت سے کہہ دیجیے کہ حجن دست بوسی کی اجازت چاہتی ہیں، ہو سکتا ہے کہ حضرت تیار ہو جائیں، ان کے بار بار اصرار کرنے پر حاجی صاحب کا دل رکھنے کے لیے میں حضرت کے قریب گیا اور صورت حال سے واقف کرایا، حضرت نے سختی سے منع فرمایا اور ارشاد فرماتے ہیں ''استغفر اللہ استغفر اللہ'' معاف کریں بابو یہ حرام ہے، اتنے وقفے میں حاجی صاحب تو حضرت کے کچھ اور قریب آگئے اور خود عرض کرنے لگے تو حضرت نے ان کا دل رکھنے کے لیے اپنا رومال حاجی صاحب کو تھماتے ہوئے ارشاد فرمایا لیجیے، ان سے جا کر کہہ دیں کہ اس رومال کا بوسہ لے لیں، اس کے بعد حاجی صاحب کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب پردہ اسلام کا ایک اہم جز ہے، خیال رہے کہ کبھی بھی اسلام کا کوئی بھی اصول پامال نہ ہونے پائے۔

صالحہ رضوی الٹے قدم واپس ہوگئی

صالحہ رضوی کا واقعہ بہت مشہور رہے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر گرانٹ لسٹ پر آیا اس وقت حضرت

اس ادارے میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے ادارے کے معیار کو جانچنے کے لیے صالحہ رضوی نام کی ایک آفیسر کی آمد ہوئی، محترمہ نے پہلے تو سارے کاغذات چیک کیے، سارے ریکارڈ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس نے سارے اساتذہ وملازمین کو بلایا جب سب لوگ آگئے تو اس نے پوچھا کہ سب لوگ آگئے تو اساتذہ میں سے کسی نے کہا کہ صوفی صاحب کو چھوڑ کر سب آگئے اس نے پوچھا وہ کیوں نہیں آئے، تو ایک استاذ نے کہا کہ محترمہ وہ صوفی صاحب ہیں عورتوں سے نہیں ملتے ہیں اس لیے یہاں وہ نہیں آئے، اس نے کہا نہیں انھیں بھی بلایا جائے بلکہ ایک صاحب کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جب وہ حضرت کے کمرے کے قریب پہنچے سوچا اندر جاکر چلنے کے لیے کہوں مگر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں ایک عورت سے ملنے کے لیے کہنے کی جرأت نہ ہوئی الٹے قدم واپس آگئے، جب صالحہ رضوی کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا، کیا ہوا؟ کیا وہ آرہے ہیں؟ انھوں نے کہا محترمہ حضرت کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہوئی، وہ صوفی صاحب ہیں عورتوں سے نہیں ملتے ہیں، اس نے کہا اگر وہ نہیں ملنا چاہتے ہیں تو چلیے میں ہی چل کر مل لیتی ہوں یہ کہا اور کرسی سے اٹھ گئی اور حضرت کے کمرے کی طرف چل پڑی، جب حضرت کے کمرے کے پاس پہنچی ابھی کمرے میں داخل بھی نہیں ہوپائی تھی کہ حضرت نے آہٹ محسوس کرکے نگاہ اٹھایا حضرت کی نگاہ اس پر پڑی پھر کیا تھا حضرت فوراً اپنی درس گاہ سے اٹھے اور بغل میں لگے پردے کے اس پار ہوگئے اور زور زور سے لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھنے لگے، لاحول پڑھتے جاتے اور ساتھ ہی فرماتے بھگاؤ اسکو یہاں کیسے چلی آئی؟۔

صالحہ رضوی کے قدم واپس ہوچکے تھے سر جھک گیا تھا، بوجھل قدم آفس میں آئی اور سارے اساتذہ کے سامنے کچھ اس طرح اپنا بیان درج کرایا:

”مجھے خوشی بھی ہورہی ہے اور افسوس بھی، خوشی اس لیے کہ میں نے پہلی بار کسی مرد کو دیکھا ہے اور افسوس اس لیے کہ میں نے ایک مرد درویش کو تکلیف پہنچائی

ہے، آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ ان سے میری جانب سے معافی مانگ لیں گے"۔

خطیب البراہین کی خاکساری

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نام و نمود کو قطعًا پسند نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی آپ نے پوری زندگی نام و نمود کے لیے کوئی کام کیا، خاکساری کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ قصبہ گھوسی کے جلسے میں کسی شاعر نے آپ کی شان میں کچھ شعر پڑھنا چاہا اور ابھی سنانا شروع ہی کیا تھا کہ حضرت نے اس کی طرف دیکھا اور منع کیا، شاید شاعر صاحب سن نہ سکے اور پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا اس پر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے انھیں زور سے ڈانٹا اور پھر ارشاد فرمایا: حمدِ خدا پڑھو، نعت نبی پڑھو یہی تمھارے لیے کافی ہے، مگر اللہ کا کرم دیکھیں کہ درجن بھر کتابیں آپ کی حیات طیبہ ہی میں آگئیں، آپ کے تواضع وانکساری کے واقعات تو بہت ہیں مگر ان میں سے چند واقعات ہدیہ قارئین کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

میں التماس کرتا ہوں کہ آئندہ میرے بارے میں صوفی کا لفظ استعمال کرنے سے احتراز کریں گے۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ اس جلیل القدر عالم دین کا نام ہے جس نے دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کو فرش سے عرش تک پہنچایا اور عالمی سطح پر اس کی پہچان کرائی، قرآن کے اسرار و رموز پر جب گفتگو فرماتے تو طلبہ جھوم اٹھتے اور کبھی کبھی تو درس گاہ ہی میں نعرہ بلند ہونے لگتا تھا وہی شیخ القرآن حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں دورۂ حدیث کی تعلیم شروع ہوئی تو ادارے کے ارباب حل وعقد نے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں اس منصب کو قبول کرنے کا عریضہ پیش کیا مگر حضرت

نے قبول نہ فرمایا، حضرت کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے ادارے کے ذمہ داران نے حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کی بارگاہ میں ایک خط بھیج کر اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ حضور ہمارے ادارے کے لیے کسی شیخ الحدیث کا انتظام فرمادیں چنانچہ حضور حافظ ملت قدس سرہٗ نے شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ کو اس ادارے میں شیخ الحدیث کے منصب پر بھیجا، جب حضرت آگئے تو ارکان ادارہ بہت خوش ہوئے اور میٹنگ بلائی گئی اس کے آگے خود حضور شیخ القرآن قدس سرہٗ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ کمیٹی ہنگامی طور سے طلب کی گئی، علمائے کرام و اساتذۂ ذوی الاحترام اور قصبہ کی عوام اس خصوصی اجتماع میں شریک ہوئے میں بھی حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کے ہمراہ مجبوراً شریک ہوا۔ کمیٹی کیا تھی ؟خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے ایک پر ہجوم اجتماع تھا سب لوگ ایک دوسرے کو بڑی مسرت سے دیکھ رہے تھے اس تعارفی اجتماع میں کیا کیا باتیں ہوئیں ؟ وہ سب میرے ذہن کے نہاں خانہ میں محفوظ نہیں ہیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھنے کے لائق تھی۔ ذہن میں وہ اس قدر پیوست ہو گئی کہ اس کو اب تک فراموش نہیں کرسکا گویا وہ نقش کالحجر ہے وہ یہ کہ حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب کمیٹی میں شروع سے آخر تک سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہے گویا وہ اپنے آپ کو ہر قسم کی سخن آرائی سے بڑی بے نیازی کے ساتھ محفوظ رکھے ہوئے تھے وہ سب کے مسرت آمیز مکالمہ و گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔ کیوں کہ ان کے چہرے سے خشکی و پیوست کے بجائے بشاشت کے آثار نمایاں تھے مسرت کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی تھیں۔ لیکن اپنی طرف سے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمارہے تھے مکمل سکوت و خاموشی دیکھ کر میں حضرت موصوف سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ جناب صوفی صاحب قبلہ آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ کی زبان صداقت بیان سے کچھ سننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب نے اپنی

خاموشی توڑی اور میری طرف مخاطب ہوکر بڑی سنجیدگی سے ایسے جملے ارشاد فرمائے کہ میں ان کی سماعت سے دنگ رہ گیا۔ میری حیرانی حد سے زیادہ فزوں ہوگئی، انھوں نے فرمایا:

”دیکھئے مولانا ابھی آپ نئے نئے تشریف لائے ہیں مکمل طور سے آپ کو میرے بارے میں واقفیت نہیں ہوئی ہوگی، اس لیے آپ نے مجھ کو مخاطب فرماکر ”صوفی صاحب“کہا۔ میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ میں صوفی نہیں ہوں اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ میرے بارے میں آئندہ صوفی کا لفظ استعمال کرنے سے قطعًا احتراز کریں گے، آپ کا بڑا کرم ہوگا“۔

پھر جتنے دنوں تک میرا قیام امرڈوبھا میں رہا حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کی ہدایت و تنبیہ پر میں نے ان کو مخاطب بناکر صوفی صاحب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگر چہ غائبانہ طور سے میں ان کو صوفی سمجھتا تھا اور کہتا تھا۔ (ضیائے حبیب میگزین، خطیب البراہین نمبر ۱۴،۱۳/ ۱۳)

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کا ایک ایک لفظ جو انھوں نے حضور شیخ القرآن قدس سرہٗ سے فرمایا تھا ایک مرتبہ پھر سے پڑھیے اور پھر غور کیجیے کہ آج یہ خاکساری اب ہمارے لوگوں میں رہ گئی ہے؟ آج تو پوسٹر میں القاب کی کچھ کمی آجائے تو پروگرام کینسل اور اگر اناؤنسر سے القابات گناتے وقت کہیں سہو ہوجائے تو پھر دستار ٹیڑھی ہوجاتی ہے، مولائے قدیر ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

وعدہ کروآئندہ صوفی نہیں کہوگے

حضرت علامہ تفسیر القادری ایک جلیل القدر عالم دین ہیں انھوں نے ایک لمبے عرصے تک دارالعلوم اہل سنت علیمیہ جمداشاہی میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی، ایک زمانے تک کارگزار صدرالمدرسین کے عہدے پر بھی فائز رہے، آپ اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

غالباً ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ جب حضرت صوفی صاحب قبلہ تنویر الاسلام کے باضابطہ مدرس کی حیثیت سے تشریف فرما تھے راقم الحروف آپ سے باضابطہ متعدّد کتابوں کا درس لے رہا تھا ایک بار آپ کے سامنے سے گزرا آپ نے فرمایا ''تفسیر!''.جی حضور! کہہ کر ہاتھ میں کوئی ایک کتاب لے کر حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا فلاں کو بلا دو'' اتفاق سے وہ فلاں چند ہی قدم پہ سامنے نظر آ گیا راقم نے ان سے کہا: صوفی صاحب بلا رہے ہیں وہ طالب علم حضرت کی طرف چلا اور ادھر مجھے پھر آپ کی آواز سنائی دی ''تفسیر ادھر آؤ'' میں پھر قریب پہونچا تو قدرے خفگی کے لہجے میں فرمایا ''تم نے مجھے صوفی کیوں کہا۔ بولو! چند منٹ خاموشی رہی۔ فرمایا'' وعدہ کرو آئندہ نہیں کہو گے۔ جی کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور دل میں عہد کر لیا کہ ان شاء اللہ حکم اور وعدہ نبھاؤں گا۔ (ضیائے حبیب میگزین کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۱۳۷)

آج تو لوگ خود کو صوفی کہتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں سے اپنی صوفیت کا پرچار بھی کراتے ہیں مگر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی ذات وہ ذات تھی کہ نہ تو وہ کوئی کام نام و نمود کے لیے کرتے تھے اور نہ ہی کبھی یہ خواہش ظاہر کی کہ لوگ ان کی تعریف کریں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ خود نمائی اور خود ستائی کے عفریت کو کبھی اپنے پاس بھٹکنے نہ دیا آپ کے تواضع وانکساری کے بارے میں حضرت مولانا سید شہباز اصدق صاحب قبلہ ایک واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو کے طلبہ واساتذہ میں تقریباً یہ بات حد تواتر تک مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ گھوسی تشریف لائے اور رضا مسجد میں آپ نے نماز عصر ادا فرمائی، اس وقت مسجد اساتذہ وطلبہ سے بھری ہوئی تھی مصلی پر چھپکلی نے بیٹ کر دیا تھا، آپ از خود مصلی اٹھا کر باہر لے گئے اور مصلی سے بیٹ کو صاف کیا مگر کسی طالب علم کو جھاڑنے کے لیے نہیں دیا۔ (ضیائے حبیب میگزین کا خطیب البراہین نمبر صفحہ ۴۶)

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے تواضع وانکساری کے واقعات آپ نے ملاحظہ کیے، ایک اور واقعہ ملاحظہ کیجیے کہ آپ کس قدر منکسر المزاج تھے نیز کس قدر اپنے آقا زادوں کا احترام کرتے تھے یہ تو دنیا جانتی ہے کہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ خاندانی پیر نہ تھے، آپ کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی خلافت مارہرہ شریف سے حاصل تھی، حضور احسن العلما قدس سرہٗ نے آپ کو خلافت از خود عطا فرمائی تھی، بزرگوں کی جو امانت حضور احسن العلما قدس سرہٗ نے انھیں عطا کی تھی اس کے آپ سچے امین ثابت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے فیضان کو گاؤں سے لے کر شہر تک پہنچایا اور لاکھوں لوگوں نے آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر مارہرہ مطہرہ کے فیضان سے اپنے دامن کو بھرا، عوام وخواص میں مقبولیت کے باوجود آپ کی خاکساری اور منکسر المزاجی نیز احترام سادات قابل ذکر ہیں تو لیجیے یہ واقعہ بھی ملاحظہ کیجیے اور دیکھے کہ کس قدر آقا زادوں کا احترام کرتے تھے، حضرت مفتی شکیل الرحمن نظامی مصباحی استاذ جامعہ حنفیہ بستی جو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے بھتیجے ہیں اور انھوں نے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی تحریروں سے عوام وخواص کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ (فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ کے قائم کردہ ادارہ) مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم اوجھاگنج میں جلسۂ دستار بندی کے موقع پر حضور امین میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ہوئے تھے اور اس جلسہ میں صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی مدعو تھے، حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تشریف لائے اور سنا کہ حضور امین میاں صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں آپ نے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور راقم کو بھیجا کہ حضرت سے اجازت لے لو کہ ہم ملنا چاہتے ہیں، راقم نے حضور سے عرض کیا کہ حضرت صوفی صاحب آئے ہوئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے

ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تشریف لائیں، اس کے بعد جب صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ملنے گئے تو حضور امین میاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کھڑے ہو گئے اور بہت ہی پر تپاک طریقے سے ملے، صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے دست بوسی کے بعد قدم چومنا چاہا تو آپ پیچھے ہٹتے ہوئے فرماتے ہیں ''ارے آپ''اس کے بعد آپ نے اپنی جگہ بیٹھنے کے لیے اصرار کیا لیکن آپ ادب کی وجہ سے سامنے ہی بیٹھے اور مزاج پرسی کے بعد چائے آئی اس وقت دیکھا کہ ایک طرف صوفی صاحب علیہ الرحمہ اپنا دونوں ہاتھ لگائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف سے حضور امین میاں صاحب قبلہ اپنا دونوں ہاتھ لگائے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے لیے اصرار ہو رہا ہے کہ آپ پہلے چائے پیجیے، آپ پہلے چائے پیجیے۔ پھر صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ حضور امین میاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں سے چائے پلا رہے ہیں، پھر آپ اسے پیے اور کچھ بچا دیئے کہ حضرت کا تبرک ہے آپ لوگ تھوڑا تھوڑا پی لیجیے پھر ہم لوگوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔

وہ کافر کیا جانے ہمیں تو اپنے رب کا سجدہ کرنا ہے

نماز سے حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کو کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بے قرار ہو جاتے اور اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک کہ نماز ادا نہیں کر لیتے، بیماری کے عالم بھی نماز کے لیے بے قرار رہتے، نماز کے لیے بے قراری کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نانا حضور دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس دے رہے تھے اسی زمانے میں آپ کی آنکھ میں موتیا ہو گیا اور کچھ کم دکھائی دینے لگا، گھر والوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو سب لوگ کہنے لگے حضور موتیا کا آپریشن کرا لیں ورنہ آنکھ کی روشنی چلی جائے گی، حضرت نے فرمایا اگر آنکھ کا آپریشن کراؤں گا تو سجدہ نہیں کر پاؤں گا اور کچھ

وقت کی نماز بغیر سجدے کے پڑھنی پڑے گی جب جب لوگ کہتے تو حضرت یہی کہہ کر ان کی باتوں کو ٹال دیتے، ایک دن شام کا وقت تھا میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے عرض کیا نانا حضور آپ کی آنکھ میں تکلیف ہے اگر آپریشن نہیں کرائیں گے تو تکلیف اور بڑھ جائے گی اسی لیے پورے گھر والے کہہ رہے ہیں کہ بہتر ہوتا اگر آپ آپریشن کرا لیتے تو آنکھ کی اس بیماری سے نجات مل جاتی، حضرت نے میری بات مان لی اور فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ کہہ رہے ہیں تو چلیے آپریشن کرا لیتا ہوں، ٹھیک ہے گورکھپور قاری رئیس القادری کو خبر کر دو کہ کل ہم آپریشن کرانے کے لیے آئیں گے، چنانچہ دوسرے دن حضرت تیار ہوئے میں حضرت کو لے کر دارالعلوم مظہر العلوم گھوسی پورواگورکھپور میں حضرت قاری رئیس القادری کے پاس شام تک پہنچ گیا، چائے ناشتہ ہوا بعد نماز مغرب حضرت قاری رئیس القادری اور میں حضرت کو لے کر گورکھپور میں آنکھ کے مشہور ڈاکٹر جیسوال کے پاس گئے، حضرت کو دکھایا، ڈاکٹر نے کہا کہ آنکھ آپریشن کے لائق ہوگئی ہے، آپریشن کرانا ہی پڑے گا، حضرت قاری رئیس القادری نے کہا صاحب ہم لوگ آپریشن کرانے کے لیے تیار ہیں چنانچہ ڈاکٹر نے کہا کل صبح سب سے پہلے آپریشن بابا کا ہوگا اس کے بعد ہم سب لوگ واپس دارالعلوم مظہر العلوم گھوسی پورواآگئے، ہم سب کھانا کھا کر بعد نماز عشا سو گئے مگر نانا حضور پوری رات جاگ کر اوراد و وظائف، ذکر و فکر میں لگے رہے، صبح فجر کی نماز ادا کر کے روانہ ہوگئے چوں کہ حضرت کا پہلا ہی نمبر تھا اس لیے ہم لوگ وقت مقررہ پر پہنچ گئے، لیکن جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلا آپریشن حضرت کا نہیں ہوگا پوچھنے پر پتہ چلا کہ کوئی صاحب ثروت شخص آگیا ہے جس کی وجہ سے حضرت کا آپریشن مؤخر کر کے دو نمبر پر کر دیا گیا ہے، ڈاکٹر تیار ہو کر آپریشن روم پہنچا اور آپریشن سے قبل اس مریض کو انجکشن دیا، انجکشن ری ایکشن کر گیا، ڈاکٹر نے اسے فورا باہر نکالا اور حضرت کو اندر بلایا، جب آپریشن کرنے والے ڈاکٹر نے حضرت کا نورانی چہرہ دیکھا تو کہنے لگا مجھے

آپریشن کرتے سالوں بیت گئے مگر کبھی بھی میرا انجکشن ری ایکشن نہیں کیا مگر آج میرا انجکشن جوری ایکشن کیا وہ میری غلطی کی وجہ سے کیا، میں نے ایک فرشتہ صفت آدمی کو مؤخر کرکے جو دوسرے آدمی کا آپریشن کرنا چاہا وہی میری سب سے بڑی بھول تھی، ڈاکٹر نے حضرت سے معذرت کی اور آپریشن کر دیا۔

صبح کے وقت آنکھ کا آپریشن ہو چکا تھا آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی، ڈاکٹر نے سخت تاکید کی تھی کہ سر نہ جھکائیں ورنہ آنکھ میں لگے ہوئے لینس کو کھسکنے کا خطرہ ہے ایسی صورت حال میں آنکھ بھی خراب ہو سکتی ہے، سورج آہستہ آہستہ چڑھنے لگا کچھ ہی گھنٹوں میں سورج ڈھل چکا تھا حضرت ہاسپٹل میں اپنے بیڈ پر آرام فرما تھے یکا یک حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کو حضرت نے بلایا میاں سعید، جی نانا حضور! کتنے بج رہے ہیں؟ ایک بج رہا ہے اور ظہر کا وقت ہو گیا ہے، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ فوراً اٹھے اور نماز کی تیاری کرنے لگے، حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب قبلہ نے کہا نانا حضور ڈاکٹر نے تو منع کیا ہے آپ سجدہ کریں گے تو لینس کے کھسکنے کا خطرہ ہے، حضرت نے فرمایا وہ کافر کیا جانے نماز کیا ہے؟ ہمیں نماز پڑھنی ہے تو پڑھنی ہے، حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ حضرت نے آنکھ سے پٹی کھولی اور نماز کے لیے مصلی پر کھڑے ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی، ہمیں ڈر لگ رہا تھا کہ گڑبڑ نہ ہو جائے مگر خدا شاہد ہے کہ آخری عمر تک حضرت کے آنکھ کی روشنی اس پر ٹکی رہی۔

علاج کرانے آیا تھا خود بیمار بن بیٹھا

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے غائب ہونے کا واقعہ تاہنوز راز ہی ہے، آپ ٹرین سے کیسے اترے؟ بہار کیسے پہنچے؟ پندرہ دن کے ایام کہاں کس طرح گزارے؟ اس کے بارے میں کسی کو کوئی معلومات نہیں، غائب ہونے کے بعد جب حضرت ملے تو کافی کمزور ہو چکے تھے، ادھر طرح طرح کی افواہیں گردش کر رہی تھیں، کچھ لوگوں نے

یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے، بہر حال یہ طے پایا کہ حضرت کو کسی اچھے ڈاکٹر کی نگرانی میں کچھ دن علاج کرا دیا جائے، حاجی سمیع اللہ نظامی جو حضرت کے رشتہ دار ہیں ان کے گھر میں حضرت کی پوتی بیاہی ہوئی ہیں، انھوں نے کہا کہ حضرت کو کچھ دن کے لیے ممبئی لے کر چلیں اور حضرت میرے گھر رہیں گے وہیں پر ان کا علاج بھی ہو جائے گا، چنانچہ حضرت مولانا محمد سعید نظامی صاحب قبلہ اور حاجی سمیع اللہ نظامی حضرت کو فلائٹ سے ممبئی لے کر گئے اور ڈاکٹر خواجہ (گھاٹ کوپر، ممبئی) سے حضرت کے علاج کے لیے رابطہ قائم کیا انھوں نے کہا ٹھیک ہے لے آئیں، اس پر حاجی سمیع اللہ نظامی نے ڈاکٹر سے کہا کہ صاحب حضرت میرے مرشد ہیں اور کافی کمزور ہیں اگر آپ میرے گھر ہی وقت نکال کر دیکھ لیتے تو بہتر ہوتا، خیر ڈاکٹر نے گھر آنے کی حامی بھر لی۔

رات کے ایک بج رہے تھے کہ ڈاکٹر خواجہ اپنے کمپاونڈر کے ہمراہ مشین وآلات لے کر "کرلا گارڈن" چشتیہ بلڈنگ کے تیسرے فلور پر حضرت کی قیام گاہ پر پہنچے، حضرت اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے، کمرے کے اندر حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ گئے دیکھا کہ حضرت سو رہے ہیں، مولانا موصوف نے حضرت کے پاؤں پر اپنا ہاتھ رکھا اور ہلکی سے حرکت دی حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے، مولانا موصوف نے عرض کیا نانا حضور ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے ہیں، حاجی سمیع اللہ نظامی ڈاکٹر کو لے کر کمرے میں داخل ہوئے اور حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ حضرت کے قریب گئے اور عرض کیا نانا حضور یہ ڈاکٹر صاحب ہیں آپ کے علاج کے لیے آئے ہوئے ہیں، حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا مجھے کچھ ہوا تو نہیں مگر آپ لوگ نہیں مان رہے ہیں تو لیجیے چک کر لیجیے، حضرت کا یہ پر اعتماد جملہ سن کر ڈاکٹر صاحب حضرت کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے پھر اپنے آلات اٹھائے چک کرتے جا رہے تھے ان کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی کمرے میں

خاموشی کا ماحول تھا، اب ڈاکٹر صاحب حضرت کو چیک کر چکے تھے، حاجی سمیع اللہ نظامی سے کہتے ہیں کہ حاجی صاحب حضرت سے کچھ پرسنل بات کرنی ہے اگر حضرت اجازت دے دیں تو عرض کروں، حضرت سے مولانا موصوف نے عرض کیا نانا حضور ڈاکٹر صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں، حضرت نے فرمایا بلاؤ، ڈاکٹر صاحب حضرت کے قریب گئے اور عرض کیا کہ حضور میں غم کا مارا ہوا ہوں میری اہلیہ کو کینسر ہو گیا ہے علاج چل رہا ہے مگر کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے، حضور میری اہلیہ کے لیے دعا فرمادیں حضرت نے دعا فرمائی، ڈاکٹر صاحب نے کمرے سے باہر آکر جو رپورٹ دیا اس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا، ڈاکٹر صاحب نے کہا طبی رو سے حضرت نہایت ہی صحت مند ہیں ان کے سارے اعضا اس طرح کام کر رہے ہیں جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کے کام کرتے ہیں، سچ فرمایا تھا حضرت نے کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے، ڈاکٹر صاحب کچھ طاقت وغیرہ کی دوائیں لکھ کر واپس چلے گئے۔

دوسرے کے کپڑے کی کترن لگوانا گوارا نہ کیا

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی زندگی نہایت محتاط گزری، آپ حتی الامکان ہر اس چیز سے بچتے رہے جو ناجائز رہی، آپ کے احتیاط کے بہت سارے واقعات مشہور ہیں، ذیل میں ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں جن کو حضرت علامہ محمد ادریس بستوی نے اپنی کتاب ”خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت“ میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں:

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے، ایک زمانے تک تو حضرت بسوں سے سفر کرتے تھے اس وقت جب آپ کہیں پروگرام میں جاتے تو کوئی نہ کوئی ایک عالم ضرور آپ کے ساتھ ہوتے، حضرت علامہ ادریس بستوی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب ماسٹر سجاد حسین مہنداولی نے بیان کیا کہ ایک بار میں اپنے رشتہ دار بھونو بھائی کی دکان پر بکھرا گیا ہوا تھا، بھونو بھائی سلائی کاروبار

کرتے تھے، اتفاق سے اسی وقت حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ علما کی جھرمٹ میں آہستہ آہستہ بھونو بھائی کی دوکان کی جانب چلے آرہے ہیں جب حضرت دکان پر پہنچے تو دوکان میں موجود سبھی لوگ ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے ہوگئے، حضرت اندر تشریف لائے آپ کے ساتھ موجود علمامیں سے ایک صاحب نے جھولے سے ایک سوئٹر نکالا جو پوری آستین کا تھا جسے حضرت سردی کے ایام میں استعمال کرتے تھے، مولاناصاحب نے وہ سوئٹر بھونو بھیاکی جانب بڑھاتے ہوئے کہا یہ پوری آستین کا سوئٹر ہے، حضرت اسے استعمال کرتے ہیں اور وضو کرتے وقت آستین چڑھانے میں پریشانی ہوتی ہے اس لیے آستین کو کلائی تک چاک کرکے اس میں چین لگادیجیے، چنانچہ مولاناموصوف نے سوئٹر بھونو بھیاکے حوالے کیااور کچھ ہی دیر میں چین بھی خرید کر آگئی، بھونو بھیانے آستین چاک کرکے بغل میں پڑی ہوئی کترن سے سفید کپڑا نکالا اسے چین کے ساتھ لگاکر دونوں آستینوں کو بنادیا، دوکان میں موجود سبھی لوگ باتوں میں مصروف ہوگئے اور حضرت اپنے ذکروفکر میں لگ گئے تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایاآستین بنادیجیے اب ہم لوگ چلیں گے، بھونو بھیانے کہاحضور اسے تومیں نے کب کا تیار کردیاہے، حضرت نے سوئٹرہاتھ میں لیااور چین دیکھنے لگے، جب آپ کی نگاہ چین کے ساتھ لگے ہوئے کپڑے پر پڑی توآپ نے فرمایاچین توخرید کرآئی تھی یہ میں جانتاہوں پر یہ سفید کپڑاجواس کے ساتھ لگاہواہے کہاں سے لگائے ہیں، بھونو بھیانے عرض کیا حضور کترن سے نکال کر لگادیاہے، آپ نے فرمایانہیں یہ توبہت غلط ہوا دوسرے کی کترن میرے لیے کیسے جائز ہوگا لیجیے اسے توڑکر نکالیے، ماسٹر سجاد حسین کابیان ہے کہ میری حیرت کی انتہانہ رہی، حضرت نے کترن کا کپڑااسلائی توڑوا کر نکلوادیاپھر حضرت نے پیسہ دے کرکپڑے کی دوکان سے ایک گرہ کپڑامنگایاپھراسی کپڑے کولگاکر سوئٹرمیں چین سلی گئی پھر حضرت تشریف لے گئے۔

آجاؤمیں تمھاراہی انتظا کر رہاتھا

مدھیہ پردیش کی سرزمین پر حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ کا کچھ خاص ہی کرم رہا خاص کر ضلع مندسور پر وہاں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر آپ پندرہ بیس روز قیام کرتے تھے اور شہر سے منسلک آبادیوں میں آپ کا جانا ہوتا تھا جب حضرت مولانا خورشید احمد نظامی جھابوا پہنچے تو اس شہر میں بھی حضرت کو تشریف لانے کی دعوت دی، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ چوں کہ اس وقت دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا کے شیخ الحدیث تھے،اس لیے جب مولانا خورشید احمد نظامی کو یہ علم ہواکہ حضرت مندسور تشریف لائے ہوئے ہیں تومولانا نے مندسور پہنچ کر حضرت کو جھابوا آنے کی دعوت دی، حضرت نے دعوت قبول کی اور مقررہ تاریخ میں حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کے ساتھ شہر جھابوا پہنچے حضرت کو مسجد کے ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا،شہر میں اعلان ہوگیا کہ ایک عالم باعمل شیخ طریقت کی آمد شہر جھابوا میں ہو چکی ہے وہاں کے لوگ علماو مشائخ کی بہت قدر کرتے ہیں اور یہ جذبہ ان میں آج بھی موجود ہے، لوگوں نے جب یہ سنا کہ ایک اللہ والے کی آمد ہمارے شہر میں ہوئی ہے تو لوگ ملاقات کے لیے آنے لگے، حضرت مولانا خورشید احمد نظامی نے حضرت کے رہنے اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرایا، حضرت نے کھانا تناول فرمایا اور جب لوگوں کی بھیڑ کم ہوئی تو مولانا عبدالمنان صاحب مولانا خورشید احمد نظامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت سے کہنے لگے حضور! مولانا صاحب ابھی تک کسی سے مرید نہیں ہوئے ہیں، حضرت نے ایک نگاہ مولانا خورشید پر ڈالی اور فرماتے ہیں کہ مولانا کی نگاہیں کچھ ڈھونڈرہی ہیں اور پھر نگاہ نیچی کرلی، حضرت مولانا خورشید احمد کا بیان ہے کہ اس وقت تک میں کسی سے مرید نہیں ہوا تھا مگر کسی بافیض مرشد کی تلاش ضرور تھی خیر بات وہیں ختم ہوگئی، میں اپنی قیام گاہ پر آیا اور سوگیا،اِدھر نیند آئی، اُدھر قسمت جاگ اٹھی خواب میں ایک نورانی شکل کے بزرگ تشریف لائے، چہرہ چاند کے

مانند چمک رہا تھا مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مولانا تمھاری نظریں ابھی تک جس مرشد کی تلاش کر رہی تھیں وہ مرشد آج تمھارا مہمان ہے۔

خواب دیکھنے کے بعد نیند آنکھوں سے غائب ہو چکی تھی، کروٹ بدل کر کسی طرح بستر پر رات گزاری، صبح کی سپیدی نمودار ہوئی، موذن نے اذان فجر دی میں جلدی سے بستر سے اٹھا ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کیا اور سیدھے مسجد پہنچا فجر کی نماز پڑھائی حضرت کی زیارت ہوئی پھر حضرت اپنے کمرے میں تشریف لے گئے میں بھی گھر پر آیا غسل کیا کپڑا تبدیل کیا اور مرید ہونے کے قصد سے حضرت کی قیام گاہ کی جانب چل پڑا جیسے ہی حضرت کے کمرے میں داخل ہو کر سلام عرض کیا تو حضرت نے نگاہ میری جانب اٹھا کر دیکھا مسکرا کر فرماتے ہیں آؤ مولانا ہم تو آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں ،پھر حضرت نے مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ نظامیہ میں داخل کر لیا۔

ہم اسی میں خوش ہیں

۲۰۱۱ء کی بات ہے مارچ کا مہینہ تھا صبح کے وقت ہلکی ہلکی ٹھنڈک تھی، ہر روز کی طرح اس روز بھی مرشد برحق کی بارگاہ میں حاضری دینے کے قصد سے اپنے کمرے سے نکلا اور حضرت کے کمرے کی جانب چل دیا، اتفاق سے اس روز حضور حبیب العلما مدظلہ العالی تھوڑا پہلے ہی دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ پڑھانے کے لیے جا چکے تھے، میں نے سلام عرض کیا اور دست بوسی کی مگر آج حضرت کا انداز ہر دن سے کچھ الگ ہی نظر آرہا تھا روز تو سلام کے بعد اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے تھے اور میں بغل میں بیٹھ جاتا تھا مگر اس روز حضرت بیٹھے نہیں بلکہ ٹہلتے ہی رہے، میں ایک جانب کھڑا حضرت کو دیکھ رہا تھا اتنے میں حضرت اپنی نشست گاہ کے قریب تشریف لے گئے اور گدے پر بچھی ہوئی چادر کو اپنے رومال سے جھاڑنے لگے، جھاڑنے کے بعد دو مسند جو بغل میں پڑے ہوئے تھے اسے ترتیب سے اوپر نیچے کر کے لگا دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر نشست گاہ پر لے گئے اور مجھ

سے کہہ رہے ہیں اس پر بیٹھو، پہلے تو میں نے انکار کیا اور وہاں سے جانا چاہا مگر جب حضرت نے یہ کہا میں کہہ رہا ہوں کہ بیٹھو تو پھر انکار کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور اس مسند پر بیٹھ گیا، اس کے بعد بغل میں تپائی پر رکھی ہوئی بخاری شریف کی شرح نزہۃ القاری کو سامنے ڈسک پر رکھ کر کھڑے ہو کر اپنے انداز میں یہی جملہ بار بار دھرانے لگے میں اسی میں خوش ہوں، میں اسی میں خوش ہوں، میں اسی میں خوش ہوں، شرمندگی سے میرا سر جھکا چلا جارہا تھا میں نے آہستہ سے عرض کیا حضور ٹھیک ہے آپ کا حکم سر آنکھوں پر یہ کہا اور درس گاہ سے اٹھ کر بغل میں بیٹھ گیا اور حضرت اپنی جگہ بیٹھ گئے، میں نے سمجھ لیا کہ حضرت نے دل کا چور پکڑ لیا، اب یہاں کوئی حیلہ بہانہ نہ چلے گا۔

معاملہ دراصل یہ تھا کہ اس وقت کچھ معاشی پریشانی تھی اور ادھر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے حالات بھی پر امن نہ تھے، آئے دن کوئی نہ کوئی نوٹس یا رجسٹری آیا کرتی تھی جس سے پریشان ہو کر میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب پڑھانا لکھانا چھوڑ کر کوئی بزنس کروں گا، دو روپیہ کماؤں گا پر سکون سے تو رہوں گا ابھی میں نے یہ ارادہ بنایا ہی تھا کہ دوسرے دن حضور پیر و مرشد نے دل کا چور پکڑ کر اپنی خواہش کا اظہار کر دیا اور اپنی خوشی بتادی تو اس دن سے عہد کر لیا کہ اب درس و تدریس ہی سے جڑا رہوں گا کیوں کہ یہی میرے مرشد کی خواہش ہے۔

احترام قبلہ و بغداد معلی

مرشد برحق حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کعبہ معظمہ اور بغداد معلی کا بے انتہا احترام کرتے تھے، حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''خطیب البراہین اور تصوف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا کی پرانی عمارت کی دوسری منزل پر آپ کی مستقل قیام گاہ و درس گاہ بھی تھی، آپ کی درس گاہ کا رُخ اُتّر کی جانب تھا، درس بخاری

کے وقت طلبہ کے لیے یہ جگہ تنگ پڑتی تھی اس لیے میں نے اور دارالعلوم کے بعض اساتذہ نے باہم مشورہ کیا کہ آپ کی نشست گاہ کا رخ تبدیل کر دیا جائے تو طلبہ کے لیے جگہ کشادہ ہو جائے گی، چنانچہ میں نے مرشد گرامی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ آپ کی درس گاہ کمرہ کے مغربی دیوار سے لگا کر بچھا دی جائے تو طلبہ کے لیے بیٹھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے، یہ سن کر آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ اس طرح بیٹھنے میں میری پشت قبلہ کی جانب ہوگی اور قبلہ کا احترام ضروری ہے، اس لیے یہ بات مجھے ہرگز پسند نہیں، پھر میں نے کہا کہ شمالی دیوار سے لگا کر آپ کی درس گاہ بچھائی جائے تو طلبہ کے لیے بیٹھنے کی جگہ بڑھ سکتی ہے، اس پر آپ نے اظہار خفگی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اس طرح بیٹھنے میں میری پشت مرکز عقیدت بغداد معلی کی جانب ہوگی اور اس جانب بھی پشت کرنے میں میں اپنے لیے کم نصیبی سمجھتا ہوں، میں جس طرح قبلہ کا احترام کرتا ہوں ویسے ہی بغداد معلی کا بھی ادب و احترام میرے دل و جگر، رگ میں ہے، اس لیے میری نشست گاہ یوں ہی رہنے دیا جائے۔ اس کے بعد طے ہوا کہ کمرے کے سامنے برآمدے میں آپ کی درس گاہ لگا دی جائے اور درس بخاری وہیں پر ہو چنانچہ یہی ہوا اور برآمدے میں آپ درس بخاری دینے لگے۔ (خطیب البراہین اور تصوف)

مرشد کی نصیحت نے زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا

مرشد برحق کی دعاؤں نے نہ جانے کتنے پژمردہ چہروں پر مسکراہٹ لادی، مایوس لوگوں کی آس بندھا دی، خالی گود بھر گئے، اجڑی ہوئی زندگی سنتوں کے سانچے میں ڈھل کر آباد ہوگئی، نہ جانے کتنوں نے گناہوں سے توبہ کر کے راہ راست اختیار کر لیا، ہم ذیل میں ایک ایسے انسان کا واقعہ قلمبند کر رہے ہیں جو مرید ہونے سے قبل سنتوں سے دور تھا مگر دامن مرشد سے منسلک ہونے کے بعد اچانک اس کی زندگی میں انقلاب آگیا۔

ایک مرتبہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اور ان کے صاحبزادے حبیب العلما

مدظلہ النورانی کے ساتھ ضلع دیوریا میں ایک پروگرام میں گیا تھا بعد نماز مغرب بہت سارے احباب سے ملاقات ہوئی انھیں میں سے ایک صاحب ایسے بھی تھے جو کرتا پائجامہ پہنے زلف رکھے، سر پر برکاتی ٹوپی سجائے، چہرے پر حد شرع داڑھی دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی عالم دین ہیں، وہ تشریف لائے حضرت کی دست بوسی کی اور حضور حبیب العلما مدظلہ العالی کی بھی دست بوسی کی، میں بھی کھڑا ہو گیا سلام کیا، حضور حبیب العلما مدظلہ العالی نے ان کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا یہ ڈاکٹر غلام حسین صاحب ہیں، ابا کے مرید ہیں، طبیعت سے نیک ہیں، حافظ قرآن بھی ہیں، چوں کہ مریدین کی بھیڑ زیادہ تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب میرے پاس آئے، تھوڑی دیر ہم دونوں خاموش رہے، تھوڑی دیر بعد میں نے خاموشی توڑی اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھا آپ پہلے ڈاکٹر بنے یا حافظ، ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر کہا میں پہلے ڈاکٹر بنا اور ڈاکٹر ہی تھا مگر یہ حضرت کا کرم ہے کہ آج میں حافظ قرآن بھی ہوں، میرے دل میں حقیقت حال جاننے کا اشتیاق اور بڑھا اور میں پوچھ پڑا وہ کیسے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا معاملہ دراصل یہ ہے کہ میں پیشے سے ڈاکٹر ہوں، ہر دن پابندی کے ساتھ داڑھی پر استرہ چلاتا تھا، جب ڈسپنسری آنا ہوتا تو پہلے داڑھی صاف کرتا پھر نہا دھو کر اپنے مطب پر آتا، ایک لمبے عرصے سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ کسی مرشد برحق کے دامن کرم سے وابستہ ہو جاؤں، اس کے لیے کئی مرتبہ کئی جلسوں میں پیر کی تلاش میں بھی گیا مگر میرا دل ان حضرات سے مرید ہونے کے لیے نہیں کرتا تو واپس چلا آتا۔

ایک دن اپنی ڈسپنسری پر بیٹھا ہوا تھا کہ میرے جاننے والے ایک مولانا صاحب تشریف لائے انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آج عرس حافظ ملت ہے مبارک پور چلتے ہیں ہو سکتا ہے وہاں آپ کو کوئی پیر مل جائے، وہاں پورے ملک سے علما و مشائخ تشریف لاتے ہیں اور مجھے مرشد برحق کی شدت سے تلاش تھی، میں نے فوراً ڈسپنسری کا سَٹَر ڈاؤن کیا اور وہیں سے مولانا صاحب کے ساتھ مبارک پور عرس عزیزی میں شرکت

کے لیے روانہ ہوگیا، مبارک پور پہنچا تو علما و مشائخ کی کثرت اور عقیدت مندان حضور حافظ ملت کی بھیڑ دیکھ کر دل کو ایک روحانی کیف حاصل ہوئی، مگر جس چیز کی تلاش میں وہاں آیا تھا ابھی وہ ذات ہمیں نہیں ملی، رات کٹ گئی، بعد نماز فجر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں فاتحہ پڑھا اس کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی چادر مبارک پکڑ کر رو پڑا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ حضور آج ہمیں کسی مرشد کامل سے ضرور ملوادیں تاکہ ان کے دامن کرم سے وابستہ ہوکر میں بھی روحانی سکون حاصل کر سکوں، فاتحہ پڑھ کر باہر نکلا، چائے پی اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، سیدھے سینٹرل بلڈنگ پہنچا اور ایک انجانی کشش مجھے دوسری منزل تک کھینچ لے گئی، دوسرے منزلہ پر ایک نورانی چہرے والے عالم دین کو دیکھا کپڑا گوکہ معمولی تھا پر سر پر سجا ہوا عمامہ کسی بڑے عالم ہونے کی جانب اشارہ کر رہا تھا، علما و عوام چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھے اور وہ اپنا سر جھکائے اپنی دنیا میں مگن تھے، میں نے ایک عالم دین سے پوچھا یہ کون حضرت ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ان کے مرید ہیں، میرے دل نے کہا جس مرشد کی سالوں سے مجھے تلاش تھی یہی وہ مرشد برحق ہیں، میں اندر گیا اور حضرت کے قریب بیٹھے ہوئے ایک عالم سے عرض گزار ہوا کہ میں حضرت سے مرید ہونا چاہتا ہوں، انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہ مرید ہونا چاہتے ہیں، حضرت نے فوراً کہا ٹھیک ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے دونوں ہاتھوں کو تھاما اور داخل سلسلہ فرمایا اور دعا کی، پھر مجھ سے پوچھنے لگے بابو قرآن پاک پڑھے ہو، میں نے عرض کیا حضور نہیں، حضرت نے فرمایا بابو کسی حافظ سے وقت لے کر تھوڑا تھوڑا سیکھتے رہو اِن شاء اللہ پڑھنا آجائے گا، تھوڑی دیر بعد جب میں وہاں سے چلنے لگا تو حضرت نے پھر نصیحت کی قرآن پاک کی تلاوت کیا کیجیے اور آج سے داڑھی پر استرہ نہ چلائیے گا، اس دن سے آج تک میں نے داڑھی پر استرہ نہیں چلایا۔

عرس حافظ ملت سے سب سے بڑا تحفہ لے کر میں اپنے گھر پہنچا اور پھر ایک دن ایک حافظ صاحب سے رابطہ کیا، ان کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے قرآن مجید پڑھنے نہیں آتا مجھے قرآن پاک پڑھنا سکھادیں، حافظ صاحب نے میری درخواست قبول کرلی اور روزانہ بعد نماز مغرب میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے میں بھی ان کی آمد سے قبل تیار رہتا تھا، چند مہینوں کی کوشش سے میں نے قرآن کریم پڑھنا سیکھ لیا، جب قرآن پاک پڑھنا سیکھ لیا تو حافظ صاحب نے آنا بند کر دیا مگر اس کے بعد میں نے بعد نماز مغرب قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا، وقت گزرتا گیا اور تھوڑا تھوڑا یاد کرتا رہا ایک دن ایسا بھی آیا کہ الحمدللہ میں حافظ قرآن ہو گیا، اب ہر روز میں ڈسپنسری سے آتے جاتے راستے ہی میں کچھ پارے کی تلاوت کر لیتا ہوں۔

حضرت کی دوسری نصیحت نے میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا وہ یہ ہے کہ مرید ہونے سے قبل ہر روز پابندی کے ساتھ میں داڑھی صاف کیا کرتا تھا مگر مرید ہونے کے بعد جب حضرت نے نصیحت کی کہ بابو داڑھی پر استرہ نہ لگوانا اس دن سے لے کر آج تک میں نے داڑھی پر استرہ نہیں چلایا اور آج سنت کے مقدار میرے چہرے پر داڑھی ہے۔

حضرت کی تیسری نصیحت نے جو خاص انقلاب لایا وہ یہ ہے کہ مرید ہونے سے قبل میں نماز کا پابند نہیں تھا مگر آج الحمدللہ نماز کا پابند ہو گیا ہوں، اللہ کا کرم ہے کہ مرشد برحق کی کیمیا اثر نگاہ نے میری زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

مارچ ۲۰۰۹ء کا مہینہ تھا میں شہزادۂ حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمن رضوی مدظلہ العالی کے ساتھ ضلع دیوریا پروگرام میں گیا تھا ایک صاحب راستے میں رسیو کرنے آئے، کرتا پائجامہ، لمبا رومال، چہرے پر سنتوں کے مطابق داڑھی اور سر پر برکاتی ٹوپی لگائے ہوئے پہلے سے روڈ پر کھڑے تھے حضرت کی

گاڑی رُکی انھوں نے حضرت کی دست بوسی کی پھر آگے آگے موٹر سائیکل لے کر چلنے لگے، دیکھنے میں کوئی پر وقار عالم دین لگ رہے تھے، چنانچہ ان کے ایک رشتہ دار کے یہاں پروگرام تھا وہاں جانا ہوا، چائے ناشتے کے بعد ان سے حضرت نے تعارف کرایا مولانا یہ اسلم بھائی ہیں جو پولس محکمہ میں سروس کرتے ہیں، ابا حضور کے مرید ہیں ،ایک پولس والے کو اس طرح اسلامی چہرہ، اسلامی لباس میں ملبوس دیکھ کر تعجب تو ضرور ہوا، پر پہلی ملاقات تھی اس لیے اس وقت کچھ نہ پوچھ سکا، تھوڑی دیر بعد کھانا کھایا گیا، حضرت آرام کرنے دوسرے کمرے میں چلے گئے، اس وقت میں نے اسلم بھائی سے پوچھا کہ اسلم بھائی آپ تو پولس محکمے میں ہیں مگر دیکھنے میں کوئی عالم دین لگتے ہیں ،انھوں نے کہا حضرت یہ سب میرے مرشد کا کرم ہے جب سے مرید ہوا ہوں یہ سب تبدیلی میرے اندر آہستہ آہستہ آنے لگی اور آج تو جو کچھ بھی آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب مرشد بر حق کا فیضان ہے، میرے اندر تجسس بیدار ہوا اور میں سوچنے لگا کہ پولس والے تو اکثر اس طرح نہیں ہوتے، مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے پوچھا آخر آپ کے اندر اس قدر تبدیلی کیسے آئی؟ مجھے کچھ بتائیں ،اسلم بھائی نے کہا مولانا صاحب! مرید ہونے سے قبل میں بھی عام لوگوں کی طرح اپنی زندگی گزار رہا تھا مگر میرے اندر جو اسلامی جھلک آپ دیکھ رہے ہیں وہ میرے مرشد کی نظر عنایت ہے ، جب میں مرید ہوا تو حضرت نے مجھے نماز پنج گانہ ادا کرنے اور داڑھی رکھنے کی تاکید فرمائی تھا، خیر نماز تو پڑھنے لگا اس میں کوئی دقت نہیں آئی مگر پولس محکمہ میں داڑھی رکھنے کے بعد کچھ پریشانیوں کا سامنا ضرور کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت سے ملاقات کرنے امرڈوبھا پہنچا تو اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا روزی کون دیتا ہے، میں نے کہا اللہ، حضرت نے ارشاد فرمایا پھر اسی کی ذات پر بھروسہ کرو، نوکری چھوٹ جائے چھوڑ دینا مگر جس چہرے کو آپ نے سنتوں سے سجایا ہے اس پر استرہ نہ چلائیے گا، پھر حضرت نے دعا کی اور نہایت ہی پر اعتماد انداز میں

ارشادفرمایا: ''لاتقنطوا من رحمة الله'' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، حذا کا فضل ہوگا سب کچھ ٹھیک ہوجائے گاان شاء اللہ،اس کے بعد پھرآہستہ آہستہ میری ساری پریشانی دور ہوگئی اور پولیس محکمہ کی جانب سے مجھے داڑھی رکھنے کی اجازت بھی مل گئی اورآج جس علاقے میں بھی میں جاتا ہوں علاقے کے لوگ مسلم ہوں یا غیر مسلم سب میری قدر کرتے ہیں اور پولس محکمہ میں جب بھی کوئی پریشان ہوتا ہے توایک مرتبہ مجھ سے دعاضرور کراتا ہے، یہ سب میرے مرشد کا کرم ہے۔

مرشد کی دعا کا اثر مفلوج جسم کام کرنے لگا

موضع پیکولیاپوسٹ مہنی ضلع سنت کبیر نگر کا واقعہ ہے۔ سال (۲۰۱۹ء) میں حضرت مولانا زین العابدین نظامی صدر المدرسین دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ حسنی ضلع بستی کی دعوت پر ذکر شہدائے کربلا کے دس روزہ محفل میں دوسری اور تیسری محفل میں خطاب کرنے کے لیے گیا ہوا تھا پہلے روز کی محفل ختم ہوئی، انھیں کے خاندان کے عبداللہ عرف ببلو پردھان کے گھر قیام رہا اور پردھان جی نہایت ہی ملنسار آدمی ہیں ،رات میں پروگرام کے بعد گفتگو چل رہی تھی کہ دریں اثنا حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کا تذکرہ چھڑ گیا، میں نے بتایا کہ میں اس وقت حضرت کی ذات سے منسوب وہ واقعات جو متعدّد کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں انھیں میں اکٹھا کر رہا ہوں اگر آپ کے علم میں کچھ ہو تو بتائیں ،انھوں نے بتایا کہ خود میرے اوپر ہی حضرت کا بہت بڑا کرم ہے، عبداللہ بھائی بیان کرتے ہیں۔

۲۰۰۰ء کا واقعہ ہے مئی کا مہینہ تھا، میرے گھر میں شادی تھی دن میں شادی کا پروگرام ختم ہوا شام ہوئی میں نے کھانا نہیں کھایا اور چھت پر جاکر سوگیا، صبح اٹھا تو میرا ہاتھ درد کر رہا تھا، میں نے اس کا تذکرہ گھر والوں سے کیا تو والدہ نے کہا کل دن بھر کام کیے ہو، ہوسکتا ہے اسی وجہ سے درد ہو رہا ہو، دس بجے تک پورا جسم درد کرنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں میرے ہاتھ وغیرہ نے کام کرنا بند کر دیا، ہاتھ سے بٹن بند نہیں

کر پا رہا تھا کچھ دوا وغیرہ ہوئی مگر اس سے کوئی افاقہ نہ ہوا چوں کہ شام ہونے کے قریب تھی اور اسی روز مرشد گرامی حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کا پروگرام میرے گھر پر تھا اس لیے کہیں دوسری جگہ نہیں لے جایا گیا، شام ہو چکی تھی مغرب سے تھوڑی دیر قبل مرشد گرامی کی آمد میرے مکان پر ہو چکی تھی، آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حضور حبیب العلما مدظلہ العالی اور آپ کے نواسے حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ اور دیگر حضرات بھی تشریف لائے ہوئے تھے، مغرب کی اذان ہوئی اور سب لوگوں نے مسجد میں باجماعت نماز ادا کی، بعد نماز مغرب سبھی مہمان میرے گھر تشریف لائے، چائے ناشتہ کے بعد میں نے والد گرامی سے کہا کہ حضرت سے میرے لیے دعا کرا دیجیے، والد گرامی نے حضور پیر و مرشد سے میری بیماری کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا پانی لائیے، پانی لایا گیا، حضرت نے اس میں دم کیا اور والد گرامی کو یہ کہتے ہوئے دیا کہ جائیے پلایے ٹھیک ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

چنانچہ میں نے گلاس میں دم کیے ہوئے پانی کو لیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پی لیا، اللہ کا کرم ہوا تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ جسم نے کام کرنا شروع کر دیا اور صبح تک مکمل صحت یاب ہو گیا لیکن رات کی حالت کو دیکھ کر سب لوگ کہنے لگے کہ کسی ڈاکٹر کو دکھا لیجیے، چنانچہ لوگ مجھے لے کر خلیل آباد ڈاکٹر چودھری کے پاس گئے، ڈاکٹر چودھری نے کہا کہ آپ کی پوزیشن جو ہے اس میں تو آپ کو شام ہی کو فالج مار دینا چاہیے تھا مگر کیوں کر آپ پر فالج کا اٹک نہیں ہوا یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے خیر اس بے چارے کو سمجھ میں ہی کیسے آسکتا تھا کیوں کہ جو کام بڑی سے بڑی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ نہیں ہو پاتا وہ اللہ والوں کی دعاؤں سے ہو جاتا ہے۔

خیر ڈاکٹر نے دوا دی اور کہا کہ اکیلے مت چلیے گا کبھی بھی فالج کا اٹیک ہو سکتا ہے، ببلو بھائی کا بیان ہے کہ دعا کا پانی پیتا رہا اور اسی شام سے کرکٹ کھیلنے لگا، اللہ کا کرم ہے کہ

مرشد گرامی کی دعا سے مجھے اس مہلک مرض سے نجات ملی۔

آپ کا باطن ظاہر سے زیادہ روشن تھا

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کا باطن ظاہر سے بھی زیادہ روشن تھا، اس کی سب سے روشن دلیل یہ ہے کہ جو بھی آپ سے قریب ہوا وہ پہلے سے زیادہ آپ سے عقیدت رکھنے لگا یوں تو بہت سارے لوگ ظاہر کو دیکھ کر قریب ہوتے ہیں مگر جب قربت زیادہ بڑھتی ہے تو دلوں میں پہلے جیسی عقیدت نہیں رہ جاتی مگر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی ذات ایسی تھی کہ جو بھی قریب ہوا اس کی عقیدت اور بڑھتی گئی کیوں کہ آپ کا باطن ظاہر سے زیادہ روشن تھا تو لیجیے ایک واقعہ آپ کے درون خانہ کا سپرد قرطاس کر رہا ہوں جس کو خود آپ کے صاحبزادے حضور حبیب العلماء مد ظلہ العالی نے میری کتاب (محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں) کی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

خلوت کی ایک ایسی بات جو تا ہنوز حیطہ تحریر میں نہیں آسکی ہے جسے پیش خدمت کرتا ہوں۔

غالباً ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے اس وقت والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ باحیات تھیں اپنی جائیداد کا مسئلہ تھا، بعض عناصر نے اسے حاصل کرنے کے لیے ایک پلان مرتب کیا کہ ایسا ایسا صوفی صاحب سے کہہ دیا جائے گا تو وہ از خود جائیداد ہمارے حوالے کر دیں گے، اس کی خبر والدہ ماجدہ کو ہو گئی چنانچہ گھر کی تنہائی میں والدہ ماجدہ نے والد بزرگوار کی بارگاہ میں پوری تفصیل رکھ دی، تفصیل جان لینے کے بعد والد گرامی صاحب قبلہ فرمانے لگے دیکھو مولوی حبیب الرحمن کی والدہ یہ سب دماغ میں نہ رکھو بلکہ آخرت کی فکر کرو۔

یہ سن کر راقم السطور بول پڑا کہ ابا حضور گستاخی معاف، کیا اپنی چیز کی حفاظت وصیانت بھی فکر آخرت کے معارض و مخالف ہے، اپنی چیز کی حفاظت بھی تو شرعی حیثیت سے ضروری ہے، فرمانے لگے آپ نے قرآن نہیں پڑھا ہے، رب کریم کا ارشاد

ہے ''لا تفسدوا فی الارض '' زمین میں فساد نہ کرو، میں نے عرض کیا: ابا حضور فساد پھیلانے والے ہم نہیں بلکہ فریق ثانی ہیں ، فرمانے لگے کہ اگر فریق ثانی نے یہ ذہن بنالیاہے کہ مولاناکی یہ چیز لیناہے تم اگر روک لگاؤ گے تو معاملہ پراگندہ ہوگا اور اللہ علیم وخبیر ہے ضبط کرلے جاؤ تاکہ فساد کا ماحول پیدا نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہے۔

میں خاموش ہوگیا کہ میرا یہ اعتراض فتویٰ کی منزل میں ہے اور پدر بزرگوار کی تلقینات تقویٰ کی منزل میں۔ سچ کہا ڈاکٹر عزیزی نے۔

پارسائی کا دامن نہ چھوٹا کبھی

کہہ رہی ہے جبیں کی یہ رنگت تری
بچپن میں ہی کس قدر تھا خوف

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے طالب علمی کا زمانہ تھا، آپ مدرسے سے گھر آئے ہوئے تھے، مٹر کا موسم تھا، کھیتوں میں مٹر کی پھلیاں خوب لگی ہوئی تھیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ چلو کھیت چلتے ہیں اور مٹر کی پھلی توڑ کر لائیں گے، چنانچہ آپ اپنے کھیت کی جانب چل پڑے اور جب کھیت میں پہنچے تو دیکھا مٹر کی پھلی خوب لگی ہوئی ہے آپ مٹر توڑنے لگے اور ابھی چند ہی پھلی توڑے تھے کہ اسی درمیان وہاں سے کسی صاحب کا گزر ہوا انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کھیت آپ کا نہیں ہے۔

آپ نے جوں ہی اسے سنا مٹر توڑنا بند کردیا اور الٹے قدم اپنے گھر واپس ہوئے، کھیت کے مالک کا پتہ لگا کر آپ ان کے پاس پہنچے آپ کے ہاتھ میں توڑے ہوئے مٹر تھے، سر جھکا ہوا صاحب کھیت کے سامنے مٹر کی پھلیوں کو رکھتے ہوئے یوں عرض گزار ہوتے ہیں:

غلطی سے آپ کے کھیت سے میں نے یہ مٹر کی پھلی توڑ لی ہے جو کچھ توڑی ہے وہ

سب حاضر ہے، اپنی غلطی پر میں نادم ہوں اور آپ سے معافی کا طلب گار ہوں، پہلے تو صاحب کھیت کو اپنی نگاہوں اور آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا، صاحب کھیت نے مسکراتے ہوئے کہا صاحبزادے اس میں معافی کی کیا بات ہے وہ بھی کھیت آپ ہی کا ہے، یہ سب کچھ سننے کے باوجود بھی آپ کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا میں اپنے کیے پر نادم ہوں معافی کا طلب گار ہوں حضرت کے اس اصرار پر صاحب کھیت قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے اور حضرت کے گھر آکر والدین کو یہ اطلاع دی اور دعائیں بھی دیں۔

(ماخوذ از آئینۂ محدث بستوی)

ہم بھی آپ کو صوفی کہتے ہیں

کوئی ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے، جب حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ مایہ ناز اسلامی درس گاہ، از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے، پرہیز گاری والدین سے وراثت میں ملی تھی، طالب علمی کے زمانے ہی میں پابند صوم وصلاۃ تھے، اس دور کے ہاسٹل کے نگراں نے آپ کی پرہیز گاری کو ان جملوں میں بیان کیا ہے۔

”جب بھی ہاسٹل میں طلبہ کو جگانے کے لیے گیا اس وقت یا مولانا صوفی نظام الدین کو وضو کرتے ہوئے پاتا یا وضو سے فارغ پاتا“۔

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کی پرہیز گاری دیکھ کر طلبہ آپ کو صوفی صاحب کہنے لگے، جب بھی کوئی بات کرتا تو آپ کو صوفی ہی کہہ کر مخاطب کرتا، مگر یہ بات آپ کو پسند نہیں تھی کہ لوگ مجھے صوفی کہیں، آخر کار ایک دن آپ عارف باللہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ (جو اس وقت الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین تھے) کی بارگاہ میں پہنچے اور دست بستہ باادب سر جھکائے سلام عرض کیا، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ چوں کہ اساتذہ وطلبہ پر نہایت ہی شفیق تھے، اس لیے نہایت ہی شفقت سے آمد کی وجہ دریافت کی، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے عرض کیا حضور ہمارے ساتھی ہمیں صوفی صاحب کہتے ہیں حضور میں تو صوفی نہیں ہوں، انھیں منع کر دیجیے تاکہ لوگ مجھے

صوفی نہ کہیں۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کی جانب متوجہ ہوئے اور یوں ارشاد فرمایا ’’ہم بھی تو آپ کو صوفی کہتے ہیں اور آپ ہیں ہی اسی لیے تو لوگ آپ کو صوفی کہتے ہیں‘‘۔

اس مرد درویش کے اس جملے نے حقیقت میں آپ کو پوری دنیا میں صوفی صاحب ہی کے نام سے مشہور کر دیا۔

جوتی ہمیں لینی ہے پیسہ وہ کیوں دیں گے

نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں زیر تعلم تھا اس وقت حضرت جب بھی ممبئ یا باہر پروگرام پر جاتے تھے تو مجھے ضرور ساتھ لے جاتے تھے، ایک مرتبہ میں نانا حضور کے ساتھ ممبئ کے ایک پروگرام میں گیا تھا، نانا حضور کے مرید صادق مخیر قوم الحاج محمد عادل سیٹھ صاحب کے مکان پر ہم سب کا قیام تھا، میں نانا حضور کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اتفاق سے اس وقت نانا حضور کے کمرے میں کوئی اور نہیں تھا، ہم لوگ آپس میں کسی بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک میری نگاہ نانا حضور کی جوتی پر پڑی جو پھٹ چکی تھی، میں نے نانا حضور سے عرض کیا آپ کی جوتی پھٹ چکی ہے اسے بدل دیا جائے، ابھی نانا حضور کچھ کہتے کہ اس سے پہلے ہی میری زبان سے یہ بات نکل گئی کہ ٹھیک ہے ابھی عادل سیٹھ آتے ہیں ان سے کہہ دوں گا وہ لادیں گے، اتنا سننا تھا کہ نانا حضور کا چہرہ بدل گیا اور مجھے تاکید کرتے ہوئے فرمانے لگے جوتی میری پھٹی ہے اس کو عادل سیٹھ کیوں خریدیں گے، پھر محبت سے مجھے بہت سمجھایا اور کہنے لگے یہ پیسہ لیجیے اور مارکیٹ سے جوتی خرید لائیے، میں نے نانا حضور سے پیسہ لیا اور مارکیٹ سے جوتی خرید کر لے آیا۔

شیخ طریقت حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی یہ بے نیازی ان علمائے کرام اور پیران عظام کے لیے مشعل راہ ہے جن کی نگاہیں ہمیشہ معتقدین اور خاص کر پیسے

والے مریدین کی جیبوں پر رہتی ہیں۔

چار پہیہ گاڑی لینے سے انکار کر دیا

۱۹۹۹ء، ۲۰۰۰ء کی بات ہے کہ جب سیٹھ عبدالعزیز کی لہرولی بازار میں طوطی بولتی تھی وہ حضرت کے مرید بھی تھے، اس وقت ٹاٹا سومو گاڑی سب سے اچھی مانی جاتی تھی، ممبئ سے لے کر آئے ہوئے تھے اسی درمیان ایک دن شام کے وقت امرڈوبھا پہنچے اور حضرت سے ان کے کمرے میں ملاقات کی، کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی، جب چلنے لگے تو انھوں نے اپنے گاڑی کی چابی حضرت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ حضور آپ کو پروگرام میں دور دراز کا سفر کرنا ہوتا ہے یہ گاڑی قبول فرمالیں، اس سے آپ کو سفر کرنے میں آسانی ہوگی، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے انھیں چابی یہ کہتے ہوئے واپس کر دی کہ حاجی صاحب ہمارا جو بھی مرید ہمیں بلاتا ہے الحمدللہ وہ ہمارے لیے گاڑی کا انتظام کرتا ہے، آپ گاڑی لے جائیں اسے ہم سے زیادہ آپ کو ضرورت ہے، یہ کہہ کر گاڑی کی چابی واپس کر دی اور حاجی عبدالعزیز صاحب اپنے گھر واپس آگئے۔

اصلاح مرید کا انوکھا طریقہ

حضرت قاری رئیس القادری دارالعلوم مظہر العلوم گھوسی پورواگورکھپور کی شخصیت وہ شخصیت ہے جنھوں نے ایک زمانے تک سفر و حضر میں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی خدمت کیا ہے، باہر کے پروگرام میں اکثر قاری رئیس القادری ساتھ رہتے، ایم پی، راجستھان گجرات، دہلی، کلکتہ اور ممبئ کے پروگرام میں قاری رئیس القادری ہمیشہ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے ساتھ رہے اور دہلی کے اس سفر میں بھی حضرت قاری رئیس القادری حضرت کے ساتھ رہے جس میں حضرت لاپتہ ہو گئے تھے، حضرت کا اس سفر میں لاپتہ ہونا ایک راز ہی رہا جسے حضرت کے علاوہ کوئی اور نہ جان سکا اور مجھے خوب اچھی طرح سے یاد ہے کہ حضرت قاری صاحب کا یہ سفر حضرت کے

ساتھ آخری سفر رہا، انھوں نے ایک واقعہ اپنے ایک مقالے میں تحریر کیا ہے جسے میں حرف بحرف نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

آج قحط الرجال کا زمانہ ہے، مرید، پیر صاحب کے سامنے خلاف شرع کام کرے گا لیکن کیا مجال کہ پیر صاحب کی بشاشت میں کوئی فرق آئے لیکن اس مقام پر ہمارے صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا انفراد کھل کر سامنے آجاتا ہے، اواخر عمر کے ایک سفر کی بات ہے کہ ایک عمر دراز مرید نے حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ سے بڑی عاجزی سے کہا کہ حضرت! بڑی مشکلات کا سامنا ہے، پیر صاحب سے دعا کرا دیجیے۔ حبیب العلما صاحب قبلہ نے دعا کے لیے گزارش کی لیکن حضرت نے کوئی توجہ نہیں فرمائی، دوبارہ عرض کرنے پر بھی خاموش رہے، جب تیسری بار حبیب العلما صاحب قبلہ نے کہا حضور! یہ آپ کے مرید ہیں پریشانی دفع ہونے کی دعا کرانے آئے ہیں، ان کے لیے دعا فرمائیں تو بڑے رُوکھے انداز میں فرمایا: ''تم ہی دعا کردو'' ایک سناٹا چھا گیا، کسی میں مجال دم زدن نہیں، پھر بڑے پُرجلال انداز میں فرمایا ''مرید ہوئے کتنا زمانہ گزرا'' انھوں نے کہا دس سال، حضرت نے فرمایا ''مرید ہونے کے بعد اپنے اندر کوئی تبدیلی پایا'' انھوں نے جواب دیا جی پایا، اب حضرت نے ان کا کان پکڑا اور ایک چپت رسید کی اور فرمایا کہتے ہو فرق پایا، بوڑھے ہو گئے، گال پچک گیا اور چہرے پر داڑھی نہیں، مرید ہونے سے کیا فرق پڑا، اس شخص نے وہیں سچی توبہ کی کہ اب میں ایک مشت داڑھی ضرور رکھوں گا بعدہٗ حضرت نے اس کو قرآن و حدیث کے حوالے سے بڑے پیار بھرے انداز میں سمجھایا اور اس کے حق میں خوب دعائیں کیں، حضرت کی دعائیں رنگ لائیں، ان کے بُرے دن بدل گئے، خوش حالی آگئی اور وہ شخص سنت کا پابند ہو گیا۔ سبحان اللہ!

چہرے کا پھیرنا، مُرید کا صدق دل سے توبہ کرنا

۲۰۱۰ء کا واقعہ ہے گرمی کا مہینہ تھا، حضرت کے ایک مرید پڑوسی ملک نیپال کی

سرحد پر واقع نکر ہواں ضلع سدھارتھ نگر کے رہنے والے تھے، وہ حضرت سے ملنے کے لیے آئے، گرمی بہت سخت تھی، دھوپ میں لہرولی بازار سے جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین تک پیدل چل کر آئے تھے، اس وقت میں جامعہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا حضور حبیب العلما مدظلہ العالی کی عدم موجودگی میں، میں ہی لوگوں کو حضرت سے ملاقات کرایا کرتا تھا، وہ شخص پسینہ پونچھتے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہوئے، سلام و دعا کے بعد ان کو پانی پلایا اور پھر آمد کی غرض دریافت کی، انھوں نے کہا میں حضرت کا مرید ہوں اور ملاقات کی غرض سے آیا ہوں، ملاقات کرادیجیے۔

چھٹی ہو چکی تھی میں نے ان کو ساتھ لیا اور حضرت کے کمرے میں پہنچ گیا، اس وقت حضرت اپنے بیڈ پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سلام و دست بوسی کی، انھوں نے بھی سلام و دست بوسی کی مگر حضرت نے سلام کے بعد ان سے اپنا چہرہ پھیر لیا وہ بے چارے بہت مایوس ہوئے اور میرے بغل میں بیٹھ گئے، ندامت سے سر جھکا ہوا تھا اس سے بڑھ کر اور کیا افسوس ہو گا کہ مرید پیر سے ملنے کے لیے آئے اور پیر اس سے اپنی نگاہیں پھیر لے کیوں کہ مرید صادق کی نظر میں اس کا پیر ہی اس کے لیے سب کچھ ہوتا ہے، اسے یقین رہتا ہے کہ مرشد اگر روٹھ گیا تو اللہ کی رحمتیں منھ پھیر لیں گی، سر جھکائے ایک مجرم کی طرح بیٹھے ہوئے اس شخص نے میرا سہارا لیا مجھ سے کہنے لگا حضرت سے کہیے کہ میں ان کا مرید ہوں، میں چپ رہا پھر انھوں نے اصرار کیا، مجھے حضرت کے روٹھنے کا سبب معلوم تھا کیوں کہ جو چیزیں ظاہر میں نظر آ رہی تھیں اس سے یقین تھا کہ حضرت نے چہرہ ان سے کیوں پھیرا، تقریباً ساٹھ سال کے رہے ہوں گے مگر چہرہ اس طرح صاف تھا معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی ان کی عمر پندرہ سال کی ہے، نہ مونچھ کے ایک بال اور نہ ہی داڑھی کے ایک بال چہرے پر تھے، مگر وہ میرے پیچھے پڑ گئے میں نے ہمت جٹائی، آہستہ آہستہ قریب ہوا پھر عرض کیا حضور یہ آپ کے مرید ہیں

ملاقات کے لیے آئے ہیں ،کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں ، حضرت نے سراٹھایا ارشاد فرماتے ہیں ہاں ہاں جانتا ہوں یہ میرے مرید ہیں ، پھر حضرت نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا انھوں نے ہاتھ بڑھاتے دیکھا تو اور قریب ہوئے، حضرت نے ان کا کان پکڑا اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوالیہ انداز میں باربار فرمانے لگے: یہ میرے مرید ہیں؟ یہ میرے مرید ہیں؟ یہ میرے مرید ہیں؟ ادھر حضرت کہتے جاتے اور ادھر مرید کی آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برستی جاتیں ، وہ آدمی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، روتا جاتا اور کہتا جاتا اب داڑھی پر استرہ کبھی نہیں چلاؤں گا، نماز نہیں چھوڑوں گا، حضرت نے کان چھوڑا اور نہایت ہی شفقت سے ان کے چہرے اور سر پر ہاتھ پھیرنے لگے ، بے تاب مرید کے سر پر شفقت کا ہاتھ تھا، آہستہ آہستہ آنسوؤں کا سیلاب تھمنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد رونا بند کیا ، حضرت نے ان کے لیے دعائیں کیں پھر ہم لوگ کمرے سے باہر نکل آئے۔

یہاں میں اس چیز کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت اخیر عمر میں اکثر ملنے والوں کو کبھی کبھی کان پکڑ لیتے تھے یا ایک دو چپت رسید کر دیتے تھے ،جس سے دیکھنے والے کچھ اور ہی سمجھ بیٹھتے تھے ، مگر حقیقت یہ ہے کہ چپت کی حکمت وہی جانتا تھا جسے لگتا تھا، میں نے بہتوں سے پوچھا بھی انھوں نے اپنی حقیقت کا انکشاف کیا، ہاں یہ حقیقت ہے کہ آپ اخیر وقت میں بھیڑ بھاڑ سے دور رہنا چاہتے تھے اور کبھی کبھی آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ آپ اپنے میں نہیں رہتے تھے ، اس حالت کے بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔

زمانے سے کرتا ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ورنہ وصال سے چندہ ماہ قبل تک میں حضرت کے ساتھ رہا اور میرا اکثر وقت حضرت ہی کے ساتھ گزرا مگر تنہائیوں میں عام لوگوں کی طرح بات کرتے تھے اگرچہ

مختصر ہی سہی۔

اصلاح مرید کا عجیب واقعہ

حضرت کے طمانچے نے نہ جانے کتنے لوگوں کے دل کی دنیا بدل دی اور نہ جانے کتنے مریض صحت یاب ہوگئے، مشہور عالم دین حضرت مولانا غیاث الدین احمد مصباحی استاذ مدرسہ عربیہ اہل سنت سعید العلوم یکماڈپو چھمی پور ضلع مہراج گنج کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:

عمر کے آخری حصے میں تو آپ کا عجیب عالم تھا، کبھی اتنے پیار سے سمجھاتے، معلوم ہوتا کوئی ماں اپنے بچے سے پیار کر رہی ہے۔ کبھی اس قدر جلال و غضب کے عالم میں آکر ڈانٹتے گویا کوئی غیرت مند باپ اپنے بیٹے کو کسی سخت غلطی کی وجہ سے پھٹکار لگا رہا ہے۔ مگر واہ رے جلال و جمال کا یہ حسین سنگم! جس پر کرم فرماتے وہ تو مسرتوں میں جھومتا ہی، مگر جس پر جلال فرماتے اسے بھی نواز دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جس پر ناراض ہوتے وہ کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتا بلکہ وہ یقین کر لیتا تھا کہ اب میرا کوئی بگڑا کام ضرور بن جائے گا، یا یہ سوچتا کہ ضرور میرے اندر کوئی خامی ہے، جس کی وجہ سے حضرت مجھ سے ناراض ہوئے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ نیپال کے ایک جلسے میں حضرت نے ایک مدرسہ کے صدر کو بر سر اسٹیج زوردار تھپڑ رسید کیا۔، نیچے اتر کر وہ شخص مجھ سے کہنے لگا، میں سمجھ گیا، حضرت نے مجھے اس لیے مارا ہے کہ میرے چہرے پر ایک مدرسے کا صدر ہونے کے باوجود داڑھی نہیں ہے۔ حضرت نے اسے کوئی نصیحت نہیں کی تھی مگر اس نے از خود وعدہ کر لیا کہ اب وہ داڑھی بھی رکھ لے گا، اور پابندی سے نماز بھی پڑھے گا۔ پھر اس نے داڑھی رکھ لی، اور نماز کی پابندی بھی شروع کر دی۔

اسی طرح کے ایک سفر میں میں حضرت کے ساتھ نیپال کے شہر بٹول میں تھا، وہاں حضرت نے ایک بہت بڑے سیٹھ کہلانے والے صاحب کو دو چار گھونسے لگائے،

مگر اس سے سیٹھ صاحب کو ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی، بلکہ انھوں نے اسے اپنے لیے باعث افتخار تصور کیا، کچھ دنوں کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت کی محبت بھری ضرب سے میری بہت سی جسمانی تکلیف دور ہوگئی ہے۔ کاش! مجھے ایسا اتفاق بار بار پڑتا۔ (ضیائے حبیب میگزین کا خطیب البراہین نمبر)

حضرت نے ہاتھ پھیرا تو پرانا مرض ختم ہوگیا

۲۰۱۱ء کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے چندے کے لیے ایم پی، راجستھان وغیرہ جانا تھا، میں اس وقت گھر پر تھا اور میرا ٹکٹ بستی سے تھا، نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ نے کہا کہ ایک دن پہلے ہی آجائیں کچھ مدرسے کا حساب وکتاب دیکھنا ہے، چنانچہ رمضان کا دوسرا روزہ تھا اور مجھے لہرولی پہنچنا تھا کوئی پہنچانے والا نظر نہیں آرہا تھا، خیر میں نے ماسٹر طفیل احمد نظامی (جو کھڑ کھوڑی کے رہنے والے ہیں ،اس وقت میرے گاؤں کے مدرسے میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے اور آج تو بزنس مین بن چکے ہیں) کو فون کیا اور ان سے کہا مجھے ممبئی جانا ہے آپ مجھے لہرولی چھوڑ دیں، انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے پر ایک شرط ہے آپ حضرت سے میرے لیے دعا کرادیجیے گا میں نے کہا آؤ چلو۔

چوں کہ یہ بات عام تھی کہ ہر کوئی ملنے کے بعد حضرت سے دعا کرانے کی درخواست کرتا تھا، بات آئی گئی ختم ہوئی، ماسٹر طفیل احمد آئے اور ہم دونوں لہرولی بازار کے لیے روانہ ہوئے، افطاری سے قبل لہرولی پہنچے اور حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ نے گھر پر افطاری اور کھانے کا انتظام کر رکھا تھا، حضرت کے گھر پہنچے اور چھت پر افطاری شاندار انتظام تھا جو لوگ حضرت کے قریب رہے وہ حضرت کے پر تکلف دسترخوان کے بارے میں جانتے ہیں، چنانچہ افطاری کی گئی اور مغرب کی نماز ادا کی گئی، حضرت نے پوچھا کہ مولانا صاحب کھانا کب کھائیں گے ابھی یا کچھ دیر بعد تو میں

نے عرض کیا حضرت ویسے میں رمضان میں کھانا تراویح کے بعد کھاتا ہوں مگر جیسا آپ کا حکم ہو۔

میں اور ماسٹر طفیل احمد جامعہ واپس آئے، حضرت سے سلام ودست بوسی کا شرف حاصل ہوا، کچھ دیر خدمت میں رہے پھر واپس اپنے کمرے میں چلے آئے، تراویح کے بعد کھانا کھایا گیا اور جامعہ ہی میں آرام کیا گیا، سحری کے وقت حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کا فون آیا اور ہم لوگ سحری کے لیے ان کے مکان پر گئے، سحری کیے اور فجر کی نماز ادا کی، تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، چوں کہ ماسٹر طفیل احمد کو گھر جانا تھا اور گرمی کا مہینہ تھا اس لیے انھوں نے جگایا اور جانے کے لیے کہا اور کہا چلیے حضرت سے دعا کرا دیجیے، میں ان کو لے کر حضرت کے کمرے میں پہنچا اس وقت حضرت اپنے کمرے میں تنہا تھے، سلام ودست بوسی کے بعد بغل میں بیٹھ گئے اور ماسٹر صاحب کو آگے کیا اور حضرت سے عرض کی حضور! ماسٹر صاحب میرے بھانجے ہیں ان کے لیے خصوصی دعا کر دیں، حضرت نے ان کے سر کے پیچھے والے حصے پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: جاؤ فی امان اللہ!

آگے ماسٹر صاحب نکلے اور ان کے پیچھے میں بھی نکلا ماسٹر صاحب اسی جگہ بار بار ہاتھ پھیر رہے ہیں جہاں حضرت نے اپنا دست مبارک رکھا تھا، میں نے پوچھا کیا بات ہے، وہ میرے قریب آئے اور کہا ماموں! ذرا دیکھیے یہاں ایک رگ موٹی تھی ہے کہ نہیں، میں نے بھی ہاتھ پھیر کر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا، میں نے کہا کچھ تو نہیں ہے ،کیا بات ہے؟ ماسٹر صاحب نے کہا سر کے پیچھے والے حصے میں ایک رگ موٹی ہو گئی تھی، میں تقریبا چھ ماہ سے اس کی دوا کر رہا تھا مگر وہ روز بروز موٹی ہی ہوتی جا رہی تھی، اس کو لے کر میں بہت فکر مند تھا اور اسی کے لیے دعا کرانے کا آپ سے کہا تھا اور جب حضرت کے کمرے میں گیا تھا تو رگ پہلے ہی کی طرح تھی مگر حضرت نے جب اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ کر ہٹایا تو اس کے بعد سے میں اسے ٹٹول رہا ہوں سرے سے غائب

ہوگئی، میں نے کہا چلو اللہ نے آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کردیا پھر اس کے بعد وہ رگ ہمیشہ کے لیے اصل حالت پر آگئی، الحمد للہ! آج بھی اسی حالت میں ہے۔

شریعت کا حکم سب کے لیے ہے

احمد آباد صوبہ گجرات کی راجدھانی ہے، حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ جہاں فراغت کے بعد ایک زمانے میں حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ حافظ محمد مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کی طلب پر دارالعلوم شاہ عالم میں درس وتدریس کی خدمت انجام دینے کے لیے گئے تھے مگر گھر سے دوری کی بنیاد پر زیادہ دن تک اس ادارے میں نہیں رہے اور واپس اپنے علاقے میں چلے آئے۔

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کو بحیثیت خطیب و مرشد احمد آباد کی سرزمین پر حضرت مولانا محمد شفیق نظامی مہراج گنجوی نے بلایا تھا اس کے بعد مریدین و معتقدین کا سلسلہ بڑھا اور حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ اخیر عمر تک اس شہر میں جاتے رہے۔ حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے پردہ فرمانے کے بعد احمد آباد کے ایک تبلیغی دورے میں شیخ طریقت حبیب العلما حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے حضرت مولانا محمد شفیق نظامی کو سلسلہ نظامیہ کی خلافت سے بھی نوازا ہے۔

حضرت مولانا محمد شفیق نظامی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ احمد آباد میں حضرت تشریف لائے ہوئے تھے جوہاپور میں حضرت کی دعوت تھی میں اس دعوت میں موجود تھا، مریدین و معتقدین کی آمد و رفت اور ملاقات کا سلسلہ جاری تھا، دریں اثنا ایک صاحب ملاقات کی غرض سے حضرت کے پاس آئے، سلام و دست بوسی کی وہ ہٹنا ہی چاہ رہے تھے کہ حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، ان کے ہاتھ میں چین والی گھڑی تھی، حضرت نے فرمایا بابو یہ چین والی گھڑی پہننے سے علما منع کرتے ہیں اسے نہ پہنا کریں۔

میں بھی اس وقت حضرت کے پیچھے بیٹھا تھا اور اتفاق سے اس روز میں بھی چین

والی گھڑی پہنے ہوئے تھا، حضرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا تو جلدی جلدی آستین میں اسے چھپانے لگا، حضرت پھر فرماتے ہیں کہ یہ حکم سب لوگوں کے لیے ہے چاہے وہ علما ہوں یا عوام اس پر سب کو عمل کرنا چاہیے۔

مولانا محمد شفیق نظامی بیان کرتے ہیں کہ پہلا جملہ تو اس کے لیے تھا جس کا ہاتھ حضرت نے پکڑا تھا مگر دوسرا جملہ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے لیے تھا اسی لیے اس دن سے میں نے چین والی گھڑی پہننا ترک کر دیا اور الحمد للہ! آج تک میں حضرت کے اس فرمان پر عامل ہوں۔

بدعات و منکرات کے روکنے کا ایمان افروز واقعہ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیا کرتے تھے، حضرت پابندی کے ساتھ جمعرات کو خود سائیکل چلا کر امرڈوبھا سے اپنے آبائی وطن اگیا میں تشریف لایا کرتے تھے، اس زمانے میں آپ کی آبادی کی قبرستان میں دیوالی کے دن میلہ لگا کرتا تھا جس میں مسلم و غیر مسلم، مرد و عورت سب شریک ہوتے تھے، میلہ تو ہوتا ہی ہے خرافات کا مرکز، جہاں دیگر خرافات اس میلے میں ہوتے تھے وہیں قبرستان کی بے حرمتی بھی ہوتی تھی اور لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص اس میلے کی مخالفت کرے گا تو اس پر شہید بابا کا قہر ٹوٹ پڑے گا، چوں کہ ڈر اور دہشت کے سائے میں بہت ساری برائیوں کو فروغ دیا جاتا ہے تو ان میں سے ایک یہ میلہ بھی تھا ایک تو شہید بابا کے قہر کا خوف اور دوسرے عوام کی ناراضگی کا ڈر اس قدر لوگوں کے دلوں میں سمایا ہوا تھا کہ کوئی بھی شخص اس میلے کی مخالفت کر کے اپنے آپ کو بلائے ناگہانی میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ وقت گزرتا گیا اور میلہ بڑھتا گیا، دیوالی قریب تھی، حضرت گھر پر تشریف لائے ہوئے تھے، کچھ لوگوں نے آ کر آپ سے اس میلے کے خرافات اور قبرستان کی بے حرمتی کا تذکرہ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر میلہ اس قبرستان میں

لگنا بند ہو جائے تو کم از کم قبرستان کی بے حرمتی بند ہو جائے گی، آپ نے کہا ٹھیک ہے ان شاء اللہ اس میلے کو میں روکوں گا۔

چنانچہ دیوالی کا دن آگیا آپ نے اپنے کچھ ہم نواؤں کو ساتھ لیا اور یہ اعلان کرا دیا کہ اس سال دیوالی کا میلہ قبرستان میں نہیں لگے گا اور دیوالی کی صبح اپنے چند ہم نواؤں کو ساتھ لیا اور قبرستان پہنچ گئے اور لوگوں کو قبرستان کے اندر جانے، دوکان لگانے سے منع کرنے لگے، کچھ لوگ اس بات کو لے کر لڑائی جھگڑے پر بھی اتر آئے مگر آپ کے ساتھیوں کی ثابت قدمی سے ان کے حوصلے پست ہو گئے، جوں جوں سورج چڑھتا جاتا لوگ آتے جاتے مگر آپ اور آپ کے ساتھی مورچے پر ڈٹے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال قبرستان میں میلہ نہ لگ سکا۔

دیوالی گزرے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ آپ کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا، اب کیا تھا میلے کے حامیوں کو ایک شگوفہ مل گیا اور عوام میں اس چیز کی تشہیر کی جانے لگی کہ صوفی صاحب نے میلے کی مخالفت کی دیکھیے ان پر شہید بابا کا قہر ٹوٹ پڑا۔

شدہ شدہ یہ بات حضرت تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح غیر شرعی امور روکنے سے اگر ہمارے خاندان کا ایک ایک فرد انتقال کر جائے تو ہمیں کوئی فکر نہیں ،اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری میں موت آجائے اس سے بہتر اور کیا ہو گا، پھر آپ نے فرمایا اللہ کے حکم کی تعمیل سے بزرگوں کی روحیں خوش ہوتی ہیں ان کا غضب نازل نہیں ہوتا موقت مقدر ہے اور ہمیشرہ کی موت کو شہید بابا کا قہر کہنے والے سب جھوٹے ہیں۔

بہر حال آپ کی ثابت قدمی نے اس آبادی کی قبرستان سے اس خرافات کا خاتمہ کر دیا اور ہمیشہ کے لیے قبرستان کی بے حرمتی بند ہو گئی۔

ایک دن آئے گا روپیہ ان کے قدموں پر برسے گا

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اہل سنت و جماعت کے ان مایہ

ناز خطبا میں سے گزرے ہیں جو اپنے زمانے میں اپنی مثال آپ تھے، ان کی دل گیر خطابت اور پُر تنویر تقریر سن کر علمائے اہل سنت نے انھیں خطیب مشرق کے خطاب سے نوازا تھا ایسی عظیم المرتبت شخصیت بھی حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ سے بہت محبت کرتی تھی اور آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری سے بہت متاثر تھی، حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا جو ایک زمانے تک حضرت کے ساتھ رہے اور حضرت کی صبح و شام کو دیکھا وہ ایک مجلسی گفتگو میں یوں بیان کرتے ہیں:

بھیونڈی کے ایک نہایت ہی مشہور و معروف کرتے کے ٹیلر تھے، جن کا آبائی وطن الہ آباد یوپی میں پڑتا تھا وہ حضرت کے مرید تھے، سال میں جب کبھی الہ آباد اپنے آبائی وطن آتے تو اس وقت گھر پر میلاد شریف کا پروگرام کراتے اور حضرت کو ضرور دعوت دیتے میں بھی اکثر حضرت کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ محترم خلیل احمد نظامی اپنے گھر الہ آباد آئے ہوئے تھے، گھر پر میلاد شریف کا پروگرام تھا اور حضرت کی دعوت تھی، وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ بھی شریک ہو رہے ہیں، میں خود بچپن سے حضرت کی تقریر سنتا تھا اور مجھے حضرت کی تقریر بہت پسند تھی، کئی مرتبہ اسٹیج سے حضرت کی تقریر سن چکا تھا مگر مجلسی گفتگو کا موقع کبھی میسر نہیں آسکا، دل میں سوچنے لگا چلو آج حضرت سے قریب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگا کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد میں مرشد گرامی حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ سے اجازت لے کر علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ کے کمرے میں گیا اور وہیں ایک کنارے بیٹھ گیا، اس سے قبل حضرت سے میری کوئی شناسائی نہیں تھی، چنانچہ ایک صاحب نے جب میرا تعارف کرایا تو حضرت نے مجھے اپنے قریب بیٹھا لیا اور خیریت دریافت کرنے لگے، مختلف موضوعات پر کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی، پھر حضور مرشد گرامی کے بارے میں

پوچھنے لگے، حضرت نے پوچھا کہ اس وقت صوفی صاحب کیا کرتے ہیں (چوں کہ عام طور پر مشائخ مریدوں ہی کے یہاں جاکر اپنی زندگی گزارتے ہیں، شاید اسی لیے حضرت نے حضور مرشد گرامی کے بارے میں پوچھا، اس وقت حضور مرشد گرامی گورنمنٹی سروس سے ریٹائر ہو چکے تھے، مگر تنویر الاسلام کے ارباب وحل وعقد نے آپ کو جانے نہ دیا اور عرض گزار ہوئے کہ حضور جس طرح درس بخاری دے رہے تھے اسی طرح درس دیتے رہیے، حضرت نے اس شرط پر رہنا منظور کیا کہ میں رہوں گا، درس بخاری دوں گا مگر میں یہ کام فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہوں، اس کا مجھے مشاہرہ نہیں چاہیے، چنانچہ اہل کمیٹی نے حضور مرشد گرامی کی یہ شرط منظور کرلی تھی) میں نے عرض کیا حضور اس وقت حضرت ریٹائر ہو چکے ہیں اور کمیٹی کے اصرار پر رک گئے ہیں مگر مشاہرہ نہیں لیتے ہیں فی سبیل اللہ درس بخاری دیتے ہیں، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ ان کی زبان فیض ترجمان سے یہ کلمات جاری ہو گئے۔

”مولانا دیکھیے گا کہ ایک دن آئے گا پیسہ ان کے قدموں میں برسے گا، جہاں کہیں بھی ہوں گے پیسہ وہیں برسے گا“۔

پھر اس کے بعد بہت دیر تک حضرت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی، سچ کہا کسی شاعر نے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

دنیا نے دیکھا کہ اللہ کے اس مقدس بندے کی زبان سے نکلی ہوئی بات حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ دنیا آپ کے قدموں میں بہت آئی اور روپئے کی برسات ہوئی مگر آپ دنیا کو کبھی خاطر میں نہیں لائے، جس طرح روپیہ آتا گیا ضرورت مندوں میں خرچ کرتے گئے اور لاکھوں مریدوں والا یہ پیر جب اس

دنیا سے رخصت ہوا تو اس وقت بھی اس کا وہی پرانے زمانے والا پرانا مکان تھا۔

تصویر کشی سے بچنے کے لیے دوسرا حج نہیں کیا

۱۹۹۰ء میں حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج بیت اللہ کیا تھا چوں کہ والدہ ماجدہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں اس لیے اس سفر حج میں اپنے صاحبزادے حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن رضوی مدظلہ العالی کو بھی ساتھ لے گئے تھے تاکہ والدہ کی کماحقہ خدمت ہو سکے، سفر حج سے واپس ہونے کے بعد کئی مریدوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضور ایک مرتبہ اور حج کر لیں ،جب لوگوں کا بار بار اصرار بڑھا تو دوبارہ سفر حج کے لیے آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دارالافتا سے رجوع کیا کہ کیا دوسرے سفر حج کے لیے تصویر کشی جائز ہے کہ نہیں ؟اس پر محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے ارشاد فرمایا:

”حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے اگرچہ علمانے دوسرے سفر حج کے لیے تصویر کشی کی اجازت دی ہے پھر بھی اگر حضرت احتیاط کریں تو بہتر ہے“۔

حضرت نے اسی وقت دوسرے سفر حج کا ارادہ ترک کر دیا اور پوری زندگی بلاضرورت شرعی تصویر کشی کے سخت مخالف رہے۔

غیبت کرنے والے سے سخت نفرت کرتے تھے

ممبئی ملک ہندوستان کا وہ شہر ہے جہاں آپ کو ہر طرح کے لوگ، پیر، علما ملیں گے، اشرفی رضوی کے اختلاف میں یہ شہر بھی دونوں گروپوں کا بہترین اکھاڑہ رہا،اسی زمانے میں رمضان المبارک کے موقع پر حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ ممبئی تشریف لے گئے تھے، نبیرۂ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ اس سال ممبئی میں ایک بڑے سیٹھ صاحب کے یہاں افطاری وکھانے کی دعوت تھی، حضرت افطار سے پہلے پہنچ گئے اور ساتھ میں ،میں بھی تھا،اس دعوت میں حضرت کے علاوہ سیٹھ صاحب کے دیگر احباب بھی مدعو تھے،دسترخوان

لگادیا گیا سبھی لوگ دسترخوان پر موجود تھے ، اذان ہوئی اور لوگوں نے افطاری کی اور پھر وہیں پر سب لوگوں نے نماز مغرب باجماعت ادا کی، سیٹھ صاحب کے یہاں کا معمول تھا کہ لوگ بعد نماز مغرب کھانا بھی کھالیا کرتے تھے چنانچہ دسترخوان لگایا گیا ابھی حضرت نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ صاحب خانہ نے کچھوچھہ مقدسہ کے کسی سید صاحب کا نام لے کر کہا حضرت فلاں سید صاحب سید نہیں ہیں ، اتنا سننا تھا کہ حضرت نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور حضرت کا تیور بدل گیا، فوراً دسترخوان سے اٹھ گئے اور ہاتھ دُھل کر اپنی گاڑی کی جانب چلنے لگے، صاحب خانہ نے بہت منت سماجت کی مگر حضرت صرف یہی کہتے رہے حاجی صاحب یہ بڑوں کا معاملہ ہے اس میں ہم جیسے لوگوں کو نہیں پڑنا چاہیے، یہی کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے اور سیدھے قیام گاہ چلے آئے۔

نمک سے کھانے کے آغاز کا دلچسپ واقعہ

آپ سنت نبوی کے عالم اور عامل بھی تھے جو کوئی بھی حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کو قریب سے دیکھا ہوگا وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوگا کہ آپ سنت نبویہ کے کس قدر عامل تھے، یہ آپ کے عشق مصطفی علیہ التحیۃ والثناہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کا دسترخوان سرخ رہا کرتا تھا اور اگر کدُّو کی سبزی ہے تو پھر کیا کہنا بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے اور اگر دسترخوان پر نمک نہیں رہتا تو اس وقت تک کھانے کا آغاز نہیں کرتے جب تک سادہ نمک چکھ نہیں لیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ضلع سنت کبیر نگر کے ایک جلسے میں تشریف لے گئے تھے، کھانے کا دسترخوان بچھا دیا گیا، علما دسترخوان پر بیٹھ گئے حضرت بھی تشریف لائے، ایک کنارے دسترخوان پر بیٹھ گئے، کھانا لگادیا گیا، لوگوں نے کہا حضرت کھانا شروع کیا جائے، حضرت نے دسترخوان پر چاروں طرف نگاہ دوڑائی نمک نہیں تھا، آپ نے ارشاد فرمایا نمک لایا جائے، انتظامیہ کے لوگ نمک لانے کے لیے دوڑے مگر اتفاق

سے نمک لانے میں کچھ تاخیر ہو رہی تھی، تاخیر ہوتا دیکھ کر ایک مولانا صاحب بول پڑے حضور سالن تو نمکین ہے اسی سے آغاز کر دیں ،اتنا سننا تھا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا مولانا صاحب حدیث شریف میں بالملح کا لفظ ہے یا بالملیح کا (ملح کے معنی سادہ نمک ہوتا ہے اور ملیح کے معنی نمکین) حضرت کا یہ جملہ سن کر مولانا صاحب خاموش گئے، جب سادہ نمک آیا تب حضرت نے کھانے کا آغاز کیا اور ساتھ میں تمام علما نے کھانا تناول فرمانا شروع کیا۔

بابو آپ لوگ عالم دین بن رہے ہیں

حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ نے اپنی مکمل زندگی ہی اصلاحِ امت میں گزار دی مگر اصلاح کرنے کا انداز اتنا اچھا اور پُراثر ہوا کرتا تھا کہ ان کی بات لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی اور لوگ اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنے لگتے تھے، آپ کے پند و نصائح کے واقعات میں سے ایک واقعہ حضرت مولانا کمال احمد امجدی نظامی استاذ مدرسہ غنچہ رضا بھجولی بازار ضلع کشی نگر کے حوالے سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

جس وقت میں دارالعلوم اہل سنت قادریہ سراج العلوم برگدہی ضلع مہراج گنج میں زیر تعلیم تھا وہ کوئی ۲۰۰۳ء کا زمانہ تھا، ساتھیوں نے بتایا کہ فلاں تاریخ کو بیلو بازار ضلع گورکھپور میں جلسہ ہے جس میں پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ تشریف لا رہے ہیں، حضرت کے دیدار کا اشتیاق ہمارے ساتھیوں کے اندر اس قدر تھا کہ ہم لوگ اس دن کا شدت سے انتظار کرنے لگے، متعیّنہ تاریخ پر ہم لوگ دارالعلوم اہل سنت قادریہ سراج العلوم برگدہی سے بیلو بازار میں ہونے والے جلسے کے لیے چل دئیے، جلسہ گاہ خوب سجایا گیا تھا، سرِ شام ہی سے خطبا و شعرا کو سننے اور حضور پیر طریقت کی زیارت کے لیے علما و طلبہ اور عوام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، جلسہ شروع ہوا، خطبا نے اپنی تقریر اور شعرا نے نعت و منقبت کے گلدستے

پیش کیے، جلسے کا اختتام صلاۃ وسلام اور حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کی دعاؤں پر ہو چکا تھا، لوگوں کا ازدہام حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑا، سب لوگ آپ سے مصافحہ کر رہے تھے اور دست بوسی کر کے فیض حاصل کر رہے تھے، ہم اور ہمارے ساتھی تھوڑی دور بغل میں کھڑے ہو کر مصافحہ و دست بوسی کے منظر کو ملاحظہ کر رہے تھے، اگر کوئی طالب علم کچھ رقم پیش کرتا تو اسے نہیں لیتے بلکہ اسے واپس کر دیتے، پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مدارس کے طلبہ اور نابالغوں سے نذرانہ نہیں لیتے ہیں، اب بھیڑ کم ہو چکی تھی، ہمارے رفقائے درس بھی سلام و دست بوسی کے لیے آگے بڑھے، اتفاق سے میرا ایک ساتھی چین والی گھڑی پہنے ہوئے تھا جوں ہی دست بوسی کیا حضرت نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے نہایت ہی پیارے انداز میں ارشاد فرمایا بابو آپ لوگ عالم دین بن رہے ہیں اور چین والی گھڑی استعمال کرتے ہیں اس کا استعمال جائز نہیں، علما نے اس کے استعمال سے منع کیا ہے، ہمارے ساتھی نے فوراً ہاتھ سے چین والی گھڑی کو نکال دیا، اس وقت سے لے کر اب تک میں نے بھی کبھی چین والی گھڑی استعمال نہیں کیا، آج بھی حضور پیر و مرشد کا وہ پیارا جملہ اور منظر مجھے بار بار یاد آتا ہے۔

یہ چند واقعات کا حسین گلدستہ جسے آپ نے ملاحظہ کیا ہو سکے تو اپنے دیگر احباب تک اس کو پہنچائیں ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعہ کسی کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دے۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے قدیر اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور خطیب البراہین قدس سرہٗ کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

خطیب البراہین ارباب علم ودانش کی نظر میں

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

علم والے جانتے ہیں علمی بحثوں کی بہار
مخزن ہر علم و حکمت ہیں محدث بستوی

(نظام نوری)

حافظ ملت بیضا کا حقیقی شیدا
شیخ العلما کے گلستاں کا شگفتہ غنچہ
حضرت شاہ مبیں کا وہ چہیتا پیارا
بیعت و رشد و ہدایت کا وہ آقا داتا

(شکیل اعظمی)

(۱) آئیے صوفی صاحب آپ تو من جانب اللہ صوفی ہیں۔
حضور سید العلما مارہرہ مطہرہ (محدث بستوی نمبر)

(۲) صوفی صاحب کا تقوی طہارت و پرہیز گاری مسلم ہے، حدیث بیان کرتے ہیں تو عشق رسول میں ڈوب کر اور جو بیان کرتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔
(حضور احسن العلما مارہرہ مطہرہ، محدث بستوی نمبر صفحہ ۴۷)

(۳) حضرت مولانا صوفی نظام الدین عالم باعمل اور کتابوں کی چلتی پھرتی لائبریری ہیں جن کے قرآن وحدیث سے مزین بیانات سے ہدایت کی راہیں روشن ہوتی چلی جاتی ہیں۔
(حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور،) (تذکرہ خلیل وذبیح صفحہ ۲۰)

(۴) صوفی صاحب شریعت کی تلوار ہیں ان سے بچ کر رہا کرو۔

(روشن بابا مجذوب امرڈوبھا)(راشٹریہ سہارا اردو خطیب البراہین نمبر صفحہ ۶۰)

(۵)جوکچھ اعلیٰ حضرت نے مفتی اعظم ہند کو عطا فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند نے جو کچھ مجھے دیا وہ سب کچھ میں آپ کو دے رہا ہوں۔

(حضور رئیس الاتقیاء علامہ مبین الدین امروہوی)محدث بستوی نمبر ۱۳۳)

(۶)صوفی صاحب کے ذریعہ دین کا بہت کام ہو رہا ہے ان کی طرف رجوع عام ہے، تقویٰ طہارت کے جامع ہیں، موجودہ دور میں انہیں جامع الصفات کہا جاسکتا ہے، خلاف شرع کوئی بات برداشت نہیں کرتے، یہ طبعا قادری ہیں۔

شارح بخاری حضور مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت ۱۳۳)

(۷)حضرت صوفی صاحب عالم باعمل ہیں ہم ان کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

پروفیسر حضرت علامہ سید امین میاں صاحب قبلہ مارہرہ مطہرہ

(محدث بستوی نمبر ۷۴)

(۸)حضرت صوفی صاحب قبلہ انتہائی شریف النفس متقی، پرہیز گار اور عالم باعمل ہیں۔

مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ جھونسی شریف(محدث بستوی نمبر ۶)

(۹)حضرت صوفی صاحب محتاط، صاحب بصیرت اور پابند شرع عالم دین ہیں۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ نائب قاضی القضاۃ فی الہند (دو عظیم شخصیت ۴۲)

(۱۰)مولانا اپنے بیان کی کیفیات میں خود ڈوب جاتے ہیں اور سننے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر شخص ششدر و حیران ٹکٹکی باندھدے ان کا چہرہ دیکھ رہا ہے، اور ان کی بات سن رہا ہے اور دل میں یہ سوچ رہا ہے یا اللہ کتنا وسیع مولانا کا علم ہے اور کتنا قوی ان کا حافظہ ہے بقول کسے

زبان عشق دل کی بات وہ بھی بزم واعظ میں

در و دیوار جھوم اٹھتے ہیں ممبر رقص کرتا ہے

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

(دو عظیم شخصیت ۵۰)

(۱۱) حضرت مولانا نظام الدین نہایت ہی پرہیز گار اور قابل شخص ہیں۔

حضرت مولانا سخاوت علی علیہ الرحمہ

سابق صدر المدرسین دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر

(سہ ماہی پیام نظامی اپریل تا جون ۲۰۰۸، ص ۳۱)

(۱۲) حضرت مولانا نظام الدین زاہد متقی عالم دین ہیں، آپ کی عملی زندگی میں اسلاف کی روش کا انداز ہے، آپ ایک عمدہ خطیب ہیں، خطابت میں انفرادیت اور حب رسول ﷺ کی حلاوت ہے، کلام پاکیزہ اور موثر ہوتا ہے، آپ دنیا کی رنگینیوں سے کنارہ کش اور قول وعمل میں محتاط ہیں۔

علامہ اعجاز احمد صاحب سابق شیخ الحدیث تدریس الاسلام بسڈیلہ سنت کبیر نگر

(فضائل زکوٰۃ ص ۴)

(۱۳) حضرت اہل سنت وجماعت کے نامور عالم دین، جلیل القدر فاضل اور مشہور خطیب ہیں آپ کا خطاب قرآن وحدیث سے مرصع، عام فہم اور سستہ ہوتا ہے، اسی لیے علمائے کرام نے آپ کو خطیب البراہین کا لقب دیا۔

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صدر دار الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(داڑھی کی اہمیت ص ۳)

(۱۴) حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب قبلہ علم وعمل کی برتری، ظاہر وباطن کی برگزیدگی اور بے پناہ شہرت وناموری کے باوجود نہایت منکسر المزاج شخصیت کے مالک ہیں ہر منزل پر آپ اسلامی اصول زندگی اور ادائے بندگی کا التزام رکھتے ہیں۔

مفتی شبیر حسن شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی

(کھانے پینے کا اسلامی طریقہ ص٦)

(۱۵) حضرت مولانا صوفی نظام الدین صاحب محض صوفی نہیں بلکہ ایک عالم دین بھی ہیں اور ایسے عالم باعمل ہیں جن کی اہم خصوصیت دنیا کی آرائش و جمال سے بیزار رہنے کی ہے، ہمیشہ تقویٰ و پرہیزگاری اور دیانت داری کے راہوں پر چلنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، جملہ اوصاف ذمیمہ حسد و کینہ، بغض و عناد بخل وغیرہ سے پاک رہتے ہیں، ان کی یہی سب سے بڑی عظمت ہے۔

(شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان صاحب قبلہ عزیزی)

سابق صدر المدرسین علیمیہ جمداشاہی (دو عظیم شخصیت ص۴۱)

(۱۶) فی زمانہ ان دونوں (رضویہ نوریہ اور برکاتیہ) ذیلی سلاسل میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو جو مقام اور حیثیت و مرجعیت حاصل تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے۔

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی پروفیسر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

(ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص۷۷)

(۱۷) حضرت صوفی نظام الدین صاحب کی پوری زندگی اتباع شریعت کی مکمل آئینہ دار ہے، مجاہدہ و ریاضت ان کی زندگی کا نصب العین ہے، وہ اپنے ہر عمل میں خدا کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی)

پروفیسر علوم اسلامیہ جامعہ اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی (آئینہ محدث بستوی ص۱۵)

(۱۸) حضرت خطیب البراہین اگر ایک طرف درس نظامی کے ماہر استاذ تھے تو دوسری طرف خانقاہی فکر و مزاج کے حامل شیخ طریقت بھی تھے۔

حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(خصوصی ضمیمہ روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو ص٦، مورخہ ۲۱، اپریل ۲۰۱۳ء)

(۱۹) حضور خطیب البراہین پابند شریعت، اتباع سنت، زہد و ورع اور تقویٰ شعاری میں اپنی مثال آپ ہیں۔

حجۃ العلم حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الحدیث تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر
(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر ص ۱۴)

(۲۰) حضور خطیب البراہین اسلامی میزان پر عظیم انسان ہیں اور یہی نا قابل شکست میعار عظمت ہے۔

مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور (دو عظیم شخصیت ص ۳۹)

(۲۱) بقیۃ الصالحین حجۃ امام المحدثین، حضور خطیب البراہین، حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین ہندوستان کے روحانی تاریخ کے وہ کوہ نور ہیں، جس کی ضوفشانیوں سے ہندوستان کا چپہ چپہ روشن و منور ہو رہا ہے۔

امیر القلم حضرت علامہ مقبول احمد سالک مصباحی دہلی

(خطیب البراہین نمبر روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور ص ۹)

(۲۲) موصوف ایک عالم باعمل صاحب زہد و ورع و تقویٰ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ کی واضح تفسیر ہیں، خلق خدا کو شریعت طاہرہ پر عمل کرنے کی تلقین کرنا پوری زندگی آپ کا شیوہ رہا۔ (مفتی شہاب الدین احمد نوری)

صدر شعبہ افتا دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف (خطیب البراہین نمبر روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور ص ۱۶)

(۲۳) حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ ایک مثالی متقی پرہیز گار عالم دین اور سنت نبویہ کے بہت بڑے متبع ہیں، آپ کی عملی زندگی سنت رسول کے سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہے۔

علامہ اقبال احمد قادری
پرنسپل دار العلوم نور حق چرہ محمد پور فیض آباد

(خطیب البراہین نمبر روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور ص ۳۲)

(۲۴) مشائخ صوفیا کی جماعت میں مرشد گرامی شیخ طریقت حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ کا ایک نمایاں نام ہے، کم گفتن، کم خوردن، کم

خفتن، جیسے اوصاف آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں، آپ اہل صدق وصفا میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

مفتی ولی محمد رضوی باسنی ناگور (پیام نظامی سہ ماہی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء)

(۲۵) حضرت صوفی صاحب قبلہ ایک زبردست عالم دین اپنے وقت کے جلیل القدر خطیب، کثیر التلامذہ استاذ اور درس نظامیہ کے جملہ علوم وفنون پر مہارت و مما رست رکھتے ہیں۔

پروفیسر محمد شکیل احمد خان صدر شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی چندی گڑھ

(محدث بستوی نمبر ص ۱۱)

(۲۶) خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی دور حاضر میں علمائے سلف کی یادگار ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی شمس العلوم گھوسی (محدث بستوی نمبر ص ۹)

(۲۶) پیر طریقت خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین دامت برکا تہم العالیہ عصر حاضر میں اسلاف کی سچی نشانی ہیں، ان کی زندگی انتہائی صاف ستھری ہے، اللہ کی یاد میں خلق خدا سے قریب رہ کر بھی دور اور دور رہ کر بھی قریب، گویا خلوت در انجمن ہیں۔ علامہ فروغ احمد اعظمی پرنسپل دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر ص ۴۱)

(۲۷) میری نظر میں خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صا حب قبلہ ایک خلیق ملنسار متقی اور پرہیزگار عالم دین ہیں، اپنے وقت کے انتہائی وقیع خطیب و واعظ رہے۔

سراج القرا حضرت علامہ قاری علی حسن صاحب قبلہ اشرفی

سابق استاذ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف (محدث بستوی نمبر ص ۷)

(۲۸) حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ مد ظلہ النورانی کی شخصیت گوں ناگوں

صفات کی حامل ذات ہے، حزم واحتیاط، زہد وتقویٰ، اتباع سنت، سخاوت وفیاضی، ایثار ومہمان نوازی، غرضیکہ آپ کے تمام شعبہائے حیات کے ہر پہلو پر غور کیا جائے تو آپ کی ذات یگانہ روزگار اور منفرد المثال شخصیت معلوم ہوگی۔

علامہ محمد محسن نظامی شیخ الحدیث دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر

(محدث بستوی نمبر ص ۶۲، ۶۳)

(۲۹) حضرت خطیب البراہین یگانہ روزگار متبحر عالم دین ہیں، بلند پایہ شیخ الحدیث، کثیر المطالعہ محقق، باوقار مفتی، درسیات میں مہارت رکھنے والے مدرس اور قابل احترام پیر طریقت ہیں۔ مولانا ادریس بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت ص ۱۳)

(۳۰) صوفی باصفا، خطیب البراہین، حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی دامت برکاتہم العالیہ جماعت اہل سنت کی ایک عظیم شخصیت ہیں، جنہیں بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف کہا جائے تو بجا ہے۔

مولانا عبد المبین نعمانی چریاکوٹی (حقوق والدین ص ۳)

(۳۱) حضرت صوفی صاحب قبلہ اسلاف کے نقش جمیل ہیں، انہوں نے متعدّد جہتوں میں جو نقوش چھوڑے ہیں وہ مابعد کے نسلوں کے لیے مشعل راہ ہیں، وہ بیک وقت ایک جید عالم دین، صاحب نظر بزرگ اور صاحب دل مرد مومن ہیں۔

علامہ قمر الحسن بستوی امریکہ

(سہ ماہی پیام نظامی اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)

(۳۲) حضرت صوفی صاحب قبلہ کو میں زمانہ طالب علمی ہی سے جانتا ہوں وہ پڑھنے کے زمانے سے ہی تقویٰ کے پابند تھے اور اسی زمانے ہی سے طلبا آپ کو صوفی صاحب کہہ کر پکارتے تھے اور آج تو آپ کا تقویٰ جگ ظاہر ہے۔

علامہ عزیز الحسن قادری نوری علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ مالیگاؤں

(محدث بستوی نمبر ص ۱۷۷)

(۳۳)حضور خطیب البراہین تدریس، تقریر، وعظ و نصیحت زہد وپارسائی، تقویٰ طہارت، خلوص وللّٰہیت، علم وعمل، فکرونظر کے ایسے سر چشمہ ہیں جس سے نہ معلوم کتنے تشنگان قوم سیراب ہورہے ہیں۔

مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں)

(۳۴)بزرگوں کے حالات جسے ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں، اسے محسوس اور مشاہدہ شکل میں دیکھنا ہو تو حضرت کی خدمت حاضر ہوکر دیکھو۔

مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

(سہ ماہی پیام نظامی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)

(۳۵)حضور خطیب البراہین زہدوورع، عفت وپارسائی، عبادت و ریاضت، تقویٰ و طہارت، علم و حکمت فضل و کمال توکل واستغنا، شرم و حیا، تواضع و منکسر المزاجی، صبر وتحمل، اتباع شریعت، ایفائے عہد، سادگی و کفالت شعاری، ایثار وقربانی، شاگرد نوازی اور غربا پروری میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔

مولانا بدر الدجی مصباحی پرنسپل دار العلوم اہل سنت ضیاء العلوم خیر اباد

(آئینہ محدث بستوی ص ۱۹؍۲۰)

(۳۶)حضرت صوفی صاحب قبلہ کی شخصیت اپنے دور کے خطیبوں واعظوں، درس وتدریس کے مسند نشینوں اور خانقاہ کے اندر عوام الناس کی دینی ودنیاوی مسائل کو حل کرنے والے صدق وصفا سے متّصف بوریہ نشینوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

مولانا صوفی سخاوت صاحب خلیفہ حضور سید العلما مارہرہ شریف

(فلسفہ قربانی ص ۳)

(۳۷)حضور خطیب البراہین محدث بستوی پہلے متقی ہیں بعدہ صوفی، صوفیانہ منظر نامے میں صوفی صاحب کو نمایاں حیثیت حاصل ہے، عصر حاضر میں اگر کوئی صوفی

چاندی ہے تو آپ سونا، اگر کوئی سونا ہے تو آپ جوہر مجھے دور دور تک صوفی صاحب کوئی ثا
نی نظر نہیں آتا۔

مولانا نظام الدین نوری ایڈیٹر سہ ماہی نوری نکات بستی (محدث بستوی نمبر ص ۱۳)

(۳۸) حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ علوم اسلامیہ میں مہارت کے ساتھ
ساتھ حدیث تفسیر اور فقہ اسلامی میں خاصا درک رکھتے تھے، یوں ہی تصوف کے لوا
زمات مثلاً شیخ طریقت کی طرف رجوع ذکر وفکر اور محاسبہ و مراقبہ سے اپنے آپ کو مرصع
کرنے میں کامیاب و کامراں تھے۔

مفتی عبدالحکیم نوری بانی علامہ فضل حق اکیڈمی سدھارتھ نگر

(ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص ۱۷۷)

(۳۹) خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ مدظلہ العا
لی کی محدثانہ بصیرت کی بلندی جہاں درس و تدریس میں انتہائی شان و شوکت کے ساتھ
نمایاں ہے، وہیں تصنیف و تالیف میں بھی خوب خوب عیاں ہے۔

مولانا کوثر امام سیوانی دار لعلوم قدوسیہ فخرالعلوم پرسونی مہراج گنج

(پیام نظامی سہ ماہی اپریل تا جون ۲۰۰۹ء ص ۳۴)

(۴۰) خطیب البراہین ایک محتاط عالم دین، بے مثال خطیب، عمدہ مدرس، پر
ہیز گار اور بافیض شیخ ہیں، عصر حاضر میں جسے صوفی دیکھنا ہو وہ حضرت کو دیکھ لے۔

مولانا انصاف رضا نوری صدر آل انڈیا تنظیم رضا غریب نواز للولی فتح پور

(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر ص ۲۶)

(۴۱) صوفی صاحب قبلہ صوفی زماں اور فیض الاولیا بن کر افق سنیت سے اپنی
چمک کے ذریعہ سب کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔

مفتی شکیل الرحمٰن مصباحی دار لعلوم حنفیہ بستی (محدث بستوی نمبر ص ۱۷)

(۴۲) یہ مبالغہ نہیں حقیت ہے، کہ حضور خطیب البراہین کی خلوت و جلوت،

سفر و حضر، قیام و قعود حرکت و سکون سب سے سنت رسول کی ضیاپاشی ہوتی ہے۔

مولانا کمال احمد علیمی دار لعلوم علیمہ جمد اشاہی بستی

(روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر ص ۲۷)

(۴۳) اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ صوفی صاحب کی تقویٰ شعار زندگی جو بھی ایک بار دیکھ لیتا ہے وہ آپ کا ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا ہے۔

مولانا محمد حبیب الرحمٰن مصباحی نظامی دار لعلوم اسلامیہ سعدی مدنپور باندہ

(روزنامہ راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر ص ۳۳)

(۴۴) آپ ایک پابند شرع عالم دین، بافیض شیخ اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں، اگر واقعی کوئی منصف مزاج ہے تو آپ کو یاد خدا عشق مصطفی اور عقیدت اولیائے کرام سے سرشار پائے گا۔

مولانا خورشید احمد نظامی جھابوا مدھ پردیش

(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر ص ۲۰)

(۴۵) حضرت صوفی صاحب قبلہ نہ صرف دین کا علم رکھتے ہیں بلکہ حتی الوسع دینی تعلیمات پر عمل بھی کرتے ہیں، جنہیں مختصر لفظوں میں عالم باعمل کہا جاسکتا ہے۔

مفتی آل مصطفی مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی (محدث بستوی نمبر ص ۱۷۵)

(۴۶) ایک زمانے سے ہمیں ایک اچھے پیر کی تلاش تھی، جو مجھے صوفی صاحب قبلہ کی شکل میں مل گئی۔

مولانا رضوان احمد صدر مجلس عاملہ جامعہ شمش العلوم گھوسی

(محدث بستوی نمبر ص ۱۷۴)

(۴۷) اس عالم رنگ و بو کو جن شخصیتوں پر ناز ہے ان میں ایک شخصیت حضور خطیب البراہین کی ہے۔

قاری نورالہدیٰ سینیر رپورٹر روزنامہ راسٹریہ سہارا اردو گورکھپور

(روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر ص ۶۳)

(۴۸)صوفی صاحب پر تو رسول، نیک خو، سادہ و پرکار شخصیت جو اپنے اعمال صالحہ و کاملہ اپنی بے نفسی اور خصائل خاصہ سے مرجع خاص و عام بن گئی ہے۔

مسٹر سعد اللہ فراہی ظفر زاہدی ایڈیٹوریل انچارج روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور

(روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر ص ۶۴)

(۴۹)صوفی صاحب اس دور میں سبھی عالموں کے رہنماں ہیں۔

حافظ قمر الدین رضوی ایڈیٹر ماہنامہ کنزالایمان دہلی

(ماہنامہ کنزالایمان مئی ۲۰۱۴ ص ۵)

(۵۰)حضرت صوفی صاحب شریعت و طریقت کے حسین سنگم تھے۔

مفتی منظر وسیم ملاوی افریقہ (ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص ۱۲۴)

(۵۱)صوفی صاحب نے روحانیت و علمیت دونوں جمع کر لیا ہے، گویا آپ کی ذات سے مدرسہ بھی آباد ہے اور خانقاہ بھی قائم ہے۔

مولانا انوار احمد بغدادی پرنسپل دارالعلوم علیمیہ نسواں جمدا شاہی بستی

(ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص ۴۳)

(۵۲)حضرت صوفی صاحب قبلہ کی ذات مختلف علوم و فنون کی جامع تھی خاص طور سے فن حدیث اور خطابت میں آپ منفرد انداز کے مالک تھے۔

مفتی ابوطالب برکاتی دارالعلوم نورالعلوم سلطان پور

(ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص ۱۲۲)

(۵۳)صوفی باصفا سنت نبویہ کے علمبردار، یاد الٰہی میں مستغرق، خمیدہ گردن صبر و رضا و حیا کے پیکر تھے۔

ڈاکٹر قائم الاعظمی ایڈیٹر سہ ماہی امام احمد رضا میگزین سدھارتھ نگر

(ضیائے حبیب کا خطیب البراہین نمبر ص ۲۵۸)

(۵۴)آپ ایک مستند خطیب اور مرشد کامل صوفی باصفا کی حیثیت سے پورے ملک میں جانے جاتے ہیں۔

قاری محمد غیاث الدین نوری نظامی صدر قومی فلاحی تنظیم مہراج گنج

(روزنامہ راشٹریہ سہارا کا خطیب البراہین نمبر ص ۴۲)

(۵۵)صوفی صاحب کی ذات سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے، آپ کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔

مولانا سید علی نظامی پرنسپل سعید العلوم یکماڈو پچھمی پور مہراج گنج

(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کا خطیب البراہین نمبر ص ۶۰)

علمائے کرام، مشائخ عظام، صحافیوں سماجی وسیاسی کارکنوں کے تاثرات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جسے کتابی شکل دی جاسکتی ہے مگر ہم یہاں پر صرف انہیں حضرات کے تاثرات پر اکتفا کر رہے ہیں۔

اب ذیل میں شعرائے کرام کے منقبتوں سے کچھ اشعار کو نقل کر رہے ہیں، جو بطور خراج عقیدت ان حضرات نے حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہٗ کی شان میں لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

یہ نظام الدین صوفی آئینہ اسلاف کے
ان کی خاموشی میں حکمت حافظ ملت کا فیض

بیکل اتساہی

شریعت کا تو آئینہ ہے سر چشمہ ہدایت کا
کہوں کیا میں کہ اندازہ ہے کس کو تیری رفعت کا
فروزاں شمع عشق مصطفی ہے قلب میں روشن
عیاں پیشانی اقدس پہ جلوہ نور وحدت کا

(نثار کریمی)

نظام دین و ملت اے امیر کارواں تم ہو

شریعت کے طریقت کے امیرو پاسباں تم ہو
کوئی سنت کسی لمحہ نہ تم سے چھوٹتی دیکھی
خدا جانے تمھارا مرتبہ کیا ہے کہاں تم ہو

(مولانا تفسیر القادری)

اے میرے مخدوم عالی عز و جاہ
حضرت صوفی نظام الدین شاہ
زینت بزم تصوف تیری ذات
سر پہ روشن معرفت کی ہے کلاہ
تیرا زہد و تقویٰ پاکیزہ عمل
مشعل کل خانقاہ انجمن

(مولانا عابد القادری)

کس قدر کیف سے معمور ہے تقریر تری
جاذب فکر و نظر واقعی تحریر تری
مفتی اعظم دوراں سے ملی دولت دل
تیری پیشانی سے تابندہ ہے توقیر تری

(ڈاکٹر شکیل اعظمی)

تیرا منصب ہے تیری شان فقیری واللہ
دولت عشق نبی دولت وثروت تیری
ڈگمگائیں گے کسی موڑ پہ کیوں میرے قدم
یاد رکھتا ہوں بہرگام ہدایت تیری

(مولانا غلام یزدانی)

غلام احمد مختار تھے صوفی نظام الدین

نبی کے عشق میں سرشار تھے صوفی نظام الدین
فروغ سنیت کے واسطے سب کچھ کیا قرباں
سراپا صاحب ایثار تھے صوفی نظام الدین

(ساجد رضوی)

کس قدر ہے ذی وجاہت صوفی ملت کی ذات
بالیقین ہے اک کرامت صوفی ملت کی ذات
سنتوں کے آئینے میں ہر قدم جن کا اٹھے
پیکر زہد و شرافت صوفی ملت کی ذات

(مولانا غیاث الدین عارف مصباحی)

دین حق کے راہبر صوفی نظام الدین ہیں
سنیوں کے چارہ گر صوفی نظام الدین ہیں
فیض مارہرہ ہزاروں کو ملا ہے آپ سے
اک ولی معتبر صوفی نظام الدین ہیں

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی)

رہبر راہ شریعت ہیں محدث بستوی
نازش اہل طریقت ہیں محدث بستوی
لوگ کہتے ہیں یہاں زندہ ولی جس ذات کو
آپ ایسے نیک سیرت ہیں محدث بستوی

(مولانا نظام نوری)

ہدایت کے ہو سرچشمہ ضیاے مصطفیٰ تم ہو
نہیں دامن پہ کوئی داغ ایسے پارسا تم ہو
نظامی جو ہیں تم پر فخر کرتے ہیں زمانے میں

فروزاں جو ستارہ ہے در برکات کا تم ہو

(ڈاکٹر عزیز اللہ عزیزی)

عمل کا تاجور ہے علم کا بھی جبل شامخ ہے
یقینا ذات با عظمت محدث بستوی کی ہے
رئیس الاتقیا اور مفتی اعظم کی صحبت ہے
جو جلوت ہے وہی خلوت محدث بستوی کی ہے

(مولانا ابوالوفاء رضوی)

فکر و فن کے آسماں صوفی نظام الدین ہیں
دین حق کے پاسباں صوفی نظام الدین ہیں
زاہد و عابد بھی ہیں اور متقی زندہ ولی
عزت ہندوستاں صوفی نظام الدین ہیں

(مولانا ذاکر بلرام پوری)

پی لیا جس نے بھی پیا نہ نظام الدین کا
ہو گیا واللہ دیوا نہ نظام الدین کا
سادگی اور عاجزی پہ ہے شہنشاہی نثار
لمحہ لمحہ ہے فقیرا نہ نظام الدین کا

(مولانا انجم القادری)

حامد رب دو عالم حضرت صوفی نظام
مدح خوان شان عالم حضرت صوفی نظام
آپ کی پاکیزہ سیرت اور صورت دیکھ کر
ہرکس و ناکس کا سر خم حضرت صوفی نظام

(مفتی منظر وسیم مصباحی ملاوی افریقہ)

باب پنجم

علمی کمالات

حضور خطیب البراہین ایک عظیم شارح حدیث

مفتی کمال احمد علیمی نظامی
استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی

خطیب البراہین حضرت صوفی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ کی ذات اقدس ارباب علم و دانش کے درمیان محتاج تعارف نہیں، تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت، خلوص وللٰہیت اور تواضع و فروتنی کے خمیر کو ریاضت و مجاہدہ کے آب زلال سے گوندھ کر جو پتلا تیار کیا گیا اسی کو دنیا نے خطیب البراہین، محی السنۃ اور محدث بستوی کہا، آپ کی شخصیت میں روحانیت و علمیت کا حسین امتزاج ہر کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، آپ کے اوصاف و کمالات کا حال یہ تھا کہ:

ز فرق تابہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

آپ کی حیات پاک علم و عمل کی وہ حسین انجمن تھی جس میں ایک خانقاہ بھی آباد تھی اور ایک مدرسہ بھی، جہاں حق ھو کی صدائے دلنواز گونجتی تھی اور قال اللہ و قال الرسول کا دلفریب نغمہ بھی، جہاں تصوف بھی تھا اور تفقہ بھی، اور جہاں تعلیم بھی تھی اور تربیت تھی، آپ کی حیات طیبہ پر قلم اٹھانے والے کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ۔ ع

شکار ماہ کہ تسخیر آفتاب کروں
کسے میں ترک کروں کس کا انتخاب کروں

حضور خطیب البراہین کی روحانیت سے زیادہ ان کی علمیت کو عام کرنے کی ضرورت ہے، آپ نے پوری زندگی تعلیم و تعلم میں گزار دی، درس گاہِ فیض سے بڑے بڑے جید علما پیدا ہوئے، آپ نے تفسیر، فقہ اور حدیث جیسے متعدّد علوم و فنون میں طبع آزمائی کی، ہر فن میں آپ کو رسوخ و تبحر حاصل تھا، مگر آپ کو علم حدیث سے خصوصی لگاؤ

تھا، حضرت علامہ اقبال احمد قادری صدر المدرسین دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور فرماتے ہیں:

”احادیث رسول ﷺ سے اس قدر شغف ہے کہ آپ اپنی خطابت کو احادیث کریمہ کے حوالے سے مدلل و مبرہن فرمایا کرتے تھے، میں نے خود سنا کہ ایک ایک موضوع پر احادیث مبارکہ کا اتنا وافر ذخیرہ مع حوالہ کتب صفحات و سطر آپ کے پاس موجود ہے کہ تین مجلسوں میں ایک ہی عنوان پر ایک ہی قصبے میں گھنٹوں تقریر کرتے مگر ہر مجلس کا مواد جداگانہ ہوتا“۔ (خطیب البراہین نمبر، روزنامہ راشٹریہ سہارا ص ۴۰)

اتباع رسول اور اسوۂ رسول کی اطاعت کے جذبے نے آپ کے اندر علم حدیث کا اشتیاق پیدا فرمادیا، کیوں کہ حدیث رسول ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے آقائے دوعالم ﷺ کی سیرت و سنت اور اخلاق و آداب سے کما حقہ آگاہی ہوسکتی ہے، گویا محبت رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کے لگن نے آپ کو محدث بنادیا، اور یہ شوق حیات اقدس کی آخری منزل تک ہم رکاب رہا، متعدّد مدارس و جامعات میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد اخیر میں تنویر الاسلام امرڈوبھا میں تشریف لائے، تو وہاں علم حدیث ہی کو پڑھانا پسند فرمایا، اور اخیر تک بعد نماز فجر بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔

خانقاہ برکاتیہ سے اجازت و خلافت ملنے کے بعد آپ سے جو انٹرویو لیا گیا اس میں آپ سے یہ پوچھا گیا تھا کہ آپ کو کون سے فنون سے دلچسپی ہے؟ آپ نے پسندیدہ فنون میں حدیث کو بھی شمار کرایا تھا۔ (خطیب البراہین نمبر، ص ۴۵)

مولانا صدرالوریٰ مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

”کسی مسئلہ کو احادیث نبویہ سے مدلل و پختہ کرنا ہو تو صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث سے جلد و صفحہ کی تعیین کے ساتھ اس حسین انداز میں حدیثیں پڑھتے ہیں کہ سامعین یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ کی ایک نگاہ اگر بخاری

شریف پر ہے تو دوسری نگاہ مسلم شریف و دیگر کتب احادیث پر ہے اور یہیں تک محدود نہیں بلکہ اپنے موقف کی تائید میں مرقات مدارج النبوۃ، روض الریاحین و دیگر کتب معتمدہ کے نصوص پیش فرماکر اسے ایسا مستحکم بنادیتے ہیں کہ اس کے آگے کسی مخالف کو مجال دم زدن نہیں ہوتی"۔ (خطیب البراہین نمبر ص ۳۰)

علوم حدیث میں شرح حدیث کا فن بڑا نازک فن ہے، قائل جتنا عظیم ہوتا ہے اتنا ہی اس کا قول بھی تہ دار، بامقصد اور عظمت و معنویت کا حامل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث کی شرح کی توفیق بھی انہیں سعادت مندوں کے حصے میں آئی جو خود بھی بڑے عظیم تھے، شرح حدیث کے لیے زبان دانی ہی کافی نہیں ،اس کے لیے اولین شرط محبت رسول ﷺ ہے، عشق رسول ہی وہ عظیم وصف ہے جو محبوبِ صادق کے اقوالِ صادقہ کے فہم و تفہیم کی لیاقت پیدا کرتا ہے۔

شرح حدیث کا سلسلہ عہد رسالت ہی سے شروع ہوا، صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے احادیث رسول کا معنی و مفہوم پوچھا کرتے تھے، بعد کے ادوار میں علامہ عینی ،امام نووی ،علامہ قسطلانی، ملاعلی قاری، علامہ ابن حجر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ شارحین حدیث کے اسمائے گرامی شرح حدیث کے باب میں زریں حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔

حضور خطیب البراہین کا اسم گرامی بھی شارحین حدیث کی فہرست میں ایک چمکتا دمکتا نام ہے، آپ نے اس فن میں کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی، تاہم آپ کی متعدّد کتابوں میں شرح حدیث کے جلوے قابل دید ہیں، الگ الگ جہتوں سے اس فن کے تمام پہلوؤں پر آپ کی تحریریں و تقریریں موجود ہیں، اب آیئے ہم ذیل میں حضرت کی چند کتابوں سے حدیث اور شرح حدیث میں آپ کی مہارت و لیاقت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

الفاظ حدیث کے معانی ومطالب کی تشریح:

قرآن ہی کی طرح حدیث رسول کے الفاظ بھی ہر زمانے کے مزاج ورواج اور زبان وادب سے میل کھاتے ہیں ،یہ قرآن وحدیث کی کرامت وعظمت ہے کہ صدیوں پیشتر صادر ہونے والے ان کے الفاظ ہر زمانے میں مانوس الاستعمال اور واضح الدلالۃ رہے ہیں، تاہم کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن میں عموم واشتراک اور مجاز وکنایہ کی رعایت کی جاتی ہے ،جس سے ان کے مراد پر واقفیت ذرا مشکل ہوجاتی ہے، ایسے میں ان کے معنی ومراد کی تعیین ضروری ہوجاتی ہے۔

تشریح الفاظ کسی بھی کلام کی شرح وتفصیل کا پہلا زینہ ہے، یہی وجہ ہے کہ تقریبًا تمام شارحین حدیث نے احادیث کی تشریح سے قبل ان کے اندر موجود قابل شرح الفاظ کی توضیح کی ہے، تشریح الفاظ کے لیے بڑی لیاقت کی ضرورت ہوتی ہے، علم لغت سے آگاہی کے ساتھ حقیقت ومجاز ، عموم و اشتراک ،صریح وکنایہ ،الفاظ کے معنی ومقصود اور مطلب ومراد سے واقفیت کے بغیر الفاظ کی صحیح تفسیر وتوضیح ناممکن ہے۔

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے الفاظ حدیث کی جابجا تشریح کی ہے، اس حوالے سے کچھ نمونے حاضر خدمت ہیں۔

☆قرآن کریم پڑھ کر بھول جانے والے کے تعلق سے یہ حدیث وارد ہے:

”مامن امری یقرأ القرآن ثم ینساہ إلا لقی اللہ اجذم“(ابوداؤد،۱؍۳۲)

اس حدیث شریف میں لفظ”اجذم“ کی تشریح کرتے ہوئے حضور صوفی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

”حدیث میں ”اجذم“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ، اس کا ایک معنی کوڑھی ہے، جیساکہ ترجمہ کیا گیا، علامہ خطابی ابوعبیدہ سے نقل کرتے ہیں ،کہ اجذم کا معنی ہاتھ کٹا ہوا آدمی، گویا جو قرآن پڑھ کر بھلادے وہ قیامت کے دن کوڑھی یا ہاتھ کٹا ہوکر اللہ کے حضور پیش ہوگا۔(فضائل تلاوت قرآن، ص۶۸، دارالقلم نظامی مارکیٹ دہلی)

☆حدیث رسول ہے کہ حضرت جبریل نے فرمایا:" قلّبتُ مشارق الارض ومغاربها، فلم اجد افضل من محمد"(نشر الطیب ص،۱۴)
اس میں موجود لفظ"قلبت"کی تشریح کرتے ہوئے حضور صوفی صاحب فرماتے ہیں:

"حدیث پاک کا نورانی لفظ ہے"قلبت" جس کا ترجمہ ہوتا ہے الٹ پلٹ کر دیکھا، مشرق کو دیکھا، مشرق کے ہر حصہ کو دیکھا، ایسے ہی مغرب کو دیکھا اور مغرب کے ہر حصہ کو دیکھا"۔(احوال الصالحین، ص،۳۰)

☆حدیث اضحیہ جو حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کی ہے، اس میں لفظ"شعر"اور"صوف"کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں"شعر"سے بکری کی طرف اشارہ ہے، اور"صوف"سے بھیڑ کے بال کی طرف اشارہ ہے"(فلسفہ قربانی، ص۳۸)

☆مشکوٰۃ شریف کے ص۴۲۱ پر یہ حدیث ہے:"عن عبداللہ بن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال: مامن ولد بار ينظر الیٰ والديه نظرة رحمة إلا كتب الله له بكل نظرة حجة مبرورة ،قالوا وان نظر كل يوم مائة مرة، قال نعم الله اكبر و اطيب"اس حدیث میں موجود لفظ" اطیب" کے معنی و مراد کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

"اطیب" یعنی اس کی قدرت میں سب کچھ ہے، اور وہ اس سے پاک ہے کہ اسے کچھ دینے سے عاجز کہا جائے"۔(حقوق والدین، ص۳۳)

☆ایک حدیث رسول ہے"انی قدأوتيت مفاتيح خزائن الارض" اس حدیث میں مفاتیح، اور خزائن دونوں الفاظ کی ایمان افروز تشریح ملاحظہ فرمائیں، حضرت فرماتے ہیں:

"اگر حضور فرمادیتے" مفتاح" مفتاح کا معنی ایک کنجی، واحد ہے، مفاتیح اس کی

جمع، اگر حضور مفتاح کہتے تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضور کو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کسی مقام پر ایک کنجی مل گئی ہوگی، خزائن حدیث میں ہے جمع، اگر واحد ہوتا تو میاں کوئی کہہ سکتا تھا کہ ایک خزانہ کہیں مل گیا، ایسا جامع ارشاد ہے، فرمایا"إنی قد أوتیت مفاتیح خزائن الارض" یعنی تمام خزانے کی جتنی کنجیاں ہیں مجھے دیدی گئیں"۔(خطبات خطیب البراہین، ص۴۸ مکتبہ برکاتیہ نظامیہ اگیا چھاتا)

بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے:"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال امر رسول ﷺ بصدقة" (ص۱۹۸) اس میں موجود لفظ" صدقه" کے معنی مراد کے تعلق سے حضرت فرماتے ہیں: اس سے مراد زکوٰۃ ہے، کیونکہ آگے اس حدیث شریف میں زکوٰۃ کا ذکر ہے۔(خطبات خطیب البراہین، ص۸۶)

والدین سے متعلق ایک معروف حدیث ہے"ھما جنتک ونارک" اس حدیث میں جنت موجود ہے اور نار کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یعنی ان کو راضی رکھنے سے جنت ملی گی، اور ناراض رکھنے سے دوزخ کے مستحق ہونگے۔(حقوق والدین، ص۳۵)

☆الترغیب والترہیب، ۳؍۱۷۲پر یہ حدیث حضرت علی سے مروی ہے:

"من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله وحرام حرامه ادخله الله به الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد وجبت لهم النار" اس حدیث میں موجود لفظ"فاستظهر" کی تشریح ملا علی قاری کے حوالے سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علامہ ملا علی قاری نے"فاستظهر" کا معنی تحریر کیا ہے کہ اس نے قرآن پڑھ کر اس سے تعاون حاصل کیا، یا یہ کہ اس کے معاملہ میں محتاط رہا، اور اس کی نگاہ داشت اور اس پر عمل کرنے میں پوری دلچسپی لی"۔(فضائل تلاوت قرآن، ص۶۱)

☆ترمذی شریف، ۱؍۱۲۷کی یہ حدیث ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ مامن مسلم یموت یو م الجمعۃ أولیلۃ لیلۃالجمعۃ إلا وقاہ اللہ فتنۃ القبر" اس میں موجود لفظ "فتنۃ القبر" کے تعلق سے مرقاۃ المفاتیح کے حوالے سے حضرت فرماتے ہیں:

"فتنۂ قبر سے کیا مراد ہے "ای من عذاب القبر و من سوال القبر" اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا اور قبر کے سوال سے بھی، یعنی فرشتے اس سے سوال نہ کریں گے اور عذاب دینے والے فرشتوں کا وہاں گزر نہ ہوگا" (خطبات خطیب البراہین، ص۱۸)

ترجمہ حدیث:

شرح حدیث کی دوسری سیڑھی حدیث پاک کا صاف، سلیس اور معنی خیز ترجمہ ہے، بلکہ آسان اور بامحاورہ ترجمہ ہی شرح حدیث کی جان ہے، کسی زبان کا ترجمہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے، اس کے لیے مترجم کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ جس زبان کا ترجمہ کرنا ہے اور جس زبان میں ترجمہ کرنا ہے، دونوں پر اسے عبور حاصل ہو، ساتھ ہی ساتھ جس کلام کا ترجمہ کرنا ہے اس کے متکلّم کی طبیعت سے آشنائی، اور کلام کے پس منظر و پیش منظر سے آگاہی بھی ضروری ہے، ان شرائط کے التزام کے بعد ہی کسی کلام کا کماحقہ ترجمہ ہو سکتا ہے۔

حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ ترجمۂ حدیث کے باب میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں ، ترجمہ اتنا سلیس اور بامحاورہ ہوتا ہے کہ مزید شرح و بسط کی ضرورت نہیں رہتی ہے، جہاں ضرورت پڑتی ہے درمیان ترجمہ قوسین میں تشریح کردیتے ہیں، یا اخیر میں مترجم لفظ پر روشنی ڈال دیتے ہیں، مگر کمال یہ ہے کہ ربط نہیں ٹوٹتا ہے، ترجمہ ترجمہ ہی رہتا ہے ترجمانی نہیں ہوتا ہے، دوران خطابت جب ترجمۂ حدیث فرماتے تھے تو حدیث مجسم ہوکر نگاہوں میں گردش کرنے لگتی، سماں بندھ جاتا، ایسا محسوس ہوتا کہ حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ خود اس مجلس و موقع حدیث کا مشاہدہ

فرمارہے ہیں اور اپنے سامعین کو بھی اسی بابرکت محفل کی سیر کرارہے ہیں۔

حضرت نے احادیث کا ترجمہ بڑا انوکھا فرمایا ہے ،اس میں اجمال بھی ہوتا ہے اور تفصیل بھی ہوتی ہے، تفصیل ممل نہیں ہوتی ہے،نہ ہی اجمال مخل ہوتا ہے، ترجمۂ احادیث کے چند نمونے حاضر خدمت ہیں۔

☆حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی یہ حدیث ملاحظہ ہو،" وکانت لحیته قد ملأت من ھھنا الیٰ ھھنا، وامر یدیه علی عارضیه". (لمعۃ الضحیٰ ص۹۱)

اس حدیث کا ترجمہ حضرت صوفی صاحب نے یہ فرمایا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک خوب گھنی تھی ،چنانچہ آپ نے اپنے رخسار پر ہاتھ پھیر کر بتایا کہ ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوتی تھی"

ترجمہ کو پڑھ کر ہر کوئی حدیث کے اصل مفہوم تک پہونچ سکتا ہے،اگر ایک دم لفظی ترجمہ ہوتا ہے تو مفہوم سمجھنا بڑا مشکل ہوتا۔

☆ داڑھی ہی سے متعلق ایک حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :"سبحٰنه مااستخف عقول قوم طولوالشارب جمیع الامم فبد لوافطرتھم نعوذ باللہ".

(لمعۃ الضحیٰ ص ۳۳)

ترجمہ: سبحان اللہ !ان لوگوں کی عقل کس قدر بے مایہ ہے جنھوں نے موچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں ، انہوں نے فطرت کے برعکس کیا،اور اپنی فطرت وخلقت ہی بدل ڈالی،اللہ کی پناہ۔

ترجمہ میں بہتے پانی جیسی روانی اور برجستگی اہل ذوق پر مخفی نہیں ہوگی ، یہ برجستگی تبھی آتی ہے جب مترجم کلام کی روح سمجھ لیتا ہے ،اور کلام کا معنی ومفہوم اس کے دل میں نقش کالحجر ہوتا ہے۔

☆یوم قیامت سے متعلق یہ حدیث وارد ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی"(مسند دارمی آٹھواں باب، ص۱۹۶)

ترجمہ: سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کا جب میدان ہوگا جہاں تم میرے اصحاب کا حال دیکھوگے تو اس وقت کا حال یہ ہوگا کہ عزت ورحمت کی ساری کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

ترجمہ کے ایک ایک لفظ سے عقیدت ومحبت اور جذبۂ وارفتگی کے سوتے پھوٹ رہے ہیں ،ساتھ ہی "کرامة"اور مفاتیح کے الفاظ کا جو خوبصورت ترجمہ ہے وہ بھی قابل دید ہے۔

☆فضیلت قربانی کے تعلق سے حضرت ابن عباس سے مروی یہ حدیث پاک وارد ہے:"قال رسول اللہ ﷺماانفقت الورق فی شئ من نحرة فی یوم عید"(دارقطنی ۲،۵۴۳)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔

اس ترجمہ میں لفظ" ورق "کا ترجمہ روپیہ سے کیا گیا ہے، ورق کا حقیقی معنی چاندی کا سکہ ہوتا ہے، حضرت نے اس کا ترجمہ روپیہ سے کیا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ ترجمہ کے وقت آپ عرف ورواج کا بھی لحاظ فرماتے تھے۔

☆قربانی ہی سے متعلق یہ حدیث آئی ہے، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: "إن رسول اللہ ﷺ امر بکبش اقرن یطأ فی سواد، و یبرك فی سواد ،و ینظر فی سواد.. الخ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ سینگ والا مینڈھا لایا جائے، جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو۔

یہ خالص لغوی ترجمہ ہے، مگر جب حضرت نے احساس فرمایا کہ لفظی ترجمہ فہم مطلب میں مخل ہے تو آپ نے بامحاورہ ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:

"یعنی اس کے پاؤں پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں" (فلسفۂ قربانی، ص ۴۳)

قربانی سے متعلق ایک حدیث پاک وارد ہوئی: "قال رسول اللہ ﷺ لاتذبحوا الامسنة الا یعسرعلیکم فتذبحوجذعة من الضان" (مسلم ۲،۱۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ ذبح کرو مگر مسنہ کو اور اس کے سوا میسر نہ ہو تو بھیڑ دنبوں سے جذعہ کو ذبح کرلیا کرو۔

اس ترجمہ میں تین ایسے لفظ وارد ہیں جن کو سمجھے بغیر حدیث کا مفہوم سمجھا نہیں جا سکتا ہے، یعنی مسنہ، جذعہ، اور ضان، حضور خطیب البراہین نے ان کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

مسنہ: پانچ سال کی عمر والے اونٹ اور گائے، بھینس میں جس کی عمر دو سال کی ہو جائے اور بکری جس کی عمر ایک سال ہو تو اسے مسنہ کہتے ہیں۔

جذعہ: وہ بچہ جس کی عمر چھ ماہ سے زائد ہو۔

الضان: بھیڑ، دنبہ وغیرہ

☆ حافظ قرآن سے متعلق یہ حدیث وارد ہے:

"اذامات حامل القرآن اوحی اللہ الیٰ الارض ان لا تاکلی لحمه فتقول أی رب کیف أکل لحمه وکلامك فی جوفه" (شرح الصدور، ص ۱۳۳)

ترجمہ: جب حافظ قرآن مرتا ہے، خدائے تعالیٰ زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے پروردگار! بھلا میں اس کا گوشت کیوں کر کھاؤں گی جب کہ اس کے سینے میں تیرا مقدس کلام محفوظ ہے۔

اس ترجمہ میں چند امور قابل دید ہیں: "حامل القرآن" کا ترجمہ حافظ قرآن سے

کیا گیا، ''اوحی'' کا ترجمہ حکم فرماتا ہے سے کیا گیا ہے، ''جوف'' کا ترجمہ سینہ سے کیا گیا، یہ ترجمہ بامحاورہ ترجمہ کی اعلیٰ ترین مثال ہے، اس سے ترجمۂ حدیث کے باب میں حضرت کی لیاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان امور پر سلاست وبرجستگی مستزاد ہے۔

تخریج احادیث:

اکثر شارحین حدیث نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ شرح حدیث کے وقت یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث احادیث کی کون کون سی کتابوں میں مذکور ہے، اگر متعدّد روایتوں کے الفاظ میں کچھ فرق ہوتا ہے تو اس کی صراحت بھی فرماتے ہیں، اس سلسلے میں حضور صوفی صاحب ایک عظیم شارح حدیث نظر آتے ہیں، چند نمونے حاضر ہیں:

حضرت اپنی کتاب مستطاب ''فلسفۂ قربانی'' میں نسائی شریف، ص۱۰۲ کی ایک حدیث شریف نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

''مسلم، ابن ماجہ، ترمذی نے بھی اس کی تخریج کی ہے'' (فلسفۂ قربانی، ص۴۶)

☆ اسی طرح سے حضرت نے اپنی کتاب ''اختیارات امام النبیین'' میں ایک طویل حدیث درج فرمائی ہے، جس کا تعلق عشرہ مبشرہ سے ہے، یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ طویل حدیث بخاری شریف کی حدیث ہے، بخاری شریف میں، متعدّد جگہ اور بخاری کے مختلف پاروں اور مختلف صفحات میں، مختلف الفاظ میں، یہ حدیث شریف ہے، جو اس میں تحریر ہے وہ بخاری شریف میں، ص۵۱۹ پر ہے''

☆ حضرت کی کتاب ''حقوق والدین'' میں ایک حدیث درج ہے، الفاظ یہ ہیں ''أنت و مالك لابيك، أنت و مالك لابيك'' اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

''اس حدیث شریف کو مسند ابویعلی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے، سنن ابن ماجہ نے بھی ایک حدیث اس مضمون کی روایت کی ہے“(ص ۳۲،۳۳)

☆خطبات خطیب البراہین میں بخاری شریف کے حوالے سے یہ حدیث درج ہے ”قال رسول اللہ ﷺ واعلموا ان الارض للہ ورسولہ“ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

”یہی حدیث شریف صحیح مسلم شریف میں بھی ہے“

☆کتاب مذکور ہی کے صفحہ ۷۱ پر مسند امام احمد بن حنبل کے ۵،۲۵ حوالے سے ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”یہ حدیث شریف ایک ہی کتاب میں نہیں، الحمدللہ یہ حدیث شریف اور کتابوں میں بھی ہم نے پائی، یہی حدیث شریف ہے المواھب اللدنیہ میں، یہی حدیث شریف ہے جواہر البحار فی فضائل النبی المختار میں اس کی دوسری جلد کے ص ۶۴ پر ہے، بلکہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں تو ارشاد فرمایا وہ دونوں نمازیں کون ہیں جن کے لیے کہا تھا کہ ہم پڑھیں گے، اس نے کہا تھا فجر کی نماز ہے عصر کی نماز ہے“۔

دفع شبہات:

قرآن ہی کی طرح حدیث بھی وحی الٰہی ہوتی ہے، فرق صرف متلو اور غیر متلو کا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن ہی کی طرح حدیث بھی ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے، مگر حدیث کے ظاہر الفاظ کو دیکھ کر ظاہر بیں نگاہیں کبھی کبھی شبہہ کا شکار ہوجاتی ہیں، حالانکہ گہرائی میں اترنے کے بعد شبہات خود بخود دفع ہوجاتے ہیں، شارحین حدیث کے یہاں اس امر کا بھی اہتمام ہے کہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے اگر کسی قسم کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو اس شبہ کو ذکر کر کے اس کو دفع بھی کرتے ہیں، حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے یہاں بھی اس امر کا کافی التزام کیا گیا ہے، اس حوالے سے چند مثالیں حاضر ہیں:

☆آپ کی کتاب ''فلسفۂ قربانی'' میں ایک حدیث درج ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نے نماز عید کے بعد ایک مینڈھا اپنی اور اپنی پوری امت کی طرف سے ذبح فرمایا، اس حدیث کو درج کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

''یہ شبہ ہے کہ ایک مینڈھا ان سب کی طرف سے کیوں کر ہوسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ہے، جس طرح حضور ﷺ نے چھ مہینے کی بکری کے بچے کی قربانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جائز فرمادی اوروں کے لیے اس کی ممانعت کردی، اسی طرح اس میں خود حضور ﷺ کی خصوصیت ہے'' (کتاب مذکور، ص۵۱)

حضرت کی کتاب ''اختیارات امام النبیین'' میں عشرۂ مبشرہ سے متعلق حضرت عبدالرحمن سے ایک حدیث مروی ہے جس میں دس صحابۂ کرام کے جنتی ہونے کی بشارت ہے، اس حدیث کو درج کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

''ایک ہی مجلس میں رسول کریم ﷺ نے دس کا نام لیا ہے، اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوا تو محدثین نے جواب دیا کہ ان دسوں کو کہتے ہیں کہ یہ جنتی ہیں تو کیا اور صحابۂ کرام کو بشارت ملی ہے؟ تو جواباً فرمایا کہ باقی اور کو بھی بشارت ملی ہے، بیشک وہ بھی جنتی ہیں لیکن ان دسوں کا نام اس لیے ساتھ میں آتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں رسول کریم ﷺ نے ان دسوں کا نام لیا تھا اور باقی کو مختلف مقام پر ذکر کیا ہے'' (کتاب مذکور ص۴۳)

☆کتاب مذکور ہی کے ص ۵۲ و ۵۳ پر ایک حدیث درج ہے، جس میں حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، ایک منافق نے کھڑے ہوکر عرض کیا تھا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جہنم ہے، ایک شبہہ وارد ہوا کہ آخر حضور نے ایک ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم کیوں بتادیا جو کہ نماز روزے کا پابند تھا، صحابہ میں شمار کیا جاتا تھا؟ اس شبہہ کو دفع کرتے ہوئے ایک حدیث ہی کے حوالے سے حضور

صوفی صاحب فرماتے ہیں:

''اب میں ڈھونڈھنے لگا کہ نبی کریم ﷺ نے آخر ایسا کیوں فرمایا؟ تو حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں میں منافقین بھی ہوتے، انہیں میں سے یہ بھی تھا، لیکن اپنی طرف سے کیوں کہا جائے؟ خود بخاری شریف کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے ''انہ کان منافقا'' یہ تو منافق ہے، رسول کریم ﷺ نے منافق کو پہچان لیا، اس کا دل دیکھ لیا، تو فرمایا کہ جب تو منافق ہے، تیرا عقیدہ سچا نہیں ہے تو تیرا ٹھکانہ جہنم ہے'' (کتاب مذکور ص ۵۳)

☆ حضرت کی کتاب ''فضائل تلاوت قرآن مبین'' میں احیاء العلوم کے حوالے سے یہ حدیث وارد ہے ''أفضل عبادة امتی تلاوة القرآن''، اس حدیث شریف سے یہ شبہہ پیدا ہو رہا تھا کہ سب سے افضل عبادت تو نماز ہے، پھر تلاوت قرآن کیسے افضل العبادات ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

''یعنی قرآن کی تلاوت، اس سے شغف، اس کے مطابق عمل کے ذریعہ بندے اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہو سکتے ہیں، کسی اور عبادت سے یہ قرب حاصل نہیں کر سکتے، تو معلوم ہوا اللہ کے حضور میں رسائی اور اس سے قرب کا سب سے بہتر ذریعہ اس کا کلام ہے اور تمام عبادات اور طاعات کا مقصد قرب الٰہی اور اس کی رضا ہے، اور یہ بات قرآن سے دلچسپی اور اس کے احکام پر عمل کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، اس لیے فرمایا گیا تلاوت قرآن سب سے بہتر عبادت ہے'' (ص ۳۶)

☆ اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر یہ حدیث درج ہے ''زینوا القرآن باصواتکم'' اس سے یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ آدمی قرآن سے اپنی آواز سنوار سکتا ہے، مگر قرآن کو ان آواز سے سنوارنے کا کیا مطلب؟ قرآن تو خود ہی مزین و آراستہ ہے، اس کا جواب علامہ خطابی کے حوالے سے حضرت نے دیتے ہوئے فرمایا:

''اس کا معنی یہ ہے ''زینوا اصواتکم بالقرآن'' تم قرآن سے اپنی آوازوں

کو زینت بخشو"۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کے حوالے سے حضرت مزید فرماتے ہیں:

"یا یہ کہ حدیث میں قرآن سے مراد قرأتِ قرآن ہے، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اپنی آوازوں سے قرآن پڑھنے میں حسن پیدا کرو اور ظاہر ہے کہ پڑھنا بندے کا فعل ہے" (ص ۶۴)

☆والدین کی فضیلت و عظمت کے حوالے سے "حقوق والدین" میں ایک حدیث درج ہے: "أوصی امرأ بامه أوصی امرأ بامه أوصی امرأ بامه أوصی امرأ بابیه" اس حدیث کو درج کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

"اوپر جو بیان ہوا ہے اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ صرف ماں کا اس پر حق ہے اور والد کا نہیں، بلکہ یہاں زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت گزاری نیز لین دین میں ماں کا حق زیادہ ہے، مثلاً سو روپیے ہیں، اور ماں کو ترجیح نہ دینے کی کوئی وجہ بھی نہیں، تو ایسی صورت میں ۲۵ روپیے وہ باپ کو دے اور ۷۵ روپیے ماں کو...... لیکن جہاں تک ادب و تعظیم کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں باپ زیادہ حقدار ہے، لہذا اگر کمرہ میں ماں اور باپ دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے تو باپ کی تعظیم کی نیت سے کھڑا ہو" (ص ۵۷)

☆خطبات خطیب البراہین میں یہ حدیث درج ہے: "إنی قد أوتیت مفاتیح خزائن الارض" اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا:

"پھر یہ بات بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ جب تک انسان کا قبضہ نہ ہو جائے کسی چیز پر تو تصرف کا اختیار اسے نہیں ہو سکتا ہے، حضور فرماتے ہیں کہ خزانے کی کنجیاں مجھے دے دی گئی ہیں، تو کیا سرکار کا اس پر قبضہ بھی تھا، کہ حضور اس میں تصرف کریں، تو یہ بھی ہم عرض کرتے چلیں کہ قبضہ بھی ثابت ہے، رسول کریم ﷺ کا، یہ بھی بخاری شریف میں ہے، اس کی پہلی جلد ہے، اس کا بارہواں پارہ ہے، اس کا صفحہ ۴۱۸ ہے، حضور

ارشاد فرماتے ہیں:

"فبینما انا نائم أوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی "یعنی زمین کے خزانوں کی کنجیاں لاکر میرے ہاتھ میں رکھی گئیں"(ص۴۹)

مذکور حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ شبہہ ہو رہا تھا کہ صرف زمین کے خزانے کی کنجیاں حضور کے قبضہ میں ہیں، کیا آسمان آپ کے تصرف واختیار سے خارج ہے؟ اس شبہہ کا جواب بھی حدیث رسول کی روشنی میں دیتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

"الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر" اس کی پہلی جلد ہے، اس کا صفحہ ۱۰۹ ہے، اس میں حدیث شریف ہے سرکار فرماتے ہیں:

"اوتیت بمقالد الدنیا علی فرس ابلق جاء نی به جبریل "ارشاد فرمایا آسمان وزمین کی کنجیاں لائی گئیں"(صفحہ ۵۱)

☆حضرت خزیمہ بن ثابت کے تعلق سے خطبات خطیب البراہین میں ایک حدیث درج ہے، جس میں اس امر کا تذکرہ ہے کہ آپ نے حضور کی پشانی پر سجدہ کیا، اس سے یہ شبہہ ہو رہا تھا کہ حضور مسجود لہ تھے، کیوں کہ حضور کی پشانی پر سجدہ کرنا گویا آپ کا سجدہ کرنا ہے، حالانکہ مسجود لہ صرف اللہ کی ذات ہے، اس شبہہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"جب ہم سجدہ کرتے ہیں ساجد کہلاتے ہیں، اور زمین پر سجدہ کرتے ہیں تو زمین مسجود علیہ کہ جس پر سجدہ کیا جائے، کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں تو کعبہ مسجود الیہ جس کی طرف سجدہ کرتے ہیں، حالانکہ سجدہ تو خدا کو کرتے ہیں، خدا کی ذات ہے مسجود لہ، حضور کی پشانی پر سجدہ کیا تو حضور کی پیشانی مسجود علیہ تھی نہ کہ مسجود لہ"۔(ص۷۸)

☆خطبات خطیب البراہین ہی میں یہ حدیث مذکور ہے "أنا سیدالناس یوم القیامة" اس حدیث کو بیان کرکے حضرت فرماتے ہیں:

"یہ نہ شبہہ کرو کہ یہ صرف سید الناس ہیں، مخلوق میں اوروں کے سردار نہیں،

ہمارے تمھارے رسول کریم تو سید العالمین ہیں، اس کا روشن بیان کہاں ملے گا؟، تفسیر کبیر، اس کی دوسری جلد، ص ۳۰۲ ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت میں موجود ہیں، پیارے مصطفی ﷺ کی نظر اٹھی، سرکار نے دیکھا حضرت علی چلے آرہے ہیں، شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ حضور کی بارگاہ میں حاضری کا شرف پانے والے ہیں، حضور کی نظر مبارک اٹھی سرکار نے دیکھا، تو آپ نے فرمایا "ھذا سید العرب" یہ تو سید العرب ہیں، ام المومنین نے ادب سے عرض کیا، یارسول اللہ آپ نے تو حضرت علی کو کہہ دیا یہ عرب کے سردار ہیں، کیا آپ عرب کے سردار نہیں ؟ تو حضور نے فرمایا "یا عائشة أنا سید العالمین و ھو سید العرب" یعنی میں تمام عالم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔ (ص ۹۴)

☆ کتاب مذکور ہی کے صفحہ ۱۲۸ پر یہ حدیث درج ہے "یرغب الیّ فیه الخلق حتی ابراھیم" اس حدیث کے تحت حضرت فرماتے ہیں:

"اللہ اکبر سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیائے کرام میں سے حضرت ابراہیم کا نام کیوں آیا؟ یاد رکھو مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبیوں میں سب سے افضل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، تو اپنے بعد جو افضل ہیں سرکار نے ان کا نام لے لیا کہ وہ جب سب سے افضل ہیں اور میری بارگاہ کے نیاز مند ہیں تو کون میری بارگاہ کا نیاز مند نہ ہوگا" (ص ۱۲۹)

جماعت اہل سنت کے عقائد و معمولات کا اثبات:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس طرح جماعت اہل سنت ناجی و برحق جماعت ہے اسی طرح اس کے جمیع عقائد و معمولات حق و صداقت پر مبنی ہیں، اور ان عقائد و معمولات کی بنیاد قرآن و حدیث ہی پر ہے، یہ اختراعی یا وضعی نہیں ہیں۔

شارحین حدیث جس مذہب و مسلک کے حامل ہوتے تھے اگر اس کے عقائد و معمولات کسی حدیث سے ثابت ہوتے تو اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اس کی بھی

وضاحت فرماتے تھے کہ اس حدیث سے یہ عقیدہ یا معمول ثابت ہورہا ہے، اسی روش کو حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اختیار فرمایا اور جہاں جس حدیث سے جماعت اہل سنت کے جو عقاید یا مراسم و معمولات ثابت ہورہے تھے ان پر بھرپور روشنی ڈالی ہے، اس حوالے سے چند نمونے حاضر خدمت ہیں:۔

☆ **اختیارات رسول ﷺ:** ایک جگہ پر حدیث رسول ''انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی'' سے اختیارات رسول کو ثابت کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

''اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ رسول کی بارگاہ میں جانے پر جواب مل رہا ہے کہ میں قاسم ہوں اور میں خازن بھی ہوں، میرے پاس ہے بھی اور میں بانٹتا بھی ہوں، ادھر رب کریم کی بارگاہ میں جاؤ، کتاب اللہ پڑھو رب قدیر کا ارشاد ہے کہ جو دیں اسے لے لو، گویا رب کریم اپنے تمام بندوں کو اپنے بااختیار نبی کی پیاری بارگاہ میں سوال کرنے اور مانگنے کے لیے یہ بھیج رہا ہے'' (اختیارات امام النبیین ص۲۶)

غیر اللہ سے سوال کرنا: غیر اللہ کو عطائے الٰہی کا مظہر سمجھ کر اس سے سوال کرنا جائز ہے، مگر کچھ حضرات اسے شرک قرار دیتے ہیں، حضرت خطیب البراہین حدیث ربیعہ سے استدلال کرتے ہوئے ان کی لوگوں کی تردید میں فرماتے ہیں:

''پھر جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنا شرک ہے تو خود حضور ﷺ حضرت ربیعہ سے کیوں فرمارہے ہیں ''سل'' سوال کر، کیا اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو شرک کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث فرمایا تھا؟ (معاذ اللہ) یا دنیا سے شرک مٹانے کے لیے بھیجا تھا۔ جس وقت حضور نے حضرت ربیعہ سے فرمایا ''سل'' اس وقت حضرت ربیعہ نے بھی یہ نہیں عرض کیا کہ حضور غیر اللہ سے سوال کرنا شرک ہے، تو آپ سے کیوں مانگوں؟ خدا سے سوال کروں گا، حضرت ربیعہ سمجھتے ہیں کہ آپ سے مانگنا خدا سے جدا نہیں ہے، نہ ہی غیر اللہ سے سوال کرنا توحید کے منافی

ہے"۔(کتاب مذکور، ص ۱۳۱)

علم غیب:

بخاری شریف میں یہ حدیث درج ہے:

"أن النبي ﷺ صعدا حداً وابو بكر وعمر وعثمان فرجف بهم، فقال اثبت فانما عليك نبي وصديق و شهيدان"

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:۔"تیری پشت پر دو شہید ہیں حضرت عمر فاوق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابھی شہید نہیں ہوئے، ابھی تو دنیا میں موجود ہیں، شہید ہوں گے جب ہوں گے، اس کی خبر آج ہی دی جا رہی ہے، یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کسے کہا جاتا ہے علم غیب؟"(اختیارات ام النبیین ص ۳۹)

ایصال ثواب:

فلسفۂ قربانی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

"یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے فرائض وواجبات کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہیں"(ص ۴۴)

زیارت قبور اور ان کو بوسہ دینا: حقوق الوالدین میں "كفاية الشيعي" کے حوالے سے ایک حدیث درج کرنے کے بعد حضرت فرماتے ہیں:۔

"اس حدیث سے جہاں والدین کی عظمت معلوم ہوتی ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز و مستحسن ہے، چنانچہ اہل سنت و جماعت کا اسی پر عمل ہے اور یہی علمائے حق کا موقف بھی ہے"(ص،۳۶)

طلب حاجات کے لیے اولیاے کرام کی قبروں کی زیارت کرنا: الجامع الصغیر کے حوالے سے حضرت نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے "يفزع

الناس الیھم فی حوائجھم ‘‘اس کی شرح کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:۔

’’لوگ پریشانی کے وقت اپنی ضرورتوں کو لے کر ان کے پاس چلے جارہے ہیں ،دیکھو یہ بات حدیث شریف میں ہے کہ ان کے پاس لوگ چلے جارہے ہیں، جب کہ اپنے مراقد میں وہ آرام کرتے ہیں‘‘(اختیارات امام النبیین ص ۸۲)

حاصل کلام:

ماقبل کی تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ ایک زبردست شارح حدیث تھے، شرح حدیث کے لیے جو امور شرط ہیں وہ سب آپ کے اندر موجود تھے،اور شرح احادیث کے جتنے اسالیب ہیں ان سب کی رعایت کرکے آپ نے شرح حدیث کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک زبردست صوفی ہونے کے ساتھ عظیم فقیہ و محدث بھی تھے، آپ علم وروحانیت کا حسین سنگم تھے۔



خطیب البراہین کی محدثانہ بصیرت

مولانا کوثر امام قادری
دارالعلوم اہل سنت قدوسیہ فخرالعلوم، پرسونی بازار، ضلع مہراج گنج

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال کے دو تین عشروں میں کچھ ایسی مقتدر ہستیاں پیدا ہوئیں جن پر قوم وملت کو فخر وناز ہے، جنھوں نے پوری زندگی فقہ وحدیث کی خدمت میں گزاری، تقریر وتحریر، افتا، درس وتدریس میں فقہ وحدیث کو خصوصیت کے ساتھ اپنا کر ایک طرف مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی وتشہیر کی تو دوسری سمت فقہ کی باریکیوں اور حدیث رسول کے اسرار ورموز سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کی کامیاب سعی فرمائی۔

ان ہی عظیم شخصیتوں میں سے حضور خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ بھی ہیں، آپ کی شخصیت متعدّد خوبیوں کی جامع ہے، آپ کی زندگی کا ہر پہلو اور حیات بابرکات کا ہر گوشہ اس لائق ہے کہ اس پر ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے لیکن سردست اس مختصر سے مضمون میں ہم آپ کی محدثانہ بصیرت پر تفصیلی روشنی ڈالنا چاہیں گے۔

اس وقت میرے پیش نظر خطیب البراہین کی تصنیفات میں سے مجموعہ خطبات اور چند کتب ورسائل ہیں جس میں انتہائی سادگی، سنجیدگی اور شائستہ لب ولہجہ اور محبت بھرا اسلوب اپنایا گیا ہے نہ تو احادیث کریمہ، آثار مبارکہ بیان کرتے ہوئے ان کی سندوں کی تحقیق ہے اور نہ ہی رواۃ کی ثقاہت وضعف کا بیان، نہ تو فن جرح وتعدیل کی باریکیاں ہیں اور نہ ہی فن اسماء الرجال کے دقیق ومشکل مباحث کو ہاتھ لگایا گیا ہے، فن کے پیچیدہ ودشوار راہوں سے صرف نظر کرتے ہوئے سیدھے سادھے انداز میں اپنی بات پیش کردی گئی ہے۔

ایک بات ذہن میں آسکتی ہے کہ جس طرح دیگر محدثین کی کتابوں میں ضمناً یا مستقلاً فن حدیث کی باریکیاں اور نکات علم جابجا پڑھنے کو ملتی ہیں وہ یہاں مفقود ہیں ایسا کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر محدثین نے اپنی کتابیں زیادہ تر اہل علم اور علما کے لیے لکھی ہیں جب کہ حضور خطیب البراہین نے اپنی تقریر و تحریر دونوں ہی میں عوام الناس اور کم خواندہ لوگوں کے فہم و شعور کو ملحوظ رکھا ہے تاکہ بلا کسی تکلف و مشقت کے احادیث رسول ﷺ کے مفاہیم و مطالب سے آگاہ ہو سکیں۔

اس کے باوجود یہ سادہ غیر مبہم اور واضح و سلیس تحریریں ایک طرف آپ کی محدثانہ بصیرت پر دلالت کر رہی ہیں تو دوسری طرف مطالعہ کتب حدیث کی وسعت پر مبین ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اپنی تصنیفات میں قرآن کریم کی آیات، رسول اللہ ﷺ کے فرامین، صحابہ کرام کے آثار، بزرگوں، صوفیا اور فقہا کے اقوال سب کچھ انتہائی حسن ترتیب کے ساتھ بقید حوالہ پیش کرتے ہیں مگر ہر ہر عنوان کے مطابق وافر مقدار میں حدیثیں جس برجستگی اور قلم برداشتہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں اس کی عجیب ہی شان ہے۔

قربانی کے فضائل اور احکام و مسائل پر آپ نے ۱۹۸۲ء میں ایک رسالہ بنام "فلسفۂ قربانی" سپرد قلم فرمایا ہے جو ۶۴؍ صفحات پر مطبوع اور پھیلا ہوا ہے گویا کہ حجم میں مختصر ہے مگر قدر و قیمت میں رتبۂ مطول پر فائز ہے۔

اس مختصر رسالے میں آپ نے ۵۲؍ احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں، یہ حدیثیں آپ نے کتب صحاح کے کتب تفسیر اور شروح البخاری اور دیگر مستند کتابوں سے اخذ کی ہیں، خطیب البراہین نے ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء میں ایک رسالہ بنام "برکات مسواک" کے عنوان پر تحریر فرمایا تھا، بڑا ہی پُر مغز اور محبت بھرا انداز، دلکش پیرایہ میں معلومات

کا خزانہ ہے، اس رسالے میں تقریباً ۴۴ احادیث وآثار ہیں جو آپ کے کتب حدیث پر مضبوط گرفت اور وسیع مطالعہ پر غماض ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں رسالہ کا آغاز فرمایا "حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے میں بے شمار دنیوی واخروی فوائد ہیں اور ترک کرنے میں نقصان، جس کو رسول پاک ﷺ کی سنتوں سے محبت ہوتی ہے وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہوتا ہے، اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اس پر بے پناہ فضل واحسان اور انعام واکرام فرماتا ہے، اس کا اندازہ اس موقع پر بخوبی لگایا جاسکتا ہے جسے امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "الشفاء" میں نقل فرمایا ہے۔ رقمطراز ہیں:

"امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، دریں اثنا ہم سے بعض لوگ غسل کے لیے کپڑے اتار کر پانی میں اتر گئے لیکن مجھ کو آقائے دوجہاں ﷺ کی حدیث پاک یاد تھی جس میں آپ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اسے چاہیے کہ ننگے بدن غسل خانہ میں داخل نہ ہو بلکہ تہبند باندھے، لہٰذا میں نے اس حدیث پاک پر عمل کیا اور رات میں جب سویا تو خواب دیکھا کہ ہاتف غیبی مجھے پکار رہا ہے اے احمد! تمھارے لیے خوش خبری ہے کہ رب کائنات عزوجل نے سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے تمھاری مغفرت فرمادی اور تمھیں لوگوں کا امام (پیشوا) بھی بنادیا۔

میں نے اس ہاتف غیبی سے کہا آپ کون ہیں؟ تو اس ہاتف غیبی نے فرمایا میں جبریل ہو۔ (کتاب الشفاء جلد دوم) برکات مسواک صفحہ ۱۳)

مسواک کی فضیلت وفوائد پر چند حدیثیں لکھنے کے بعد انتہائی والہانہ انداز میں فرماتے ہیں:

قارئین کرام! دیکھا آپ نے مسواک کتنی عظیم سنت ہے اور کس قدر فوائد اپنے

اندر جذب کیے ہوئے ہے، تاکید یہ کی جارہی ہے کہ مسواک کرو اس میں اتنے فائدے ہیں کہ وہ رضائے مولیٰ کا سبب ہے لیکن آج کے اس ہوش ربا اور پُر فتن دور میں تقریبًا یہ سنت ختم کے قریب ہے، عصری ایجادات کے دلدل میں پھنس کر مسلمانوں نے اپنا اصلی سرمایہ کھودیا اور اسلام سے دور ہوتے چلے گئے یہی وجہ ہے کہ آج وہ ذلت وخواری سے دوچار ہیں اور انھیں کہیں سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

قوم کے مسلم جیالو! اور خیر امت کے نونہالو! اٹھوں اور کمر بستہ ہوجاؤ کہ کچھ بھی ہو تمھیں سنن رسول کی حفاظت وصیانت کرنی ہے اور اس پر عمل کرکے بتادینا ہے کہ ابھی بھی ہمارے دلوں میں عشق رسول ﷺ کا بحر ذخار موجزن ہے۔(برکات مسواک صفحہ ۸۷)

فضائل مدینہ منورہ کے عنوان پر آپ نے ایک رسالہ ۱۹۵۸ء یا ۱۹۵۹ء میں زیب قرطاس فرمایا تھا اس میں آپ نے بیس احادیث کے ذریعہ اپنی تحریر کو مزین کیا ہے اور جگہ جگہ محدثین، شارحین اور ائمۂ علم وفن کے اقوال نقل فرمائے ہیں، پورا رسالہ عشق ووارفتگی کے سامان سے لبریز ہے اور ہر بات دلائل وبراہین کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے، ائمۂ فن کے اختلافات بھی درج ہیں اور عشاقان حبیب کے خیالات بھی۔

عشق ومحبت کی دنیا میں یہ مسئلہ بڑا ہی اہم ہے اس باب میں جام عشق سے سرشار عشاقان خدا اور سول نے جداگانہ راہ اختیار کی۔ بعض لوگ مکہ معظمہ کو افضل مانتے ہیں اور بعض مدینہ طیبہ کی افضلیت کے قائل ہیں، راقم الحروف کے دل کو بھی یہی بات پسند ہے اور یہی حدیث شریف بھی ثابت ہے۔

عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ انہٗ کان جالساً عن منبر مروان بن الحکم لمکۃ ومروان یخطب الناس فذکرمروان مکۃ وفضلھا ولم یذکر المدینۃ وجد رافع فی نفسہٖ من خائل وکان اسن فقام الیہ فقال یایھا المتکلم !اراك قل اطنبت فی مکۃ وذکرت منھا فضلھا وماسکت عنہٗ من فضلھا اکبرولم تذکر المدینۃ انی اشھد

لسمعت رسول الله ﷺ یقول المدینة خیر من مکة“(ص ۱)

حضرت رافع بن خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں مروان بن حکم کے منبر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے جب وہ خطبہ دے رہا تھا، مروان نے مکہ مکرمہ کے فضائل بیان کیے لیکن مدینہ منورہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، حضرت رافع بن خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل میں اس طریقہ سے کھٹک محسوس کی، آپ کی عمر شریف کافی ہوگئی تھی پھر بھی آپ نے جرأت و بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے متکلّم! تو نے تو مکہ مکرمہ کے فضائل خوب بیان کیے لیکن ابھی اس کے بہت سے فضائل چھوڑ دیے جو عظیم ہیں اور تو نے مدینہ منورہ کی کوئی فضیلت نہیں بیان کی میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے بلا شبہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

شفا و شرح شفا میں ہے:

وھٰذامبنی علیٰ تفضیل المدینة علیٰ مکةعلیٰ ما قد منا ہ وھو قو ل عمر بن خطا ب رضی اللہ عنہٗ و ما لك ن اکثر المدینین وذھب اھل مکةالکو فةومنھم ابو حنیفةواصحا به واحمد بن حنبل وسفیا ن الثو ری وحماد وعلقمه واصحا ب الشا فعی وغیر ھم الیٰ تفضیل مکةوھو قول عطاء و ابن وھب وابن حبیب من اصحاب ما لك وحکا ہ سا جی عن الشافعی“(ص ۲)

اور یہ اس بات پر مبنی ہے، کہ مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ پر فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی قول عمر بن خطاب اور امام مالک رضی اللہ عنہما اور اکثر اہل مدینہ کا ہے اور اہل مکہ و کوفہ جس میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری اور امام حماد علقمہ شوافع وغیرہ ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور یہی قول حضرت عطا رضی اللہ عنہ اور مالکیہ میں ابن وہب اور

ابن حبیب کا اور ساجی نے خود امام شافعی سے بھی اس کی حکایت کی ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

جہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ مکرمہ سوائے کعبہ معظمہ ان دونوں میں کون افضل ہے اکثر جانب ثانی میں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے"المدینة افضل من مکة"(ص۳)

اب آپ حضور خطیب البراہین کا محبت سے پر اور محد ثانہ گفتگو ملاحظہ کیجیے فرماتے ہیں:

اب میں مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں کہ اس باعظمت مقام کی تفصیل ہدیہ قارئین کروں جسے خداوند قدوس نے اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے لیے بطور ہجرت گاہ منتخب فرمایا تھا، جسے سوختہ دل عشاق کے لیے قرار جان بننا تھا جہاں سے خلوص وللّٰہیت ،ایثار وسخاوت، جواں مردی وشجاعت، عزیمت واستقامت کے ایسے شیریں اور روح پرور چشمے پھوٹتے تھے جن سے سارے عالم انسانیت کو سیراب ہونا تھا جس کے مطلع سے علم وفضل نور ونکہت کا ایک ایسا آفتاب طلوع ہوتا تھا جس کی کرنوں سے ظلم وظلمان کو کافور ہونا تھا جس کی مسجد ومکتب سے ایسے ارشد تلامذہ کی تربیت کی تکمیل ہونی تھی جس کے نفوس قدسیہ سے مردہ دل اقوال ملل کو حیات نو بخشی جانے والی تھی جنھیں بگڑے ہوئے انسانوں کو انسان کامل بنانے کا فریضہ انجام دینا تھا۔

سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اکثر اہل مدینہ اور حضرت سیدنا عمر فاورق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔اب کی اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

وذهب الامام مالك وجمهوراصحابه الیٰ تفضيل المدينة وهو مذهب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنهٗ وكثير من الصحابة

واکثر اھل المدینۃ“(الجامع الطیف وفی فضل مکۃ واھلھا وبناء البیت الشریف صفحہ۱۵۳)

سیدنا امام مالک اور آپ کے جمہور اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے اور یہی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اکثر اہل مدینہ کا مسلک ہے۔

یعنی سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہٗ اور آپ کے جمہور اصحاب مدینہ طیبہ کو (مکہ معظمہ سے) افضل فرماتے ہیں اور یہی مسلک سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اکثر اہل مدینہ اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی ہے۔

شفاء شریف میں ہے:”وھو قول عمر بن الخطاب ومالک واکثر المدینیین“(جلد دوم صفحہ۷۵)

شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”مذہب امیر المومنین عمر عبداللہ بن عمر وطائفۃ دیگر از صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومذہب امام مالک واکثر علماء مدینہ تفضیل مدینہ است برمکہ وبعض دیگر از علما در تفضیل مدینہ برمکہ موافق ایشاں رفتہ“۔(جذب القلوب صفحہ۱۸)

سیدنا عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمر نیز دیگر صحابہ کرام اور سیدنا امام مالک اور اکثر علمائے مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے اور بعض دیگر علما نے اس کی موافقت کی ہے۔

یعنی مذہب سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نیز دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت اور سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور اکثر علمائے مدینہ منورہ کو مکہ معظمہ پر فضیلت دیتے ہیں اور بعض دوسرے علما بھی اس کا قول کرتے ہیں اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محقق بریلوی قدس سرہٗ کا بھی یہی مسلک ہے کہ مدینہ منورہ

افضل ہے، چنانچہ ملفوظ شریف میں ہے:

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے اور یہی مذہب امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور یہی میرا مسلک ہے مذکورہ بیان سے یہ بات بالکل واضح کردی گئی ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق توبیخ وانکار عبداللہ بن عباس مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"انت القائل لمكة خير من المدينة فقال عبدالله هى حرم الله وامنه وفيها بيتهٗ فقال عمر لا اقول فى بيت الله ولا فى حرمته شيئا ثم قال عمر انت القائل لمكة خير من المدينة قال فقلت هى حرم الله وامنه وفيها بيته فقال عمر لا اقول فى حرم الله وفلا فى بيته شيئا ثم انصرف"۔ (مؤطا امام مالک صفحہ ۳۶۱)

کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے کہا کہ مکہ حرم ہے خداوند تعالیٰ کا اور اس کے امن کا مقام ہے اور مکہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کا گھر ہے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں حرم حدا اور اس کے گھر کے بابت کچھ نہیں کہتا ہوں میرا تو سوال یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے، انھوں نے کہا مکہ حرم خداوندی ہے اور اس میں اس کا گھر ہے، پھر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حرم خدا اور بیت اللہ کے بابت تو دریافت ہی نہیں کرتا، چند بار اس طرح سے گفتگو رہی اور چلے گئے۔

مؤطا شریف کی یہ حدیث درج کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ازیں کلام امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر می شود کہ تفضیل مدینہ برمکہ معظمہ مستثنیٰ است و مدعا تفضیل بلدہ مدینہ است بر بلد مکہ غیر بیت اللہ"

(جذب القلوب صفحہ ۲۱)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ کو مکہ پر فضیلت دینے میں کعبہ معظمہ مستثنیٰ ہے مدعا یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا شہر سوائے بیت اللہ کے مکہ کے شہر سے افضل ہے۔

چند صفحات کے بعد حضرت خطیب البراہین ایک شبہ کا ازالہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ایک نیکی مدینہ منورہ میں پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور کعبہ معظمہ میں ایک لاکھ کا، اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے، اس کا جواب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب دیا ہے کہ مکہ معظمہ میں کمیت زیادہ اور مدینہ منورہ میں کیفیت یعنی وہاں مقدار زیادہ ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں " المدینة خير لهم لو كانوا يعلمون" مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانیں"۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۵۲)

اور یہاں قدر افزوں جسے یوں سمجھیے کہ لاکھ زیادہ یا پچاس ہزار تعداد وشمار میں وہ دونے ہیں، اسی طرح مکہ میں ایک گناہ لاکھ ہے اور وہاں گناہ کے ارادہ پر بھی گرفت ہے جس طرح نیکی کے ارادہ پر ثواب، مدینہ طیبہ میں نیکی کے ارادہ پر ثواب اور گناہ کے ارادہ پر کچھ نہیں اور گناہ کرے (معاذ اللہ) تو ایک ہی گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں، عجب نہیں کہ حدیث میں خیر لہم سے اسی بات کی طرف اشارہ ہوا کہ ان کے لیے مدینہ ہی بہتر ہے۔ (الملفوظ حصہ دوم)

دوسری حدیث نص صریح ہے کہ ارشاد ہے "المدينة افضل من المكة" مدینہ منورہ مکہ سے افضل ہے۔

فضیلت مدینہ منورہ:

ابوالولید الباجی قاضی عیاض اور دیگر علمانے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبر مبارکہ جو جسم اطہر کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے کہ "نقل

ابوالولید البابی القاضی عیاض وغیرهما الاجماع علیٰ تفضیل ماصنم الاعضاء الشریفة حتی علیٰ الکعبة"ابومحمد عبداللہ بن ابی عمر البسکری نے اس کی توثیق کی ہے وہ اپنے قصیدے میں لکھتے ہیں۔

جزال الجمیع بان خیر الارض ما

قد حاط ذات المصطفیٰ وموا ھا

ترجمہ:۔ سب علمانے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمین کا وہ حصہ سب سے افضل ہے جو ذات پاک مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

علامہ الصالحی الشامی لکھتے ہیں:

" بل نقل القاضی تاج الدین السبکی عن عقیل الحنبلی انها افضل من العرش وجزم بذالك ابوعبدالله محمد بن رزین البحیری الشافعی احد السادة العلما الاولیا فقال فی قصیدته"

بلکہ تاج الدین سبکی نے ابن عقیل سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے ابوعبداللہ محمد بن رزین البحیری الشافعی نے اس کی تائید وتوثیق کی ہے کہ یہ ابوعبداللہ زمرہ علما واولیا کے سرداروں میں سے تھے وہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:۔

ولا شك ان القبر اشرف موضع

من الارض والسبع السموات طرة

اشرف من عرش الملیك ولیس فی

مقالی خلاف عند اهل الحقیقة

اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر مبارک کہ جگہ ساری زمین اور سات آسمانوں سے اشرف ہے بلکہ مالک الملک کے عرش سے بھی یہ جگہ افضل ہے اور میں نے جو کہا اس میں اہل حقیقت کا کوئی اختلاف نہیں۔(فضائل مدینہ)

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ایک زبردست خوبی یہ ہے کہ آپ جہاں اپنی باتوں کی تائید میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول کے کلمات پیش کرتے ہیں وہیں آیات الٰہیہ کی توضیح اور احادیث رسول کی تشریح کے لیے مستند مفسرین و محدثین کے گراں قدر اقوال بھی پیش کرتے ہیں اور کوشش یہ کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ آجائے جو معتبر علما کی تحقیق کے خلاف ہو اور اگر علما کسی مسئلہ میں مختلف ہیں تو بڑی ہی خوبصورتی کے ساتھ ان کے نظریات کو بھی پیش کرتے ہیں۔

قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور اقوال محدثین و مفسرین کی روشنی میں جگمگاتی ہوئی یہ دلکش تحریر ملاحظہ کیجیے اور آپ کی محد ثانہ بصیرت کی داد دیجیے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "والفجر ولیال عشر"

(پارہ ۳۰ سورۂ فجر)

ترجمہ مع تشریح:

اس صبح کی قسم (مراد اس سے یا یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے یا یکم ذی الحجہ کہ جس سے دس راتیں ملتی ہیں یا عید الاضحیٰ کی صبح اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ مراد اس سے ہر دن کی صبح ہے کیوں کہ وہ رات کے گزرنے اور روشنی ظاہر ہونے اور تمام جانداروں کے طلب رزق کے لیے منتشر ہونے کا وقت ہے اور مردوں کے قبروں سے اٹھنے کے ساتھ مناسبت و مشابہت رکھتا ہے۔) اور دس راتوں کی (حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مراد ان سے ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیوں کہ یہ وقت اعمال حج میں مشغول ہونے کا ہے اور حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ رمضان کے عشرۂ اخیر کی راتیں مراد ہیں یا محرم کے پہلے عشرہ کی۔ (کنزالایمان، خزائن العرفان)

عشرۂ ذی الحجہ کے کس قدر فضائل ہیں اور اس میں روزہ رکھنا کس قدر باعث اجر و ثواب ہے حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"پہلی سے (یعنی ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے) نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اس پر قربانی ہو یا نہ ہو اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے۔ ہاں قربانی کرنے والے کو مستحب یہ ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز کہ اس دن اور اس کے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے"۔ (فتاوی رضویہ ج۸ ص۲۴۲)

الفجر: "اَقْسَمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالْفَجْرِ وَمَا بَعْدَهٗ لِشَرْفِهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ الْفَوَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ ،قِيْلَ فَجْرُ اَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْمُحَرَّمِ لِاَ نَّهٗ مِنْهُ تَنْفَجِرُ السِّنَةَ وَقِيْلَ هُوَ فَجْرُ ذِى الْحِجَّةِ لِاَنَّهٗ قَرَنَ بِهٖ اللَّيَالِىَ الْعَشْرَ وَقِيْلَ هُوَفَجْرُ يَوْمِ النَّحْرِ لِاَنَّ فِيْهِ اَكْثَرَ مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَفِيْهِ الْقُرْبَانُ " (تفسیر خازن جلد چهارم صفحه ٣٧٤)

یعنی اللہ عزوجل نے فجر اور اس کے مابعد کی قسم ذکر کیا اس کے شرف وبزرگی کی وجہ سے، اور اس وجہ سے جو اس میں دینی فوائد ہیں، کہا گیا ہے کہ وہ محرم کے پہلے دن کی صبح ہے، کیوں کہ اس سے سال شروع ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ کی صبح ہے کیوں کہ اللہ رب العزت نے اس سے متّصل لیالی عشر کا ذکر کیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن کی صبح مراد ہے کیوں کہ اس میں حج کے اکثر مناسک ہوتے ہیں، اور اس میں قربانی کی جاتی ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اَرَادَفَجْرَ ذِى الْحَجَّةِ لِاَنَّهٗ قَرَنَ بِهٖ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ" وَلَيَالٍ عَشْرٍ"اَوْاَرَادَ فَجْرَ الْمُحَرَّمِ اَقْسَمَ بِهٖ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ وَفِى الْخَبَرِ اِنَّ اَعْظَمَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ الْمُحَرَّمُ ". (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۳۹۳)

یعنی مراد ذی الحجہ کی صبح ہے کیوں کہ رب العزت نے اس سے متّصلاً اپنا فرمان "وَلَيَالٍ عَشْرٍ" ذکر کیا ہے یا مراد محرم کی صبح ہے اس کے قسم کو ذکر کیا، اس لیے کہ وہ

ہر سال کا پہلا دن ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام مہینوں میں سب سے عظیم تر محرم ہے۔

وَلَیَالٍ عَشْرٍ تفسیر کبیر میں ہے:

اِنَّهَاعَشَرُ ذِی الْحِجَّةِ وَفِی الْخَبَرِ مَامِنْ اَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِ اَفْضَلُ مِنْ اَيَّامِ الْعَشَرِ وَقِيْلَ اَنَّهَا عَشَرُ الْمُحَرَّمِ "(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۲۹۲)

لیالی عشر سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں نیک کام کرنا ان دس دنوں سے زیادہ اللہ عزوجل کو محبوب ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد عشرۂ محرم ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

رُوِیَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا الْعَشَرُ الْاَوَّلُ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ وَاَخْرَجَ التِّرَمِذِیُّ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَامِنْ اَيَّامِ الْعَمَلُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشَرِ وَقِيْلَ هِیَ الْعَشَرُ الْاَوَّلُ مِنَ الْمُحَرَّمِ ". (تفسیر خازن جلد چہارم صفحہ ۳۷۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں اور کہا گیا ہے کہ مراد محرم الحرام کا پہلا عشرہ ہے۔

غنیۃ الطالبین میں ہے:

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اَفْضَلُ اَيَّامِ الدُّنْيَا اَيَّامُ عَشَرِ ذِی الْحِجَّةِ "
(غنیۃ الطالبین جلد دوم صفحہ ۲۴)

حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "دنیا کے سب سے افضل ترین ایام عشر ذی الحجہ کے ایام ہیں۔

وَقَالَ اِبْنُ الزُّبَیْرِ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَنَّھَا عَشَرُ ذِی الْحِجَّۃِ۔(غنیۃ الطالبین ج۲ص۲۵)

ابن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ ہے۔

صوم وغیرہ اعمال صالحہ کے لیے رمضان المبارک کے بعد سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"مَامِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہٖ الْاَیَّامِ، قَالُوْا !یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَلاَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ وَلاَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلاَّ رَجُلاً خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَیْءٍ

(ترمذی شریف ج۱ص ۹۴، ابوداؤد شریف جلد دوم صفحہ ۲۳۱، ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۱۲۵، بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۳۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔ صحابۂ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اور نہ راہ خدا میں جہاد؟ فرمایا! اور نہ راہ خدا میں جہاد، مگر وہ کہ اپنی جان ومال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَامِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ تُعْبَدَ لَہٗ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ. (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۹۴، بخاری شریف پارہ ۴ صفحہ ۱۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن جس میں اس کی عبادت کی جاتی ہے محبوب نہیں، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کے ہر رات کا قیام شب قدر کے برابر ہے۔

خصوصًا روزہ عرفہ کے افضل ایام ہے، اس کا روزہ صحیح حدیث سے ہزاروں کے برابر ہے اور دو سال کامل کے گناہوں کی معافی ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ۔

روی الائمة الستة الا البخاری عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ عَرْفَةَ ،قَالَ: یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ (مسلم شریف ج۱ ص ۳۶۸، ترمذی شریف جلد اوّل صفحہ۹۳، ابن ماجہ جلداوّل صفحہ ۱۲۵) ولابی یعلی بسند صحیح عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعَدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَامَ یَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُ سِنَتَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ "(المعجم الکبیر للطبرانی ج۶ ص۲۲۰، کنز العمال جلد پنجم صفحہ ۶۷) وللطبرانی بسند حسن والبیهقی واللفظ لهٗ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: صِیَامُ یَوْمِ عَرْفَةَ کَصِیَامِ اَلْفِ یَوْمٍ۔ (الترغیب والترہیب ج۲ ص۱۱۲، در منثور صفحہ۲۳۱)

امام بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے بقیہ حضرات نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ سال گذشتہ وآئندہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ابو یعلی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے سند صحیح سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے مسلسل دو سال کے گناہ بخش دئیے گئے۔ طبرانی اور بیہقی نے سند حسن سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور الفاظ بیہقی کے

ہیں، ام المومنین نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ عرفہ کے دن کا روزہ ایک ہزار روزوں کی طرح ہے۔

پھر سب دنوں سے افضل روزۂ عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں سال گذشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"من صام یوم عرفة غفر لهٗ سنة امامه وسنة خلفه ومن صام عاشوراء غفر لهٗ سنة"رواه الطبرانی بسند حسن فی معجمه الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنهٗ"(معجم الاوسط)

جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے سال گذشتہ اور سال آئندہ کے گناہ بخش دیئے گئے، طبرانی نے سند حسن سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی ہے۔

محرم کے دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے:

" الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهٗ بسند لا بأس به عن النبی ﷺ من صام یوم من المحرم فلهٗ بکل یوم ثلثون حسنة".

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"افضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظیم رمضان"

رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے۔(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۵۹)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ الْعَشَرَةِ(مرقاة جلددوم صفحه۲٦۳ میں العشرة کے بجائے العشرھے)،قَالَ !یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟قَالَ

وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلاَّ رَجُل خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَیْءٍ رواہ البخاری" (بخاری شریف پارہ ۴، صفحہ ۱۳۲، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور نہ راہ خدا میں جہاد؟ فرمایا! اور نہ راہ خدا میں جہاد، مگر وہ کہ اپنی جان و مال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے۔

قولہ ھٰذہ الایام العشرۃ: اِخْتَلَفُوْا فِی اَنَّ ھٰذِہِ الْعَشَرَۃَ اَفْضَلُ اَمْ عَشَرَۃُ رَمْضَانَ اَلْمُخْتَارُ اِنَّ اَیَّامَ ھٰذِہِ الْعَشَرَۃِ اَفْضَلُ لِوَجُوْدِ یَوْمِ عَرَفَۃَ فِیْھَا وَلِیَالِیْ عَشَرَۃِ رَمْضَانَ اَفْضَلُ لِوَجُوْدِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ فِیْھَا ذَکَرَہٗ الشَّیْخُ الْمُحَدِّثِ الدِّھْلَوِیْ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)

اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ اس عشرہ کے ایام افضل ہیں یا رمضان کا عشرہ، مذہب مختار یہ ہے کہ یہ دس ایام یوم عرفہ ہونے کی وجہ سے افضل ہیں اور لیلۃ القدر ہونے کی وجہ سے رمضان کی دس راتیں افضل ہیں۔

مرقات میں ہے:

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی ھٰذِہِ الْعَشَرَۃِ وَالْعَشَرِ الْاٰخِیْرِ مِنْ رَمْضَانَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ ھٰذَا الْعَشَرُ اَفْضَلُ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ عَشَرُ رَمْضَانَ اَفْضَلُ لِلصَّوْمِ وَالْقَدْرِ وَالْمُخْتَارُ اِنَّ اَیَّامَ ھٰذِہِ الْعَشَرَۃِ اَفْضَلُ لِیَوْمِ عَرَفَۃَ وَلِیَالِیْ عَشَرِ رَمْضَانَ اَفْضَلُ لِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ لِاَنَّ یَوْمَ عَرَفَۃَ اَفْضَلُ اَیَّامِ السَّنَۃِ وَلَیْلَۃُ الْقَدْرِ اَفْضَلُ لِیَالِیْ السَّنَۃِ وَلِذَا قَالَ مِنْ اَیَّامٍ وَلَمْ یَقُلْ مِنْ لِیَالِیْ کَذَا فِی الْاَزْھَارِ۔ (مرقات جلد دوم صفحہ ۲۶۴)

علما کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ افضل ہے یا عشرۂ ذی

الحجہ۔ بعض علما نے فرمایا کہ اس حدیث کی وجہ سے یہ عشرہ افضل ہے اور بعض علما نے فرمایا کہ روزہ اور لیلۃ القدر ہونے کی وجہ سے رمضان کا عشرۂ اخیر افضل ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ دن تو بقر عید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل ہیں، اسی لیے یہاں ایام فرما گیا اور قرآن شریف میں لیالی۔

در مختار میں ہے:

ذَکَرَ الْمُنَاوِیُّ فِی شَرْحِہٖ الصَّغِیْرِ فِیْ حَدِیْثٍ اَفْضَلُ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَیَّامُ الْعَشَرِ" مناوی نے شرح صغیر میں ایک حدیث کے تحت ذکر کیا ہے کہ افضل ترین دنیا کے دنوں میں ایام ایام عشر ہیں۔

وَجَزَمَ شُرَّاحُ الْبُخَارِیِّ سِیَّمَا الْقَسْطَلَانِیُّ بِاَنَّ عَشَرَ ذِی الْحِجَّۃِ اَفْضَلُ مِنْ الْعَشَرِ الْاٰخِیْرِ مِنْ رَمْضَانَ۔ (در مختار جلد اوّل صفحہ ۱۷۸)

بخاری شریف کے تمام شارحین بالخصوص قسطلانی نے اس پر جزم کیا ہے کہ عشرۂ ذی الحجہ رمضان کے عشرۂ اخیر سے افضل ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ مَامِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْہِ عَبْداً مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ وَاَنَّہٗ لَیَدْنُوْا ثُمَّ یُبَاھِیْ بِھِمِ الْمَلٰئِکَۃَ" رواہ مسلم (مسلم شریف باب فَضْلِ یَوْمِ عَرَفَۃ صفحہ ۴۳۶، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۸، مرقات جلد چہارم صفحہ ۱۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ سے بڑھ کر ایسا کوئی دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کو آگ سے آزاد کرے۔ رب تعالیٰ اس دن بہت ہی قریب ہوتا ہے، پھر ان سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے، کہتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔

شرح مسلم میں علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيْثُ ظَاهِرُ الدَّلَالَةِ فِيْ فَضْلِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَهُوَ كَذَالِكَ وَلَوْ قَالَ رَجُلٌ اِمْرَأَتِيْ طَالِقٌ فِيْ اَفْضَلِ الْاَيَّامِ فَلِاَ صْحَابِنَا وَجْهَانِ، اَحَدُهُمَا تُطَلَّقُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِقَوْلِهٖ ﷺ خَيْرُ يَوْمٍ طُلِعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَمَا سَبَقَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَاَصَّحُّهُمَا يَوْمُ عَرَفَةَ لِلْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ" (شرح الکامل النواوی جلد اوّل صفحہ ۴۳۶)

یہ حدیث یوم عرفہ کی فضیلت میں ظاہر الدلالۃ ہے۔اور اگر کوئی آدمی کہے کہ میری بیوی کو افضل الایام میں طلاق ہے (اِمْرَأَتِيْ طَالِقٌ فِيْ اَفْضَلِ الْاَيَّامِ) تو ہمارے ائمہ کے اس میں دواقوال ہیں۔(۱) پہلا تو یہ ہے کہ جمعہ کے دن طلاق واقع ہوجائے گی،فرمان رسالت مآب ﷺ کی وجہ سے کہ جمعہ کا دن سب سے عمدہ دن ہے، لیکن اصح یہ ہے کہ اس باب کی حدیث کی وجہ سے عرفہ کے دن طلاق واقع ہوگی۔

ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ تُعْبَدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِى الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ". (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۹۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کو عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن جس میں اس کی عبادت کی جاتی ہے محبوب نہیں،اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کے ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

سُئِلَ عَنْ صَوْمِ عَرْفَةَ ،قَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ (مسلم شریف ج۱ ص۳۶۸)

رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا

کہ گذشتہ وآئندہ سال کے گناہ کو مٹادیتا ہے۔

مرقاۃ المصابیح میں علامہ ملاعلی قاری رحمہ الباری اس کی شرح بیان فرماتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں: ”وَقِيْلَ تَكْفِيْرُ السَّنَةِ الْآتِيَةِ اَنْ يَّحْفَظَهٗ مِنَ الذُّنُوْبِ فِيْهَا“ یعنی کہا گیا ہے کہ سال آئندہ کے گناہوں کو مٹانا یہ ہے کہ اس میں گناہوں سے محفوظ رکھے۔ (مرقاۃ المصابیح جلد دوم صفحہ ۵۴۰)

خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ کی محدثانہ بصیرت کی بلندی جہاں درس وتدریس میں انتہائی شان وشوکت کے ساتھ نمایاں ہے وہیں تصنیف وتالیف میں بھی خوب خوب عیاں تحریروبیان میں ہونے والی ہر حدیث کی صحت وضعف اور محدثین وشارحین کے اقوال کے ساتھ اعتراضات وجوابات نگاہوں سے اوجھل نہیں رہتے۔

اس دور میں جماعت علما پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ بہت سارے ایسے علما ملیں گے جنھوں نے مقررہ عنوان کے مطابق چند حدیثیں یاد کرلی ہیں اور محدثانہ شان کے ساتھ عوام کے روبرو حدیثیں باحوالہ بیان کرتے ہیں مگر وہی درس گاہ میں حدیث کی کوئی کتاب بحسن وخوبی پڑھانے کی صلاحیت سے قاصر ہیں۔

بعض دوسرے ایسے بھی ملیں گے جو درس حدیث کے وقت یقیناحق تشریح ادا فرماتے ہیں، شرح حدیث وتحقیق حدیث میں یگانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن وہی جلسہ گاہ عوام میں کسی حدیث کی توضیح نہیں کرتے جب کہ بعض ایسے بھی ملیں گے جو درس گاہ وجلسہ گاہ دونوں میں یکساں نظر آتے ہیں، درس گاہ جو علمی جواہر پارے، نکات فاضلہ، تحقیقات عالیہ، حدیث کی تشریح وتوضیح اور تحقیقی سند ورواۃ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں تو عوام کے جلسے میں بھی اسی آن بان کے ساتھ احادیث رسول، آثار صحابہ، اقوال محدثین وشارحین بیان کرکے عوام وخواص سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

یہی خوبیاں وکمالات حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ میں بھی نظر آتی تھی قبل ازیں آپ کی تصنیفات کے حوالے سے مختصر سی گفتگو ہوچکی جسے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ،اب ہم خطابت میں احادیث کے حوالے سے استدلال، کتب حدیث پر مضبوط گرفت نیزانداز تفہیم کا مطالعہ کرنا چاہیں گے۔

اس وقت پیش نظر آپ کی سات تقاریر کا مجموعہ ''خطبات خطیب البراہین'' ہے جو آپ کی درس حدیث اور خطبات کا بغور مطالعہ کریں تو دونوں میں واضح یکسانیت محسوس ہوگی نہ توطرز استدلال میں فرق ہے اور نہ ہی اسلوب بیان میں، ہاں درس گاہ میں چوں کہ کتب حدیث سامنے ہوتی ہے اس لیے مزید حوالے کی ضرورت نہیں اور جلسہ عوام میں کتابیں موجود نہ ہونے کے سبب تفصیل حوالہ پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ وسیلہ مصطفی ﷺ کے عنوان پر سلسلہ کلام بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم توحدیث شریف میں یہ پاتے ہیں، پہلے ہی دور سے یعنی دور صحابہ سے آج تک ہم امت کا عمل اسی پر پاتے ہیں کہ جب کوئی پریشانی ہوتی ہے، جب کوئی مصیبت ونافرمانی کا کام ہوتا ہے اور بعدہٗ گنہگار خوف الٰہی سے کانپ جاتا ہے، لرز جاتا ہے تو اپنے محبوب کا وسیلہ بناتا ہے اور ضروریاد کرتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سماعت فرمائیں کہ ایسے موقع پر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ میں حاضر ہوتے۔ بخاری شریف ہے، اس کی پہلی جلد ہے اس کا ساتواں پارہ ہے صفحہ ۲۶۰ ہے''۔(خطبات خطیب البراہین صفحہ ۶۱)

اس کے بعد آپ نے لمبی حدیث شریف تلاوت فرمائی پھر اپنے انداز میں ترجمہ فرماتے ہیں نیز از خود سوال پیدا کر کے فتح الباری شرح صحیح البخاری، سنن دارقطنی، ابوداؤد اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی روشنی میں سوال کا ایسا عمدہ جواب بیان کرتے ہیں کہ اہل نظر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، ضیافت طبع کے لیے کچھ حذف واضافے کے ساتھ ہم آپ کا بیان سپرد قلم کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم سب حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھی، اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور حاضر ہونے کے بعد ادب سے عرض کیا "ہلکت یارسول اللہ" یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، برباد ہوگیا یارسول اللہ!

سرکار نے فرمایا:

مالک! تم کہو کیا بات ہے؟

عرض کیا یارسول اللہ! رمضان المبارک کا مہینہ جن کے روزہ فرض ہیں اور ممانعت ہے کہ اہلیہ کی مخصوص ملاقات دن میں نہ ہو یارسول اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئ یہ گناہ کا کام مجھ سے ہوگیا اس لیے حاضر بارگاہ ہوں۔

آقا نے حکم شرعی سے آگاہ کیا، ارشاد فرمایا اچھا یہ بتاؤ "ھل تجد رقبة تعتقھا" کوئی غلام ہے تمھارے پاس جسے آزاد کرسکتے ہو؟ چوں کہ یہ غریب تھے، غلام نہیں تھے، عرض کیا یارسول اللہ! غلام نہیں ہے، سرکار کیا کروں غلام نہیں ہے؟ فرمایا "ھل تقدر ان تصوم شھر ین متتابعین" کیا تمھیں اتنی قوت ہے کہ دو مہینے مسلسل روزہ رکھو، اس کا کفارہ یہی ہے، اگر غلام نہیں آزاد کرسکتے ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھو۔

بخاری شریف کی حدیث ہے "قال لا" اس کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن اور دوسری جگہ بخاری شریف کی شرح فتح الباری اس کی چوتھی جلد صفحہ ۱۵۰ ہے، اس میں ایک حدیث مبارکہ کا یوں ذکر کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو مہینے کا روزہ مسلسل رکھ سکتے ہو؟ عرض کیا نہیں یارسول اللہ! پھر عرض کیا "ھل ماجاء نی الا من الصوم" یارسول اللہ! مجھ سے یہ غلطی ہوگئ اور بعد غلاظت میں پڑ گیا ہوں تو اس کا سبب روزہ ہی تو تھا یارسول اللہ! ایک مہینے کے روزے میں میں بچ نہ سکا یہ غلطی

ہوگئی تو مسلسل دو مہینے کیسے رکھوں گا؟

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "هل تجد اطعام ستين مسكيناً" کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کیا "لا" یارسول اللہ! یہ بھی نہیں کر سکتا، نہ غلام آزاد کر سکتا ہوں، نہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہوں اور نہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہوں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "بينما نحن علىٰ ذالك" ہم اسی درمیان ہی تھے، ہمارے سر جھکے ہوئے تھے، ادب واحترام کا مقام تھا، تھوڑی دیر کا وقفہ گذرا تھا "اتى النبي ﷺ بعرق" دیکھا کہ سرکار کی بارگاہ میں ایک صاحب حاضر ہوئے ایک بہت بڑا عرق لے کر چھوہاروں سے بھرا ہوا تھا، عرض کیا یارسول اللہ! یہ آپ کی بارگاہ میں نذر ہے، حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی نظریں اٹھیں فرمایا "اين السائل" سائل نے سمجھ لیا ہوگا کہ کسے پکارا جارہا ہے، حدیث شریف کے الفاظ ہیں جیسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اين السائل، قال انا يارسول الله" کھڑے ہوگئے یارسول اللہ! میں حاضر ہوں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "خذهٰذا فتصدق به" اچھا کچھ نہیں کر سکتے ہو تو اسی کو لے جاؤ خیرات کردو، غریبوں میں بانٹ دو یہ تو کر سکتے ہو؟ اللہ اللہ جب سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا "خذهٰذا فتصدق به" لے جاؤ خیرات کردو، غریبوں میں تقسیم کردو تو ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں "اعلىٰ افقر منى" یارسول اللہ! اپنے سے زیادہ مسکین کو ڈھونڈھوں، زیادہ غریب کو تلاش کروں؟ ابھی حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ فرمایا نہیں تھا کہ پھر کہہ بیٹھے "فوالله مابين بيتها اهل بيت افقر من اهل بيتى" خدا کی قسم یارسول اللہ! مدینہ منورہ کے پورے گھروں میں میرے گھر سے زیادہ کوئی گھر محتاج والا نہیں ہے، جب اتنا کہا کہ خدا کی قسم سب سے زیادہ محتاج میں ہوں تو حدیث شریف میں ہے کہ رحمت کو پیار آگیا "فضحك النبي ﷺ" اتنا کہنا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ

مسکرانے لگے لیکن سرکار کو ہنسی نہیں آئی " حتی بدت انیابه (نو اجذه) "دندان مبارک کی سفیدی ظاہر ہوگئی۔

سرکار دوعالم ﷺ نے اس موقع پر مسکرا کر فرمایا " فاذهب اطعمه اهلك " اچھا جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ، اس قسم کا کفارہ کسی نے سنا ہے، معلوم ہوا کہ یہ کفارہ نہیں سزا کو انعام سے بدلنا ہے اور اسی پر بس نہیں بخاری شریف میں اور فتح الباری شرح بخاری چوتھی جلد صفحہ ۱۵۰، نیز سنن دار قطنی کی حدیث شریف میں ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دریائے کرم جوش میں آیا، حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا " ف اکل انت و اهلك " تم بھی کھالینا اور گھر والوں کو بھی کھلا دینا تو خود کھالینے سے کفارہ ادا ہوجائے گا، پھر دریائے کرم جوش میں آیا اور ارشاد فرمایا " فقد کفر الله عنك " اللہ نے تیری طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کفارہ اگر ادا ہوجائے گا تو لوگوں کے لیے سند ہوجائے گی، اس کی ممانعت آئی ہے، دیکھو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۲۲۰، میں جہاں کفارہ کا ذکر ہے وہاں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا " یجز یك و لا یجز یك احد بعدك " یہ تیرے لیے کافی ہے، تیرے کے بعد کسی کے لیے کافی نہیں۔

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہم یہ بھی پاتے ہیں، امام شہاب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار کی خصوصیت ہے کہ خاص فرمادیا، لیکن اگر کوئی آج ایسا کام کرے " لم یکن له من التکفیر " اس کے لیے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، اسے کفارہ دینا ہی ہوگا، یہ ان کے لیے خصوصیت تھی۔ (ملخصا خطبات صفحہ ۶۵ تا ۶۹)

ذرا بغور مطالعہ فرمائیں اس واقعہ کو متعدّد راویوں نے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے مگر اس باب کی ساری حدیثوں کو اس خوب صورتی کے ساتھ جوڑ کر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے واقعہ کی منظر کشی کی ہے کہ اٹھنے والے سارے سوالات بھی

مندفع ہو گئے اور حدیث کامل کی تشریح و توضیح بھی ہو گئی۔

صحابۂ کرام میں سے تین شخصیات نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۲) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ لیکن حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے بیان واقعہ کے وقت جس روایت کو لیا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس کی توضیح کے لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات پیش کی ہیں جب کہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا تھا مگر اس کی وجہ میری ناقص فکر میں یہ آئی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صحاح ستہ میں مندرجہ ذیل پانچ کتابوں میں ہے۔

(۱) صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۵۹ (۲) صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۵۴ (۳) سنن ترمذی باب ماجاء فی کفارۃ الفطر فی رمضان (۴) سنن ابوداؤد جلد اول صفحہ ۳۵۲ (۵) سنن ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ میں ہے۔

اور دوسری روایتوں میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت مندرجہ ذیل دو کتابوں میں ہے۔(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۵۵ (۲) سنن ابوداؤد جلد اول صفحہ ۳۳۵۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت باختصار سنن دارقطنی جلد اول صفحہ ۲۱۱۔

اب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی نگاہ بصیرت کی داد دیجیے کہ آپ نے اصحاب تخریج کے مراتب کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو اصل قرار دیا اور کلام کی بنیاد اسی پر رکھی۔ سبحان اللہ!

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا حافظہ اتنا قوی اور کلمات احادیث پر ایسی مضبوط گرفت ہے کہ بیان کا کوئی شوشہ گوشہ تشنۂ کلام نہیں رہتا، حدیثیں پڑھتے ہیں، اس کی تشریح کرتے ہیں، ضروری اعتراض پیدا کرتے ہیں اور خود ہی جواب تلاش کرتے

ہیں اور وہ عقلی جولانیت اور پرواز خیال کی روشنی میں نہیں بلکہ احادیث ہی کے حوالے سے ایسا کافی وشافی جواب ڈھونڈ لاتے ہیں کہ مخالف دم بخود رہ جائیں اور اہل عقیدت مست وسرشار ہوجائیں۔

آئیے اس کی بھی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔

اختیار مصطفی ﷺ کے عنوان پر یوں محو کلام ہیں:

"بخاری شریف کی پہلی جلد بارہواں پارہ صفحہ ۴۴۹ ہے، امام بخاری نے جو ابواب ترتیب دیئے ہیں اسی مقام پر جو عنوان قائم کیے ہیں وہیں سے عظمت مصطفی ﷺ کا ذکر ہورہا ہے، یہ فرماتے ہیں "باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب" یہ باب جزیرۂ عرب سے یہود کے نکال دینے کا "امر النبی ﷺ باخراج الیھود من جزیرۃ العرب" نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ سرزمین عرب سے قوم یہود کو نکال دو"۔ (خطبات صفحہ ۱۰۰)

اب باب کی وضاحت کرتے ہوئے ایک سوال قائم کرتے ہیں۔

"کوئی سوچ سکتا ہے کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ کو یہ طاقت ملی تھی، کیا اللہ نے انھیں زمین کا مالک بنایا تھا، کیا وہ زمین کے مالک تھے جسے چاہیں رہنے دیں اور جسے چاہیں نکال دیں"۔

اس کا جواب دیتے ہیں:

"لیکن جب سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا جزیرۂ عرب سے نکال دو تو اس شبہے کا ازالہ بھی فرمادیا، بخاری شریف کا بارہواں پارہ ہے پہلی جلد صفحہ ۴۴۹ ہے: "قال رسول اللہ ﷺ اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ" یعنی جان لو! کہ زمین کا مالک اللہ ہے اور اس کی عطا سے اللہ کا رسول ہے"۔

"امام اجل امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو صحیح مسلم شریف کے شارح ہیں، صحیح مسلم شریف کے ساتھ حاشیہ پر اس کی شرح بھی ہے تو صحیح مسلم شریف اس کی دوسری جلد صفحہ ۹۴ ہے شارح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنیٰ ہے کہ زمین کے لیے ان کو

مالک بھی بنادیا اور زمین کا حاکم بھی بنادیا“۔

اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مصطفی ﷺ مالک تو مالک تصرف کرسکتا ہے جب قبضے کا ثبوت ہوجائے، قبضہ کا ثبوت کہاں ہے؟ تو سنو! بخاری شریف کا بارہواں پارہ ہے، اس میں یہ حدیث شریف موجود ہے، سرکار ارشاد فرماتے ہیں:

”قال رسول اللہ ﷺ بین انا نائم او تیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی“ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے حجرے میں آرام کررہا تھا، حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کے حکم سے آئے اور خزانے کی کنجیاں لے کرآئے، پھر سوال اٹھتا ہے کہ وہ خزانے کی کنجیاں کہاں رکھی گئیں؟

”قال رسول اللہ ﷺ فوضعت فی یدی“ میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں اور جب خزانے کی کنجیاں آپ کے دست پاک پر رکھ دی گئیں تو قبضہ کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ (خطبات صفحہ ۱۰۵)

یہ تو صرف دو مثالیں ہوئیں، اس طرح کثیر مثالیں آپ کی کتب و رسائل اور خطبات میں موجود ہیں جو حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی محدثانہ بصیرت اور علم حدیث میں کامل دسترس کو ثابت کررہی ہیں۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



حضور خطیب البراہین کی فقہی بصیرت

مولانا غلام سید علی علیمی نظامی
استاذ-دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا خالق و مالک کون ہے؟

یہ دونوں سوالات جتنے اہم ہیں اس سے کہیں زیادہ مشکل، ایں و آں سے لے کر سقراط و بقراط اور ارسطو جیسے دماغوں میں بھی یہ سوال ابھرتے رہے ہیں، سب اپنے ظرف یا مطلب کے موافق اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے، مگر اسے ان دماغوں کی بدنصیبی ہی کہا جاسکتا ہے کہ آج بھی انسان اپنی حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

کسی نے انسان کو حیوان ناطق کہا تو کسی نے عالم اصغر، اور کسی نے تو اس کو بالکل نے حقیقت کہہ دیا... مٹھی بھر ہڈی اور بس... ایک صاحب نے کہا ہے۔

اک مشت استخواں پر نہ اتنا غرور کر
قبریں بھری پڑی ہیں عظام رمیم سے

ہو سکتا ہے کہ یہ تمام باتیں اپنی اپنی جگہ پر درست بھی ہوں مگر ہمیں تو اس حقیقت پر یقین ہے کہ جو رب شناسی کے سرمایہ گراں مایہ سے ہم کنار ہو جائے تو وہ خود شناسی کا مرحلہ بھی طے ہی کر لیتا ہے، رب شناسی کا راستہ خود رب تعالیٰ نے واضح انداز میں بیان کر دیا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ [العنکبوت ۶۹]

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اس

آیت کے تحت رقم فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباس رضِی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے ۔ حضرت جنید نے فرمایا جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی راہ دیں گے ۔ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلبِ علم میں کوشش کریں گے انہیں ہم عمل کی راہ دیں گے ۔ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامتِ سنّت میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنّت کی راہ دکھادیں گے۔

انسانوں کی بھیڑ بھاڑ والی اس دنیا میں ایسے لوگوں موجود رہے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے، جن لوگوں نے قرآن پاک کے ذریعہ بتائے گئے طریقہ پر چل کر حق کی تلاش کرلی ہے، ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بہت دور رہتے ہیں ، ان کے نزدیک دنیا کی حیثیت تنکا بھر سے زیادہ نہیں ہوتی، دنیا کی آسائشیں ان کے قدموں میں دوڑ دوڑ کر آتی ہیں مگر کیا مجال کہ اللہ والے اس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی ڈال لیں۔۔۔ ان کا ظاہر باطن یکساں، ان کی خلوت و جلوت برابر، دل کے صاف، زبان کے پکے، کردار کے دھنی، قلند صفت، صائم النہار، شب زندہ دار، خشیت الٰہی، خلوص وللّٰہیت اور آہ وگریہ زاری ان قدسی صفات کا شیوہ ہوتا ہے، حیات ظاہری میں لوگوں کے دل ان کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں اور بعد وفات بھی ایک جہاں اکتساب فیوض وبرکات کے لیے دوڑا چلا آتا ہے۔

رب تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کو اس طرح نواز دیتا ہے کہ وہ افق عالم پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکتے ہیں، اپنے اپنے میدان میں یکتا و یگانہ نظر آتے ہیں، کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ فضل الٰہی کا بارانِ بے حساب ان کے اوپر اتنا ٹوٹ کر برستا ہے کہ ہر ہر زاویہ سے طاق ہوجاتے ہیں، اہل نظر قدرت الٰہی کا اعتراف کرتے ہوئے چیخ اٹھتے ہیں:

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ پورے جہان کو فرد واحد میں جمع کر دے)

ماضی قریب میں انھیں عارفین حق میں پیر طریقت، خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ (وفات یکم جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴؍مارچ ۲۰۱۳ء) کی ذات ستودہ صفات گزری ہے، حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ بلاشبہہ ان لوگوں میں سے جنھوں نے کئی وجہوں سے دنیا کو متاثر کیا، آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک عارف باللہ کے اندر موجود ہوتی ہیں، علاوہ ازیں آپ علم وفضل کے میدان میں بھی یکتاے روزگار تھے، علوم نقلیہ وعقلیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، بالخصوص حدیث، تفسیر، فقہ اور فضائل وسیر میں آپ کی خاص دلچسپی تھی جیسا کہ آپ نے ایک انٹرویو میں اس کا اظہار فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ:

”یوں تو درس نظامیہ کے جملہ فنون پڑھنے اور پڑھانے کا شوق شروع ہی سے تھا، لیکن تفسیر، حدیث، فقہ اور فضائل وسیر سے میری دلچسپی زیادہ تھی“۔(محدث بستوی نمبر، سہ ماہی نوری نکات بستی ص ۲۲)

علم حدیث وتفسیر میں آپ کی وسعت نظر کا اندازہ کرنے کے لیے آپ کے خطبات کا مجموعہ بنام ”خطبات خطیب البراہین“ ہی کافی ہے، اس کے علاوہ آپ کی حدیث دانی پر محب گرامی حضرت مولانا کمال احمد علیمی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی نے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا ہے۔ یہاں آپ کی فقہی بصیرت پر کچھ کہنے کی جسارت کی جارہی ہے اس اعتراف کے ساتھ کہ جو کچھ بھی بیان ہوگا، حضرت کی عبقری شخصیت اس سے سوا ہے، کیوں کہ جس کے علم وفضل کے اعتراف میں حضرت بحرالعلوم علیہ الرحمہ جیسی قدآور علمی شخصیت ”چلتی پھرتی لائبریری“ کہتی ہوئی نظر آئے، مجھ جیسا مبتدی ان کے علمی مقام کو کیوں کر متعیّن کر سکتا ہے۔

اختلاف فقہا پر نظر اور ان کے مابین تطبیق:

فقہی گیرائی کا اندازہ کسی مسئلہ میں فقہا کے مابین پائے جانے والے اختلافات اور پھر ان سب کے درمیان تطبیق پر آگہی سے لگایا جا سکتا ہے، حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی تصنیفات اور افادات دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نظر ان دونوں باتوں پر بڑی ہی وسیع تھی چنانچہ آپ نے ایک جگہ حاشیہ در مختار کے حوالہ سے روزہ کی تعریف میں فقہا کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

روزہ مطلقاً امساک یعنی باز رہنے کو کہتے ہیں اور عرف شرع میں اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً ائمہ حنفیہ فرماتے ہیں کہ امساک مخصوص یعنی مفطرات ثلٰثہ، کھانے، پینے اور جماع سے صفت مخصوصہ کے ساتھ باز رہنے کا نام روزہ ہے، ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ علی وجہ المخصوص مفطرات سے باز رہنے کا نام روزہ۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ نیت کے ساتھ پیٹ اور فرج کی شہوتوں سے پورے دن باز رہنے کا نام روزہ ہے اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ اشیاء مخصوصہ سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔

اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے درمیان ایسی جامع تطبیق دی کہ آپ کی فقہی بصیرت پر طبیعت مچل جاتی ہے، رقم فرماتے ہیں:

”ان سب کا مفاد یہ ہے کہ مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے، پینے اور جماع سے باز رکھنے کا نام روزہ ہے اور عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔“ (برکاتِ روزہ ص ۲۷)

رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا یا مستحب؟ اس میں بھی فقہاے کرام کا اختلاف ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

”رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا یا مستحب۔

اس کے بارے میں فقہاے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

شارح مسلم علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واختلف العلما هل کا ن صوم عاشوراء واجباً قبل ایجاب رمضان ام کا ن الامر به ندبا ، وجهان لاصحاب الشافعی،اظهرهما لم یکن واجباً و الثانی کان واجباً و به قال ابو حنیفة رحمة الله تعالیٰ علیه (شرح مسلم ص۳۰)

اور علما نے اختلاف کیا، کیا عاشورا کا روزہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے واجب تھا یا مستحب؟ اس میں اصحاب شافعی کے دو قول ہیں اور ان دونوں میں مشہور قول فرض ہونے کا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ واجب تھا اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے (یعنی رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ واجب تھا)

اس کے بعد فیصلہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لیکن رمضان شریف کے روزے فرض ہونے بعد کسی کے نزدیک بھی عاشورا کا روزہ فرض نہیں رہا، اب سب کے نزدیک سنت ہے، جیسا کہ شارح مسلم علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اتفق العلما علی ان صوم یوم عاشوراء الیوم سنةلیس بو اجب۔ (شرح صحیح مسلم شریف ص۳۵۷)

علما نے عاشورا کے دن کے روزے پر اتفاق کیا کہ اب وہ سنت ہے واجب نہیں ہے۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ نے نفل روزوں کی دو قسمیں بیان فرماتے ہوئے عاشوراء کے دن کے روزے کو نفل مسنون سے شمار فرمایا۔ بہارِ شریعت میں ہے:

نفل دو ہیں:۔ نفل مسنون اور نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی۔ (بہار شریعت حصہ۵ ص۹۹)(برکات روزہ ص۹۱)

تائید فقہ حنفی:

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ فقہ حنفی کی تائید بڑے ہی دل پذیر پیرائے میں کرتے ہیں چنانچہ تراویح کی رکعتوں کی تعیین میں فقہائے کرام باہم مختلف ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں:

"قد اختلف العلما فی العدد المستحب فی قیام رمضان علیٰ اقوال کثیرۃ فقیل احد و اربعون و قیل ثمان و ثلاثون و قیل ست و ثلاثون و قیل اربع و ثلاثین و قیل ثمان و عشرون و قیل اربع و عشرون و قیل عشرون و قیل ثلاث عشرۃ وقیل احد عشرۃ رکعۃ" (عمدۃ القاری ملخصاً۹،۲۰۱ مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر)

علمائے کرام نے تراویح کی رکعتوں کی مستحب تعداد کے بارے میں اختلاف کیا ہے، اس سلسلے میں بہت سارے اقوال وارد ہوئے ہیں، چنانچہ ایک قول کے مطابق نماز تراویح میں اکتالیس ایک قول کے مطابق اڑتیس ایک کے مطابق چھتیس ایک کے مطابق چونتیس ایک کے مطابق اٹھائیس ایک کے مطابق چوبیس ایک کے مطابق بیس ایک کے مطابق تیرہ اور ایک قول کے مطابق گیارہ رکعتیں ہیں۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے، حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ مذہب احناف کی تائید میں بدائع صنائع کی عبارت پیش فرماتے ہیں، جس کا ترجمہ آپ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

تراویح کی مقدار دس سلاموں، پانچ ترویحوں کے ساتھ بیس رکعت ہے اور ہر دو سلام کے بعد بیٹھنے کو ترویحہ کہتے ہیں، یہی عامہ علما کا قول ہے، امام مالک کا ایک قول ہے کہ چھتیس (۳۶) رکعت ہے اور ایک قول یہ کہ چھبیس (۲۶) رکعت ہے، البتہ صحیح عامہ علما

کا قول ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رمضان کے مہینہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اکٹھا کیا، چنانچہ وہ روزانہ صحابہ کرام کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہ کیا۔(بدائع صنائع ج ۱، ص ۲۸۸)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ پر ہے:

قال ابن عبد البر و هو قول جمهور العلما و به قال الكوفيون و الشافعى و اكثر الفقهاء و هو الصحيح عن ابى بن كعب من غير خلاف من الصحابة.

علامہ ابن البر نے فرمایا کہ (بیس رکعت) جمہور علما کا قول ہے علمائے کوفہ، امام شافعی اور اکثر فقہا یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے اور ابی بن کعب سے منقول ہے اور اس میں صحابہ کرام کا اختلاف نہیں ہے۔

مرقات میں ہے:

اجمع الصحابةعلیٰ ان التراويح عشرون ركعة. (ج۲،ص۱۷۵)

صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔

شامی میں ہے:

هى عشرون ركعةو هو قول الجمهور و عليه عمل الناس شرقاً و غرباً۔(جلد دوم صفحہ ۴۹۵)

تراویح بیس رکعت ہے، یہی جمہور علما کا قول ہے اور شرق و غرب میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔(برکات روزہ ص ۱۰۵)

مذاہب اربعہ کے فقہی احکام پر اطلاع:

حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ نہ صرف یہ کہ مسئلہ کا حل حنفی فقہ کی روشنی میں پیش کرتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر اپنے دعوی کی دلیل چاروں فقہی مذاہب سے فراہم کرتے ہیں، چنانچہ داڑھی منڈانے کی حرمت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا متفقہ قول ہے کہ داڑھی منڈایا حرام ہے، کسی نے بھی داڑھی منڈانے کی ذرہ برابر گنجائش نہیں رکھی ہے۔(داڑھی کی اہمیت ص ۲۳)

اس کے بعد ہر ایک مسلک فقہ کی معتمد کتابوں سے اس دعوی کو ثابت کیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کے لیے در مختار اور کتاب الاثار سے، فقہ حنبلی کے لیے الفقہ علی المذاہب الاربعۃ سے، فقہ شافعی کے لیے شرح الحباب سے، فقہ مالکیہ کے لیے الابداع فی مضار الابتداع سے عبارتیں نقل کیں۔(ملاحظہ ہو داڑھی کی اہمیت ص ۲۵)

معتمد فقہی کتابوں سے کثرت حوالہ:

اس باب میں حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ اپنی مثال آپ ہیں، آپ کی تصانیف میں حوالوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

(آپ کی تصانیف میں) حوالوں کی اس قدر بھرمار ہے کہ اگر حوالوں کے درمیان سے ان کی مختصر دل پذیر شرح اور سادہ جامع تبصرہ نکال دیجئے تو بس حوالے ہی حوالے ہیں، اصل عربی عبارات کے ساتھ ان کے اردو ترجمے بھی ہیں۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن و حدیث اور بزرگوں کی باتوں میں جو تاثیر ہوتی ہے وہ ایک داعی و خطیب کی اپنی باتوں میں نہیں ہوتی۔(سہ ماہی نوری نکات، محدث بستوی نمبر ص ۳۸)

آپ کی تصانیف میں جہاں جہاں فقہی مسائل کا ذکر ہوا ہے آپ نے اس کو معتمد

کتب فقہ کے حوالوں سے مزین کیا ہے، اس سے آپ کی علم فقہ میں دقت نظر کے علاوہ استحضار علمی کا پتہ چلتا ہے، اس ضمن میں دو ایک مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

آپ نے داڑھی کی اہمیت کے زیر عنوان ایک مختصر مگر جامع رسالہ تصنیف فرمایا، اصل رسالہ کے کل صفحات ۲۳ ہیں، اس رسالہ میں مندرجہ ذیل فقہی حوالے موجود ہیں:

فتح القدیر کا حوالہ ۷ مرتبہ، بحر الرائق کا ۴ مرتبہ، الدر المختار شرح تنویر الابصار کا ۴ مرتبہ، حاشیہ مراقی الفلاح کا ایک مرتبہ، کتاب الاثار کا ۲ مرتبہ، عنایۃ شرح الهدایۃ کا ایک مرتبہ، غنیۃ ذوی الاحکام کا ایک مرتبہ، الفقہ علی المذاهب الاربعۃ کا ۳ مرتبہ، الابداع فی مضار الابتداع کا ایک مرتبہ، شرح الحباب کا ایک مرتبہ، فتاوی رضویہ کا ۳ مرتبہ، لمعۃ الضحٰی کا ۱۲ مرتبہ، احکام شریعت کا ایک مرتبہ اور بہار شریعت کا ایک مرتبہ۔

علاوہ ازیں آپ کی تصنیف لطیف روزہ کے احکام میں فقہی کتابوں کے حوالہ جات کچھ اس طرح مذکور ہیں:

قدوری (۲ بار)، در مختار (۷ ۲ بار)، رد المحتار (۱۴ بار)، حاشیۃ رد المحتار (ایک بار)، ہدایۃ (۲ بار)، عالمگیری (۲۲ بار) فتاوی رضویہ (ایک بار)، طرق اثبات ہلال (ایک بار)، العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار (۳ بار)، بہار شریعت (۳۸ بار) قانون شریعت (۱۰ بار)۔۔

بالجملہ !ان تمام شواہد کے پیش نظر، یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ نہ صرف یہ کہ ایک عظیم مفسر، محدث، خطیب، مدرس اور مرشد برحق تھے بلکہ ایک ماہر فن فقیہ بھی تھے۔



حضور خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں

حضرت مفتی صدر الوریٰ مصباحی
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

زبدۃ الاتقیا، بقیۃ الاصفیا، حضور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگرو خلیفہ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ ان علما میں سے ایک تھے جو اپنی گوناگوں خوبیوں اور لاجواب فضائل وکمالات کی بنیاد پر جماعت اہل سنت وجماعت میں صف اول کے مقتدر علما و مقتدا شمار کیے جاتے تھے۔

تدریس وتقریر، دعوت وارشاد، وعظ ونصیحت، زہدوپارسائی، تقویٰ وطہارت، خلوص وللٰہیت علم وعمل، فکرونظر کے ایک ایسے سرچشمہ تھے جس سے نامعلوم کتنے تشنگان علم وعمل کو سیرابی حاصل ہوتی رہی، مدرسین میں نگاہ اٹھاکر دیکھا جائے توان میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت ایک ممتاز باکمال مدرس کی حیثیت سے درخشاں وتاباں نظر آتی ہے، علوم عقلیہ ہوں یا علوم نقلیہ آپ دونوں ہی کے حسین سنگم تھے، علم حدیث شریف کا درس دینا شروع کیا تو ایک عظیم شیخ الحدیث کے منصب سے سرفراز ہوگئے، جن کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں طالبان علوم نبوت نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور آپ کے آبشار علم وفضل کے سوتوں سے قلوب واذہان کو سیراب کیا اور آج بھی فیوض وبرکات کے طلب گار پروانے عشق وعرفان میں ڈوب کر اس شمع فروزاں کے مرقد کے گرد چکر کاٹتے رہتے ہیں اور حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہتے ہیں۔

استقامت فی الدین اور زہدوورع کا یہ حال تھا کہ خلاف شرع کوئی بات سننا ہرگز گوارانہیں کرتے، سفید لنگی وکرتا سفید ٹوپی اور عمامہ میں ملبوس زہدوتقویٰ کے مجسمہ ذکر

وفکر میں ہمہ وقت مشغول اورادو ظائف سے رطب اللسان قوم وملت کے مرشد طریقت '' اُدۡعُ اِلیٰ سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ '' پر سختی سے عمل پیرا رہ کر نہ جانے کتنے گم گشتگان راہ کو صحیح نشان منزل کی رہنمائی سے شاد کام فرمایا، اللہ اللہ سادگی میں وہ نورانی چہرہ جسے دیکھ کر خدا یاد آئے، آنکھوں سے شب بیداری مگر چہرہ پر تازگی کے وہ آثار کہ محسوس ہوتا تھا کہ پوری رات عبادت وریاضت، ذکر وفکر میں گزار کر شراب اِنَّا اَعۡطَیۡنَا کے جام طہور سے سرشار ہوکر امام غزالی کی مجلس سے اٹھ کر چلے آرہے ہیں۔

خطابت اور وعظ وتذکیر پر جب اترتے تھے تو جس موضوع پر چاہتے دلائل وبراہین کے ایسے جوہر دکھاتے کہ سننے والے حیرت واستعجاب میں انگشت بدنداں ہوکر رہ جاتے تھے، کسی مسئلہ کو قرآن کریم کی آیتوں سے مبرہن کرنا ہوتا تو پارہ، رکوع، آیت نمبر اس طرح بیان کرتے کہ حافظ قرآن کیا بیان کرسکتا ہے؟ احادیث نبویہ سے مدلل وپختہ کرنا ہوتا تو صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث سے جلد وصفحہ کی تعین کے ساتھ اس حسین انداز میں حدیثیں پڑھتے تھے کہ سامعین یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوجاتے تھے کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ایک نگاہ اگر بخاری شریف پر ہے تو دوسری نگاہ مسلم شریف ودیگر کتب احادیث پر ہے اور یہیں تک محدود نہیں بلکہ اپنے موقف کی تائید میں مرقات، مدارج النبوۃ، روض الریاحین ودیگر کتب معتمدہ کے نصوص پیش فرماکر اسے ایسا مستحکم بنادیتے تھے کہ اس کے آگے کسی مخالف کو مجال دم زدن نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ پوری جماعت اہل سنت وجماعت میں آپ خطیب البراہین کے نام سے جانے وپہچانے جاتے تھے اور یہ وصف آپ کے لیے علم کی حیثیت اختیار کرگیا ہے کہ جس مجلس میں بھی یہ لفظ بولا یا سنا جاتا ہے تو بلا تردد آپ ہی کی ذات متبادر ہوتی ہے اور صفحہ خاطر پر آپ ہی کی شخصیت ثبت ہوجاتی ہے بلکہ دوسرے کے لیے اس لفظ کا استعمال عجیب سا لگتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ حقیقت میں خطیب البراہین تھے،

اپنے خطبات میں دلائل وبراہین کے انبار جمع کر دیتے تھے، اس پر بھی تصحیح نقل کا بھرپور التزام ہوتا تھا جب کہ یہ ایسی دشوار گزار پرپیچ وادی ہے کہ ہر کس وناکس کا اس راہ پر چلنا آسان نہیں مگر اللہ رب العزت نے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا کہ پورے حوالے کے ساتھ اپنے مطالب عالیہ کو خوب مدلل ومبرہن کر دیتے تھے، یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف آپ کے اصاغر، اقران، اکابر ہر ایک کو ہے۔

افسوس کی ایسی باوقار پُرعظمت شخصیت آج نہ رہی۔ پروردگار عالم ہم سبھی کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ آمین۔



حضور خطیب البراہین فن خطابت کے تاجدار

مفتی ابوطالب برکاتی علیہ الرحمہ
سابق استاذ و مفتی دارالعلوم اہل سنت نورالعلوم کنہٹی ضلع سلطان پور

کونین کی دولت کو خاطر میں نہیں لاتا
کیا جانے کیا لے کر دامن میں گدا بیٹھا

نمونۂ اسلاف خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے سانحۂ ارتحال سے اہل سنت و جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے، آپ کی ذات بہت سے علوم وفنون کی جامع تھی، خاص طور سے فن حدیث و خطابت میں آپ منفرد انداز کے مالک تھے، منبر رسول پر بیٹھ کر جب اپنی تقریر کو قرآن و حدیث کے حوالہ جات سے مزین کرتے، پھر موقعہ اور محل کے اعتبار سے جب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار پڑھتے تو پورے مجمع پر بے خودی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور مجمع اپنے آقا ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوب جاتا، وہ بہت حسین منظر ہوتا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے اپنی تقریر کے ذریعہ مذہب اہل سنت کی وہ خدمات انجام دی ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ایک مرتبہ مئوناتھ بھنجن میں دارالعلوم اہل سنت بحرالعلوم کا جلسہ تھا، جس میں جماعت اہل سنت کے ممتاز عالم دین محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی بھی مدعو تھے اور حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی خطاب فرمانے کے لیے اس پروگرام میں تشریف لائے تھے، تقریباً ۱۱ ؍بجے شب میں حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کرسی خطابت پر تشریف فرما ہوئے، خطبۂ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر کا موضوع ''غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کرامت'' کو

بنایا، پندرہ یا بیس منٹ ہی میں عوام پر تقریر کا بہت اچھا اثر پڑا اور پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو کر تقریر سن رہا تھا، اسی درمیان مجمع میں ایک اضطراب پیدا ہوا، وجہ یہ ہوئی کہ ایک غیر مقلد مولوی نے حضرت کے دیئے ہوئے حوالوں پر اعتراض کر دیا حالاں کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے حوالہ بالکل صحیح دیا تھا، مگر سلفی اور غیر مقلد قوم بڑی فتین ہوتی ہی ہے، اس کا اعتراض کرنا تھا کہ حضرت نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ تقریر ختم ہونے کے بعد قیام گاہ پر آکر حوالہ دیکھ لینا، پھر بھی وہ نہیں مانا پھر تو حضرت کا چہرہ جلال سے سرخ ہو گیا، اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا شیر اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا محبوب شاگرد اور جماعت اہل سنت کے باوقار عالم دین نے اتنا زیادہ حوالہ پیش کیا کہ سنی علما اور عوام خوشیوں سے جھوم رہے تھے اور بدمذہبوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی، وہ منظر اتنا حسین تھا کہ تقریباً ۳۵ سال ہو گئے پھر بھی نہیں بھول رہا ہے اور آج تک اس کا اثر باقی ہے۔

اس پروگرام میں الجامعۃ الاشرفیہ کے بہت سے طلبا تھے ان میں سے ایک میں بھی تھا، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ عرس قاسمی میں تقریباً ہر سال تشریف لے جاتے تھے جس عرس میں بہت سے اکابر علمائے کرام تشریف فرما ہوتے ہیں، ان علمائے کرام میں حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا ایک مقام ہوتا تھا کیوں کہ حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف کے خانوادے اور مشائخ کی نظر میں بہت محبوب اور چہیتے تھے، بھلا کیوں نہ ہو آپ نے جس مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں اپنی پوری زندگی کو وقف کر دیا تھا یہ اکابر اسی مسلک حق کے سچے علمبردار ہیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ان نادر ونایاب لوگوں میں سے تھے جن لوگوں پر پوری قوم کو ناز ہوتا تھا اور ایسے باصلاحیت حضرات مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں، پھر علم وحکمت سے لیس ہو کر اپنے روز وشب اور قیمتی اوقات کو دین وسنیت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

الحمدللہ! حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے تقریبا نصف صدی تک اپنے خطاب کے ذریعے پورے ملک میں اسلام وسنیت کی خدمت کرتے رہے، مگر افسوس یہ آسمان خطابت کا آفتاب یکم جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴؍مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعرات صبح آٹھ بجے ہماری نگاہوں سے روپوش ہوگیا اور پوری جماعت کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنی زندگی کا سفر کامیابی کے ساتھ طے کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے حضرت کے درجات کو فزوں تر فرمائے اور حضرت کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین.

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی



باب ششم

روابط و تعلقات

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا خانقاہوں سے روابط اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

نمونہ سلف صالحین حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا ہندوستان کی خانقاہوں میں آنا جانا تھا اور ہندوستانی خانقاہ سے آپ کے روابط اور تعلقات بہت مضبوط تھے، آپ ہر خانقاہ کی قدر کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ فتنے کے اس دور میں بھی جب کہ حضور خطیب البراہین کے مریدین اتنی کثرت سے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، کسی خانقاہ کے کسی فرد کے ذریعہ کبھی بھی حضور خطیب البراہین کے خلاف کوئی آواز سننے میں نہیں آئی، آپ اہل سنت والجماعت کے مشائخ کا احترام کرتے تھے، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ بریلی شریف سیدی سرکار اعلی حضرت کے عرس پاک میں بڑی پابندی کے ساتھ تا عمر جاتے رہے، آپ کی آخری حاضری میں خادم بھی آپ کے ساتھ رہا، سیدی سرکار اعلی حضرت کی بارگاہ میں حضور خطیب البراہین کے عرس کے موقع پر بہت دیر تک ہم مریدوں کے لیے دعا کرتے رہے، آپ کا معمول تھا کہ جوں ہی عرس کی تاریخ کنفرم ہوتی تھی، آپ فوری طور پر حافظ رئیس القادری کے ذریعہ ٹکٹ نکلوالیا کرتے تھے، آپ بریلی شریف میں سید ریحان صاحب قبلہ کے گھر ٹھہرا کرتے تھے، سید صاحب آپ کے مرید ہیں، خانقاہ مارہرہ مطہرہ سے آپ کی رشتہ داری ہے۔

اسی طرح عرس قاسمی کے موقع پر نہایت ہی پابندی کے ساتھ ہر سال اپنے رفقائے سفر کے ساتھ مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہوتے، اگرچہ آپ کے قیام کے لیے خانقاہ ہی میں انتظام رہتا مگر حضور خطیب البراہین سادات کرام کے ادب کا خیال کرتے

ہوئے ہمیشہ خانقاہ میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے عرس کے ایام میں آپ کا اکثر وقت مارہرہ شریف کی چھوٹی مسجد میں گزرا کرتا تھا، جب آپ کے تقریر کرنے کا وقت آتا آپ پروگرام میں شریک ہوتے، تقریر کرتے اور پھر واپس مسجد میں جاکر ذکر واذکار میں مشغول ہوجاتے تھے۔

اسی طرح مبارک پور میں عرس حافظ ملت کے موقع پر ہر سال آپ کی حاضری ہوتی تھی آپ سنٹرل بلڈنگ کے ایک کمرے میں قیام کرتے تھے، ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگ آپ کے عقیدت مند حضرات وہاں آپ سے ملاقات کرتے اور اس مرید بھی ہوتے۔

براؤں شریف عرس حضور شعیب الاولیا کے موقع پر بھی آپ کی حاضری ہوا کرتی تھی اور باضابطہ طور پر آپ خطاب بھی فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح ربیع الاول شریف کے موقع پر سرکار مجاہد ملت کے یہاں ہر سال آپ پابندی کے ساتھ جایا کرتے تھے، اس کے علاوہ حضور مخدوم پاک کی بارگاہ میں حاضری کے لیے کچھو مقدسہ تشریف لے جایا کرتے تھے، بلکہ کچھوچھہ مقدسہ سے ملی ہوئی ایک آبادی نظام پورا ہے جہاں کے سارے لوگ حضور خطیب البراہین ہی کے مرید ہیں۔

شروع میں آپ رمضان کے اکثر ایام مندسور ہی میں گزارا کرتے تھے، وہاں پر آپ کا قیام حاجی رمضان صاحب نظامی صاحب کے دولت کدہ پر ہوا کرتا تھا، یہ قیام ربیع الاول شریف اور رمضان المبارک میں بہت لمبا ہوتا تھا، انھیں ایام میں آپ مندسور کے بغل میں دلودہ بھی جایا کرتے تھے، وہاں پر آپ ایک دن اور رات عقیل بھائی نظامی کے گھر قیام فرماتے۔

مندسور سے سے ہر سال اجمیر معلی کا پروگرام بنتا اور آپ اجمیر شریف تشریف لے جاتے۔

جب آپ مندسور تشریف لے جاتے تو وہاں پر شہر میں موجود سلسلہ چشت کے بزرگوں کے مزارات پر پابندی کے ساتھ حاضری دیتے رہے۔

اسی طرح جب آپ احمد آباد تشریف لے جاتے تو آپ کا قیام مرحوم حاجی مقبول احمد انصاری کے گھر ہوا کرتا تھا، احمد آباد پہنچنے کے بعد تیار ہوتے اور حضور سید شاہ عالم اور ان کے والد محترم حضور قطب عالم کی بارگاہ میں پہلے حاضری دیتے اس کے بعد پھر مریدوں سے ملاقات کرتے ہیں، آخر مرتبہ احمد اباد میں میں بھی حضور خطیب البراہین کے ساتھ سید شاہ عالم علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا اس وقت اس حاضری کا منظر ہی کچھ اور تھا وہ منظر دعا کا آج بھی نگاہوں کے سامنے گھومتا ہے۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ رمضان المبارک کے موقع پر جب ممبئی تشریف لے جانے لگے تو ممبئی میں آپ کا قیام الحاج اختر عادل علیہ الرحمہ کے گھر میں رہتا تھا اور وہیں سے خلد آباد اور دولت آباد بزرگان دین کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے، حضور خطیب البراہین کے آخری وقت میں آپ کا قیام الحاج ولی اللہ عرف نواب سیٹھ کے گھر ہونے لگا۔

ممبئی کے سفر میں اکثر آپ کا گوا کا بھی پروگرام بنتا تھا، گوا میں مڑگاؤں میں الحاج محمد ابراہیم نظامی کے گھر آپ کا قیام رہتا، پھر وہیں سے آپ کے بھائی الحاج عبد الرزاق نظامی علیہ الرحمہ کے گھر بھی رہا کرتا تھا۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا اپنا ایک اصول تھا، ایک طریقہ تھا سفر کرنے کا بھی مریدوں کے ہاں قیام کا کسی بھی مرید کے گھر کسی شہر میں جب پہلی مرتبہ جاتے جس کے یہاں ٹھہرتے اپنے اصول کے مطابق، آپ جب بھی گئے تو اسی کے گھر ٹھہرتے اگرچہ دوسرے مریدین مال و دولت میں اچھے ہوتے ان کے گھر رہائش کا انتظام بھی اچھا لگتا لیکن نہیں شاید بزرگوں کا یہ اصول ہے کہ جس جگہ پہلی مرتبہ جا کے اپنا بستر جما لیتے ہیں وہاں دوبارہ جب بھی اس شہر میں جاتے ہیں اسی کے گھر قیام رکھتے ہیں۔



حضور خطیب البراہین اور خانقاہِ مارہرہ مطہرہ

مفتی شکیل الرحمٰن نظامی مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، شہر بستی

عالم اسلام کی مشہور و معروف خانقاہ ''خانقاہ برکاتیہ'' کے افق پر روز اول سے ہی علم و فضل، شریعت و طریقت، طاعت و تقویٰ شعاری، فقر و درویشی کے حامل درخشندہ ستارے اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوتے رہے ہیں جن کی چمک دمک زمانہ اور اہل زمانہ کی آنکھوں کو آج بھی خیرہ کر رہی ہیں، آج بھی اقلیم سلوک و معرفت کی اس نمائندہ خانقاہ کا فیضان شہر کی شاہراہوں سے لے کر گاؤں کی گلیوں تک ابر کرم بن کر برس رہا ہے، ایک جانب سلسلۂ برکاتیہ کے بانی و امام صاحب البرکات سید شاہ عشقی و پیمی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دست کرم سے فیضان لٹاتے نظر آتے ہیں تو دوسری جانب ابوالفضل شمس الدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشنگان معرفت کو حقیقت کا جام پلاتے نظر آرہے ہیں اور وہ بھی کسی لمبی چوڑی تقریر سے نہیں بلکہ خانقاہ کے حجرے میں بیٹھ کر ذرۂ ناچیز کو بھی آسمان کی ایسی رفعتیں عطا کر دیتے ہیں جس کے ذریعے طالب حق سلوک و معرفت کی راہ کو بڑی آسانی اور سرعت سے طے کر لیتا ہے۔

یہی وہ پیر طریقت امام احمد رضا ہیں جہاں سید شاہ آل رسول کی ایک نگاہ کیمیا اثر نے انھیں اعلیٰ حضرت اور مجدد اعظم بنا دیا اور جب سید نوری میاں کی نظر کرم امام احمد رضا کے لخت جگر پر پڑی تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت اور مفتی اعظم بن کر افق اہل سنت پر چھا گئے اور جب اس خانوادے کے مرد حق دانائے راز دیدہ ور حضرت سید العلما مولانا سید آل رسول مصطفی قدس سرہٗ کی نظر کرم قصبہ مگھر میں ضلع بستی کے ایک عالم دین حضرت مولانا صوفی شاہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ پر پڑی تو حضور

سید العلماعلیہ الرحمہ پکار اٹھے آئیے صوفی صاحب آئیے !آپ تو اللہ تعالیٰ کے گھر سے صوفی بن کر آئے ہیں ،ایک مرد حق آگاہ ولی کامل کی زبان فیض۔ترجمان سے نکلے ہوئے انھیں مبارک الفاظ کا اثر ہے کہ حضور خطیب البراہین حضرت صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ صوفی زماں اور فیض الاولیا بن کر تا حیات افق اہل سنت سے اپنی چمک کے ذریعے سب کی آنکھوں کو خیرہ کرتے رہے۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو خانقاہ مارہرہ مطہرہ سے غیر معمولی عقیدت و محبت رہی اور بار بار حاضری کے سبب یہ عقیدت و محبت فزوں تر ہوتی رہی اور اس کی گدائی اور پکی لگن کے طفیل ۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵؍ نومبر ۱۹۸۴ء بروز دوشنبہ مبارکہ علما و مشائخ کی موجودگی میں حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت واجازت اپنے ان مبارک کلمات کے ساتھ عطا فرمائی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں مانگنے سے خلافت نہیں ملتی بلکہ جو اس لائق ہوتا ہے اسے بلا کر دی جاتی ہے۔

حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ اپنی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس وقت تاجدار اہل سنت پیشوائے ارباب طریقت حضور سیدی احسن العلما علیہ الرحمہ سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے میری خلافت کا اعلان فرمایا اور میرے سر پر سبز دستار باندھی اس وقت میرے اوپر فیضان برکات اور انوار و تجلیات کی جو برسات ہوئی اور میری کیفیت کیا ہوئی اسے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا مزید فرماتے ہیں کہ خلافت سے پہلے جو خلا محسوس ہوتا تھا برکاتی مشائخ سے نسبت کی وجہ سے بحمدہٖ تعالیٰ وہ خلا پُر ہو گیا۔

حضور احسن و اعلم سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں برکاتی علیہ الرحمہ کی ذات پاک اس بابرکت بوئے گل کی طرح ہے جو اپنی خوشبو سے ہمہ دم مشام اہل سنت کو مہکائے رہتی ہے،آپ علم و فضل ،دین و دیانت ،دانش و حکمت ،زہد و تقویٰ،خوش خلقی

وخدا ترسی، حق گوئی وبیباکی سے متّصف تھے، اعلیٰ درجے کے خطیب بہترین نثر نگار اور شاعر خوش گفتار تھے، تقویٰ شعار، حق شناس، عابد شب زندہ دار تھے بایں ہمہ آپ علمائے کرام کے سامنے عجز وانکساری کے پیکر نظر آتے، اس سلسلہ میں آپ کی ذات ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے، آپ کے در پر جو پہونچا فیضیاب ہوکر لوٹا، آپ علما کو تحفہ وتحائف سے بھی نوازتے اور ان کی ایسی قدر کرتے گویا یہ آپ کا محبوب مشغلہ ہو بات بظاہر معمولی سی لگ رہی ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ بات نہایت غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ بڑا ہونے کے باوجود انسان کو اپنی بڑائی کا ذرہ برابر احساس نہ ہوتا، اپنے آپ کو چھوٹا بناکر پیش کرنا زندگی بھر ان کا اصول رہا عقیدت مندوں سے اس قدر محبت فرماتے کہ لوگ یہی سمجھتے کہ حضرت سب سے زیادہ مجھی کو چاہتے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو خانقاہ نوادۂ مارہرہ مطہرہ کے دو عظیم بزرگوں کی کفش برداری کا موقع ملا، ایک تو مرشد اجازت حضور احسن العلما علیہ الرحمہ اور دوسرے عظیم بزرگ حضور سید العلما علیہ الرحمہ جن کی ذرہ نوازی مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہے، صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور سید العلما علیہ الرحمہ ضلع بستی کے ایک مشہور گاؤں ''بسڈیلہ'' میں مولانا محمد ذکی صاحب کے یہاں میلاد شریف کے پروگرام میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، اس پروگرام میں میں بھی شریک تھا اور زمین کے تفاوت درجات پر تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا کہ زمین کا وہ حصہ جو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے لگا ہوا ہے وہ ہر جگہ سے افضل ہے تاجدار مارہرہ مطہرہ قریب کے ایک باغ میں آرام فرما رہے تھے آپ وہاں سے اٹھے اور سیدھے اسٹیج پر تشریف لائے اور پورے مجمع سے فرمانے لگے ''یہ کوئی تملق وچاپلوسی نہیں ہے ایک دن وہ آئے گا کہ لوگ دور دور سے انھیں بلائیں گے'' صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بحمدہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ ﷺ مقتدائے اہل سنت مخدوم مکرم کی زبان فیض ترجمان کا یہ اثر

ہوا کہ ملک کے بیشتر صوبوں میں میرا تقریری پروگرام ہوا اور آج بھی سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی ترویج واشاعت کے لیے ملک کے مختلف علاقوں میں میرا آنا جانا ہوتا ہے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمہ امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر میں ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے جب صوفی صاحب علیہ الرحمہ ملنے کے لیے پہونچے تو آپ نے فرمایا ”آئیے صوفی صاحب! مجھے آپ کو صوفی کہنے میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے“۔ یہ ہے سرکاران مارہرہ کا اپنے ایک ادنیٰ غلام پر کرم۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، جب آپ مارہرہ مقدسہ جاتے تو آپ کا بہت خیال فرماتے تھے، پہونچنے پر آپ خود ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ،کھانا وغیرہ کا خود انتظام کرتے اور پوچھتے رہتے کہ آپ کیسے ہیں؟ مولانا بشیر وغیرہ سے فرماتے تھے کہ صوفی صاحب (علیہ الرحمہ) کا خیال فرمائیے گا۔ مولانا محمد ایوب صاحب بیان کرتے تھے کہ حضور احسن العلما علیہ الرحمہ آپ سے تقریر کرنے کے لیے فرماتے تھے اور جب آپ تقریر کرنے کے لیے آتے تھے تو آپ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر اعلان فرماتے:

اب وہ تقریر کرنے کے لیے آرہے ہیں جن کی تقویٰ وطہارت وپرہیز گاری مسلم ہے، حدیث بیان فرماتے ہیں تو عشق رسول میں ڈوب کر اور جو بیان کرتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور جب تقریر کرتے تو آپ من وعن پوری تقریر سنتے اور جھومتے اور جب آپ بند کرنا چاہتے تو آپ فرماتے اور بولیے، کیوں کہ آپ کی تقریر قرآن وحدیث اور بتقضائے محل اعلیٰ حضرت کے اشعار سے مملو ہوتی ہے۔

قاری ظہور صاحب کا بیان ہے کہ جب تبرکات کی زیارت کرائی جاتی اور اہل خاندان زیارت کرتے تو حضور احسن العلما علیہ الرحمہ خود اپنے دست مبارک سے صوفی صاحب (علیہ الرحمہ) کو زیارت کراتے اور جب صوفی صاحب کے پاس پہونچتے

توآپ فرماتے یہ یہ ہیں، یہ یہ ہیں، پھر صوفی صاحب بوسہ دیتے جب کہ کسی کو ہاتھ لگانے نہیں دیا جاتا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ صوفی صاحب علیہ الرحمہ نے عرس قاسمی کے موقع پر تقریر فرمائی، تقریر کرنے کے بعد دست بوسی کرنے لگے توآپ نے فرمایا آپ نے تو میرا دل جیت لیا۔

ایک مرتبہ حافظ شرافت صاحب نے عرض کیا حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ کا بہت کام ہورہا ہے، آپ نے فرمایا یہ حسن کی نظر انتخاب ہے نا، اسی طرح مولانا غلام حسین صاحب نظامی برکاتی فرماتے ہیں کہ ایک بار کھڑک والی مسجد میں آپ کے خلفا میں سے حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بارے میں کسی نے کہا کہ آپ کے خلیفہ حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے ذریعہ بحمدہٖ تعالیٰ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا خوب خوب فروغ ہورہا ہے، حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور انتہائی سرور میں فرمانے لگے کہ جی ہاں! یہ حسن کا انتخاب ہے، پھر مزید دعاؤں سے نوازتے رہے۔ مولانا محمد غیاث الدین احمد نظامی عارفؔ مصباحی اس کی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔

احسن العلما نے ان کو کردیا اتنا حسن
ہوگئی رشد و ہدایت صوفئ ملت کی ذات

آداب السالکین جس کے مصنف حضور سید شاہ آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمہ ہیں اور اس کا ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی نے تحریر فرمایا، اس کے پیش لفظ میں آپ صوفی صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں:

”برادر طریقت مولانا نظام الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی کا شکریہ نہ ادا کرکے میں ان کے خلوص کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔(ص۔۱)

اسی طرح مولانا عابد القادری صاحب بیان کررہے تھے کہ ایک مرتبہ کالپی شریف

خانقاہ میں مسجد کے اندر حضور امین میاں تقریر فرمارہے تھے اس میں آپ نے فرمایاکہ میں ان دونوں کو اپنا باپ سمجھتا ہوں (۱) شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (۲) خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہما الرحمہ کو۔

ایک مرتبہ خانقاہ کے اندر عرس قاسمی کے موقع پر آپ تقریر فرمارہے تھے آپ نے مستی کے عالم میں اپنا رومال صوفی صاحب (علیہ الرحمہ) کو پیش کردیا۔

گھر میں حضور احسن العلما علیہ الرحمہ تشریف لائے ہوئے تھے، حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ سے ملنے گئے تو حضور احسن العلما علیہ الرحمہ نے فرمایا نجیب میاں! آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، اس سے خانوادۂ برکات کی نوازشات اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اہل خانوادہ کتنا آپ پر کرم فرماتے تھے اور آپ کو اس در سے اس قدر لگاؤ تھا کہ جب کبھی آپ کے سامنے ذکر ہوجاتا ہے تو آپ مچل جاتے اور فرماتے تھے: ان آقایان نعمت کا کیا پوچھنا بھائی وہ تو سب اپنے وقت کے شہنشاہ ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مرے سرکاروں کے

ایک مرتبہ مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم اوجھاگنج میں جلسۂ دستار بندی کے موقع پر حضور امین میاں صاحب قبلہ تشریف لائے ہوئے تھے اور اس جلسہ میں صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی مدعو تھے، حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تشریف لائے اور سنا کہ حضور امین میاں صاحب قبلہ تشریف فرماہیں آپ نے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور راقم کو بھیجا کہ حضرت سے اجازت لے لو کہ ہم ملنا چاہتے ہیں، راقم نے حضور سے عرض کیاکہ حضرت صوفی صاحب آئے ہوئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تشریف لائیں، اس کے بعد جب صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ملنے گئے تو آپ کھڑے ہوگئے اور بہت ہی پرتپاک طریقے سے ملے، صوفی

صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے دست بوسی کے بعد قدم چومنا چاہا تو آپ پیچھے ہٹتے ہوئے فرماتے ہیں ”ارے آپ“ اس کے بعد آپ نے اپنی جگہ بیٹھنے کے لیے اصرار کیا لیکن آپ ادب کی وجہ سے سامنے ہی بیٹھے اور مزاج پرسی کے بعد چائے آئی اس وقت دیکھا کہ ایک طرف صوفی صاحب علیہ الرحمہ اپنا دونوں ہاتھ لگائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف سے حضور امین میاں صاحب قبلہ اپنا دونوں ہاتھ لگائے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے لیے اصرار ہو رہا ہے کہ آپ پہلے چائے پیجیے، آپ پہلے چائے پیجیے۔ پھر صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ حضور امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں سے چائے پلا رہے ہیں، پھر آپ اسے پیے اور کچھ بچا دیئے کہ حضرت کا تبرک ہے آپ لوگ تھوڑا تھوڑا پی لیجیے پھر ہم لوگوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔

ایک مرتبہ استاذی المکرم حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی فرما رہے تھے کہ ممبئی میں جلسہ ہو رہا تھا، صوفی صاحب اسٹیج پر پہونچے، وہاں سید اشرف میاں صاحب قبلہ پہلے سے ہی موجود تھے، صوفی صاحب علیہ الرحمہ ایک غلام کی سی عاجزی وانکساری کے ساتھ دست بوسی کے بعد قدم بوسی کے لیے آگے بڑھے، اشرف میاں صاحب پیچھے ہٹتے ہوئے فرما رہے ہیں، صوفی صاحب آپ کا مقام وہ نہیں آپ کا مقام تو ہمارے دل میں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو خانقاہ مارہرہ مطہرہ سے کتنا گہرا لگاؤ اور اس در سے کتنی گہری نسبت تھی۔

پروردگا عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے محبوبان بارگاہ کے صدقے وطفیل حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کا فیض ہم تمامی لوگوں پر عام اور تام فرمائے۔ آمین



حضور خطیب البراہین اور خانقاہِ رضویہ

مفتی محمد شکیل الرحمٰن نظامی مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، شہر بستی

پیر طریقت، رہبر شریعت، حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو مجدد ملت طاہرہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے خانوادے سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر چھڑ جاتا تو مچل جاتے، تقریروں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار برمحل پیش کرتے اور مچل مچل کر فرماتے:

اللہ اللہ! کیا فرمایا ہے، عاشق رسول امام عشق و محبت بریلی کے تاجدار امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور عشق رسول میں پورے طور پر ڈوب جاتے۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو مسلک اعلیٰ حضرت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، اسی لیے آپ نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں گزار دی۔

ایک مرتبہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ عرس حافظ ملت کے موقع پر مبارک پور تشریف لائے، ماسٹر تاجدار صاحب کی والدہ ماجدہ نے راقم الحروف سے مرید کرانے کے لیے بہت اصرار کیا، میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو لے کر ان کے گھر گیا، حضرت راستے میں کچھ تلقین فرماتے آرہے تھے، اسی درمیان حضرت نے فرمایا، بیٹا! مسلک اعلیٰ حضرت سنیت کی علامت ہے جو اس سے ہٹا وہ ہٹا کیوں کہ آج تمام باطل فرقے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں، ان سے امتیاز کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت سنیت کی علامت بن گیا ہے کیوں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت کا ہی نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو بیعت کا شرف حاصل تھا، حضور احسن العلما اور خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضور رئیس الاتقیا علیہما الرحمہ سے آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی، اسی لیے آپ فرماتے ہیں:

''عاشق رسول امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت سے جو فقیر کے دل میں ایک والہانہ محبت و عقیدت پیدا ہوئی یہ حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج حافظ محمد مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ کی دین ہے''۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے آپ بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ مولانا توکل حسین صاحب بیان کرتے ہیں:

''جب میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تو آپ حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے حالات ضرور دریافت کرتے اور فرماتے انھیں میرا سلام کہہ دیجیے گا اور میں آکر حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے عرض کرتا تو آپ فوراً کارڈ کے ذریعہ جواب تحریر فرماتے''۔

راقم الحروف کے چچا انعام الدین صاحب فرما رہے تھے کہ ''حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جب ممبئی تشریف لاتے تو ملنے والوں کے لیے وقت متعیّن ہوتا لیکن جب میں جاتا اور کہلوا دیتا کہ کہہ دیجیے کہ صوفی صاحب کے بھائی آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ فوراً بلوا لیتے اور بہت خوش ہوتے کہ صوفی صاحب کے بھائی آئے ہیں اور صوفی صاحب کا حال پوچھتے'' اس سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا توکل حسین صاحب فرماتے ہیں کہ مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ایک موقع پر فرمایا:

''ایک مرتبہ میں مدرسے کا جلسہ رکھا اور مقررین کے انتخاب کے لیے سوچ رہا تھا، رات میں خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے اور فرما رہے

ہیں کہ جلسہ میں صوفی نظام الدین کو بلاؤ" اس سے صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے قلبی لگاؤ اور آپ پر اعتماد کا واضح پتہ چلتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ایک مرتبہ آپ کے گاؤں اگیا میں بھی تشریف لائے اس وقت حضرت نے بہت سارے لوگوں کو آپ سے مرید کرایا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بہت خوش ہو کر تشریف لے گئے۔

بریلی شریف پڑھانے کے لیے حضور رئیس الاتقیا حضرت علامہ الحاج حافظ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ نے آپ کو طلب کیا تھا اور آپ کا حکم آیا کہ آپ بریلی شریف کی عظیم درس گاہ میں تدریسی فرائض کی خدمت کے لیے فوراً حاضر ہو جائیں، یہ حضرت کی بے پناہ محبت اور لگن کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کو پڑھانے کے لیے بریلی شریف طلب کیا لیکن آپ کے رفیق ہم درس حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا نے شدید اصرار کیا کہ آپ فروغ علم نبوت میں میری معاونت کیجیے، اس کشمکش کی صورت میں آپ نے اپنے مشفق استاذ حضور محدث امروہوی علیہ الرحمہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور ان حالات میں آپ جو حکم دیں میں تعمیل کے لیے تیار ہوں، آپ کے دیرینہ تعلقات اور گھر سے قریب ہونے کی وجہ سے امرڈوبھا پڑھانے کی اجازت دے دی۔

ایک مرتبہ حضور تاج الشریعہ ازہری میاں دام ظلہٗ العالی بسڈیلہ میں تشریف لائے، جب آپ اسٹیج پر پہونچے میں بھی حضرت کے بغل میں مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے ساتھ بیٹھ گیا، حضور ازہری میاں صاحب قبلہ نے پہونچتے ہی پوچھا کہ صوفی صاحب کہاں ہیں؟ مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے عرض کیا کہ حضرت کمرے میں تشریف فرما ہیں، آپ فرمانے لگے کہ ان سے ملنا ہے، جب حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اسٹیج پر تشریف لائے تو بہت پُرتپاک اور گرم جوشی کے ساتھ آپ ان سے ملے۔

مذکورہ بالاسطور سے حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے لگاؤ اور الفت وعقیدت کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور سچ پوچھیے تو آپ نے پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور اس کی نشر واشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

افسوس کہ یہ علم وفضل کا آفتاب وماہتاب یکم جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعرات صبح آٹھ بجے اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



حضور خطیب البراہین اور جامعہ اشرفیہ

مولانا ابوہریرہ رضوی

جامعہ اشرفیہ علم وحکمت کا وہ خوبصورت تاج محل ہے جسے ماضی قریب کے ایک ولی کامل حضرت حافظ ملت شاہ عبد العزیز مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنے خون جگر سے سینچا ہے، جس کے علمی وروحانی فیضان سے ایک عالم مالا مال ہو رہا ہے، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ صرف ایک منفرد المثال شخصیت کے ہی مالک نہیں تھے بلکہ منفرد المثال شخصیت ساز بھی تھے، آج جہاں بھی آپ علمی وتبلیغی دھمک محسوس کریں گے اس میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کرنے والوں اور فرزندان اشرفیہ کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور ہوگا، آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے ایسے ایسے ہیرے جواہرات علما کی شکل میں تیار کیے جو آج اپنی مثال آپ ہیں، قاری اسلام اللہ ساحل عزیزی مصباحی نے کیا خوب کہا فرمایا ہے۔

جس نے پیدا کیے کتنے لعل وگہر
حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

انھیں خوش بخت لعل وگہر میں ایک انمول ہیرے کا نام خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین برکاتی مصباحی ہے،

اشرفیہ میں ورود:

مختلف درس گاہوں کی خاک چھانتے ہوئے ۱۹۴۸ء میں چمنستان علم وفضل اور اہل سنت وجماعت کی شہرۂ آفاق درس گاہ دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم میں داخلہ لیا اور ایک عرصے تک جہان علم وفضل کے لعل وگہر کی موتیاں چنتے رہے، جن کی ایک اجمالی فہرست کچھ یوں ہے:

(۱) جلالۃ العلم حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ

(۲) استاذ العلما علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ

(۳) سلطان الواعظین علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ

(۴) شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ

(۵) عمدۃ الفقہا علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ

(۶) محدث مئو علامہ ثناء اللہ مئوی علیہ الرحمہ

مذکورہ تمام صاحبان علم وفضل کی نظر میں آپ بے حد محبوب تھے، ۱۹۵۲ء میں علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت اور سند فراغ سے نوازے گئے، جس میں حضرت محدث اعظم سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا نام قابل ذکر ہے۔

بیعت وارادت:

اشرفیہ میں جن دنوں زیر تعلیم تھے، اسی زمانے میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کا ورود مسعود ہوا، ان کی زیارت سے آئینہ دل جگمگا اٹھا، چنانچہ ۲۳ برس کی عمر میں ۷ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء بروز منگل کو دار العلوم اشرفیہ کے علمی ماحول میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوگئے۔ (دو عظیم شخصیتیں صفحہ ۵۲)

ہم بھی آپ کو "صوفی صاحب" کہتے ہیں:۔ آپ دور طالب علمی ہی سے تقویٰ وطہارت کے نمونہ تھے جس کے باعث طلبہ آپ کو "صوفی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے مگر آپ اس بات سے اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا کرتے، ایک دن کسی نے صوفی صاحب کہہ کر آپ کو مخاطب کیا تو پریشان خاطر ہوکر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہونچے، اس کے آگے کیا ہوا علامہ مبارک حسین مصباحی کی زبانی سنیے:

"ایک بار آپ نے اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی درس گاہ میں یہ عریضہ پیش کیا کہ حضور! میرے یہ احباب مجھے "صوفی صاحب" کہتے ہیں، میں اپنے

آپ کو اس کا مصداق نہیں پاتا، اس لیے آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ مجھے اس نام سے نہ پکاریں۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ پر ایک پر اسرار نظر ڈالی اور پر زور انداز میں ارشاد فرمایا "جی ہاں! ہم بھی آپ کو صوفی صاحب کہتے ہیں، آپ ہیں اس لیے تو کہتے ہیں"۔

اس واقعہ پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں کہ کہنے کو تو یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن اگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ارشاد گرامی کا گہری نظر سے جائزہ لیں تو آپ کو صوفی صاحب کی مکمل زندگی کی معنویت نظر آئے گی، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بلا شبہ عارف باللہ تھے، انھوں نے کچھ دیکھ کر ہی فرمایا ہوگا کہ آپ "صوفی صاحب ہیں"۔ (دو عظیم شخصیتیں صفحہ ۵۲)

دور طالب علمی اور نماز کی پابندی:

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ عہد طالب علمی ہی سے انتہائی نیک سیرت اور بلند کردار کے حامل تھے، نماز کی پابندی خوب فرماتے حتی کہ تہجد کا التزام بھی فرماتے، آپ کے زمانۂ طالب علمی میں دار الاقامہ کے نگراں ماہر فن میراث مولانا محمد علی علیہ الرحمہ تھے جو خاص طور پر نماز فجر میں بچوں کو جگانے کے لیے روزآنہ ہاسٹل تشریف لاتے، آپ کا بیان ہے کہ "پورے تعلیمی دور میں صبح سویرے طلبہ کو بیدار کرتا تھا مگر جب بھی گیٹ کھولتا تو مولانا نظام الدین بستوی کو یا تو وضو سے فارغ پاتا یا وضو کے لیے جاتے دیکھتا"۔ (تذکرہ علمائے بستی صفحہ ۲۳۴)

ہم سبق ساتھیوں کے ساتھ اسباق کی تکرار:

آپ کا دور طالب علمی ہر اعتبار سے آج کے طلبہ کے لیے بہترین نمونہ ہے، تقویٰ وطہارت کی پابندی کے ساتھ ساتھ اپنے اسباق کی تکرار اور علمی مباحثے میں حصہ لیتے تھے اور طلبہ کی آپسی گروہ بندیوں سے کوسوں دور رہتے، دور طالب علمی کا تذکرہ کرتے

ہوئے آپ کے رفیق درس مولانا عزیز الحسن مصباحی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ سنیہ حنفیہ مالیگاؤں رقمطراز ہیں:

"صوفی نظام الدین صاحب قبلہ کو میں الجامعۃ الاشرفیہ میں زمانۂ طالب علمی ہی سے جانتا ہوں، وہ پڑھنے کے زمانے سے تقویٰ کے پابند تھے اور اسی زمانے میں طلبہ انھیں صوفی صاحب کہہ کر پکارتے تھے، کسی سے کوئی فالتو بات نہیں کرتے، صرف ہم سبق ساتھیوں سے علمی بحث و تکرار کرتے، دوسروں سے کوئی الجھاؤ نہیں رکھتے، وہ اشرفیہ میں ہمارے ہم درس تھے، صوفی صاحب پڑھنے لکھنے اور مطالعہ کرنے میں بڑے مستعد رہتے تھے۔ (محدث بستوی نمبر صفحہ ۱۷۷)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت:

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور جامعہ اشرفیہ سے بے پناہ محبت تھی، اس کا اندازہ اس وقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو علامہ محمد ادریس بستوی مصباحی نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: جس زمانے میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اشرفیہ مبارک پور میں منتہی جماعت کے طالب علم کی حیثیت سے درسیات کی تکمیل کررہے تھے اور حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ سے آپ کو بہت قربت حاصل تھی، اسی وقت چند وجوہ سے حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بحیثیت شیخ الحدیث شاہ عالم احمد آباد گجرات کے لیے روانہ ہو گئے، ان کے ساتھ دورہ کی جماعت کے کچھ طلبہ بھی چلے گئے، لوگوں کا خیال تھا کہ مولانا نظام الدین صاحب بھی حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی معیت میں احمد آباد چلے جائیں گے لیکن حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے زبردست عقیدت اور دارالعلوم اشرفیہ سے گہرا لگاؤ تھا اس لیے اس اہم موڑ پر بھی آپ نے استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے یہ مستحکم فیصلہ لیا کہ ہم تین (حضرت خطیب البراہین، مولانا محمد کاظم علی اور مفتی سخاوت علی علیہم الرحمہ) بستی ضلع کے طالب علموں

میں سے کوئی ایک بھی احمد آباد نہیں جائے گا، ہمارے لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رہ کر دستار فضیلت حاصل کرنا باعث سعادت ہے۔

اگرچہ خطیب البراہین (علیہ الرحمہ) اپنے استاذ گرامی حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے ساتھ طالب علم کی حیثیت سے احمد آباد تشریف نہیں لے گئے مگر پھر بھی اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے آپ کی شیفتگی اور عقیدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، یہاں پر حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی مدبرانہ شان عظمت بھی دیکھتے چلیں کہ بعد میں جب دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں مدرس کی ضرورت پڑی تو آپ نے حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ اور مفتی سخاوت علی علیہ الرحمہ کو بحیثیت مدرس مدعو کیا حالاں کہ ان طلبہ کی جماعت میں بھی اچھی صلاحیتوں کے مالک تھے جو حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے ساتھ اشرفیہ چھوڑ کر چلے گئے تھے، حضرت اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا یہ کارنامہ آج کے علما کے لیے لائق تقلید ہے۔ (سہ ماہی نوری نکات، محدث بستوی نمبر صفحہ ۱۴۰،۱۴۱)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کی خطبات کو شوق سے سنتے:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو آپ کا خطاب بڑا پسند تھا جس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ آپ کی تقریر دلائل و براہین سے مزین ہوا کرتی تھی، رد عقائد باطلہ پر خطاب کرنے لگتے تو ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ اہل علم حیران و ششدر رہ جاتے، امرڈوبھا جلسے کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے مولانا مبارک حسین مصباحی رقم طراز ہیں:

”حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کی تقریروں کی بڑی تعریف فرماتے تھے، سنا ہے کہ ایک بار امرڈوبھا کے اجلاس میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مدعو تھے، جلسہ شروع ہوا تو حضرت اپنی قیام گاہ پر آرام فرما رہے تھے جب صوفی صاحب کی تقریر شروع ہوئی تو آپ بیدار ہو گئے اور فرط مسرت سے داد و تحسین سے نوازتے ہوئے اسٹیج پر تشریف لے گئے اور پیٹھ ٹھونک کر حیرت انگیز مسرت کا اظہار فرمایا اور بے پناہ دعاؤں سے نوازا“۔ (دو عظیم شخصیتیں صفحہ ۴۷،۴۸)

پالن حقانی کی گمراہ کن تقریر کا رد بلیغ کے لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو مدعو کیا، دیوبندی مکتب فکر کا مولوی پالن حقانی ایک بار مبارک پور آیا اور اپنی مذموم عادت کے مطابق گمراہ کن باتیں اور ہفوات کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا، جب وہ خطاب کر کے چلا گیا تو چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور مبارک پور کی سنی عوام نے جوابی جلسے کا انعقاد کیا جس میں اس کے گمراہ کن عقائد پر روشنی ڈالی گئی اس میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جوابی کاروائی کے لیے خصوصی حیثیت سے آپ کو بلایا، اس سے آپ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فخر صحافت مبارک حسین مصباحی نے لکھا ہے:

"جن دنوں دیوبندی مکتب فکر کا رسوائے زمانہ پالن حقانی مبارک پور میں تقریر کرنے آیا تھا تو اس کے ہفوات کا جواب دینے کے لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو مبارک پور بلوایا"۔ (دو عظیم شخصیتیں صفحہ ۴۷)

عرس عزیزی میں پابندی سے شرکت:

حضرت خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے گہرا لگاؤ تھا، اس لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بھی انتہائی پابندی کے ساتھ آپ کے عرس میں تشریف لاتے اور جب تک آپ باصحت رہے عرس عزیزی کے موقع پر آپ کا آنا ضروری ہوا کرتا تھا بلکہ جب اشرفیہ کے قرب و جوار سے کبھی گزرنے کا موقع ملتا تو تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی اپنے استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آتے، بچوں اور اساتذہ سے ملاقات ہوتی پھر رخصت ہو جایا کرتے۔

ماہ نامہ اشرفیہ کا شدت سے انتظار رہتا

یوں تو بہت سے رسائل و مجلات کا مطالعہ کیا کرتے تھے مگر اپنے مادر علمی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "اشرفیہ" کا شدت سے انتظار رہتا تھا، وقت پر نہ پہونچتا تو اپنے متعلقین سے دریافت کرتے رہتے کہ ماہنامہ اشرفیہ آیا یا نہیں؟

حافظ ملت ایوارڈ:

دینی وتبلیغی مساعی، زہدوورع، عفت وپارسائی، عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت، علم وحکمت، فضل وکمال، توکل واستغنا، تواضع ومنکسر المزاجی، صبروتحمل، اتباع شریعت اور ایثار وقربانی کو دیکھ کر ۳۸ واں عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ کے موقع پر تنظیم ابنائے اشرفیہ نے ''حافظ ملت ایوارڈ'' دینے کا اعلان کیا تھا مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑرہا ہے کہ اس سے پہلے ہی آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا اور ہم سے روپوش ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

خطیب البراہین فرزندان اشرفیہ کی نظر میں:

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ ''مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب دوران طالب علمی ہی سے نہایت نیک اور پاک باز ہیں، نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے ہیں اور ہمیشہ اورادووظائف میں مشغول رہتے ہیں''۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی: ''حضرت صوفی صاحب قبلہ محتاط، صاحب بصیرت اور پابند شرع عالم دین ہیں، آپ کی تقریر دلائل اور عشق رسول سے لبریز ہوتی ہے''۔

شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی مصباحی علیہ الرحمہ: ''وہ خاموش طبیعت کے انسان ہیں اور کاروبار دنیا اور اس کے مشاغل سے دور رہنے کے عادی نظر آتے ہیں''۔

محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی: ''آپ کا خطاب قرآن وحدیث کے حوالوں سے مرصع، عام فہم اور شستہ ہوتا ہے، اس لیے علما نے آپ کو ''خطیب البراہین'' کا لقب دیا''۔

مصلح قوم وملت علامہ عبدالمبین نعمانی مصباحی: ''حضرت خطیب البراہین مدظلہ العالی ہمیشہ اخلاص پیشہ اور دین پرست رہے ہیں، حرص وہوس کو آپ نے دور کا سلام کہہ دیا ہے''۔

مفتی آل مصطفی مصباحی: ”آپ ان علما میں سے ہیں جنھوں نے دوسری صف کے علما کے اعتبار سے استفادہ کیا، علمی میدان میں اچھے اور باصلاحیت علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے“۔(یہ تمام تاثرات سہ ماہی نوری نکات سے ماخوذ ہیں)



باب ہفتم

متفرقات

حضور خطیب البراہین کا انٹرویو

منجانب: خانقاہِ مارہرہ مطہرہ، ایٹہ

نام: محمد نظام الدین (عفی عنہ)

جائے پیدائش: موضع اگیا، ضلع بستی (کبیر نگر)

والد کا نام: نصیب اللہ مرحوم

تعلیمی لیاقت: عالم (الہ آباد بورڈ) ۱۹۵۲ء

"فاضل درس نظامیہ دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

والدہ کا نام: مرحومہ رائمون خاتون

انکی کوئی نصیحت:

(دادا، چچا، ماموں کی نصیحت) پابندئ صوم و صلوٰۃ، کذب سے پرہیز۔

"ننیہال و ددیہال یا سسرال میں کوئی عالم یا صوفی ہوئے ہیں، تو ان کے نام اور ضروری معلومات۔

یوں تو شروع ہی سے پورا خاندان دیندار اور پابند صلوٰۃ و صوم تھا۔ لیکن خاندان اور اعز میں کوئی ایسی شخصیت نہیں گذری جو قابل ذکر ہو۔

تعلیم: (از اول تا آخر)

* ابتدائی تعلیم مکتب (آبائی وطن) درجہ فارسی و عربی تا دورۂ حدیث۔
* دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ، بستی (کبیر نگر)
* مدرسہ اسلامیہ اہل سنت اندر کوٹ، میرٹھ، یوپی
* دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

اساتذہ کے نام ابتدا سے آخر تک:

(۱) حضرت مولانا محمد فاروق صاحب فیض آباد۔

(۲) امام النحو صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی (مصنف بشیر القاری فی شرح البخاری)

(۳) رئیس الاتقیاء حضرت علامہ الحاج مبین الدین فاروقی (محدث امروہوی)

(۴) استاذ العلما حضور حافظ ملت حضرت علامہ الحاج عبدالعزیز (محدث مبارک پوری) بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔

(۵) خیر الاذکیا سند المدرسین حضرت علامہ حافظ عبدالرئوف بلیاوی۔

(۶) سلطان الواعظین شہنشاہ تفہیم حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفیٰ اعظمی (گھوسی)

(۷) شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی گھوسی۔ (نوراللہ مرقدہم)

سوال: کن اساتذہ نے متأثر کیا وہ اساتذہ کن علوم میں ماہر تھے ان سے متعلق یادیں۔

جواب: مذکورہ جملہ اساتذہ کرام افہام وتفہیم درس وتدریس کے شہنشاہ اور کتب متداولہ مروجہ کے جملہ فنون کے ماہر اوریکتائے روزگار تھے، لیکن حضور رئیس الاتقیاء حضرت علامہ الحاج مبین الدین الفاروقی (محدث امروہوی) علیہ الرحمہ کی شفقتوں اور نوازشوں کی وجہ سے میرا قلبی لگاؤ ان سے زیادہ تھا۔

سوال: آپ کو علم کی کس شاخ میں دلچسپی تھی۔ (تفسیر، حدیث، فقہ یا کوئی اور)

جواب: یوں تو درس نظامیہ کے جملہ فنون پڑھنے اور پڑھانے کا شوق شروع ہی سے تھا، لیکن تفسیر، حدیث، فقہ اور فضائل وسیر سے میری دلچسپی زیادہ تھی۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عصری علوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے؟

جواب: دعوت وعزیمت، تبلیغ وارشاد کے لیے علوم دینیہ میں مہارت تامہ کے بعد عصری علوم کا مطالعہ مفید تر ہے۔

سوال: آپ کو دستار فضیلت کس نے پیش کی؟

جواب: سلطان المتکلّمین ابوالمحامد حضرت سید محمد میاں محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف، استاذ العلما حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبدالعزیز محدث مبارک پوری شیخ الحدیث دارلعلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور۔

مشغلہ:

سوال: آپ کا کیا مشغلہ ہے؟

جواب: درس و تدریس، تبلیغ وارشاد، سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا فروغ اور اس کی اشاعت۔

والد کا مشغلہ تھا: خانگی امور کی نگرانی اور زراعت۔

سوال: کہاں کہاں ملازمت کی؟

جواب: ☆... قصبہ مہنداول ضلع کبیر نگر (یوپی)

☆... دارالعلوم اہل سنت شاہ عالم، احمد آباد گجرات

☆... دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، گونڈہ (یوپی)

موجودہ ملازمت:

دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام قصبہ امرڈوبھا، بکھرا ضلع کبیر نگر (یوپی)

موجودہ پتہ:

دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام قصبہ امرڈوبھا، بکھرا ضلع کبیر نگر (یوپی)

گھر کا پتہ:

مقام اگیا پوسٹ چھاتا، ضلع کبیر نگر

سوال: کس سن میں، کس مرشد کے ہاتھ بیعت کی، کیوں بیعت کی، مرشد کی نصیحتیں۔

جواب: حضور تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند

آل رحمن مصطفی رضا خان نوری برکاتی۔

بریلوی کے دست حق پرست پر مؤرخہ ۷، ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۶، جنوری ۱۹۵۱ء کو بیعت کا شرف حاصل کیا۔

اصلاح حال تزکیہ نفس فلاح دارین اتصال نسبت کے لیے بیعت کی مسلک اہل سنت پر محنت سے قائم رہنے اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے نیز دشمنان خدا اور رسول جل وعلیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشمن جاننے کی نصیحتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سوال: خانقاہ برکاتیہ کے کس شیخ سے خلافت ملی؟

جواب: خانقاہ برکاتیہ کے عظیم چشم و چراغ تاجدار اہل سنت پیشوائے اہل طریقت واقف رموز شریعت پیشوائے ملت اولیاء حقیقت شمس العارفین سراج السالکین زبدۃ الاصفیا احسن العلما حضور سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ مطہرہ سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

سوال: خانقاہ برکاتیہ کے حضور سید العلما اور حضور احسن العلما رضوان اللہ اجمعین میں سے کس کو آپ نے دیکھا؟

جواب: یوں تو خانوادہ برکاتیت کے جملہ آقایان نعمت کی عقیدت و محبت میرے دل میں جاگزیں ہے لیکن حضور سید العلما اور حضور احسن العلما رضوان اللہ علیہما الرحمہ کے علاوہ کسی کی زیارت کا شرف فقیر کو حاصل نہ ہوسکا، ان دونوں گل گلزار برکاتیت اور شہزادگان والا تبار کو علم کا آفتاب و ماہتاب اور شریعت کا بحر بیکراں پایا۔

سوال: ان مشائخ سے آپ کس طرح متاثر ہوئے ان کے اقوال و نصیحتیں بتائیں۔

جواب: ان مشائخ عظام کے حالات زندگی پڑھنے اور اکابرین اہل سنت سے ان حضرات کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ سننے کے بعد ان کے تصلب اور استقامت فی الدین اور پابندی شرع نے مجھے بیحد متاثر کیا۔ ان مشائخ کرام کے اقوال و نصائح میں مذہب اہل سنت و جماعت پر سختی سے پابند رہنا اور اس کے فروغ کے لیے انتہائی کوشش کرنا نیز

دیوبندیوں وہابیوں کی تردید کرتے رہنا، الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کا مظہر اتم ہونا احکام شرعیہ کی پابندی کرنا انہیں زریں اقوال کو اولیت دی گئی ہے۔

سوال: جب آپ کے شیخ طریقت نے آپ کی خلاف کا اعلان کیا تو کون کون علما و مشائخ موجود تھے۔

جواب: خانوادہ برکاتیت کے آقایان نعمت کے علاوہ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب مبارک پور، عزیز ملت حضرت علامہ الشاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مباک پور۔

سوال: آپ کو اس وقت کیسا محسوس تھا؟

جواب: جس وقت تاجدار اہل سنت پیشوائے ارباب طریقت حضور سید احسن العلما الشاہ مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ مارہ مطہرہ نے خانقاہ مارہرہ مقدسہ میں میری خلافت کا اعلان فرمایا اور میرے سر پر سبز دستار باندھی اس وقت میرے اوپر فیضان وبرکات اور انوار و تجلیات کی جو برسات ہوئی اور میری کیفیت کیا ہوئی اسے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔

سوال: خلیفہ بننے سے پہلے آپ کیا محسوس کرتے تھے، نعد میں کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب: خلافت سے پہلے فقیر گدائے برکات اپنے باطن میں ایک مخصوص نوع کا خلا محسوس کرتا تھا۔ خلافت کے بعد برکاتی مشائخ سے اتصال نسبت کی وجہ سے بحمدہٖ تعالیٰ وہ خلا پُر ہو گیا جس کی وجہ سے تصلب اور استقامت فی الدین اور خوف و خشیت و اتباع سنت الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کا جذبہ فزوں تر ہو گیا۔

سوال: خلافت کس جگہ اور کس تاریخ کو عطا ہوئی؟

جواب: خلافت مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقعہ پر مورخہ ۲۰؍ صفر المظفر

۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵، نومبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ۔

سوال: ملنے کے بعد آپ کی اپنے شیخ طریقت سے پہلی گفتگو ہوئی؟

جواب: خلافت ملنے کے بعد اپنے شیخ طریقت سے ادباً کوئی گفتگو نہ کرسکا۔

سوال: کیا آپ کے شیخ طریقت نے آپ کو خطوط لکھے، ان کی نقل آپ نے جواب لکھا اگر اس کی نقل ہو؟

جواب: خط و کتابت و مراسلت کا سلسلہ قائم نہ ہوسکا۔

سوال: آپ کے شیخ طریقت سے دنیاوی امور یا دینی امور میں جو گفتگو وقتاً فوقتاً کی اسے نقل فرمادیجیے۔

جواب: یوں تو زیارت کا بارہا موقعہ ملا لیکن ادب کی وجہ سے سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ کوئی گفتگو نہ ہوسکی البتہ ایک بار ممبئی میں اپنی ثقل سماعت کا ذکر کیا تو حضور تاجدار اہل سنت سیدی سرکار احسن العلما قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: پانچ دانہ بادام اور پانچ عدد منقّٰی سوتے وقت استعمال کریں فقیر اس وقت سے اس پر کاربند ہے۔

سوال: آپ کے شیخ آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے تھے؟

جواب: مولوی نظام الدین

سوال: آپ کو اپنے شیخ کے کس پہلو نے بہت زیادہ متاثر کیا؟ دیگر پہلوؤں کا بھی ذکر فرمائیں۔

جواب: میرے پیر و مرشد حضور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف کی کتاب زندگی کا ہر ورق درخشندہ اور غلامان قادری کے لیے مشعل راہ ہے، آپ کی ہمہ جہت شخصیت میں سے آپ کا حزم و احتیاط، تقویٰ و پرہیزگاری، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وار حق گوئی و بے باکی ایسے نمایاں پہلو ہیں جس سے ایک میں ہی نہیں بلکہ عوام اہل سنت اور اکابرین علماء و مشائخ بھی متاثر ہیں۔

سوال: کیا آپ نے خلافت ملنے کے بعد سلسلہ کا اجرا کیا؟

جواب: خلافت ملنے کے بعد سے اب تک سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے فروغ کے لیے کوشاں ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک سلسلہ قادریہ کے فروغ کا کام ہوتا رہے گا یہی مدعائے دلی اور آخری آرزو ہے۔

سوال: آپ نے خانقاہ برکاتیہ کا ذکر سب سے پہلے کس عمر میں سنا، کس سے سنا؟

جواب: فقیر اپنے دورِ طالب علمی میں جب کہ تپہ اجیار بستی کے مشہور ادارہ دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ بستی (کبیر نگر) میں زیر تعلیم تھا۔ اسی زمانہ میں ''بسڈیلہ'' سے قریب موضع مسرد میں اہل سنت وجماعت اور دیوبندیوں کے مابین منا مناظرہ ہونے والا تھا جس میں حضور تاجدار اہل سنت سید العلما حضرت علامہ حکیم سید آل مصطفی مارہرہ شریف تشریف لانے والے تھے اور ہر طرف آپ کے نام کا شہرہ تھا، اسی وقت اساتذۂ دارالعلوم سے اپنے مرکز عقیدت مارہرہ شریف کا ذکر سنا اور جانا اس وقت میری عمر کوئی بارہ سال رہی ہوگی۔

سوال: آپ کو خانقاہ برکاتیہ آنے کا شوق کیوں پیدا ہوا؟

جواب: فقیر گدائے نوری کو حضور تارجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ بریلی شریف سے بیعت حاصل ہے اور سلسلۃ الذہب سلسلہ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، نوریہ رضویہ آپ کا مبارک سلسلہ ہے چوں کہ اس سلسلہ پاک کے اکثر مشائخ کرام کے مولد و منشا و مسکن و مرقد ہونے کا مارہرہ شریف کو شرف حاصل ہے جو میرے فطری لگاؤ و قلبی رجحان و کشش کا سبب ہے۔

سوال: خانقاہ برکاتیہ کے اکابرین کے کن اقوال نے آپ کو بہت متأثر کیا؟

جواب: خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ کرام کے جملہ اقوال گوہر آبدار اور دل کی گہرائیوں تک اثر آفریں ہیں لیکن مشتے نمونہ از خروارے چند اقوال زینت قرطاس ہیں، حضور مرشد برحق سند المتصلین سید شاہ ابوالقاسم قدس سرہٗ مارہرہ شریف فرماتے ہیں: مذہب اہل سنت وجماعت پر ایسے جمے رہے کہ دوسرے متعصب جانیں اور شریعت مطہرہ کو

اپنا دستور العمل بنائیں واقف اسرار شریعت عارف رموز حقیقت حضور تاج العلما قدس سرہٗ مارہرہ شریف فرماتے ہیں ۔ اہل سنت و جماعت پر نہایت پختگی سے ظاہر و باطن میں قائم رہیں ۔ خدا اور رسول جل و علیٰ صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں کو ہی اپنا دوست جانیں اور اللہ و رسول جل مجدہ اور حضور صلی المولیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنا مخالف اور دشمن جانیں اور حتی الوسع دوری رکھیں ۔

سوال: اعراس و خانقاہ میں منعقد ہوتے ہیں ان کی نوعیت آپ کو کیسی لگتی ہے ؟

جواب: خانقاہ شریف کے جملہ مراسم اعراس انتہائی پاکیزگی و سنجیدگی نیز شرعی حدود میں انجام پذیر ہوتے ہیں ۔

سوال: درگاہ و خانقاہ کے انتظامات آپ کو کیسے لگتے ہیں ؟

جواب: خانقاہ شریف کے جملہ انتظامات نہایت ہیں اعلیٰ پیمانہ پر کئے جاتے ہیں ، زائرین و مہمانون کو کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے ۔ ہر ممکن سہولیات بہم پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔

سوال: خانقاہ برکاتیہ کے علمی و روحانی وقار کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب: خانوادہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے علمی و روحانی وقار کے بارے میں مجھ جیسے کم علم کو کچھ کہنے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے ، جس خانقاہ کے آقایان نعمت و سرکاران والا تبار علم ظاہر و علم باطن کے شہنشاہ اور ہر ایک شریعت و طریقت کے مجمع البحرین رہے ہوں جنہیں اکابرین اہل سنت نے اپنے دور میں ایسے ایسے القابات و خطابات سے یاد فرمایا جو ان کے علمی و روحانی فضل و کمال پر دلالت کرتے ہیں ۔ کسی کو صاحب برکات تو کسی کو شمس دین سے یاد کیا گیا ، کسی کو خاتم الاکابر کہا گیا تو کسی کو تاج العلما ، سید العلما اور احسن العلما سے یاد کیا گیا غرضیکہ یہ خانوادہ ہمیشہ سے ہی علمی و روحانی اقدار کا حامل رہا ہے ۔

سوال: خانقاہ برکاتیہ کا امتیاز کیا ہے ؟

جواب: خانقاہ برکاتیہ کا خصوصی امتیاز تصلب فی الدین مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور اس پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین، احکام شرعیہ کی زندگی کے ہر شعبہ میں پابندی کرنا۔

سوال: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے نسبت کے تعلق سے کیا شیخ طریقت نے آپ کو کوئی تحفہ دیا، کیا وہ محفوظ ہے؟

جواب: خانقاہ رضویہ کے تعلق سے فقیر کو کوئی تحفہ نہ ملا۔

سوال: اہل سنت کی آواز (قدیم) اہل سنت کی آواز (جدید) کے بارے میں آپ کا کیا تبصرہ ہے؟

جواب: فقیر کو رسالہ اہل سنت کی آواز (قدیم) کے مطالعہ کا شرف نہ حاصل ہوسکا اور انتہائی سعی و جستجو کے بعد بھی کوئی رسالہ نہ فراہم ہوسکا، البتہ اہل سنت کی آواز (جدید) کی چند کاپیاں میرے پاس موجود ہیں رسالہ اہل سنت کی آواز (جدید) محترم المقام ماہر علوم عصریہ عالی جناب ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ انتہائی دیدہ زیب ٹائٹل اور خوشنما سرورق کے علاوہ بیش بہا اور وقیع مضامین کا گنج گراں مایہ ہے۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہے۔ یہ رسالہ خوب سے خوب تر اور مفید سے مفید تر ہے۔ مجلس مشاورت و مجلس ادارت کے ماہ و نجوم ہی اس رسالہ کی اہمیت و افادیت کی ضمانت اور مضامین کی صحت و صداقت کی دلیل و سند ہیں۔ اس رسالہ کے علمی و فکری اداریے کے مطالعہ سے قلوب واذہان میں عرفان وایقان کی شمع روشن ہوجاتی ہے۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ خانقاہ کے موجودہ مشائخ اور صاحبزادگان قدیم روایات خانقاہ کی حفاظت کررہے ہیں؟

جواب: جملہ مشائخ کرام خانقاہ برکاتیہ وصاحبزادگان والاتبار خانقاہ شریف قدیم کی

روایات و معمولات کی بقااور اس کے تحفظ کی ہر ممکن سعی کر رہے ہیں اور ان کی کوشش بار آور ثابت ہورہی ہے۔

سوال: کیاوہ عصری تقاضوں سے واقف ہیں؟

جواب: خانقاہ برکاتیہ کے شہزادگان عصری تقاضوں سے ضرور واقف ہیں۔

سوال: ان کی دینی و تبلیغی کاوشوں کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: شہزادگان مارہرہ مطہرہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود دینی و تبلیغی سرگرمیوں کے لیے ہندوبیرون ہند دورہ فرماتے رہتے ہیں اور سفرو حضر ہر جگہ خانقاہ شریف کے مشن کو فروغ دینے کے لیے سعی کرتے رہتے ہیں اور آج عالمی سطح پر خانقاہ مارہرہ مطہرہ کا دریائے فیض انہیں ذوات کاملین کی مساعی جمیلہ سے جاری نظر آتا ہے، جس سے تشنہ روحوں کو آسودگی اور برگشتہ قلوب کو جمعیت وبالیدگی میسر ہوتی ہے۔

سوال: کیا آپ نے ادارہ ”البرکات“ کے بارے میں سنا؟

جواب: فقیر کو ادارہ ”البرکات“ کے بارے میں معلومات نہ فراہم ہوئیں۔

*****

حضور خطیب البراہین ایک جامع کمالات شخصیت

علامہ اقبال احمد قادری

صدرالمدرسین دارالعلوم نورالحق، چرہ محمد پور، فیض آباد، یوپی

مدت درکعبہ وبت خانہ می نالد حیات

تازبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی ذات ستودہ صفات ضلع بستی کی ایک معروف ومشہور شخصیت تھی، آپ نے پوری عمر خدمت علم دین وخدمت خلق خدا میں صرف کی، آپ ایک مثالی متقی و پرہیزگار عالم دین اور سنت نبویہ کے بہت بڑے متبع تھے، آپ کی عملی زندگی سنت رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی تھی۔

احادیث رسول اللہ ﷺ سے اس قدر شغف تھا کہ آپ اپنے خطابت کو احادیث کریمہ کے حوالہ جات سے مدلل ومبرہن فرمایا کرتے تھے، میں نے خود سنا ایک ایک موضوع پر احادیث مبارکہ کا اتنا وافر ذخیرہ مع حوالہ کتب وصفحات وسطر آپ کے پاس موجود ہے کہ مسلسل تین تین مجلسوں میں ایک ہی عنوان پر ایک ہی قصبے میں گھنٹوں تقریر کرتے مگر ہر مجلس کا مواد جداگانہ ہوتا، اس سے آپ کی علمی گہرائی وگیرائی کا پتہ چلتا ہے۔

مسلک حق جس کی وضاحت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے یعنی مسلک اعلیٰ حضرت آپ اس پر نہایت مضبوطی سے قائم ودائم رہے، آپ کے معمولات سے سنت نبوی اور خلوص للّٰہیت کے جلوے آشکارا ہوتے ہیں۔

آپ اپنی حیات طیبہ میں کل ۵۴ سال تک درس وتدریس کے ذریعہ علماو مشائخ

کی ٹیم تبلیغ اسلام کے لیے تیار کرتے رہے، آپ ضلع بستی (موجودہ ضلع سنت کبیر نگر) کے مشہور و معروف مذہبی درس گاہ دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) میں ایک زمانہ تک صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب رفیع پر فائز رہے، جس میں ۲۷ سال تک درس بخاری دیتے رہے، اس میں ۲۰ سال تک بلامعاوضہ درس بخاری دیا اور نہایت ہی دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے رہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت میرے نزدیک اپنی مثال آپ ہیں، بقول شاعر کے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں اسے

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب قبلہ کی مثالی علمی اور عملی زندگی پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا علم وزہد و تقویٰ کو آپ جیسے نادر روزگار اور نابغۂ زمانہ کے فیوض و برکات سے منور فرمائے۔ (آمین)



حضور خطیب البراہین: جامع اوصاف وکمالات

حضرت علامہ محمد سعید نظامی
ناظم اعلیٰ دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، برکاتی محلہ، موضع حسنی، ضلع بستی (یوپی)

حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ محدث بستوی علم وعمل میں بے مثال، سلف صالحین کی ایک یادگار تھے، آپ کے قول وفعل میں یکسانیت، طلب دین کی رغبت، دنیا اور اہل دنیا سے بے نیازی آپ کی زندگی کا معمول رہا، آپ نے سنت نبوی کو اپنی اولیں ترجیح بنائی اور مشائخ کرام کے فرمودات اور طریقے کو اپنے سینے سے لگا کر بزرگوں کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے پوری زندگی شب وروز کوشاں رہے۔

دنیا اور اس کی رنگینیوں نے بڑے بڑے صاحبان جبہ ودستار کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، مگر آپ پر دنیا کبھی غالب نہ آئی بلکہ آپ اسے ہمیشہ ٹھوکر مارتے رہے، آپ کے مریدین میں فاقہ کش غریبوں سے لے کر اونچی بلڈنگوں میں رہنے والے امرا بھی شامل ہیں، مگر نہ تو آپ نے کبھی غریبوں کی دل شکنی کی اور نہ ہی رؤسا کو ترجیح دی، آپ غریبوں کے جھوپڑے میں بیٹھ کر بھی خوش ہوتے اور ان کی بوقت ضرورت دل کھول کر مدد بھی کرتے۔ حضرت مولانا محمد ادریس بستوی آپ کی حاجت روائی کے تعلق سے یوں تحریر فرماتے ہیں:

”میں نجی طور پر ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جن کا پریشانی کے ماحول میں صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے زبردست تعاون فرمایا ہے، کچھ مجبوریوں کی بنا پر مالی استفادہ کرنے والوں کے اسما کا ذکر نہیں کرسکتا، لیکن حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی سخاوت اور دریا دلی دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ (خطیب البراہین ایک منفرد المثال شخصیت صفحہ ۳)

آپ مشائخ کرام کے اس فرمودات پر ہمیشہ عمل کرتے رہے

حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو سلسلہ رفاعیہ کے جد اعلیٰ ہیں آپ فرمایا کرتے تھے " طریقتنا مبنیۃ علی ثلاثۃ اشیاء لانسئل ولانرد ولا ندخر "، یعنی ہم (صوفیاے کرام) کا طریقہ ان تین چیزوں پر منحصر ہے نہ تو ہم کسی سے دست سوال دراز کرتے ہیں اور اگر کسی نے کچھ نذر پیش کی تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں اور اگر ملتا ہے تو اس کی ذخیرہ اندوزی بھی نہیں کرتے بلکہ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

حضور خطیب البراہین نوراللہ مرقدہٗ پوری زندگی حضرت سید احمد کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس فرمان کی عملی تفسیر رہے، آپ نے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، اس کے باوجود آپ کے مریدین و معتقدین آپ کو ہدیہ دیا کرتے تھے جس طرح آپ کو ملا کرتا تھا، ویسے ہی علما، طلبا، عزیز و اقارب اور ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا کرتے تھے اور خرچ کا عالم یہ تھا کہ متعدّد حاجت مندوں کے گھروں کے ہفتے کی بازار بھی آپ ہی کراتے تھے۔ آپ لوگوں کی کس انداز میں مدد کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

جس وقت میں دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام امرڈوبھا میں زیر تعلیم تھا ایک دن بعد نماز عصر حضرت نے مجھے بلایا اور بند مٹھی میں کچھ رقم تھی میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا اسے لے پکڑو، مٹھی بند کرلو، مت کھولنا اور فلاں کے گھر کے بغل میں ایک گھر ہے، برآمدے میں ایک شخص بیمار بستر پر سویا ہوا ملے گا اسے یہ رقم دے دینا، میں نے رقم لی اور اسی طرح بند مٹھی کیے ہوئے اس جگہ پہونچا، دیکھا کہ برآمدے میں ایک نحیف ولاغر شخص سویا ہوا تھا، اس کے پاس گیا اور بند مٹھی میں جو رقم تھی میں نے یوں ہی اس کی مٹھی میں دے دیا اور پھر واپس چلا آیا، وہ رقم کتنی تھی میں بھی نہ جان سکا۔

سفر و حضر ہر حال میں آپ نماز کی پابندی کرتے تھے، اگر اپنی گاڑی رہتی اور نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً گاڑی کھڑی کرنے کا حکم دیتے اور پھر نماز ادا کر کے چلتے، ٹرین میں بھی

نماز کا اہتمام کرتے بلکہ ہر ممکن کوشش ہوتی کہ آپ ٹرین سے اتر کر نماز ادا کریں، پھر بھی اگر موقع نہ ملا تو چلتی ٹرین میں ادا کر لیتے اور ایسا تو اکثر ہوا کہ آخری منزل پر پہونچ کر پلیٹ فارم پر ہی ٹرین میں ادا کی ہوئی نمازوں کا اعادہ کر لیا، تلاوت قرآن اوراد و وظائف و دلائل الخیرات کا وظیفہ آپ کے معمول میں ہمیشہ شامل رہا۔

آپ سادات کرام کا بہت ادب کرتے تھے، سادات میں سے اگر کوئی دارالعلوم میں ملنے کے لیے تشریف لاتے تو حضرت ان کو اپنے مسند پر بٹھاتے اور خود غلامانہ انداز میں بیٹھتے، مارہرہ مطہرہ عرس مقدس کے موقع پر میں نے خود دیکھا کہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سادات کرام کی قدم بوسی فرماتے اور مشائخ سے ملاقات کے بعد اجازت لے کر سیدھے مسجد میں چلے جاتے، اگرچہ آپ کے لیے خانقاہ میں انتظام رہتا پھر بھی آپ خانقاہ میں آرام نہیں کرتے کہ کہیں سادات کرام کی بے ادبی نہ ہو جائے۔

آپ اپنے وعدے کے بڑے پکے رہے، جس سے وعدہ کیا اس کو پورا کیا اور "المومن اذا وعد فوفیٰ" پر پوری زندگی مضبوطی سے عمل پیرا رہے، مشکل سے مشکل وقت آیا مگر آپ نے جہاں پہونچنے کا وعدہ کیا وہاں پہونچے۔ آپ وعدے کے کس قدر پابند تھے، مندرجہ ذیل واقعہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت مولانا انصاف رضا نوری صدر آل انڈیا تنظیم رضائے غریب نواز للولی فتح پوری تحریر فرماتے ہیں:

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۸۴ء میں جب اندرا گاندھی کے قتل کے بعد پورے ملک میں فساد برپا تھا اسی دوران دارالعلوم ربانیہ علی گنج باندہ یوپی میں میری دستار بندی میں حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے پہونچنے کا وعدہ کیا تھا، بیشتر مقررین و شعرا ملکی حالات کے پیش نظر اس جلسہ میں شرکت نہ کر سکے مگر حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ "المومن اذا وعد فوفی" کی عملی تفسیر بن کر اس پروگرام میں شرکت کے

لیے چل دیئے اور اپنے وعدے کے مطابق پروگرام میں شرکت کی، قرآن و حدیث اور اعلیٰ حضرت کے اشعار سے لبریز تقریر سن کر پورا مجمع جھوم اٹھا۔(روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو گورکھپور کا خطیب البراہین نمبر)

آپ کی حیا کا عالم یہ رہا کہ ہمیشہ نگاہ نیچی کیے رہتے تھے، یہ ادا آپ نے اپنے روحانی مربی حضور رئیس الاتقیا علیہ الرحمہ سے سیکھی، در حقیقت آپ نمونۂ سلف تھے۔

آپ کی زندگی کے جس پہلو کو دیکھا جائے آپ بے مثال نظر آتے ہیں، عصر حاضر میں علما و شیوخ کے لیے آپ کی زندگی ایک نمونہ ہے۔

پروردگار عالم حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا فیضان کرم ہم تمامی مریدین و متوسلین و معتقدین اور احباب اہل سنت پر عام فرمائے۔(آمین)

یہ نظام الدین صوفی آئینہ اسلاف کے
ان کی خاموشی میں حکمت حافظ ملت کا فیض



حضور خطیب البراہین اپنے فرمودات کے آئینے میں

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، بستی

تیرا منصب ہے تیری شان فقیری واللہ
دولت عشق نبی دولت و ثروت تیری
تیری ہر ایک ادا آئینہ دار قرآن
عکس محبوب خدا خلوت و جلوت تیری

اللہ رب العزت کی جمیع مخلوقات میں سب سے ارفع واعلیٰ مخلوق انسان ہے، انبیا و مرسلین کی مقدس جماعت انھیں میں جلوہ گر ہوئی، اس خاکدان گیتی کو ظلم و ستم سے نجات دے کر اس کی مسموم فضاؤں کو اپنے وجود کی خوشبو سے معطر کیا، انبیا و مرسلین کے علاوہ اسی انسان ہی کی جماعت میں پروردگار عالم نے بے شمار ایسے بندے پیدا کیے جن کی زندگی کا اکثر حصہ خدمت خلق میں گزرا، جب ساری دنیا محو خواب ہوا کرتی ہے تو انھیں کی تسبیح و تلاوت قرآن کی آوازیں تاریک راتوں کے سناٹوں میں گشت کرتی ہیں، یہ دن میں امت مسلمہ کے درپیش مسائل کا حل کرتے ہیں، ان کے دکھ درد کو بانٹتے ہیں اور رات کی تاریکی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے ماتھے کو ٹیک کر سرد آہیں بھرتے ہیں، یاد خدا میں نکلے ہوئے آنکھوں کے آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں ،ایسے لوگوں کے قول و فعل میں تضاد نہیں بلکہ یکسانیت ہوتی ہے، وہ جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں، نصیحت کرنے سے قبل خود اس پر عمل کرتے ہیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی شخصیت بھی انھیں خداترس، نیک سیرت اور متقی و پرہیزگار علماے دین میں سے ہے، ذیل میں آپ کے دس فرمودات کو قرآن واحادیث اور واقعات کی روشنی میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ آپ کے فرمودات کی روشنی میں آپ کی زندگی کو پرکھا جائے اور خود اس پر عمل کر کے دارین کی دولت عظمیٰ حاصل کی جائے۔

علم دین کا حصول جمیع خیرات وحسنات کا سرچشمہ ہے

علم وجہل یہ دو ایسے لفظ ہیں جن کے معنٰی ومفہوم سے ہر کوئی واقف ہے، علم کی روشنی حاصل کرنے کے نتیجے میں انسان جہاں اس کے نور سے فیضیاب ہوکر اپنے ایمان وعقائد اور اعمال کی حفاظت کرتا ہے وہیں اپنے علم کی روشنی میں اپنے نجی دنیاوی معاملات کے طے کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرتا ہے، جب کہ ایک جاہل کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیوں کہ وہ کبھی کبھی ایمان وعقائد اور اعمال کے تئیں شیطان کا کھلونا بن کر اپنا سب کچھ برباد کردیتا ہے، اس کی جہالت اکثر اس کے دنیاوی معاملات میں نقصان پہونچا دیتی ہے اور اسی طرح اس کے بن چاہے ہی دوسروں کو نقصان پہونچ جاتا ہے، اسی لیے مذہب اسلام نے حصول علم پر زور دینے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو اس کی فضیلتوں سے بھی روسناش کرایا ہے، علم وجہل کے فرق کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت قرآن کریم میں یوں ارشاد فرماتا ہے: '' قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لايعلمون '' (پارہ ۲۸، سورۂ زمر رکوع ۱۵)

یعنی اے محبوب! فرمادو کہ جاننے والا اور انجان برابر نہیں۔ (کنزالایمان)

علم وجہل کے اس واضح فرق سے عالم وجاہل کا مقام ومرتبہ عیاں ہوگیا، کیوں کہ اہل علم کی نہ صرف دنیا میں قدر وقیمت ہوتی ہے بلکہ عنداللہ اس کا مرتبہ جاہل سے بلند ہے، خود پروردگار عالم اہل علم کے مقام ومرتبہ کو بلند کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے یوں بیان فرماتا ہے: '' يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجٰت '' (پارہ ۲۸، سورۂ مجادلہ، رکوع ۲)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کو جن کو علم عطا کیا گیا درجہ بلند فرمائے گا۔ (کنزالایمان)

مومن کا مقام ارفع واعلیٰ ہو اس لیے آقائے دوجہاں، محمد عربی ﷺ نے ارشاد

فرمایا:”اطلبو االعلم ولو بالصین“یعنی حصول علم کے اگر ہمالیہ کے برفیلی چٹانوں سے گزر بھی جانا پڑے، دور دراز سفر بھی کرنا پڑے تو حصول علم سے گریز نہ کرو بلکہ اسے حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ کوشش کرو، آقائے دوجہاں ﷺ کے اس فرمان پر جب کوئی امتی عمل کرنے کے لیے سعی پیہم کرتا ہے تو یقینا اسے کامیابی ملتی ہے اور لوگ اس شخص کو عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو جب کہ اسے مدینے کے تاجدار نے اچھا کہا ہے، آقائے دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”خیر کم من تعلم القرآن وعلمہٗ“یعنی تم میں بہتر وہ شخص ہے جو علوم قرآنیہ کو سیکھے اور لوگوں میں اسے پھیلانے کے لیے انھیں سکھائے، آقائے دوجہاں ﷺ نے علوم قرآنیہ کے حاصل کرنے والے، اس کی ترویج واشاعت کرکے مسائل شرعیہ عام کرنے والے کو لوگوں میں سب سے بہتر قرار دیا، کیوں اللہ تعالیٰ جس بندے کی ذات سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور جس ذات کے تعلق سے خود پروردگار عالم بھلائی کا ارادہ فرمائے تو یقینا وہ بندہ لوگوں میں بہتر ہے، اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے مخبر صادق نے ارشاد فرمایا:”من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین“یعنی اللہ رب العزت جس بندے کا بھلا کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اس علم کی روشنی میں وہ بندۂ مومن اپنے ایمان وعقائد اور اعمال کی اصلاح بھی کرتا ہے اور حسب صلاحیت امت کے کم خواندہ یا ناخواندہ افراد کی رہنمائی بھی کرتا ہے، وہ اپنی دنیا وآخرت کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی دنیا وآخرت سنوارتا ہے، اسی لیے مصطفی جان رحمت ﷺ نے اپنے ہر اس امتی کو خوب خوب دعاؤں سے نوازا جو کہ فرمان رسالت کو عوام وخواص کے درمیان عام کرتا ہے، آقائے دوجہاں ﷺ اپنے فرمان کو یاد کرنے اور دوسروں تک پہونچانے والے کو دعا دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں :”نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا وادھا“یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میرے فرمودات کو سنا اور اس کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا پھر اسے میری امت تک پہنچایا۔

یہ دعا مبلغ علم دین کے لیے اس ذات پاک نے کی ہے جس کی دعا کے بارے میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

آقائے دوعالم ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج جو عالم دین جتنا زیادہ ہی علم دین حاصل کرکے اس کی ترویج واشاعت میں لگا ہوا ہے وہ دنیا میں اتنا ہی زیادہ کامیاب ہے، ان شاء اللہ العزیز وہ قبر کی مشقتوں سے محفوظ رہے گا اور میدان حشر میں اس کے درجات بلند ہوں گے، اس لیے کہ وہ ایسا علم لوگوں میں چھوڑ کر جاتا ہے جس سے لوگ حلال وحرام، جائز وناجائز کے درمیان تمیز کرکے نفع حاصل کرتے ہیں اور دارین کی سعادتوں کو حاصل کرتے ہیں، دینی مسائل کا بتانے والا بتاکر چلا جاتا ہے مگر جب لوگ اس کے سکھائے ہوئے مذہبی طریقے پر عمل کرتے ہیں، پروردگار عالم اس رہنمائی کرنے والے کو اس کا ثواب عطا کرتا رہتا ہے، غیب بتانے والے نبی محمد عربی ﷺ علم دین کے سکھانے والے کو ثواب کو بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں: ”اذا مات الانسان انقطع عنهُ عملهُ الا من ثلثة صدقة جارية اوعلم ينتفع به الناس اوولد صالح يدعولهُ“ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی انسان جب دنیا سے کوچ کرکے سفر آخرت کی پہلی منزل قبر میں پہونچتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں، یعنی اب وہ کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جس کی بنیاد پر اس کی قبر میں ثواب یا عذاب ملے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جو مرنے کے بعد اسے قبر میں فائدہ پہونچاتی ہیں: ایک تو صدقہ جاریہ مثلاً وہ مسجد یا مدرسہ یا رفاہ عامہ کا کوئی کام کردیا ہو یا ایسا علم چھوڑا ہو جس سے لوگ نفع حاصل کررہے ہوں یا نیک لڑکا چھوڑا ہو جو اس کے لیے دعائے خیر کرے تو اس کا فائدہ بعد مرگ بھی ملتا رہے گا۔

اب اگر کوئی صدقہ وخیرات نہ کرسکا اور نافرمان اولاد اس کے لیے دعا بھی نہ کرے

پھر بھی اگر وہ علم دین کو سیکھ کر اس کی اشاعت کی اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا تو یقینا بعد مرگ جب بھی لوگ اس کے سکھائے ہوئے علم سے نفع حاصل کریں گے تو اس معلم خیر کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

مذکورہ بالا آیات طیبات اور احادیث مبارکہ سے علم، عالم، متعلم اور مبلغ کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی، اسی لیے شیخ طریقت خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ "علم دین جمیع خیرات وحسنات کا سرچشمہ ہے" آپ نہ صرف کہتے رہے بلکہ خود اس پر عمل کیا اور علم دین کو خوب سے خوب حاصل کیا اور پوری زندگی مطالعۂ کتب اور مذہب حق کی ترویج واشاعت میں لگے رہے، تقریر و تحریر کے ذریعہ علم دین کو امت مسلمہ تک پہونچاتے رہے، آپ ایک مرتبہ راقم الحروف سے خود فرمارہے تھے کہ "مولانا میں نے بخاری شریف کو سبقاً سبقاً خوب پڑھا اور پڑھایا" آپ نے بخاری شریف پر اردو میں جو کام کیا ہے اگر اس اردو حاشیہ کو بھی شائع کرنے والے ساتھ میں ضم کر دیں تو اردو داں طلبہ اس سے بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، آپ کی علم دوستی کی زندہ مثال یہی ہے کہ آپ کے شاگرد ملک وبیرون ملک میں ہزاروں کی تعداد میں علوم اسلامیہ کے فروغ میں لگے ہوئے ہیں، مساجد کے منبروں، مدارس کی درس گاہوں سے اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کو عام کر رہے ہیں اور اخیر عمر میں جب کہ لوگ اپنے اولاد کے لیے بہت کچھ کر دینا چاہتے ہیں اور اسی کی تگ ودو میں شب وروز کوشاں رہتے ہیں، ایسی عمر میں آپ نے اپنی اولاد کے لیے نہیں بلکہ قوم کے لیے ایک ادارہ بنام جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں قائم کیا جو آج مختلف شعبوں میں اسلام وسنیت کے فروغ کے لیے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں لگا ہوا ہے۔ پروردگار عالم مرشد برحق کی اس نشانی کو آسیب دہر سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

نماز و تلاوت قرآن جملہ حاجات دینی و اخروی کی ضمانت ہے

نماز تمام تر عبادتوں میں سب سے اہم درجہ رکھتی ہے اس کی ادائیگی کے لیے خود خلاق کائنات نے باربار تاکید فرمائی ہے اور نماز اداکرنے کا حکم دیا نیز اس کے ترک پر وعیدیں بھی سنائیں تاکہ خوف خدا کی بنیاد پر آدمی عبادت کی جانب رجوع کرے اور اپنے رب کی سب سے محبوب اور اہم عبادت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے، اگر آدمی اس کی پابندی کرتا ہے تو اسے بے شمار دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں کیوں کہ پانچ وقت کی نماز کی پابندی سے اگر ایک طرف اس کا دل گناہوں کی کثافت سے صاف وستھرا ہوتا ہے تو دوسری طرف آقائے دوجہاں مدنی تاجدار ارواحنا فداہ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوجائے گی کیوں کہ آقائے دوجہاں، مدنی تاجدار، ارواحنا فداہ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اور حضور ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچانے والا یقینا مقبول بارگاہ رسالت ہوگا اور اگر نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ انسان تلاوت قرآن کا بھی پابند ہوجائے تو پھر کیا پوچھنا، جہاں ایک طرف تلاوت قرآن کی برکتوں سے اس کا گھر مالامال ہوگا وہیں ہر قسم کی بلائیں اس کے گھر سے دور ہوں گی اور اس کا دل صاف وستھرا ہوکر مثل آئینہ چمکے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ بھی ہوگا ،قبر اور میدان حشر کے مصائب وآلام سے نجات پائے گا اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام حاصل کرے گا، اسی لیے بزرگان دین ہمیشہ نماز کی تاکید کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کی مداوت کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ انھیں علما و مشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز و تلاوت قرآن جملہ حاجات دینی واخروی کی ضمانت ہے، اس لیے بندۂ مومن کو جب بھی کوضرورت درپیش ہو تو نماز اور تلاوت قرآن کے ذریعہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرے، ان شاء اللہ العزیز اس کا کام پایہ تکمیل تک پہونچے گا۔

کسی دولت مند انسان سے یہ سوچ کر ہرگز نہ ملو کہ مال کا فائدہ ہو گا

اللہ تعالیٰ رزاق مطلق ہے، وہی سب کو روزی دیتا ہے، خود اس کا اعلان ہے

''ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا'' (پارہ۱۲ سورہ۱۱ رکوع۱ آیت۶)

ترجمہ:۔ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

یعنی روے زمین پر پروردگار عالم نے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اپنے ذمۂ کرم پر لے لیا ہے وہ انھیں روزی ضرور دے گا، آدمی کو اپنے رب کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اپنی محنت و مزدوری سے حصول رزق کی کوشش کرنی چاہیے تو یقیناً اللہ رب العزت رزاق مطلق ہے وہ روزی ضرور دے گا۔

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ ''کسی دولت مند انسان سے یہ سوچ کر ہرگز نہ ملو کہ مال کا فائدہ ہو گا''۔

کبھی بھی اچھی غذا پیٹ بھر کر نہ کھاؤ کیوں کہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے جو عبادت میں مخل ہے

اچھا کھانا، صاف و ستھری ہوا اور پاک و صاف پانی انسان کی زندگی کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں، اس کے بغیر انسانی اعضا زیادہ دنوں تک کام نہیں کر سکتے اور انسان بستر پکڑ لیتا ہے، اس لیے انسان کو باحیات رہنے کے لیے اچھی غذا صاف پانی اور اچھی ہوا کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مذکورہ چیزیں اگرچہ انسانی زندگی میں اہم ہیں مگر ان کا استعمال بقدر ضرورت ہو تو مفید ہے ورنہ مضر، مثلاً ہوا ضروری ہے مگر تیز ہوا میں اگر انسان کھڑا ہو جائے تو اس کی سانس پھولنے لگتی ہے، یوں تو زیادہ کھانا پانی سے انسان کے اندر بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو بدن انسانی کے لیے مضر ہوا کرتی ہیں، اس لیے حکما و اطبا زیادہ کھانے سے منع کرتے ہیں کیوں کہ کم کھانے سے جہاں انسان کا جسم کا چست رہتا ہے وہیں اس کو اچھی بھوک بھی لگتی ہے جب کہ زیادہ کھانے سے انسان کو

بہت سی بیماریاں ہوجاتی ہیں اور جسم میں بھی سستی رہتی ہے اور سست آدمی کا دل جہاں دیگر امور میں نہیں لگتا وہیں اس کی طبیعت عبادت میں بھی لگتی۔ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کھانے کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”کبھی بھی اچھی غذا پیٹ بھر کر نہ کھاؤ کیوں اس سے سستی پیدا ہوتی ہے جو عبادت میں مخل ہے“۔

اسی لیے مشائخ کرام کم خفتن، کم گفتن پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ کم خوردن پر ہمیشہ عمل کرتے رہے، خود پیر طریقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ قلت طعام کے فارمولے پر پوری زندگی عمل کرتے رہے، ایک تو اس لیے کہ ”لما تقولون مالا تفعلون“ کا مصداق نہ بن جاؤ اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرو تاکہ لوگ اس پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں۔

اگر کسی کے پاس مال ہو جائے تو اسے جمع نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ انسان کو زمانے میں رسوا کر دیتا ہے ساتھ ہی ساتھ ایمان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ” وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا“ پرور دگار عالم رزاق مطلق ہے، اس کے حکم کے بغیر کسی کو ایک ذرہ بھی نہیں مل سکتا، جب وہ کسی کو دیتا ہے تو بے شمار دولتوں کا مالک بنا دیتا ہے اور جب لینے پر آتا ہے تو ایک روٹی کا محتاج بنا دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ پرور دگار عالم کے عطا کردہ رزق کو پاکر بہت سے لوگ غرور و تکبر خدائی دعویٰ کر بیٹھے اور جب رب کا غضب نازل ہوا تو ان کا مال ان کے کچھ کام نہ آیا، بلکہ قارون جیسا مالدار شخص اپنے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا، مگر یہی مال جب اللہ کے نیک بندوں کے قبضے میں آیا تو ان لوگوں نے اسے دل کھول کر خرچ کیا، ایک طرف اگر قارون کا مال اس کے لیے آخرت میں اس کے گلے کا طوق بنا تو دوسری طرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے صالحین وصالحات کا مال ان کے لیے توشہ آخرت بنا، اس لیے مال اگر جائز جگہ خرچ ہوتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ

مال وبال جان ہوتا ہے اور دنیاو آخرت میں رسوائی کا سبب بھی، مال کے متعلق وقت کے عظیم شیخ حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی کے پاس مال ہو جائے تو اسے جمع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ انسان کو زمانے میں رسوا کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایمان کو کھوکھلا کر دیتا ہے''۔

مال کے متعلق پروردگار عالم کا فرمان عالی شان ہے: ''یآیھا الذین ا منوا لا تلھکم اموا لکم ولا اولاد کم عن ذکر اللہ و من یفعل ذالك فا ولئك ھم الخاسرون''۔(پ۲۸ سورہ تغابن آیت۹)

یعنی اے ایمان والو! تمھارے مال تمھارے اولاد کہیں تمہیں اللہ کے یاد سے غافل نہ کر دیں اور جسے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، وہی خسارے میں ہے۔

شیخ طریقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زندگی کا یہ معمول رہا ہے کہ آپ مال کو کبھی خاطر میں نہیں لائے، ایسا نہیں کہ آپ کے پاس دولت نہیں تھی، اسے اپنے پاس جمع کر کے نہیں رکھا بلکہ محتاجوں اور حاجت مندوں کے لیے آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا، بچپن سے آپ کے قریب رہنے والے مولانا محمد سعید نظامی بیان کرتے ہیں:

حضرت کئی لوگوں کو ہفتے کی بازار کرواتے تھے، مدرسہ میں چندہ دینا آپ کا معمول تھا، کسی مسجد کی اگر بنیاد ڈالی تو اکثر کچھ نہ کچھ چندہ اس کے ذمہ داران کو اپنے پاس سے دیتے تھے، خود جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کی جب بنیاد پڑی تو آپ نے تقریباً سوا لاکھ روپئے یک مشت چندہ دے کر مسجد کی بنیاد ڈلوائی، آپ اپنے خدمت گزاروں کو خوب خوب نوازتے رہے، خویش واقارب کا خیال رکھنا اور انھیں تحفے وتحائف پیش کرنا علما ومشائخ کی عزت کرنا اور ان پر خرچ کرنا آپ کا معمول تھا، دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا جہاں آپ درس دیتے تھے وہاں کے علما کے لیے آپ کے ناشتے کا دسترخوان ہمیشہ حاضر رہا کرتا تھا، گویا کہ خود عمل کرنا پھر لوگوں کو

عمل کی دعوت دینا آپ کا طریقہ رہا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیے کیوں کہ عوام کا بڑا طبقہ آج بھی علما و مشائخ کے عمل کو اپنے لیے واجب العمل تصور کرتا ہے۔ پروردگار عالم ہم لوگوں کو شیخ طریقت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جہاں تک ممکن ہو خدمت دین فی سبیل اللہ کرو

اللہ جل شانہ، تمام مسلمانوں کو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے: ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ (پارہ ۲۸ سورۂ ممتحنہ)

ترجمہ:۔ بے شک تمھارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی۔(کنزالایمان)

جب آقائے دو جہاں ﷺ کی سیرت طیبہ ہم تمامی مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے تو ہم پر واجب ہے کہ اپنے تمام امور کو سیرت طیبہ کی روشنی میں انجام دیں اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں، آقائے دو جہاں ﷺ نے دینی امور کے انجام دہی میں اپنی پوری زندگی گزار دی، مصائب و آلام کا سامنا کیا اور ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا مگر دین متین کے فروغ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی سنتوں کے حامل شیخ طریقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”جہاں تک ممکن ہو خدمت دین فی سبیل اللہ کرو“ اس لیے کہ دنیا دار العمل ہے اور وہی کام زاد آخرت ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، اب اس کے ضمن میں اگر دنیا کے مال و دولت بھی حاصل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ اپنے اس قول پر مکمل طور پر خود عمل پیرا تھے، آپ نے ملک کے کونے کونے میں تبلیغی دورہ کیا مگر آپ نے کسی سے نہ تو ایک روپیہ کرائے اور نہ ہی نذرانے کا مطالبہ کیا، آپ تقریباً بیس سال تک دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس بخاری دیتے رہے مگر انتظامیہ سے کبھی آپ نے ایک روپئے کا مطالبہ نہیں کیا، تبلیغی دوروں پر جاتے جو مل جاتا اسے قبول فرما لیتے اور

دعائیں دیتے ہوئے اپنی منزل کی جانب چل دیتے، آپ کے اس اخلاص کے چرچے لوگوں کی زبان پر تھے اور آج بھی ہیں، اس لیے کچھ لوگوں نے آپ کو آزمایا بھی مگر آپ آزمائش میں کھرے اترے۔

مذہبی باتیں حوالے سے پیش کرو اور اپنی طرف سے شریعت میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرو

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے فرمایا" مذہبی باتیں حوالے سے پیش کرو اپنی طرف سے شریعت میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرو"

مگر آج لوگوں کے اندر مسئلہ بتانے کا بڑا شوق ہوتا ہے، ہوٹلوں و چوراہوں پر، نجی محفلوں میں، جنازہ میں شرکت کے وقت، شادی بیاہ کے مواقع پر، آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ کم پڑھے لکھے لوگ شریعت کے اسرار و رموز سے ناواقف حضرات سب سے پہلے مسئلہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ ان کی نجی محفلیں ہوں تو کیا کہنا پھر تو وہ اپنے آپ کو قاضیِ شرع سے کم نہیں سمجھتے مگر ان کے بتائے ہوئے مسائل اکثر غلط ہوتے ہیں، ایسے ہی کم علم خطبا اپنی تقریر کی دھونس جمانے کے لیے موضوع روایت بیان کرنے سے نہیں چوکتے جب کہ ان کے بتائے ہوئے پر کسی نے عمل کر لیا تو ان کے غلط رہنمائی کا وبال اس غلط بتانے والے پر ہوتا ہے۔ آقائے دو جہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں " من افتی بغیر علم کان اثمہٗ علیٰ من افتاہ" (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۵)

یعنی جب بے علم نے فتویٰ دیا یعنی جس چیز کے بارے میں اسے معلوم نہیں تھا اس کے بارے میں کوئی حکم شرعی سنایا تو اس کا گناہ اس حکم شرعی سنانے والے پر ہے۔

صاحب ترتیب ہو جاؤ یعنی زندگی کی قضا نمازوں کو ادا کر لو

نماز فرض ہے، اس کی فرضیت قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے، پروردگار عالم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے لیے کائنات کی تمام مخلوق اور رنگ برنگ چیزوں کو پیدا فرما کر

حسن عالم کو حسین سے حسین تر بنایا، ان میں سب سے افضل واعلیٰ انسان کو بنا کر اس کے مقصد تخلیق کو یوں بیان فرمایا "وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون" یعنی ہم نے انسانوں کو جناتوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا گویا کہ مقصد تخلیق انسان خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت ہی ہے۔

عبادت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) عبادت بدنی (۲) عبادت مالی

عبادت بدنی:۔

نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، چند قدم چل کر دوسرے کی رہنمائی کرنا، کسی کو راہ راست کی جانب بلانا گویا کہ جن عبادتوں کا تعلق اعضا وجوارح سے ہے اسے عبادت بدنیہ کہتے ہیں۔

عبادت مالی:

زکوٰۃ دینا، حج کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، کسی غریب کا مال سے مدد کرنا گویا کہ جس شئ کا تعلق مال سے ہے اسے عبادت مالیہ کہتے ہیں۔

سب سے افضل واعلیٰ عبادت نماز ہے، اس عبادت کی ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہے اگر ان وقتوں میں یہ ادا نہ کی گئی تو بندے پر اس کی قضا لازم ہوتی ہے، بہر صورت ہر وقت کی نماز بندے کو ادا کرنا لازم ہے اور جو اس کے ذمہ نمازیں ہیں اس کی بھی قضا کر لینی چاہیے اور اس کی ادائے گی میں اس قدر کوشش کرنی چاہیے کہ بندہ صاحب ترتیب ہو جائے۔

صاحب ترتیب:

اس بندۂ مومن کو کہتے ہیں جس کے ذمہ پانچ وقت سے زائد کی نمازیں باقی نہ ہوں۔

اگر بندۂ مومن اس پر عمل پیرا ہو گیا تو اس کی دنیا وآخرت دونوں سنور جائے گی، جملہ مومنین ومومنات کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز کرنے کے لیے حضور

خطیب البراہین علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے ”صاحب ترتیب ہوجاؤ“ یعنی زندگی کی قضانمازوں کو اداکرلو کیوں کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس سے دین ودنیا کی بے شمار بھلائیاں وابستہ ہیں۔

کوئی بھی کام دائیں جانب سے شروع کرو خواہ کپڑا پہننا ہو یا جوتا یا اور کوئی کام

مومن کی زندگی ایسی پیاری ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کا ہر لمحہ عبادت میں گزرے، اس کی صبح وشام، اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، تجارت کرنا سب عبادت میں شمار ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ سب امور ایک طریقے سے انجام دیئے جائیں مثلاً تجارت، کھیتی، ملازمت اور ہر وہ جائز طریقہ جس سے مال کمایا جائے اس سے اس کا مقصد اولاد کی پرورش، والدین کی خدمت اور مذہب اسلام کی ترویج واشاعت میں مدد کرنا ہو، یوں ہی کھانا پانی اور دیگر غذائیں اس نیت سے استعمال کریں کہ اس سے ہمیں طاقت ہوگی اور ہم اللہ رب العزت کی عبادت کریں گے، کپڑا اس لیے زیب تن کرے کہ ستر پوشی کا حکم شریعت مطہرہ نے ہمیں دیا، اس سے ہم اپنا ستر ڈھکیں تو یقیناً ان تمام حالات میں اسے ثواب ملے گا، آقائے دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”انما الاعمال بالنیات“ یعنی عمل کا دارومدار نیت پر ہوا کرتا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے اس فرمان پر غور کریں، آپ ارشاد فرماتے ہیں ”کوئی بھی کام دائیں جانب سے شروع کرو خواہ کپڑا پہننا ہو یا جوتا یا اور کوئی کام“ درحقیقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد آپ کی زندگی کی عملی تفسیر ہے کیوں آپ پوری زندگی سنتوں پر عمل کرتے رہے اور اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین اور تقریر وتحریر کے ذریعہ سنتوں پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے اور آپ کا مذکورہ فرمان بھی اسی لیے ہے کہ سنتوں پر عمل ہوگا اور لوگ خود اس پر عمل پیرا ہوکے سنتوں کے پابند بنیں گے، آپ کی عملی زندگی آپ کے فرمان کی عملی تفسیر ہے، آپ خود ہمیشہ داہنے کا اہتمام کرتے تھے کپڑا پہننا

ہو یا کھانا، جوتا پہننا، عمامہ باندھنا حد تو یہ ہے کہ گھر کے اندر داخل ہونے میں بھی آپ داہنے کا اہتمام کرتے تھے اور اس پر پابندی کا عالم یہ ہے کہ میں خود (راقم الحروف) سخت ٹھنڈک کے ایام میں ایک مرتبہ جراب پہنا رہا تھا، بے توجہی سے میں نے جراب بائیں پیر میں پہنانا چاہا تو آپ نے فوراً بایاں پیر کھینچ لیا، میں ابھی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فوراً داہنا پیر آگے بڑھایا، میں سمجھ گیا اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ پہلے مجھے داہنے پیر میں جراب پہنانا چاہیے تھا۔

اللہ کا نام لو (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیا کرو) داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

داہنے سے ہر کام شروع کیا جائے، اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث یوں مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ”کان رسول اللہ ﷺ اذا لبس قمیصا بدأ بیمانه“. (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۷۴)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ قمیص پہنتے تو داہنے سے شروع کرتے۔

اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کی محبت مانگو

اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے: ”یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین“

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہ وہ نسخۂ کیمیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دونوں جہان میں سرخرو و کامیاب ہو سکتا ہے کیوں دنیا دار العمل ہے اگر یہاں بندۂ مومن عمل صالح کرنے میں سستی و کاہلی کیا تو آخرت میں سوائے رسوائی کے اسے کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے، رہ گئی بات عمل صالح کی تو خوف خدا ہی عمل صالح کا داعی ہوتا ہے اور اسی سے بندۂ مومن عمل خیر کی جانب ہر قدم بڑھاتا ہے تاکہ یہ عمل خیر اس کے لیے توشۂ آخرت بنے اور نار جہنم سے نجات حاصل ہو جو انسان خوف خدا دل میں بسا لیتا ہے تو پھر وہ صراط مستقیم پر چل پڑتا

ہے اور اپنے رب کی رضا و خوشنودی کو سامنے رکھ کر ہر کام کرتا ہے اور پھر اسے عبادت میں لطف آنے لگتا ہے اور انسان اپنی پُر لطف زندگی گزارنے لگتا ہے، یہ چیزیں انسان کے دشمن ازلی شیطان لعین پر بڑا شاق گزرتا ہے پھر تو ایمان کا چور اعمال صالحہ پر ڈکیتی ڈالنے والا بنی آدم کا دشمن ازلی اس صالح بندے کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اب اگر اس بندے کو عقائد و اعمال کے بارے میں شرعی معلومات نہیں ہے یا کسی اہل علم سے اس کے تعلقات نہیں ہیں اور کسی شیخ کامل کا سایہ بھی اس پر نہیں ہے تو اس بندے پر اس کا داؤ بھی بڑی آسانی سے چل جاتا ہے پھر خطرہ یہ کہ شیطان اس کے اعمال کو اکارت کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور یہ عابد اس کے جال میں پھنس کر اس کے مکر و فریب کا شکار ہو جاتا ہے کیوں شیطان ایمان و عقائد اور اعمال کا ڈاکو ہے، اس کی نگاہ لوگوں کی دولتوں پر نہیں بلکہ اس کے عقائد و اعمال پر ہوتی ہے اور یہ مومن کا پیچھا آخری وقت تک کرتا رہتا ہے، ہمت نہیں ہارتا اور اس امید میں رہتا ہے کہ بندۂ مومن کو گمراہ کرنے میں اسے کامیابی مل جائے اسی لیے خالق کائنات نے جہاں اپنے خوف کی تاکید فرمائی وہیں اہل اللہ کی معیت کو اختیار کرنے کا حکم دیا کیوں شیطان اگر ایمان و عقائد کا ڈاکو ہے تو اہل اللہ اس کے محافظ اور رکھوالے ہیں، ان بزرگوں، نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کی صحبت حاصل کر کے شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہم بچ سکتے ہیں اور پھر صحبت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے، ہم ان کی صحبت سے فیض حاصل کر کے اپنی زندگی کی صبح و شام سنوار سکتے ہیں۔ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا فرمان عالی شان ''اللہ سے بزرگوں کی محبت مانگو'' اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے، کیوں نہ ہو محبت ایسی چیز ہے جس میں محبوب کے اچھے کام تو اچھے ہیں ہی اس کے برے کام بھی لوگوں کو اچھے لگتے ہیں اور پھر محبت جب اہل اللہ سے ہو تو کیا کہنا ان کی محبت تو بندۂ مومن کے اندر انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے کیوں انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی صحبت میں

زیادہ سے زیادہ دن گزارنا چاہتا ہے اور اگر اس کا محبوب دور ہو یا اس دار فانی سے رحلت کر چکا ہو پھر بھی محبوب کی زندگی اس شخص کے لیے آئیڈیل ہوا کرتی ہے اور وہ اپنے محبوب کی پسند کو اپنا او لیں پسند تصور کرتا ہے۔

اسی لیے نمونۂ سلف حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ لوگوں کو تاکید کرتے رہتے رہے کہ اللہ سے بزرگوں کی محبت مانگو۔



صاحب سجادہ حضور حبیب العلما کا مختصر تعارف

مولانا محمد طاہر القادری نظامی مصباحی
شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، ضلع بستی

پیر طریقت، رہبر راہ شریعت، وارث علوم حضور خطیب البراہین، نمونۂ سلف صالحین، شہزادۂ حضور خطیب البراہین، محبوب العلما والمشائخ، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نظامیہ اگیا شریف و سربراہ اعلیٰ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار ضلع سنت کبیر نگر کی ذات والا صفات محتاج تعارف نہیں، آپ تاج الاصفیا حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ کے اکلوتے شہزادے ہیں، حضور خطیب البراہین کی تربیت اور علماو مشائخ کی نگاہ کرم نے آپ کو اہل سنت وجماعت کا وہ روشن ہیرا بنا دیا، جس کی چمک سے اب تک نہ جانے کتنے لوگوں کے قلوب منور ہو چکے ہیں، جن کی تقریر دلپذیر سے بدعقیدہ لوگوں نے بدعقیدگی چھوڑ کر اہل سنت وجماعت کے دامن میں پناہ لے لیا، جن کی سادہ مگر پر اثر تحریر، مواد سے پُر اہل علم کے لیے بیش بہا خزانہ ہوتی ہے، جن کی سادگی پر کشش، جن کا اخلاق کریمانہ عصر حاضر کے علماو مشائخ کے لیے نمونہ عمل، جن کا تقویٰ و پرہیزگاری اپنی جگہ مسلم، جن کی مجلس میں ہمیشہ خیر ہی خیر کا تذکرہ، نہ کسی کی غیبت نہ ہی کسی کی کوئی عیب جوئی، جو اپنی ہر بات میں قران وحدیث کے حوالے پیش کرتا ہو، جب تک گفتگو ہو خواہ کسی بھی موضوع پر قرآن وحدیث کے حوالے کے ساتھ ساتھ گفتگو ختم، قلم اٹھ گیا یا حمد خدا یا ذکر نبی یا ذکر صحابہ یا ذکر صلحا ان کا قلم بھی کبھی کسی کی عیب جوئی اور کسی دنیادار کی تعریف سے پاک گویا اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا سچا ترجمان ہے۔

کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ایسی بلند و بالا شخصیت پر مجھ جیسا کم علم کیا لکھ سکتا ہے، ہمیں اپنی کم علمی کا احساس ہے۔ پھر بھی چند صفحات آپ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں رقم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی پیدائش ایک عابد شب زندہ دار عالم باعمل کے آنگن میں ہوئی، اپنی ولادت باسعادت کے بارے میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

ضلع بستی سنت کبیر نگر صوبہ یوپی ٹپہ اجیار کے معروف و مشہور گاؤں موضع اگیا پوسٹ چھاتا بڑا پوسٹ دو دھارا میں ماہ محرم الحرام ۱۳۶۹ ہجری مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ عیسوی بروز دوشنبہ مبارکہ کو ایک متدین گھرانے میں ہوئی، سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد حبیب الرحمن بن پیر طریقت خطیب البراہین حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین بن نصیب اللہ بن بیتاب علی بن محمد اسحاق علیہم الرحمہ۔ (تذکرہ حبیب العلماء، صفحہ ۵۲/۵۳)

گھر میں دینی ماحول تھا، عابد شب زندہ دار والد کی صحبت عابدہ زاہدہ والدہ کے سایہ الفت میں بچپن کے ایام گزرے، جب آپ پڑھنے کے لائق ہوئے تو والد محترم حضور خطیب البراہین آپ کو اپنے ساتھ پڑھنے کے لیے لے گئے، اس وقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ کے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے، حضرت حبیب العلما خود تحریر فرماتے ہیں:

راقم الحروف کے پدر بزرگوار حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ ۱۹۶۰ عیسوی میں چوں کہ دارالعلوم اہل سنت فضل رحمانیہ پچپڑوا بازار میں صدر المدرسین کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اس لیے راقم الحروف نے انہی کی نگہداشت میں رہ کر سلسلہ تعلیم کا آغاز درجہ پرائمری سے کیا۔ (تذکرہ حبیب العلماء، صفحہ ۵۳)

آپ تقریبا دو سال تک پچپڑوا کی سرزمین پر واقع دار العلوم فضل رحمانیہ میں پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر اپریل ۱۹۶۳ء میں حضور خطیب البراہین کی تقرری دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں عمل میں آئی تو آپ بھی والد بزرگوار کے ساتھ آگئے اور وہیں پر پرائمری کی تعلیم کی تکمیل فرمائی آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

چنانچہ ۱۴؍ اپریل ۱۹۵۳عیسوی میں دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں جب حضور خطیب البراہین تشریف لائے تو راقم الحروف بھی آپ کے ہمرکاب رہا اور اپنے پدر بزرگوار کی نگرانی میں درجات پرائمری کی تکمیل کی۔ (تذکرہ حبیب العلما، صفحہ ۵۴)

تپہ اجیار عروس البلاد ممبئی میں سیٹھ حضرات کی وجہ سے جانا جاتا ہے اس علاقے کے بہت سے لوگ ممبئی میں اچھے کاروباری ہیں اور مستقل سکونت اختیار کر چکے ہیں کبھی دو چار سالوں میں چند دنوں کے لیے کسی موقع پر آجاتے تھے ان کے مکانات کھنڈر میں تبدیل ہونا شروع ہو گئے تھے، یہ تو حضور خطیب البراہین کا فیضان اس آبادی پر ہوا، حضرت نے اپنی آخری ارام گاہ کے لیے اسی کو پسند کر لیا اب تمام لوگ سال میں کم از کم ایک بار عرس نظامی کے موقع پر اپنے گھر ضرور آجاتے ہیں جس کی وجہ سے علاقے کے ارباب ثروت حضرات نے اپنے مکانات کو ٹھیک کرا لیا اور کچھ تو نئے مکانات تعمیر کرا چکے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اس علاقے میں بالخصوص موضع اگیا میں بزنس کا کس قدر ماحول تھا، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کا علاقے کا ہر شخص دل سے احترام کرتا تھا، اسی لیے خلافت ملنے کے بعد پورا علاقہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گیا، چوں کہ حضور حبیب العلما اپنے والد کے اکلوتے اولاد نرینہ میں سے تھے، اس لیے مخلص احباب نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو مشورہ دیا حضور انہیں ہائی اسکول تک پڑھا دیں کچھ انگریزی اور حساب وغیرہ جان لیں گے، اس کے بعد ممبئی بھیج دیں، کچھ بزنس وغیرہ کرا دیا جائے گا، اس سے مالی حالت بہتر ہو جائے

گی اور ان کا مستقبل بھی روشن ہو جائے گا حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے سب کے مشورے کو سن لیا اور پھر ایک دن تنہائی میں حضرت حبیب العلما کو بلا کر لوگوں کی رائے بیان کی اور پوچھا بیٹا تمھاری کیا رائے ہے حضور حبیب العلما تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف کے درجات پرائمری کی تکمیل کے بعد حضور پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا تمھارے متعلق احباب کی رائے ہے کہ دس تک انگریزی اور حساب کتاب کی تعلیم دلائی جائے اور چوں کہ اپنے گاؤں کے بیشتر لوگ عروس البلاد ممبئی میں بزنس کرتے ہیں اس لیے تمہیں بھی کسی بزنس میں لگا دیا جائے تمھارا کیا خیال ہے۔(تذکرہ حبیب العلما، صفحہ ۵۴)

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی ان باتوں کو سن کر حضور حبیب العلماء نے وہی جواب دیا جو ایک سعادت مند نیک اور دیندار اولاد اپنے باپ کو دے سکتی ہے آپ فرماتے ہیں:

پدر بزرگوار سے ادب و احترام بجا لاتے ہوئے عرض کیا حضور حیات دنیاوی تو وطن اصلی نہیں ہے، دنیا سے ایک دن سب کو جانا ہے، آپ مجھے ایسے راستے پہ لگائیں جس سے وطن اصلی آخرت کی بھی کچھ تیاری ہو جائے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور دنیا کی زندگی بھی اصول شرع کے مطابق باعزت گزر جائے۔(تذکرہ حبیب العلماء، صفحہ ۵۵)

اپنے سعادت مند بیٹے کے اس جواب سے حضور خطیب البراہین کتنے خوش ہوئے ہوں گے، دل سے کتنی دعائیں نکلی ہوں گی، اس کا اندازہ بس اسی کو ہوگا جس کا وفا شعار بیٹا اس کے حکم کی تعمیل میں اس کے دل کی آرزو کا خیال کرتے ہوئے اسے جواب دیا ہو، جب حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے حضور حبیب العلماء کا جواب سنا تو اظہار مسرت کیا حضور حبیب العلما تحریر فرماتے ہیں:

راقم الحروف کی باتیں سن کر حضرت والد صاحب قبلہ خوش ہو گئے اور فرمایا ماشاء اللہ تو پھر تم درس نظامیہ میں داخلہ لے لو۔(تذکرہ حبیب العلماء صفحہ ۵۵)

والد بزرگوار کی اجازت ملنے کے بعد آپ نے ۱۹۶۶ عیسوی میں دارالعلوم اہل

سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں درس نظامیہ کے ابتدائی درجہ اعدادیہ میں داخلہ لے لیا اور اساتذ تنویر الا سلام کی نگرانی میں نہایت ہی عرق ریزی کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے ،اسی زمانے میں منشی مولوی وغیرہ امتحان کی بڑی اہمیت تھی لکھنو میں امتحانات ہوتے تھے آپ نے مولوی کا امتحان پاس کیا،آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

اس وقت امتحانات عربی فارسی الہ باد بورڈ یو پی کا سینٹر حسین آباد انٹر کالج لکھنو میں ہوتا تھا، حضرت مفتی عنایت احمد نعیمی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں ۱۹۷۲ عیسوی میں امتحان مولوی پاس کیا۔(تذکرہ حبیب العلماء صفحہ ۵۶)

آپ نے دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام میں مشکوۃ شریف تک کا درس لیا اس کے بعد حضور خطیب البراہین نے اساتذہ تنویر الاسلام سے آگے کی تعلیم کے سلسلے میں مشورہ کیا تو اساتذہ نے کہا حضور دور حدیث کی تعلیم کا انتظام یہاں پر ہو ہی گیا ہے اس لیے کہیں اور بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے فرمایا آپ حضرات کا کہنا ٹھیک ہے پھر بھی اگر انہیں چند سالوں کے لیے دیگر ادارے میں بھیج دیا جائے تو انہیں ایک نیا ماحول ملے گا اور دنیا بھی دیکھ لیں گے جو ان کی ذات کے لیے بہتر ہے اس لیے طے ہوا کہ آپ کا داخلہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں کرایا جائے آپ اپنے مبارک پور داخلے کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لیے کتابوں سے دوستی کرلی ہاسٹل میں تو ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں مگر آپ نے اپنے آپ کو بچوں سے دور رکھا ، چنانچہ ۲۷ مارچ ۱۹۷۳ء بروز پیر عالمی شہرت کا حامل مرکزی ادارہ دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں راقم کا داخلہ ہوا، داخلہ شمار نمبر ۱۶۲۳ ہے۔

(تذکرہ، حبیب العلما صفحہ ۵۶)

حضور حبیب العلما مبارک پور میں داخلہ کے بعد حصول علم میں لگ گئے اور اپنے ہاسٹل میں رہنے کی بجائے اساتذہ کے کمرے میں رہنا پسند کیا تا کہ کسی بھی طالب

علم کی صحبت بد سے بچ سکیں آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

راقم کا میلان طبع بفضلہ تعالی فضول اور لغو سے احتراز تھا اس لیے اپنے آپ کو لغویات سے بچانے کے لیے اساتذہ ہی کے کمرے میں رہنے کو ترجیح دیا۔ چنانچہ الجامعۃ الاشرفیہ کی جدید عمارت کے اوپر والے کمرے میں جہاں شیخ التفسیر علامہ افتخار احمد اعظمی و شیخ الادب علامہ یسین اختر مصباحی صاحب قبلہ اور صوفی ملت حضرت علامہ عبدالمبین صاحب قبلہ رہا کرتے تھے انہی کرم فرماؤں کے ساتھ قیام و طعام کا انتظام ہو گیا۔ (تذکرہ حبیب العلما صفحہ ۵۸)

آپ نے اساتذہ اشرفیہ سے جہاں دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی وہیں پر حضور محدث کبیر ممتاز الفقہا، حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری مد ظلہ النورانی سے بخاری شریف، شمس العلما حضرت قاضی شمس الدین جعفری علیہ الرحمہ سے مختصر المعانی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علی الرحمہ سے مسلم شریف جیسی کتابوں کا درس لیا اور ۱۹۷۷ء میں مصباحیت کے تاج سے سرفراز کیے گئے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں شعبان المعظم ۱۳۹۷ ہجری مطابق ۲۰، جولائی ۱۹۷۷ء بروز سنیچر راقم الحروف کو فاضل درس نظامیہ کی سند و سند قرات حفص و دستار سے اکابرین علمائے اہل سنت نے سرفراز کیا۔ (تذکرہ حبیب العلماء صفحہ ۵۸)

آپ کے مطالعہ کتب کی دلچسپی اور پھر قرطاس و قلم سے رغبت کو دیکھتے ہوئے رئیس القلم حضرت علامہ یسین اختر مصباحی علیہ الرحمہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ فلسفہ اخلاق پر ایک کتاب ترتیب دو، اس کے لیے انہوں نے خاکہ بھی تیار کیا اور یہ کام آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں رہ کے کرنا تھا، آپ علامہ موصوف کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بعد رمضان المبارک پھر مبارک پور میں پہنچ گئے اور علامہ موصوف کی

نگرانی میں لائبریری سے کتابوں کو نکال کر مطالعہ میں مصروف ہو گئے آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

چنانچہ اسی مقصد خیر کے تحت دوبارہ الجامعۃ الاشرفیہ میں حاضر ہوا چوں کہ مطالعہ کتب کے لیے یکسوئی ضروری ہے، اس لیے الجامعۃ الاشرفیہ کی عمارت سے ہٹ کر دکھن کی طرف جہاں جامعہ کا ٹیوب ویل تھا اس کے بغل والے کمرے کی چابھی کومل یادو (جو جامعہ کے کاموں کی دیکھ بھال کرتا تھا) کے پاس رہا کرتی تھی اس سے اپنے مقصد کو بیان کر کے چابھی لے لی اور لائبریری سے کچھ کتابیں بھی اسی موضوع کی نکال لی اور مطالعہ کتب کرنا شروع کر دیا۔ (تذکرہ حبیب العلما صفحہ ۵۹)

آپ مطالعہ کتب میں مصروف تھے انہیں ایام میں آپ کی والدہ محترمہ مخدومہ کی طبیعت خراب چلنے لگی، حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ امرڈوبھا میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے، گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تھا دار لعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ میں اس زمانے میں عارضی طور پر ایک استاد کی ضرورت تھی کیونکہ ادارہ کے صدر المدرسین حضرت علامہ اعجاز احمد خان قبلہ علیہ الرحمہ حج پر گئے ہوئے تھے، ارکان دارالعلوم نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ سے عرض گزار ہوئے حضور آپ کی اہلیہ کی طبیعت مستقل خراب چل رہی ہے گھر پر آپ کے علاوہ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے جب کہ صاحبزادے فارغ ہو چکے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو صاحبزادے کو اسی دارالعلوم میں رکھ لیا جائے اس سے ادارے کی تعلیم کا بھی نقصان نہیں ہو گا اور وہ گھر پر رہ کر والدہ کی دیکھ بھال بھی کر لیا کریں گے، ادارے کے اراکین کی خواہش اور وقت کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے حضور خطیب البراہین نے اجازت دے دی ادارے کے ذمہ داران حضرات نے حضرت مولانا محمد ذکی صاحب کو تقرری نامہ بھیجنے کی ذمہ داری سپرد کی، چنانچہ حضرت مولانا محمد ذکی صاحب نے اہل کمیٹی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کے نام ایک رجسٹرڈ ڈاک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک بھیجا

جس میں کچھ اس طرح لکھا ہوا تھا۔

ارکان تدریس الاسلام بسڈیلہ نے آپ کو تدریسی خدمات کے لیے دارالعلوم ہذا میں منتخب کرلیا ہے لہٰذا آپ فوراً آجاؤ۔ (تذکرہ حبیب العلما صفحہ ۶۰)

تدریسی خدمات

حضور حبیب العلما فراغت کے بعد دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ کے ارکان کی گزارش پر تدریس الاسلام میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور وہیں پر آپ نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی، آپ کے تدریسی خدمات کے ایام تقریبا ۴۵ سال پر مشتمل ہیں، مگر ان ایام میں آپ مختلف عہدوں پر رہ کر دارالعلوم کی خدمت کرتے رہے، ۷، نومبر ۱۹۷۷ء کو آپ کی تقرری اگرچہ عارضی ہوئی تھی مگر دو ماہ کے بعد مستقل طور پر آپ کو درجہ فوقانیہ کا استاذ منتخب کر لیا گیا آپ دن میں طالبان علوم نبویہ کو اپنے علمی پنگھٹ سے سیراب کرتے تو رات میں اپنی والدہ کی بارگاہ میں رہ کر ان کی خدمت انجام دیتے، تقریبًا چار ماہ تک رات بھر جگ کر والدہ کی خدمت کرتے رہے، آخر کار ایک دن مرض کی تاب نہ لا کر والدہ مرحومہ نے داعی اجل کو لبیک کہا آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

یکم جنوری ۱۹۷۸ء بروز اتوار کو درجہ نائب فوقانیہ میں میری تقرری ہو گئی رات میں گھر بیمار والدہ کی خدمت اور دن میں طالبان علوم نبویہ کی تعلیم و تربیت میں لگا رہا ابھی تدریسی خدمات چار ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ (تذکرہ، حبیب العلما صفحہ ۶۰)

اہلیہ کے انتقال کے بعد ایک شوہر کے دل پر کیا گزرتا ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جو اپنی زندگی میں اپنی شریک حیات کو کھو چکا ہو اس وقت حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو کس قدر صدمہ پہنچا ہو گا اس کا احساس تو انھیں کو ہوا ہو گا مگر اس مصیبت کی گھڑی میں بھی حضور خطیب البراہین مصلی بچھا کر نفل پر نفل پڑھے جا رہے تھے جس دن انتقال

ہوا اسی دن حضور حبیب العلماء گھر پر نہیں تھے بلکہ الہ آباد بورڈ کا امتحان دینے کے لیے مبارک پور گئے ہوئے تھے اس وقت امتحان کا سینٹر شبلی کالج اعظم گڑھ تھا انتقال کی خبر ملنے کے بعد آپ اگیا کے لیے چل پڑے جب آپ یہاں پہنچے تو اس وقت کیا منظر تھا حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رات ایک بجے کے قریب اگیا گھر پہنچا دیکھا کہ والدہ کا جنازہ کفن میں ملبوس چار پائی پر تیار رکھا ہوا ہے مجھے دیکھتے ہی والد بزرگوار کے رفیق دیرینہ حضرت علامہ سخاوت علی علیہ الرحمہ مجھے سینے سے لگا کر رونے لگے مگر والد صاحب میری طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ رکھے جنازے کے پاس پہلے سے نماز پڑھنے میں مشغول تھے اور مسلسل پڑھتے ہی رہے۔(تذکرہ حبیب العلما صفحہ نمبر ۴۱)

والدہ محترمہ کی تجہیز وتکفین کے بعد حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ نے حضور حبیب العلما کو بلایا اور کہا بیٹا میں تو مدرسہ چلا جاؤں گا آپ ہر دن پڑھا کر گھر آجاتے ہو اس لیے میری خواہش ہے کی آپ چالیس دن تک اپنی والدہ کے قبر پر سورہ ملک سورہ یسین اور سورہ دخان وغیرہ پڑھ کر دعاے مغفرت کر لیا کرنا حبیب العلما تحریر فرماتے ہیں۔

قران کریم اور لالٹین لے کر کے ماں کی قبر پر جاتا رہا اور یہ سلسلہ چالیس دن تک تلقینات والد بزرگوار کے مطابق عمل کیا۔(تذکرہ خطیب البراہین صفحہ نمبر ۴۲)

والدہ کے انتقال کے بعد اب گھر کی پوری ذمہ داری حضور حبیب العلما کے ناتواں کندھوں پر آگئی تھی جسے آپ نے بخوبی نبھایا، حضور خطیب البران کو گھر کی ذمہ داریوں سے ہمیشہ فارغ رکھا حضور خطیب البراہین جمعرات کو گھر آتے تھے والدہ سے ملاقات کرتے ان کی خدمت کرتے جمعہ یا سنیچر کو پھر امرڈوبھا چلے جاتے تھے۔

حبیب العلما کی تدریسی خدمات

حضور حبیب العلما دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ میں نہایت ہی دیانتداری

کے ساتھ طالبان علوم نبویہ کو پڑھاتے رہے اور چھ سال آٹھ ماہ تک نائب فوقانیہ کے عہدے پر خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں آپ کو درجہ عالیہ کا استاد منتخب کر لیا گیا آپ ان ایام میں درجہ اعدادیہ سے لے کر درجہ فضیلت تک کے طلبہ کو انتھائی عرق ریزی کے ساتھ پڑھاتے رہے آپ کی محنت اور فرض تدریس کی ادائیگی کے سبب آپ کو دو مرتبہ انچارج پرنسپل بنایا گیا اور مستقل پرنسپل بنانے کے لیے ارکان ادارہ نے گزارش بھی کی مگر اس کے لیے یہ شرط تھی کہ آپ کو رات میں بھی مدرسے میں رہنا پڑے گا اس لیے آپ نے مستقل پرنسپل ہونے سے انکار کر دیا کیونکہ ایک طرف گھریلو ذمہ داری دوسری طرف والد بزرگوار حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے ساتھ تبلیغی دورہ یہ ایسی مصروفیت تھی جو ادارے میں رات کو رکنے کے لیے مانع تھی آپ اگرچہ ادارے کے انچارج پرنسپل تھے پھر بھی ان ایام میں ایام تدریس میں آپ معیاری کتابوں کی تعلیم دیتے رہے۔

طریقۂ تعلیم

آپ کا طریقہ تعلیم بہت نرالا تھا کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں مختصر مگر جامع اس طرح گفتگو فرماتے کہ طلبا کے ذہن پر کتاب کا مفہوم نقش ہو جاتا اس کے بعد ترجمے سے پورا سبق سمجھ میں آجاتا۔

مشاہیر شاگرد

حضور حبیب العلما کی بارگاہ سے فیض یافتہ علماے کرام کی فہرست بڑی طویل ہے جو آج ملک اور غیر ملک میں خدمت دین متین میں مشغول ہیں آپ کے شاگردوں میں چند مشاہیر علما حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت علامہ مفتی مسعود احمد برکاتی مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت مولانا محمد شفیق نظامی خطیب و امام ملک شعبان درگاہ احمد اباد گجرات

مولانا مفتی امتیاز احمد قادری شیخ الحدیث جامعہ قمر النساء چین پور نیپال

ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں علماے کرام ایسے ہیں جو آپ کی درس گاہ کے فیض یافتہ ہیں۔

اخلاق وعادات

حضور حبیب العلما نہایت ہی خلیق طبیعت کے ہیں مدرسے میں طلبہ پر نہایت ہی شفیق اور مہربان رہے ان کی ضرورتوں کو پوچھ کر پوری کیا کرتے تھے آپ کا دروازہ ہمیشہ ہر ایک امیر وغریب صغیر وکبیر سب کے لیے کھلا رہتا ہے، آپ کی بارگاہ میں ہمیشہ ہر کسی کو برابر عزت ملتی ہے اخلاق حسنہ کے حسین پیکر ہیں اتنی عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود بھی آپ کا کوئی پروٹوکول نہیں، نہ ہٹو بچوں کی صدائیں اور نہ ہی کوئی رکھ رکھاؤ، نہایت سادگی کے ساتھ رہتے ہیں جس کا جب جی چاہے آپ سے مل سکتا ہے اپنی بات کہہ سکتا ہے آپ سب کی سنتے ہیں سب کو دعاؤں سے نوازتے ہیں آپ کی گفتگو بیمار دلوں کے لیے اکسیر اور مایوس لوگوں کے لیے حوصلہ افزا ہوتی ہے ، غموں میں ڈوبا ہوا اس وقت غموں سے باہر نکل آتا ہے جب آپ فرماتے ہیں گھبراؤ نہیں بابو ہم دعا کر رہے ہیں ، موثر حقیقی اللہ رب العزت ہے ،اسی کی ذات پہ بھروسہ رکھو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

آپ کی محفل میں نہ تو کسی کی غیبت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کی ذات پر تبصرہ آپ بہت مختصر جامع گفتگو کے عادی ہیں اپنے ہر قول میں قرآن کریم کی آیت سے دلیل احادیث طیبہ کے حوالے اور سیدی سرکار اعلی حضرت کے اشعار ہوتے ہیں جب آپ کسی کو زندگی کا مقصد سمجھاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں۔

ہم آئے یہاں تمھارے لیے
اٹھیں بھی وہاں تمھارے لیے

سینہ بغض وحسد سے پاک کسی کے لیے دل میں کدورت نہیں رکھتے جو چیز ناپسند

ہے برملا اس کا اظہار کر دیتے ہیں، اب چاہے وہ وقت کا بڑے سے بڑا عالم ہو یا سیٹھ ساہوکار اس سے آپ کو کوئی مطلب نہیں کہ کون ناراض ہوگا، حق بیانی آپ کی عادت میں ہے اگر قریب سے حضور حبیب العلما کو دیکھا جائے تو آپ کی ذات اخلاق حسنہ کی حسین پیکر نظر آتی ہے۔

خطابت

خطابت تو آپ کو اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملی ہے، وہی انداز وہی طریقہ جس موضوع کو عنوان سخن بناتے ہیں دلائل و براہین سے اس طرح مزین کرتے ہیں کہ سننے والا جھوم اٹھتا ہے، انداز عامیانہ پر گفتگو عالمانہ رہتی ہے، ہر کس و ناکس آپ کی تقریر کو مکمل طور سے سمجھ لیتا ہے، والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پہلے قرآن کی آیت پھر احادیث طیبہ ضرورت پڑی تو کوئی واقعہ پھر سرکار اعلی حضرت کے اشعار اور کبھی کبھی تو ڈاکٹر اقبال کے اشعار بھی پیش فرماتے ہیں، بدمذہبوں کا رد ایسے اچھوتے انداز میں کرتے ہیں کہ اگر بدمذہب بھی سنیں تو اسے جائے فرار نہیں، مثلا یوں کہتے ہیں، تم کہتے ہو، پتہ نہیں، پتہ تو ہم سب کے خالق نے بتایا ہے، قرآن پاک ہے، اس کا فلاں پارہ ہے، اس کا فلاں رکوع ہے آیت نمبر فلاں، ہے پھر اس پر بخاری کی حدیث پھر اس پر اعلی حضرت کے اشعار مثلا

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائیں کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائیں کیوں

آپ کی تقریر میں حضور خطیب البراہین کے خطاب کی جھلک نظر آتی ہے، اور کیوں نہ ہو آپ حضور خطیب البراہین کے صرف جائیداد کے وارث نہیں بلکہ آپ حضور خطیب البراہین کے علم و عمل کے سچے امین اور وارث ہیں، آپ کے خطاب کے بارے میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں:

میں نے ان کی چھوٹی بڑی کئی تقریریں کئی جلسے میں سماعت کی ہیں، میں محظوظ ہوا اور متاثر بھی، آپ کی تقریر کا ہر پیراگراف آیات قرانیہ اور حدیث نبویہ سے مزین پایا۔
(تجلیات حبیب العلما صفحہ ۷۷)

حضرت علامہ تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ آپ کے خطاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

حبیب العلما مد فیوضہ کی تحریر جس طرح قرآن و حدیث کے کثیر دلائل سے مدلل اور مبرہن ہوتی ہے، اسی طرح آپ کی تقریر بھی براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے آراستہ و پیراستہ ہوتی ہے، مفہوم بیان کرنے میں اس وقت ایمان افروز سماں بندھ جاتا ہے جب آپ کہتے ہیں، پتہ نہیں، اس لیے اسی طرح آپ کی تقریر براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے آراستہ و پیراستہ ہوتی ہے، مفہوم بیان کرنے میں اس وقت ایمان افروز سما بندھ جاتا ہے جب آپ موقع محل کے اعتبار سے خصوصًا اعلی حضرت امام احمد رضا رضِی اللہ تعالی عنہ یا سیدی حضور مفتی اعظم قدس سرہ النورانی کے اشعار سے اس معنی کو واضح کرتے ہیں وہ اتنے برمحل اور بامعنی ہوتے ہیں کی طبیعت مچل جاتی ہے اور سامعین جھوم اٹھتے ہیں۔ (خطبات حبیب العلما)

امر بالمعروف اور نھی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب لیاقت و صلاحیت ہر فرد بشر پر لازم و ضروری ہے کیونکہ اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔

یعنی اللہ رب العزت نے ہمیں خیر امت اس لیے قرار دیا کیوں کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

لہٰذا امّت جب اس ذمہ داری کو ترک کردے گی تو امت میں تباہی یقینی ہے

خود آقائے کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی امتوں پر لازم قرار دیا اور حکم دیا۔

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده وان لم یکن فبلسانه وان لم یکن فبقلبه ذالك اضعف الایمان .

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میرے امت! تم میں سے جب کوئی شخص کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اسے اپنی طاقت سے روکے اور اگر طاقت کے استعمال پر قادر نہیں تو زبان سے اسے روکے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہیں ہے تو اس برے کام کو دل میں برا جانے یہ ایمان کا سب سے کمزور حصہ ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں حضور حبیب العلما کی زندگی کو دیکھیں جہاں کہیں بھی آپ خلاف شرع کام دیکھتے ہیں فوراً اس کو منع کرتے ہیں حضور حبیب العلما کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

آپ کی فہمائش پر آبادی کے لوگوں نے آپسی اختلاف کو ختم کر لیا

موضع ترپتار سول پور ضلع بستی کے مسلمانوں کا آپسی اختلاف ہو گیا تھا اس کے حل کے لیے اس آبادی کے کچھ احباب خانقاہ نظامیہ میں حضور حبیب العلما کے پاس پہنچے اور آبادی کے حالات سے آگاہ کیا اور عرض گزار ہوئے کہ حضور اگر کسی دن وقت نکال کر ہماری آبادی میں تشریف لائیں اور لوگوں کو سمجھا دیں تو بہتر ہو گا ہو سکتا ہے کہ آپ کی فہمائش سے لوگوں کا اختلاف دور ہو جائے چنانچہ مقررہ تاریخ پر آپ وہاں پہنچے مغرب کا وقت ہو چکا تھا آپ سیدھے مسجد میں پہنچے مغرب کی نماز ادا کی آبادی کے لوگ آپ کے ناشتے کا انتظام کیے تھے مگر آپ نے ناشتہ کرنے سے سیدھے انکار کر دیا آگے کی تفصیل چشم دید گواہ مولانا ملک الظفر جائسی سے ملاحظہ فرمائیں:

حبیب العلما نے درد بھرے انداز میں فرمایا میں اللہ اور رسول کا فرمان لے کر آیا

ہوں، اپنے والد گرامی کی نصیحت لے کر آیا ہوں میں رسول پاک کی پیاری شریعت لے کر کے آیا ہوں، پیارا قانون لے کر کے آیا ہوں، میں آپ لوگوں کے یہاں پانی تک نہیں پیوں گا جب تک کہ آپ لوگ ایک دوسرے سے عفوو درگزر کر کے آپسی چارگی اور ایک دوسرے سے محبت و مودت کا اظہار نہ کردیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر آپ لوگوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل نہیں کیا تو سن لو میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا اتنا فرمانا تھا کہ ہر چہار جانب سے لوگوں کے زار وقطار رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، خانہ خدا لوگوں سے بھر گیا اور روتے روتے بے قابو ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے سے گلے مل کر نفرت و عداوت کو دور کیا۔(تذکرہ تجلیاتِ حبیب العلما)

مدرسے کی زمین پر دفن ہونے سے روک دیا

حضور خطیب البرہین کے چہیتے مرید محمد امین نظامی تتلیاکلاں کا انتقال ہو گیا ان کے صاحبزادگان کی خواہش تھی کہ حضور حبیب العلما ان کے جنازے کی نماز پڑھائیں چنانچہ حضور حبیب العلما تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم تتلیاں کلاں کے گراؤنڈ میں جناب محمد امین نظامی صاحب کی قبر تیار ہے آپ نے پوچھا کہ زمین تو مدرسے کی ہے نا لوگوں نے کہا جی حضور آپ نے ارشاد فرمایا پھر اس زمین پر کسی کی تدفین نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا چوں کہ زمین مدرسہ کے لیے وقف ہے اور موقوفہ چیز پر کسی کو مالکانہ تصرف جائز نہیں امام اہل سنت اعلی حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔

اس لیے انہیں مدرسے کی زمین میں دفن نہ کیا جائے چنانچہ مرحوم محمد امین نظامی کے صاحبزادے نے مدرسے کے بغل میں زمین خریدی اور اس زمین میں محمد آمین نظامی مرحوم کی تدفین عمل میں آئی۔ (تجلیات حبیب العلما صفحہ نمبر ۹۲)

ویڈیو گرافی سے نفرت

حضور حبیب العلما کے ساتھ ضلع مہراج گنج میں ایک پروگرام میں ساتھ تھا پروگرام چل رہا تھا اسٹیج پر علماے کرام موجود تھے ایک شاعر صاحب نعت پڑھ رہے تھے ہر طرف واہ واہ کی صدائیں گونج رہی تھیں اسی درمیان حضور حبیب العلما اسٹیج پر پہنچے سارے علما نے اٹھ کر کر حضرت کا استقبال کیا آپ کو آگے بٹھایا گیا، آپ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے، ایک لڑکا سامعین کے درمیان چھپ کر کے موبائل سے ویڈیو بنا رہا تھا ،اچانک آپ کی نگاہ اس پر پڑی، پہلے آپ نے شاعر کو پڑھنے سے روکا پھر اس لڑکے کو ویڈیو بنانے سے سختی سے منع کیا، اس کے بعد فرماتے ہیں کام وہ کرو جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں، میری تصویر جو تمھارے موبائل میں ہے فوراً اس سے اڑا دو وہ لڑکا نادم ہوا اور آپ کی تصویر کو ڈیلیٹ کر دیا۔

نماز کا اہتمام

حضور حبیب العلما نماز کا خاص خیال رکھتے ہیں، حالت سفر میں ہوں یا پھر اپنے قیام گاہ پر نماز کا وقت ہو گیا تو پہلے اہتمام کے ساتھ وضو کرتے ہیں پھر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، میں نے حضور حبیب العلما کے ساتھ ایک لمبا زمانہ گزارا ہے، ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۶ء تک جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں بحیثیت استاذ رہا، ان ایام میں قرب و جوار کے علاوہ ملک کے دیگر صوبوں کا بھی دورہ کیا، مگر جب نماز کا وقت ہو گیا چاہے ایئرپورٹ ہو یا پھر ریلوے اسٹیشن نماز کے لیے مصلی بچھ جاتا تھا اور اگر اپنی گاڑی سے سفر کرتے نماز کے وقت گاڑی کہیں رکتی اور آپ نماز ادا کرتے۔

ضلع مہراج گنج کے درجنوں پروگراموں میں میں آپ کے ساتھ رہا اگر پوربی مہراج گنج میں پروگرام ہوتا تو آپ کمپیئر گنج کی طرف سے جاتے اگر پچھم مہراج گنج میں ہوتا تو آپ دھانی ہو کر کے جاتے، اکثر لہرولی سے عصر کی نماز ادا کر کے چلتے اگر کمپیئر گنج کے راستے سے جانا ہوتا تو کرمینی گھاٹ پر حضرت کے ایک مرید کے جوتے چپل کی دوکان

تھی انہیں کی دکان پر اکثر نماز مغرب ادا کرتے اور اگر دھانی کے راستے سے جاتے تو نماز مغرب دھانی میں ایک بیج بھنڈار کی دوکان پر ادا کرتے کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ واپسی میں فجر کا وقت راستے میں ہو جاتا تھا تو راستے ہی میں کسی جگہ پر ادا کر لیتے اگر تین بجے کے آس پاس کبھی لہرولی پہنچتے تو اس کے بعد آپ سوتے نہیں بلکہ قلم کاغذ لے کر کے لکھنے کے لیے بیٹھ جاتے فجر کی اذان ہوتی باجماعت نماز ادا کرتے تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ہلکا ناشتہ کر کے پڑھانے کے لیے بسڈیلہ چلے جاتے تھے۔ آپ نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ پنج گنج قادریہ کے علاوہ دیگر اوراد و وظائف کو بھی پابندی سے پڑھا کرتے ہیں۔ اس وقت اگر کبھی حضرت کے ساتھ خانقاہ نظامیہ میں باجماعت نماز پڑھنے کا موقع میسر آئے وہ بھی نماز مغرب کا تو بعد نماز مغرب وظیفہ اور پھر قرآن کریم کی تلاوت میں آپ کو مشغول پائیں گے اس وقت فرائض واجبات کے بعد آپ کو یا تو کتاب لکھتے پائیں گے یا پھر کسی مرید یا آنے والے معتقد کو قرآن و حدیث کی نصیحت کرتے ہوئے پائیں گے، گاڑی میں بھی سفر کرتے ہیں تو کتابوں کا مطالعہ یا پھر کسی مضمون کا مطالعہ ہی کرتے رہتے ہیں گویا آپ کی زندگی کا ہر وہ پل جو جاگ کر گزرتا ہے یا تو مطالعہ کتب کی مصروفیت میں یا دعوت و تبلیغ میں یا پھر عبادت و ریاضت میں میرا ماننا ہے کہ آپ کو عمر کے اس حصے میں آج جس آرام کی آپ کو ضرورت ہے وہ آپ نہیں کرتے ہیں پھر بھی چستی اور پھرتی آپ کے اندر آج بھی موجود ہے۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا حضور آپ کو جو وقت ملتا ہے کچھ آرام کر لیا کریں فوراً بول پڑے مولانا بابو کیا حضور حافظ ملت کا قول آپ نے نہیں پڑھا

زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام

اس کے بعد فرمانے لگے مولانا بابو والد صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو تھوڑے سے وقت میں آپ کو پوری ضرورت بھر کے لیے نیند عطا فرمادے۔

امانت کی حفاظت

جس زمانے میں حضور خطیب البراہین کا قیام جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لھرولی بازار میں تھا آپ بھی حضرت کے ساتھ جامعہ برکاتیہ میں رہا کرتے تھے متعدّد مرتبہ ایسا ہوا کہ اگر کسی نے ادارے کے لیے کچھ رقم دی اور اسے آپ کو سپرد کیا گیا تو سال بھر بعد بھی جب بھی اس رقم کی ضرورت پڑتی اور آپ سے مانگا جاتا تو یقیناً وہی پیسہ جو دیا گیا تھا اسی کو لوٹاتے اور احتیاط کا عالم یہ تھا کہ دارالقلم کی رقم ہے تو اس کو الگ دارالقلم لکھ کر رکھتے خانقاہ کی رقم ہے تو الگ خانقاہ لکھ کر رکھتے یہ احتیاط آج بھی آپ کرتے ہیں۔

ایام بیض کے روزے

حضور حبیب العلما ہر ماہ پابندی کے ساتھ ایام بیض کے روزے رکھا کرتے ہیں موسم چاہے سخت ہو یا نرم سرد ہو یا گرم سفر ہو یا حضر ہر حال میں ان روزوں کو پابندی سے آپ رکھتے ہی ہیں ایام بیض کے روزے کی فضیلت کے بارے میں کتب احادیث میں بہت ساری حدیثیں موجود ہیں۔

ہم مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ مذکورہ روزوں کا اہتمام کریں اس سے جہاں ہمیں ایک روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا وہیں پر ایک سنت کی احیا کی نیکی بھی ہمارے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔

ایام بیض کے روزے ہر ماہ میں ۱۴،۱۳،۱۵ تاریخوں میں رکھے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ارشاد فرمایا جس سے ہو سکے ہر مہینے تین روزے رکھے ہر روزہ ۱۰ گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے گویا دنیا میں خطا کی ہی نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر و حضر میں ایام بیض کے روزے رکھتے تھے۔

الحمدللہ حضور حبیب العلما بھی سفر و حضر میں ہمیشہ اس روزے کا اہتمام کر کے سنتوں پر عمل کرتے ہیں۔

شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا سنت ہے عوام و خواص میں یہ روزے سنت کے روزے کے نام سے مشہور ہیں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو ایسا ہے جیسے ہمیشہ روزہ رکھا اور فرمایا جس نے عید کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔(مسلم شریف ابو داؤد ترمذی بحوالہ قانون شریعت جلد اول صفحہ نمبر ۱۹۳)

حضور حبیب العلما ان ایام میں اکثر ممبئی ہی کے دورے پر سفر میں ہونے کے باوجود بھی شوال کے روزوں کو پابندی سے رکھتے ہیں اس کے علاوہ عاشورہ کا روزہ شب معراج کا روزہ شب برات کے روزوں کو بھی پابندی سے رکھتے ہیں۔

تصنیف و تالیف کا شوق

تحریر و قلم کی اہمیت و افادیت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا جس کے ہاتھ میں قلم ہے وہ اپنی بات بآسانی اقوام عالم تک پہنچا سکتا ہے عصر حاضر میں اگر چہ الیکٹرانک میڈیا کا دور دورہ ہے پھر بھی پرنٹ میڈیا کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے تقریر بھی دعوت و تبلیغ کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے، مگر تقریر کا اثر جس طرح زود اثر ہوتا ہے اسی طرح دیر پا نہیں ہوتا، حضور حبیب العلما زبان و قلم دونوں میں عبور رکھتے ہیں اگر دینی محفلوں میں آپ کی تقریر دل پذیر سے ایک عالم فائدہ اٹھا رہا ہے تو اسی طرح آپ کی مبرہن اور مدلل تحریروں سے قیامت تک لوگ فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

تحریر کا شوق آپ کے اندر زمانہ طالب علمی ہی سے تھا جس زمانے میں مبارک پور میں حضور خطیب البراہین کا دورہ ہوا تھا آپ کی مبرہن تقریر کو سن کر آپ کے دل میں جو

حوصلہ پیدا ہوا تھا اس کو آپ اپنے الفاظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

ان ہونے والے واضح اور روشن بیانات کو سن کر فقیر کے دل میں احساس پیدا ہوا کہ کاش رب کریم خادم دین بناتا اور فقیر کو یہ توفیق خیر عطا فرماتا کہ ان ہونے والے بیانات کو کتابی شکل میں کر دیتا تاکہ یہ قرآن و حدیث سے مبرہن بیانات قوم کے درمیان موجود رہتے اور اہل ایمان کے مشام جان کو معطر کرتے۔(تذکرہ حبیب العلماء صفحہ نمبر ۴۷)

اسی جذبہ دروں نے آپ کو تحریر و قلم پر توجہ دینے کے لیے ابھارا آپ کچھ نہ کچھ لکھتے رہے مگر تحریر و قلم یکسوئی چاہتی ہے جو آپ کو ایک زمانے تک حاصل نہیں ہوئی چوں کہ زمانہ تدریس کی ابتدا میں گھر کی مکمل ذمہ داری اس کے بعد دینی پروگراموں میں شرکت مریدین کی دیکھ بھال ادارے کی ذمہ داری تدریس کے لیے مطالعہ کتب یہ ساری ذمہ داریاں تھیں جس نے مکمل طور پر تحریر و قلم کی جانب آپ کو متوجہ نہیں ہونے دیا ،پھر بھی تھوڑا تھوڑا کام کرتے رہے ،توضیح تلویح، مسلم شریف، مشکوۃ شریف کے معتد بہ حصے کی شرحیں آپ نے انھیں عدیم الفرصتی کے ایام میں تحریر کیں ،اسی طرح اعمال محرم الحرام کا اجمالی و تنقیدی جائزہ، فاتح امرڈوبھا جیسی کتاب بھی اسی زمانے کی تحریر کردہ ہے۔

تحریر و قلم کی جانب آپ نے سن ۲۰۰۰ء کے بعد مکمل طور پر توجہ دی اور آج تک درجنوں کتابیں آپ کے نوک قلم سے منظر عام پر آچکی ہیں ایک مرتبہ آپ خود بیان فرمارہے تھے کہ ۲۰۰۸ کے بعد جب والد صاحب قبلہ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں رہنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ آپ کے کمرے میں رہنے لگا والد صاحب اس وقت کچھ اور ہی عالم میں تھے آپ تھوڑی دیر سوتے پھر جگ جاتے اور رات کا اکثر حصہ اللہ اللہ کی تسبیح میں گزرتا آپ کے ذکر سے میری بھی نیند کھل جاتی تو میں نے سوچا کہ لیٹ کر وقت برباد نہ کیا جائے بلکہ رات کو کچھ نہ کچھ تصنیف و تالیف ہی کا کام کر لیا کروں بس کیا تھا اس کام پر لگ گیا اس کے بعد حضور حبیب العلما

کی عادت سی ہو گئی جب بھی موقع ملتا فوراآپ قلم اٹھا لیتے میرے علم کے مطابق اس وقت مشائخ اہل سنت میں آپ کی منفرد ذات ہے جو اتنی مصروفیتوں کے بعد اتنی کثیر تعداد میں تصنیف و تالیف کا کام انجام دے چکا ہو اور یہ عمل تا ہنوز جاری و ساری ہے پروردگار عالم حضور حبیب العلما عمر خضر عطا فرمائے۔

آج آپ جہاں ہزاروں لوگوں کے شیخ ہیں وہیں پر درجنوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں آپ کے نوکِ قلم سے ۵۰ سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جس میں فاتح امر ڈوبھا، سلسلۃ الصالحین از سید المرسلین تا خطیب البراہین، تذکرہ خلیل و ذبیح، تاجدار انبیا قرآن میں، قبر نبی سے نورانی ہاتھ کا ظہور، عالم با عمل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دارالقلم

مثل مشہور ہے "قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری" ہیرے کی قدر بادشاہ جانتا ہے یا پھر جوہری۔

حضور حبیب العلما کا رشتہ زمانہ طالب علمی ہی سے قلم سے تھا آپ قلم کی اہمیت و افادیت سے بخوبی واقف تھے انہیں بخوبی علم تھا کہ اگر حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے بریلی کی سرزمین پر بیٹھ کر قلم نہ چلایا ہوتا تو نہ اس زمانے کے فتنوں کا سدباب ہوا ہوتا اور نہ ہی عصرِ حاضر کے مسائل کا حل باسانی مل سکتا، اس لیے ۲۰۰۰ء میں لہرولی بازار میں جہاں پر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کی بنیاد رکھی گئی تو ساتھ ہی ساتھ اصلاح فکر و اعتقاد کی خاطر لہرولی بازار میں دارالقلم بھی آپ نے قائم کیا، آپ خود تحریر فرماتے ہیں اللہ رب کریم نے فقیر کی اس پیدا شدہ آرزو کو ہر طرح پوری فرمایا اور آج وہ دن بھی عطا فرمایا جب کہ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کی رسم سنگ بنیاد کی ساعت نصیب میں آئی اور اسی دو ہزار میں فقیر نے اپنی نظامی مارکیٹ لہرولی بازار میں علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے لیے ایک شعبہ تصنیف و تالیف بنام دارالقلم قائم کیا جس سے دیگر علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ والد بزرگوار کے

مبرہن مدلل بیانات درجنوں کتابوں کی شکل میں شائع ہوئے اور بحمدہ تعالی یہ سلسلہ جاری ہے خدائے پاک مقبولین بارگاہ کے صدقے وطفیل کابراعن کابر پیڑھی در پیڑھی الی یوم القیامۃ یہ پیارا سلسلہ جاری رکھے آمین۔ (تذکرہ حبیب العلما صفحہ ۴۷)

پروردگار عالم نے اس سلسلے کو اس طرح آگے بڑھایا کہ ۲۰۰۵ء میں نظامی مارکیٹ سے سہ ماہی پیام نظامی باضابطہ نبیرہ خطیب البراہین حضرت علامہ ضیاء المطفی نظامی صاحب کی ادارت میں مستقل طور پر نکلنے لگا اور لاک ڈاؤن تک پابندی کے ساتھ نکلتا رہا، خادم بھی دو ہزار آٹھ سے اس رسالہ کی ادراتی ٹیم کا حصہ رہا، اسی درمیان ۲۰۰۷ء سے طالبان علوم نبویہ کے اندر تحریر کا شوق پیدا کرنے کے لیے جامعہ برکا یہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار میں دارالقلم کے زیر اہتمام حجت العلم حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ، محسن العلما حضرت علامہ محمد محسن نظامی علیہ الرحمہ، نبیرہ خطیب البراہین علامہ ضیاء المصطفیٰ نظامی صاحب قبلہ اور نبیرہ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ کے زیر نگرانی تحریری انعامی مقابلے کا پروگرام باضابطہ طور سے ہر سال ہونے لگا۔ اس پروگرام میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم اہل سنّت غوثیہ رضویہ اگیا، دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ سنت کبیر نگر، دارالعلوم رضویہ دساواں سنت کبیر نگر اور خود جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کے طلبہ شرکت کرتے رہے۔ طلبہ کے ذریعہ لکھے گئے مقالات کو سالنامہ ضیاے حبیب کے نام سے شائع کیا گیا۔ جس کے مدیر ہونے کا شرف مجھ حقیر کو حاصل رہا۔ ۱۹؍اپریل ۲۰۱۱ء کو جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار کے ہونے والے جلسہ دستار بندی میں حضور محدث کبیر کے دست مبارک سے اس کا اجرا بھی عمل میں آیا اور اسی سال تحریری انعامی مقابلہ کے پروگرام میں استاذ العلما، حجۃ العلم حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ اور محسن العلما حضرت علامہ محمد محسن نظامی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو ایوارڈ بھی پیش کیا گیا،

آج درجنوں کتابیں اسی دارالقلم سے شائع ہوکر مقبول انام ہوچکی ہیں۔

بیعت

آپ کو تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے ،بیعت کی تاریخ ۲۰؍ شعبان المعظم ۱۳۶۹ ہجری مطابق ۱۹۶۰ عیسوی ہے آپ اپنی بیعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا سخاوت علی علیہ الرحمہ اگیا کے کھپڑے والے مکان پر حضرت کا قیام تھا۔اس وقت راقم الحروف کی عمر ۱۱؍ سال تھی والد بزرگوار قبلہ نے تاجدار اہل سنت کی خدمت میں راقم الحروف کو پیش کیا اور پیش کرتے ہوئے عرض کیا حضور یہ غلام زادہ ہے اسے داخلہ سلسلہ کر لیجیے چنانچہ تاجدار اہل سنت نے اپنے دست مبارک کو راقم الحروف کے سر پر رکھ کر کلمات بیعت پڑھاتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل فرمالیا، آج بھی وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے۔(تذکرہ حبیب العلما صفحہ ۸۳)

اجازت و خلافت

آپ حضور خطیب البراہین کے اکلوتے شہزادے ہیں، آپ درس و تدریس کے علاوہ اچھے ناظم اجلاس اور خطیب بھی ہیں، اقبالیات کا اچھا مطالعہ رکھتے ہیں۔اقبال کے اشعار جابجا پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ حضور خطیب البراہین کے ساتھ ملک کے مختلف علاقوں میں آپ رہا کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ کو حضور خطیب البرہین علیہ الرحمہ کی اجازت و خلافت عطا ہوئی، آپ کی خلافت کا واقعہ بہت دلچسپ ہے جسے حضور حبیب الرحمن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴/ذیقعدہ ۱۴۱۰ ہجری شب جمعہ مبارکہ بعد نماز عشا بموقع زیارت حرمین شریفین بذریعہ بس مکہ شریف سے مدینۃ النبی ﷺ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۵؍ ذیقعدہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۹؍ جون ۱۹۹۰ عیسوی بروشنبہ مدینہ منورہ صبح کے وقت

حاضر ہو گئے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت میں حاضر ہو کر صلوۃ وسلام پیش کرتے رہے، ابھی حاضری کا دوسرا دن تھا یعنی ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۱ جون ۱۹۹۰ء بروز پیر کی صبح سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس ریاض الجنہ میں جہاں حدیث پاک لکھی ہوئی ہے۔ مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی میری حجرے اقدس اور میرے منبر انور کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اس حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

اک طرف روضے کا نور اک طرف منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی کیاری پیاری پیاری واہ واہ

چنانچہ اگلی صف میں راقم الحروف قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، پچھلی صف میں والد بزرگوار علیہ الرحمہ دلائل الخیرات شریف کے مبارک ورد میں ڈوبے ہوئے تھے، اس پر کیف منظر کو حیطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا، اتنے میں سرکار رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش زن ہوا والد بزرگوار دامت برکاتہ نے اپنی بھیگی پلکوں کو اٹھایا اور مجھے اشارے سے قریب بلا کر ارشاد فرمایا کہ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت واجازت عنایت فرمائی جا رہی ہے، یہ سنتے ہی پردہ ذہن پر یہ حقیقت نمودار ہوئی۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

ژ

یہ دربار محمد ہے یہاں ملتا ہے بن مانگے
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

اس کے بعد انتہائی رقت قلب کے ساتھ دعائیں دیں پھر مواجہ اقدس میں حاضر

ہو کر صلاۃ و سلام اور عاجزانہ دعائیں ہوئیں، اس کے بعد انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ کھجوروں کی نیاز دینے کے لیے بازار مدینہ میں تشریف لے گئے خود کھجوریں خرید کر کے قیام گاہ پر واپس آئے اور خود ہی نیاز کیا اور احباب کے درمیان تقسیم فرمایا۔ (تذکرۂ حبیب العلماء صفحہ نمبر ۸۳/۸۴/۸۵)

حبیب العلما بحیثیتِ مرشد

حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہ سے اجازت و خلافت ملنے کے بعد تقریباً ۱۸؍ سال تک آپ نے کسی کو داخل سلسلہ نہیں کیا پھر ۲۰۰۸ء میں جب حضور خطیب البراہین پر درازی عمر کی بنیاد پر نقاہت غالب آنے لگی تو آپ فرمانے لگے مولانا کب داخل سلسلہ کا آغاز کریں گے، کب تک ہمیں پریشان کرتے رہیں گے جب انہیں اجازت و خلافت دی جاچکی ہے، چنانچہ الحاج ولی اللہ عرف نواب سیٹھ کے اصرار پر حجۃ العلم حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ نے ممبئی میں آپ پر زور دیا اور ایک نیا رجسٹر منگا کر مریدین کے نام کو لکھنے کے لیے حضور حبیب العلما کو سپرد کیا اور کہا اب آج سے آپ مرید کرنا شروع کردیں چنانچہ حضور حبیب العلما نے بھیونڈی صمد نگر سے داخلہ سلسلہ کرنا شروع کیا ۴؍ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو سب سے پہلے جو آپ سے مرید ہوئے ان کا نام حاجی عبدالتواب ابن عبدالجبار صمد نگر بھیونڈی ہے اس کے بعد آپ کا پورے ملک میں دورہ ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے کثیر تعداد میں لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو رہے ہیں اور فیضان نظامی کے ابر کرم کی بارش میں نہا رہے ہیں۔

غیر محرم عورتوں سے احتراز

کیونکہ عصر حاضر میں نہ تو پیروں کی کمی ہے اور نہ ہی ان کے نئے نئے فتنوں کی کمی ہے عورت سے ملنا جلنا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا ان سے جسمانی خدمت لینا عام بات ہو گئی ہے ایسے پر فتن دور میں بھی آپ کا عمل شریعت مطہرہ کے مطابق ہے غیر محرم عورتوں سے احتراز کا عالم یہ ہے کہ جب مرید کرتے ہیں تو کہتے ہیں مستورات اپنی آواز

آہستہ رکھیں، آپ کی آواز بھی عورت ہے، آپ نے نہ تو کسی عورت کو کبھی بے پردہ مرید کیا اور نہ ہی ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ احتیاط آپ کو اپنے والد گرامی سے وراثت میں ملی ہے اور کیوں نہ ہو جب ہمارے آقا سرور کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہیں کیا تو پھر امتی کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے حدیث پاک میں ہے:

مامست یدہ ید امراۃ وانماکان یبایعھن بالکلام (بخاری شریف کتاب التفسیر، باب اذاجاء احدکم المومنات)

یعنی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر کبھی بیعت نہیں فرمایا بلکہ انھیں پڑھا کر بیعت لیتے تھے۔

اسی حدیث پاک پر حضور حبیب العلما کا مکمل عمل ہے جب بیعت کرنے کے لیے ہاتھ کو چھونے کی اجازت نہیں ہے تو پھر سلام و مصافحہ کی اجازت کجا، حضور حبیب العلما اکثر فرمایا کرتے ہیں۔

ہم آئے یہاں تمھارے لیے
اٹھیں بھی وہاں تمھارے لیے

وعدہ وفائی

حضور حبیب العلما جہاں وعدہ کر لیتے ہیں اس جگہ ضرور پہنچتے ہیں، چاہے بارش ہو یا سرد ہوائیں چلیں لو کے تھپیڑے ہوں یا پھر گرم تیز ہوائیں کبھی کسی کی دعوت لینے کے بعد ایسا نہیں ہوا کہ نہ پہنچے ہوں، یہ اس لیے ہے کہ وعدہ وفائی ایک مومن کی شان ہے۔

حیا

حضور حبیب العلما چلتے ہیں تو نگاہیں نیچی کر کے چلتے ہیں، چاہے وہ مریدوں کی محفل ہو یا گوشہ تنہائی نگاہیں نیچی رہتی ہیں۔

اہل اللہ سے محبت کی دعا

حضور حبیب العلما اہل اللہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں، اس کی جھلک آپ کی تحریر و تقریر اور دعاؤں میں نظر آئے گی، اگر کبھی غور نہ کیا ہو تو پھر غور کرلیں آپ اکثر اپنی تحریروں میں جب کہیں ختم کرتے ہیں تو نیچے یوں تحریر فرماتے ہیں خاک پائے اولیا، ابن خطیب البراہین، بارگاہ اولیا کا جاروب کش، ابن خطیب البراہین، آپ اپنی ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں:

اللهم اعطنى حبك وحب من يحبك وحب عمل يقر بنى اليك

یعنی یا اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اپنے محبوبین کی محبت عطا فرما اور ہر اس عمل کی محبت عطا فرما جو مجھ کو تیری ذات سے قریب کردے اس دعا میں جہاں اللہ سے محبت کی دعا مانگی گئی ہے وہیں پر اللہ کے محبوبین کی محبت دل میں جاگزیں ہو جائے اس کی بھی دعا مانگی گئی اور ہر اس عمل سے محبت کی دعا مانگی گئی ہے جو انسان کو اللہ رب العزت کی ذات سے قریب کردے اور اہل اللہ سے محبت اس لیے ضروری ہے کہ بریلی کے تاجدار ارشاد فرماتے ہی۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ نجات
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

خانقاہ نظامیہ کے فروغ کے لیے سعی پیہم

کہتے ہیں عزم محکم ہو تو کشتی لب ساحل پہنچے
حوصلہ چاہیے طوفانوں سے ٹکرانے کا

محی السنہ حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ میں مریدوں نے لہرولی بازار میں خانقاہ نظامیہ کا پلان بنایا تھا اسی بنیاد پر جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین کا قیام بھی عمل میں آیا تھا مگر کچھ ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے خانقاہ کا پروگرام وہاں سے کینسل ہو گیا اور اگیا میں خانقاہ کی تعمیر کا معاملہ طے پایا حضرت کے اہل خاندان کی

کچھ زمین تھی جسے زمین دے کر حاصل کیا گیا اور وہیں پر خانقاہ اور حضور خطیب البراہین کے مزار مقدس کی تعمیر ہوئی مگر یہ جگہ اتنی کم تھی کہ عرس کے ایام میں دوسرے کی زمین پر اس کے پروگرام کی تقریبات کی ادائیگی ہوتی رہی حضور حبیب العلما نے سوچا کہ اگر خانقاہ کے لیے اتنی زمین دستیاب ہوجائے جس سے عرس کے تقریبات اپنی زمین پر ہو اس کے علاوہ ایک عالی شان مسجد ہو اس کے علاوہ حضور خطیب البراہین کے مشن کی فروغ کے لیے عظیم الشان ادارے کا قیام عمل میں آجائے جس میں دار المصنفین وغیرہ کا انتظام ہو تو بہتر ہوگا اس فکر کو لے کر آپ نے اپنے مریدوں کو اس کی جانب راغب کیا اور ہر جگہ جاکر کے لوگوں کے اندر بیداری پیدا کی، ہر امیر و غریب اس میں شریک ہو جائے اس کے لیے اسکوائرفٹ کے اعتبار سے لوگوں میں چندہ شروع کیا کہتے ہیں کہ قطرہ قطرہ دریا شود، یہ تھوڑی تھوڑی رقم اکٹھا ہوتی رہی اور زمین کی خریداری کا سلسلہ چلتا رہا آج الحمدللہ وافر مقدار میں زمین کی خریداری عمل میں آچکی ہے اور آگے بھی یہ سلسلہ جاری ہے حضرت ایک نجی مجلس میں بیان کر رہے تھے میرے اس چندے کے بارے میں لوگ طرح طرح کا تبصرہ کرتے ہیں اور میں خود سمجھتا ہوں کہ عافیت کنارے میں ہے ،مگر میں یہ سب اس لیے کر رہا ہوں کہ اگر زمین فراہم ہو جائے گی تو مستقبل میں امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے بڑے سے بڑا ادارہ قائم کیا جاسکتا ہے سچ ہے۔ نية المومن خير من عمله

آپ کی سادگی

حضور حبیب العلما سادگی پسند ہیں آپ کے یہاں نہ تو کسی کروفر کی جگہ ہے اور نہ ہی رنگ برنگ کپڑوں کی گنجائش بس وہی سادگی جو حضور خطیب البراہین میں دیکھنے کو ملتی تھی وہی حبیب العلماء کے اندر ہے مثلا لنگی سفید سفید کرتا سر پر عمامہ سفید ہاتھ میں ایک چھڑی، اس سادگی میں آپ امت مسلمہ کو دعوت فکر اخرت دے رہے ہیں۔

دیگر مشائخ کرام سے اجازت وخلافت

حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے وصال فرمانے کے بعد ہندوستان کی جن عظیم المرتبت شخصیات نے اجازت و خلافت سے آپ کو نوازا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

ژ جان سنیت امیر المومنین فی الحدیث محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری خانقاہ امجدیہ گھوسی شریف

ژ شیخ الاسلام حضرت علامہ الحاسید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ

ژ جانشین حافظ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ژ گل گلزار اسماعیلیت حضرت سید گلزار میاں مسولی شریف بارہ بنکی

ژ وارث علوم اعلی حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری قادری علیہ الرحمہ

ژ غیاث ملت حضرت علامہ سید غیاث الدین ترمذی صاحب قبلہ کالپی شریف

ژ پیر طریقت حضرت قاری امانت رسول صاحب قبلہ علیہ الرحمہ پیلی بھیت شریف

حضور حبیب العلما علما و مشائخ کی نظر میں

”مولانا صوفی حبیب الرحمن صاحب زید مجدہ کو میں ان کے عہد طالب علمی سے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کی سادگی و پارسائی سے میں ہمیشہ متاثر رہا ہوں۔“

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ

”حضرت حبیب العلما اپنے والد گرامی کے علم و عمل کے سچے وارث و جانشین ہیں۔ آپ کا شمار عصر حاضر کے ممتاز علما میں ہوتا ہے آپ عظیم باپ کے عظیم بیٹے ہیں۔‘

محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی شہاب الدین نوری براؤں شریف

”اپنے والد گرامی حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے مانند پابند شرح متبع سنت اور علم وعمل کے حسین سنگم ہیں۔“

تاج الفقہا حضرت علامہ مفتی اختر حسین قادری جمداشاہی بستی

”بقیۃ السلف نمونہ خلف حضرت علامہ الحاج مفتی محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ مدظلہ العالی اپنے والد گرامی عارف باللہ مرد حق آگاہ خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چال ڈھال علوم وآگہی کے پرتو جمیل ہے۔“

مفتی امان اللہ جامعہ مینائیہ گونڈہ

”حضرت حبیب العلما علم وعمل، زہد وتقوی، تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت بیعت وارشاد اور بدمذہبوں کے ردوابطال میں اپنے والد گرامی کے سچے جانشین ہیں اور روحانی وعلمی امانتوں کے سچے امین ہیں۔“

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی

”حضرت حبیب العلما اپنے والد گرامی حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے سچے جانشین ہیں اس لیے علم وعمل زہد وتقوی بیعت وارشاد تحریر وتقریر میں جابجا ان کے اندر ان کے والد گرامی کی سیرت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔“

مفتی محمد نظام الدین نوری علیہ الرحمہ فیض الرسول براؤں شریف

”حضرت حبیب العلما کے اتباع سنت کی قسم کھائی جاسکتی ہے آپ مشہور ولی کامل حضرت صوفی نظام الدین محدث بستوی کے علم وفضل کے سچے امین اور وارث ہیں۔“

علامہ عبدالرحمن جامعہ امجدیہ گھوسی

”حضور حبیب العلماء کے اندر حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کے تقوی و طہارت، خلوص وللّٰہیت اور علم وعمل کا عکس جمیل واضح طور پر جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔“

مفتی محمد نعیم نظامی بحرالعلوم خلیل آباد

''حضرت حبیب العلما اپنے والد گرامی کی طرح انتہائی نیک صالح قوم و ملت کا درد رکھنے والے پابند شرع منفرد و پرہیز گار عالم ہیں۔''

مولانا محمد شفیق الرحمن نوری مصباحی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

''حضرت حبیب العلماشب بیداری کے لیے عادی ہیں، عموماً فجر کی نماز کے بعد سوتے ہیں ،رات میں تالیفی کام بڑے ہی انہماک اور توجہ سے یک سوئی کے ساتھ کرتے ہیں۔''

حضرت علامہ تفسیر القادری قیامی علیہ الرحمہ

حضور حبیب العلما کے خلفا

❁ نبیرہ خطیب البراہین حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ النظامیہ شکرولی مہراج گنج

❁ نبیرہ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد سعید نظامی صاحب قبلہ پرنسپل دارالعلوم اہل سنت غوثیہ رضویہ اگیا شریف

❁ حضرت مولانا ثنا المصطفی صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار سنت کبیر نگر

❁ حضرت مولانا محمد شفیق نظامی صاحب قبلہ خطیب وامام ملک شعبان درگاہ باپو نگر احمد آباد گجرات

❁ حضرت مولانا خورشید احمد نظامی علیہ الرحمہ بانی مدرسہ نظام الاسلام جھابوا مدھیہ پردیش

❁ حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ مدرسہ اسلامیہ سعدی مدنپور باندہ

❁ حضرت مولانا محمد غیاث الدین نظامی استاذ جامعہ عربیہ سعید العلوم لچھمی پور مہراج گنج

❁ حضرت قاری محمد رئیس القادری سربراہ اعلی دارالعلوم مظہر الاسلام گھوسی پور گورکھپور

❁ حضرت علامہ مفتی عبدالرحمن صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ گھوسی

❁ حضرت مولانا ملک الظفر صاحب جائسی

حضور خطیب البراہین: میری نظر میں

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت غوثیہ نظامیہ، حسنی، ضلع بستی

حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہ جملہ اوصاف جمیلہ کے مالک تھے آپ کی تقویٰ شعار زندگی کو جو بھی قریب سے دیکھا آپ کا دیوانہ ہو گیا اور آپ کی ایک نظر التفات نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا، یہی وجہ ہے کہ ہر کوئی آپ کا مداح نظر آتا ہے۔ ہم ذیل میں آپ کے متعلق کچھ ایسے لوگوں کے تاثرات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں سرکاری ملازمین، سماجی کارکن، سیاسی لیڈر، صحافی اور کچھ غیر مسلم بھی شامل ہیں، یہ تاثرات جو انھوں نے اپنی زبان میں ہم تک پہونچایا ہے، تو لیجیے آنے والے سطور کو ملاحظہ کیجئے... محمد طاہر القادری مصباحی

حضرت علامہ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت شناس ازاو کہ بخدمت گزاشتت

میں ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۷ء تک حضور خطیب البراہین نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رہا حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور والا کا کھانا لاتا، کپڑا دھوتا اور صبح ناشتہ کے لیے چند مغزیات پر مشتمل دلیا بنا کر حضور کی خدمت میں پیش کرتا اور شام کو حضور کا بستر لگاتا جب شام کو اوراد و وظائف کے بعد بستر پر تشریف لے جاتے تو سر میں تیل ڈالتا یہ سلسلہ کل سات سال تک چلتا رہا، سات سالہ خدمت گزاری کے درمیان میں نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کو مشفق و مہربان اور شریعت کا عامل فرائض و سنن پر سختی کے ساتھ پابند پایا، آپ قائم الیل اور صائم النہار تھے، پروگراموں سے اکثر رات کے دو تین

بجے آتے تھے مگر کبھی بھی فجر کی نماز قضا نہیں ہوئی، آپ روزوں کے بھی پابند تھے، رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ سنت کے روزوں پر بھی مداومت برتتے، الحاصل حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ ایک باوقار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ احکام شرع کے پابند، متبع سنت، بہترین اخلاق و کردار کے حامل اور پاکیزہ چال چلن کے آئینہ دار تھے۔

مولانا نیاز احمد نظامی

پرنسپل دارالعلوم اہل سنت رضاء العلوم پکری آراضی ضلع سنت کبیر نگر



خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی مبارک زندگی اصلاح امت کے لیے وقف تھی، اپنے تبلیغی دورے پر کئی مرتبہ بٹول تشریف لائے، آپ کی تقویٰ شعار زندگی نے کتنوں کو شریعت کی روشنی عطا کر دی، ایک مرتبہ حضرت بٹول تشریف لائے ہوئے تھے، الحاج روح الامین صاحب کے دولت کدے پہ آپ کا قیام تھا ایک صاحب آپ کو اپنے گھر دعوت کے لیے لے گیے حضرت تشریف لے گیے، کھانا تناول فرمایا، جب آپ چلنے لگے تو گھر کے چار افراد نے الگ الگ ایک ایک لفافہ دیا، حضرت نے ایک لفافہ لے لیا اور باقی سارے لفافے صاحب خانہ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ لیجیے ہم نے سب کو قبول کیا، اب یہ لفافہ لے جائیے اسے غریبوں میں تقسیم کر دیجیے گا، اس سے حضرت کے ترک دنیا اور غربا نوازی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، آج کوئی آپ کا ثانی نظر نہیں آرہا ہے۔

مولانا سجاد احمد قادری

پرنسپل مدینہ مدرسہ و مسجد بکاس پتھ بٹول روپندیہی نیپال



آپ کے حسن اخلاق، تقویٰ و پرہیز گاری نے مجھے آپ کا گرویدہ بنالیا

جب سے میری ملاقات حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے ہوئی تھی اس وقت سے لے کر آخر وقت تک میں نے آپ کے اندر کوئی فرق نہیں دیکھا، میں نے آپ کو متقی و پرہیز گار اور مسلک اعلیٰ حضرت کا کام کرنے والا پایا، یوں تو حضرت ساری خوبیوں کے جامع تھے مگر پرہیز گاری اور حسن اخلاق جو میں نے آپ میں پایا کسی میں نہ پایا، آپ کے حسن اخلاق اور تقویٰ و پرہیز گاری نے مجھے آپ کا گرویدہ بنالیا، آپ کے دعا میں بہت اثر تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے لڑکے مولانا شمس الحق مصباحی کے لیے دعا کی درخواست کی اور عرض کیا حضور دعا فرمادیں کہ میرا یہ بیٹا بیرون ملک جاکر اسلام وسنیت کے لیے کام کرے، حضرت نے فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو مولانا بیرون ملک میں دین کا ڈنکا بجائیں گے اور پھر دعا فرمائی۔ الحمدللہ! آج مولانا بیرون ملک میں اسلام وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ سب حضرت کے دعاؤں کی برکت ہے۔

عبدالکریم خان ٹی، ٹی، آئی ریٹائرڈ
ہفت منزل گیس گودام کے پیچھے خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر، یوپی



حضرت نے مرید کر کے میری دنیا بدل دی

میں کافی عرصے سے پیر کی تلاش میں تھا اسی درمیان میری ملاقات حضرت قاری رئیس القادری مہتمم دارالعلوم اہل سنت مظہر العلوم گھوسی پوروہ شہر گورکھپور سے ہوئی، میں نے قاری صاحب سے مرید ہونے کے بارے میں مشورہ کیا، قاری صاحب نے حضرت سے مرید ہونے کی صلاح دی، ہم چند لوگ حضرت کی بارگاہ میں امرڈوبھا پہونچے اور حضرت سے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی، حضرت نے مجھ سے پوچھا آپ نے میرے اندر کون سی چیز دیکھی جو مرید ہونے کے لیے اصرار کررہے ہیں، میں نے عرض کیا حضور مجھے جو دیکھنا تھا دیکھ لیا، آپ مرید فرمالیں، میرا اندازہ ہے کہ مجھ سے پہلے

کوئی پولس والا حضرت سے مرید نہیں ہوا تھا، حضرت کے رجسٹر میں ۸۲ھ نمبر پر مریدوں کی فہرست میں میرا نام درج ہے، حضرت سے مرید ہونے کے بعد میری دنیا بدل گئی، حضرت نے مجھے گناہوں سے توبہ کرایا اور تاکید کی کہ داڑھی رکھ لیں، نماز فرض کی ادائے گی کے ساتھ ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتے رہیں، میں نے داڑھی رکھنے کا مکمل ارادہ کرلیا، ادھیکاریوں کے ذریعہ پریشان بھی کیا گیا، میری نوکری بھی خطرے میں تھی مگر حضرت سے دعا کرایا، میرے داڑھی رکھنے پر جو اعتراض کررہا تھا چوبیس گھنٹے کے اندر اس کا تبادلہ ہوگیا اور آج الحمدللہ! میں نے حج بھی کرلیا ہے اور احکام شرع کا پابند بھی ہوں میرے پورے خاندان والے حضرت ہی کے مرید ہیں جو لوگ قرآن پاک پڑھنا نہیں جانتے تھے آج وہ قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں، یہ سب کرم ہے حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا، آج ہم اور ہمارے اہل خاندان جو پھل پھول رہے ہیں سب حضرت کے دعاؤں کا ثمرہ ہے، اب حضرت جیسی بے مثال شخصیت مجھے دور دور تک نظر نہیں آرہی ہے۔

محمد اسلم خان
سب انسپکٹر پولس لائن گورکھپور



مرید ہونے کے بعد ہماری زندگی میں انقلاب آگیا

حضرت روشن دل والے خدارسیدہ بزرگ تھے، حضرت سے مرید ہونے کے بعد میری زندگی میں انقلاب آگیا اور ہمارے دل کو بھی روشنی مل گئی، آپ سے مرید ہونے کی برکت ہے کہ میں احکام شرع کا پابند ہوگیا، بدمذہبوں سے میرے دل میں نفرت پیدا ہوگئی اور میں ان سے بچنے لگا، افسوس کہ اب ایسا روشن دل والا پیر ہمارے بیچ نہ رہا۔

شفیع احمد ٹی، ٹی، آئی ریلوے مغل سرائے

مقام جٹے پوراتری پوسٹ گورکھناتھ ضلع گورکھپور



میں حضرت صوفی صاحب کی عملی زندگی، اخلاق وکردار سے بہت متاثر ہوں، آپ کی عملی زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے توآپ سنتوں کے پیکر، اخلاق وکردار کے حسین سنگم نظر آتے ہیں، بلاشبہ آپ موجودہ دور کے شیخ طریقت اور ولی کامل تھے۔

افضل حسین سید رپوٹر دینک بھاسکرادے گڑھ جھابوا، ایم، پی



حضرت ایک ولی کامل اور شیخ کامل تھے، میں نے خود دیکھا کہ جو بھی ہمارے شہر میں حضرت کا مرید ہوا اس کے اندر تبدیلی آئی اور اس کی زندگی سنور گئی۔

غیاث الدین انجم نظامی اردو ٹیچر کیلاش مارگ جھابوا، ایم، پی



حضرت باباصوفی صاحب بہت بڑے بزرگ تھے، ہمارے شہر کے ہزاروں لوگ آپ کے مرید ہیں، آپ کے درشن کے لیے ہم نے ہزاروں کی بھیڑ اکٹھا ہوتے دیکھی ہے، آپ کا چہرہ جگمگاتا ہوا نظر آتا تھا جب آپ جھابوا تشریف لاتے تو اس شہر کی رونق بڑھ جاتی تھی، بہت ہی عظیم ہستی حضرت محمد نظام الدین صاحب کی تھی، اب آپ کی بھرپائی اسمبھو نہیں ہے۔

سیلیش دوبے ضلع صدر بی، جے، پی جھابوا، ایم، پی



حضرت بابانظام الدین صاحب کے ہمارے شہر جھابوا میں ہزاروں مرید ہیں، لوگ آپ کا چمکتا چہرہ دیکھ کر ہی مرید ہوجاتے، حضرت باباصاحب کے چلے جانے سے پوراشہر جھابواغمگین ہوگیا ہے ایسے باباصاحب کی بھرپائی ناممکن ہے، ان کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔

دھن سنگھ باریا صدر نگرپالیکا پریشد جھابوا، ایم، پی



جھابوا شہر میں حضرت ۱۹۹۵ء سے آتے رہے، آپ میں بہت سادگی تھی، سنتوں کے پیکر تھے، حضرت کی ہمیشہ نگاہ نیچی رہتی تھی اور چہرے پر بہت رونق رہتی تھی۔

ذاکر حسین نظامی پارشد نگرپالیکا پریشد جھابوا



میں حضرت صوفی صاحب قبلہ کی سادہ زندگی شریعت وسنت رسول ﷺ کی پابندی تقویٰ وپرہیزگاری کو دیکھ کر کافی متاثر ہوا، آپ سے جب بھی کوئی بات یا مسئلہ پوچھتا پہلے تو آپ حدیث پاک پیش کرتے پھر آپ حدیث پاک کی روشنی میں پوری بات بڑے ہی اطمینان وسکون سے سمجھاتے، میں ہمیشہ فکر مند رہتا تھا کہ کس کا مرید بنوں ۲۰۰۲ء میں جب حض-رت مولانا خورشید احمد نظامی کی دعوت پر حضرت جھابوا تشریف لائے، میں نے حضرت کی زیارت کی تو دل خود بخود حضرت کی طرف مائل ہو گیا اور پورے پریوار کے ساتھ میں حضرت کا مرید ہو گیا۔

محمد یعقوب دیتاوت نظامی نظامی اسٹیل ورکس بوری جھابوا ایم پی



حضرت صوفی نظام الدین کی شخصیت کو سلام

صوفی سنت کے پون قدموں سے جھابوا کی دھرتی روشن ہوئی وہ جب بھی جھابوا آئے میں ان کا درشن کر کے سکون پایا، اس سنت کو سردھانجلی ارپت کرتا ہوں، کیوں کہ آپ ملک کی اہم ہستی تھے، حضرت صوفی نظام الدین صاحب کی ملی دینی سماجی سیوا پر آدھارت آپ کی زندگی بے مثال رہی، حضرت نے ملک ہی میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہندوستان کے بلندی کا پرچم لہرایا تھا، آیئے ہم بھی صوفی صاحب کے مارگ درشن پر چل کر خدمت انسانیت کو بڑھاوا دینے کے لیے اہم کردار ادا کریں۔

زیور میڈھا ممبر اسمبلی ویدھان سبھا چھیتر جھابوا



حضرت نظام الدین صاحب کو میرا ست، ست، وندن

حضرت نظام الدین صاحب ایک بہت بڑی پوتر اور نیک ہستی کے مالک تھے، جنھوں نے اپنا سمپورن جیون لوگوں کی تعلیم بھائی چارہ اور سچائی کو بڑھاوا دینے میں گزار دیا، حضرت صوفی صاحب انیک مرتبہ جھابوا آئے اور اس دھرتی کو اپنی دعاؤں سے نوازا حضرت صوفی صاحب جب بھی جھابوا آئے تو پورے ضلع میں ان کا دورہ رہا انہوں نے ہر ویکتی پر اپنا اسیس برسایا حضرت صوفی صاحب تو سب کے لیے دعا کر تے تھے، وہ چاہتے تھے کہ، سب سکھی ہوں، سب نیروگ ہوں، سب اچھے ہوں، کوئی دکھی نہ ہو، آج وہ مہان سنت ہمارے بیچ نہیں ہیں لیکن ان کی دعا ہمیشہ ہمارے اوپر رہے گی اور ہمیں صحیح مارگ پر لے چلیں گی۔

رینکیش، چیف لائیو میڈیا نیٹ ورک ٹی وی جھابوا ایم پی



پیرو مرشد حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب کی سادگی اور سنتوں بھری زندگی کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا، میں نے علما سے سنا ہے کہ جس بندے کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کا ولی ہے، میں نے حضرت کو ایسا ہی پایا میں خوش نصیب ہوں کہ حضرت کا مرید ہوں میں نے آپ کے حیات ہی میں کئی مرتبہ آپ کا تصور کر کے اپنی پریشانی بیان کی اور دعا کی التجا کی آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی دور کر دی یہ کسی کرشمہ سے کم نہیں ہے اور مجھے آج بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس محبوب بندے کے صدقے میری دعا بھی قبول کرے گا اور آپ کا فیضان عام ہوتا رہے گا۔

ڈگمگا ئیں گے کسی موڑ پے کیوں میرے قدم
یاد رکھتا ہوں بہر گام ہدایت تیری

محمد اسماعیل خان رپورٹر لائیو میڈیا نیٹ ورک جھابوا



حضرت صوفی نظام الدین صاحب ہمارے ملک کے صوفی سنتوں میں سے ایک مہان صوفی بزرگ تھے، آپ کی ہدیت اور پاک ویچاروں، اوچ آدرشوں، اتم چرتر کو دیکھ کر دنیا آپ کی طرف دوڑ پڑی اور آپ کی دیوانی ہوگئی، آپ نے ہندوستان کے ادھکتر استھانوں میں جاکر سچائی کو زندہ رکھا اور اسی سچائی کے ساتھ اپنے مالک سے جا ملے۔ آیئے ہم اور آپ مل کر ان کے اصولوں پر چلیں اور ان کے بتائے ہوئے راستے کو اپنائیں، آپ کو جھابوا سے کافی لگاؤ تھا بار بار جھابوا آتے رہے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے رہے، حضرت صاحب کے درشن کے لیے ہر سماج کا ویکتی للائیت رہا کرتا تھا۔

مکیش بیراگی ایڈوکیٹ وی ویکانند کالونی جھابوا ایم پی



حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ روشن ضمیر مرشد تھے دلوں کے حالات سے باخبر تھے، حضرت سے مرید ہوکر میرے دل کی دنیا بدل گئی جب ۱۹۹۵ء میں میری پہلی مرتبہ آپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے بزنس کے لیے دعا کی درخواست کی حضرت حبیب العلما صاحب نے سلسلہ قادریہ کا طغرہ خیر و برکت کے لیے مجھے دینا چاہا حضرت سے پوچھا حضور یہ پریشان حال ہیں، کیا انھیں سلسلہ قادریہ کا طغرہ دے دیں، حضرت نے فرمایا عموما اس طغرہ کو صرف انھیں لوگوں کو دیا جاتا ہے جو سلسلے میں ہوتے ہیں خیر دے دیجیے، جب میں نے حضرت سے یہ بات سنی تو دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ اب حضرت ہی سے مرید ہونا ہے، کیوں کہ جس شیخ کے ہزاروں مرید ہوں پھر بھی اپنے مریدوں کو پہچانتا ہو تو یقیناوہ مرشد کامل ہے، میں نے فوراً فیصلہ کر لیا کیوں نہ ایسے مرشد سے آج ہی مرید ہو جائیں، میں نے حضرت سے سلسلے میں داخل کرنے کی درخواست کی حضرت نے میری التجا کو قبول کر لیا اور ہمیں داخل سلسلہ فرماکر ہمیشہ کے لیے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلامی کا پٹہ میری گردن میں ڈال دیا، مرید ہونے کے بعد میرے دل کی دنیا بدل گئی اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں خو

شحالی عطافرمائی۔

فخرالدین علی احمد نظامی محلہ منگل بازار پرانی بستی

پیر طریقت رہبر راہ شریعت تاج الصوفیا جامع معقول منقول حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین علیہ الرحمہ عوام و خواص کے درمیان صوفی صاحب کے لقب سے مشہور تھے آپ ایک مایۂ ناز عالم دین عارف باللہ جامع شریعت وطریقت تھے

مولانا نورعالم قادری جامعہ رضویہ نور القلوم سول لائن مہاراج گنج



میں نے حضور خطیب البراہین علیہ الرحمہ کی زیارت زمانہ طالب علمی ہی میں کی ،پر ضیا چہرہ جھکی جھکی نگاہیں دیکھ کر مرید ہو گیا حضرت اپنی سیرت و کردار میں سنت نبویہ کے آئینہ دار تھے۔

محمد ارشاد جامعہ رضویہ نور العلوم مہاراج گنج



خطیب البراہین ایک ممتاز عالم دین الحب للہ والبغض للہ کی واضح تفسیر تھے سیدی سرکار اعلی حضرت سے غائت درجہ محبت رکھتے تھے، سنت نبویہ کے عالم اور عامل تھے، بخاری شریف کا درس آپ نے فی سبیل اللہ دیا آپ کا تقوی اور پرہیز گاری مسلم ہے۔

مولانا مقصود علی رضوی امام سنی جامع مسجد زکریہ کمپاؤنڈ بمبئی



نمونہ سلف صالحین علمبردار رضویت ناشر مسلک اعلی حضرت حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ ایک منفرد المثال شخصیت اور سلف کی عظیم یاد گار تھے۔

حافظ جاوید نظامی سنولی مہاراج گنج



پیر طریقت حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کی اتباع شریعت سے لبریز زندگی اور شب بیداری کے انوار سے منور صورت دیکھ کر ہر ایک آدمی متاثر ہو جاتا تھا، آپ کے اندر سیدی سرکار اعلی حضرت کا تصلب حضور مفتی اعظم ہند کا تقوی اور حضور حافظ ملت کے درد کی جھلک نظر آتی ہے۔

مولانا محمد ادریس نظامی دار العلوم حسینیہ دیوان بازار گورکھپور



جو شخص بھی بزرگوں سے عقیدت رکھتا ہے وہ حضور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے ضرور محبت کرتا ہو گا، آپ مندسور تشریف لائے جب کہ یہ علاقہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کا گڑھ ہے پھر بھی جو بھی آپ کو دیکھا آپ کے دامن سے وابستہ ہو گیا، آپ کی سنت بھری زندگی سے ہر شخص متاثر ہوا، آپ کے مریدین میں عالم دین وکیل ڈاکٹر ماسٹر پولیس ادھکاری وکرمچاری ہر طرح کے لوگ ہیں ہم نے زندگی میں ایسا مرشد نہیں دیکھا۔

انور احمد منصوری ایڈوکیٹ مندسور



حضور خطیب البراہین کی زندگی بے مثل ہے، آپ کی دعاؤں سے نہ جانے کتنے لوگوں کی مرادیں برآئیں، آج میں جو کچھ بھی ہوں حضور خطیب البراہین کی دعاؤں کے برکت ہے۔

عمر فاروق نظامی نیار گر منڈی گیٹ مندسور



حضور خطیب الراہین جیسا مرشد ہم نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا آپ شریعت و طریقت کے حسین سنگم تھے۔

محمد شکیل نظامی منڈی گیٹ مندسور



حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضِی اللہ تعالی عنہ کے سامنے کوئی غیر شرعی حرکت کرے اور آپ خاموش رہیں ایسا کبھی نہیں ہوا، تحریر ہو یا تدریس تقریر ہو یا نجی مجلس آپ نے ہمیشہ شریعت کی پابندی کی اور اسی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور اپنے مریدین ،احباب اور تلامذہ کو اسی راہ پر چلنے کے لیے کہا کرتے تھے۔

مولوی عبدالغفار نظامی نیپال



باب ہشتم

مناقب

مناقب

ترتیب مولانا غیاث الدین عارف مصباحی
جامعہ عربیہ سعید العلوم، ایکما ڈپو، لکشمی پور، مہراج گنج

(۱)

نتیجہ فکر: تاج الشعراحضرت علامہ فریدی مصباحی، مسقط (عمان)

سب کے لبوں پہ نام ہے صوفی نظام کا
ہر دل میں احترام ہے صوفی نظام کا

سارا وجود، علم و عمل میں ڈھلا ہوا
سنت پہ التزام ہے صوفی نظام کا

وہ مثل آفتاب چلے جس طرف چلے
روشن ہر ایک گام ہے صوفی نظام کا

سادہ لباس سیدھی رَوِش، صاف زندگی
خوش تر ہر اِہتمام ہے صوفی نظام کا

مارہرہ اور بریلی کے نور نظر بنے
عالی بہت مقام ہے صوفی نظام کا

حیدر حسن نے تاج طریقت عطا کیا
نسبت کا نور تام ہے صوفی نظام کا

عشق نبی، نماز محبت کا قبلہ ہے
عشق رضا امام ہے صوفی نظام کا

وہ قاضِی وفقیہ ومحدث جلیل تر
ہر وصف، ذوالکرام ہے صوفی نظام کا

دنیا انھیں خطیب براہین، کہتی ہے
محکم ہراک کلام ہے صوفی نظام کا

صادق ہے اُن پہ صوفیِ اسلام کا لقب
صدق وصفا نظام ہے صوفی نظام کا

شاہوں کی شان،اُن کی فقیری کے آگے ہیچ
بے مثل احتشام ہے صوفی نظام کا

جس سمت التفات کیا، سب سنور گئے
دل، مصلحِ اَنام ہے، صوفی نظام کا

جو بھی ہوا قریب وہ اعزاز پا گیا
ذرّہ مہ تمام ہے، صوفی نظام کا

رکھا جہاں قدم، وہ علاقہ مہک اٹھا
کردار، مشک تام ہے صوفی نظام کا

جیسے کہ پانی اور ہوا، دھوپ، چاندنی
فیضان اتنا عام ہے صوفی نظام کا

لاکھوں نے اُن کے دست ہدایت پہ توبہ کی
ہادی ہر اک پیام ہے صوفی نظام کا

رخصت نہیں ، وہ راہ عزیمت کے ہیں سفیر
کیا رنگ اعتصام ہے صوفی نظام کا

وہ ذات،قلبِ حافظ ملت کا اعتماد
فن ایسا تیزگام ہے صوفی نظام کا

حضرت جو مسکرائیں تو صحرا بھی کھل اٹھیں
کیا خوب ابتسام ہے صوفی نظام کا

سنگم ہے ان کی ذات، جلال و جمال کی
حکمت ہر ایک کام ہے صوفی نظام کا

احسان سے عدو کو بھی شیدا بنا لیا
کیا حسن انتقام ہے صوفی نظام کا

وہ جس کو مل گئے اسے قرب خدا ملا
دیوانہ شاد کام ہے، صوفی نظام کا

ہم جی رہے ہیں اُن کی عطاؤں کی چھاؤں میں
ہم پر کرم،مدام ہے صوفی نظام کا

ہے فیض پر وہ ساقی میخانہ علوم
جوش کرم پہ جام ہے صوفی نظام کا

وہ تاج اصفیا، وہ گل باغ اولیا
ہر رنگ خوش خرام ہے صوفی نظام کا

اُن کی عطا کا سایہ سلامت رہے سدا
کہتا یہ ہر غلام ہے صوفی نظام کا

سیرت رہے گی تازہ و شاداب حشر تک
تقویٰ گل دوام ہے صوفی نظام کا

یارب حبیب رحمٰں پہ دائم رہے کرم
جو ابن خوش مرام ہے صوفی نظام کا

شکر خدا، کہ شرف زیارت مجھے ملا
دل پر مرے بھی دام ہے صوفی نظام کا

عُشرِ عَشیر اُس کا، فریدؔی نہ لکھ سکا
جس اوج پر مقام ہے صوفی نظام کا

(۲)

نتیجۂ فکر: استاذ العلما حضرت مولانا تفسیر القادری قیامی مد ظلہ العالی
سابق پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

نظام دین و ملت اے امیر کارواں تم ہو
شریعت کے طریقت کے امین و پاسباں تم ہو

تمھیں تو کاروان دین و ایماں کے محافظ ہو
شہا منزل کے راہی ہو شہا منزل نشاں تم ہو

سراغ منزل مقصود ہے نقش قدم تیرا
ہماری رہ گزر کی روشنی ہو کہکشاں تم ہو

مرے دن پر تمھاری ذات اقدس کا اجالا ہے
فضائے شب کی تاریکی پہ میرے ضوفشاں تم ہو

تمھاری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ایسی
دلائل دین کے ہو تم براہین و بیاں تم ہو

یقیناً متقی شیخ الحدیث و پارسا زاہد
تم عالم باعمل ہو واقف سرّ نہاں تم ہو

کوئی سنت کسی لمحہ نہ تم سے چھوٹتے دیکھی
خدا جانے تمھارا مرتبہ کیا ہے کہاں تم ہو

یہ سچ ہے جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل
کوئی شہباز ہی جانے کہ جو تم ہو جہاں تم ہو

تمھاری عادتیں منھ بولتی تفسیر قرآں کی
نبی کی سیرت و کردار کے عکس عیاں تم ہو

"قیامی" بات تیری ٹاٹ کا پیوند مخمل میں
تم اپنی حیثیت دیکھو کہاں وہ ہیں کہاں تم ہو

(۳)

نتیجۂ فکر: حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

نظام دین و ملت، عالم علم ہدیٰ تم ہو
وقارِ اہل سنت، صدرِ بزم اصفیا تم ہو

خُدا کے تم ولی ہو، عاشق خیر الوریٰ تم ہو
تمھاری شان کیا کہنا سراج الاتقیا تم ہو

شہا! راہ شریعت کے مسلّم رہ نما تم ہو
مہ چرخ طریقت، اختر برج صفا تم ہو

بخاری کا دیا ہے درس تم نے اک زمانے تک
بفیض مصطفی شیخ حدیث مصطفی تم ہو

خطابت میں دلائل کی فراوانی بتاتی ہے
رضا کے فیض سے شیخ الدلائل مرشدا، تم ہو

قناعت سادگی علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں
شہا! اسلاف امت کا مزکّیٰ آئینہ تم ہو

مسلّم ہے تمھاری پارسائی، پاک دامانی
ہے جس پہ ناز تقویٰ کو وہ مرد پارسا تم ہو

تمھاری نیک سیرت دیکھ کر یادِ نبی آئے
نبی کی سنتوں پہ ایسے عامل باخُدا تم ہو

وفا، اخلاص اور خُلق و مروت خشیت مولا
سبھی اوصاف کے حامل بفضل کبریا تم ہو

حسد، غیبت، ریا، لالچ سے تم کو کافی نفرت ہے
خلوص و پیار، صبر و شکر سے آراستہ تم ہو

خُدا و مصطفیٰ کے دشمنوں کے واسطے بے شک
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّار کے مظہر شہا تم ہو

تمہیں قلبی عقیدت ہے شہ مفتی اعظم سے
دل و جاں سے فدائے سیدی احمد رضا تم ہو

جناب حافظ ملت کی تم میں خصلت و خوبو
مثال سیدی حضرت رئیس الاتقیا تم ہو

جناب احسن العلما بھی تم پہ ناز فرمائیں
کہ حسن انتخاب ان کا اے تاج الاصفیا تم ہو

جناب حافظ ملت بھی خود تم کو کہیں صوفی
بعہد طالب علمی بھی ایسے با صفا تم ہو

ستائیں رنج و غم کیسے بھلا قاسمؔ نظامی کو
غموں کی دھوپ میں سایہ فگن جب سرورا تم ہو



(۴)

نتیجہ فکر: مولانا محمد طیب علیمی صاحب دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

تیرا اُونچا مقام ہے مرشد
تا فلک تیرا بام ہے مرشد

جادۂ حق پہ استقامت کا
ذات تیری امام ہے مرشد

تیرے درس حیات کا گوہر
بہر ہر خاص و عام ہے مرشد

رشک تجھ پر خواص کرتے ہیں
ناز کرتی عوام ہے مرشد

مل گئی ہے جسے تری نسبت
ہو گیا نیک نام ہے مرشد

طالبان سلوک کی خاطر
تیرا فیضان عام ہے مرشد

تیری نگہ کرم کے صدقے میں
مجھ پہ فیضِ مدام ہے مرشد

لاج رکھنا علیمیؔ خستہ کی
تیرا ادنیٰ غلام ہے مرشد

(۵)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحی
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

خدا کے فضل کا جلوہ مرے صوفی نظام الدیں
درِ سرکار کا صدقہ مرے صوفی نظام الدیں

صحابہ کے ہوئے شیدا مرے صوفی نظام الدیں
عطائے غوث اور خواجہ مرے صوفی نظام الدیں

تجھے رب نے عطا کی ہے بڑی عظمت، بڑی رفعت
تمھارا مرتبہ اعلیٰ مرے صوفی نظام الدیں

تمھاری زندگی میں ہی خدا نے فضل یہ بخشا
ولایت کا ہوا شہرہ مرے صوفی نظام الدیں

زبانِ خلق پر تیری سخاوت کا ہوا چرچا
بہایا فیض کا دریا مرے صوفی نظام الدیں

ہے نازاں اپنی قسمت پر ترا دامن مِلا جس کو
مِلا جس کو ترا ٹکڑا مرے صوفی نظام الدیں

یقیناً تیرا عارفؔ بھی بڑا خوش بخت ہے مُرشِد
مِلا اِس کو ترا شجرہ مرے صوفی نظام الدیں



(٦)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحیؔ
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

فدائے احمدِ مختار ہیں صوفی نظام الدیں
ہمارے قافلہ سالار ہیں صوفی نظام الدیں

کبھی اہل دُوَل کی مدح خوانی کی نہیں جس نے
وہی مردِ جری، خوددار ہیں صوفی نظام الدیں

وہ ایسے مُتّقی ہیں جن پہ تقویٰ ناز کرتا ہے
علومِ دین کے شہکار ہیں صوفی نظام الدیں

متانت، سادگی، سنجیدگی، اُن کی مثالی ہے
حسین و خوبرو، دِلدار ہیں صوفی نظام الدیں

شعور وآگہی کے آسماں ہیں صوفی ملت
یقیناً رونق گلزار ہیں صوفی نظام الدیں

شب ظلمت میں یک ماہِ درخشندہ و تابندہ
خموشی میں نئ گفتار ہیں صوفی نظام الدیں

سہارا دیجیے آکر ذرا اَب اپنے عارفؔ کو
کہ دشمن درپےَ آزار ہیں صوفی نظام الدیں



(۷)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحیؔ
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج



ہیں ولیِ خدا میرے مُرشد نظام
عاشقِ مصطفیٰ میرے مُرشد نظام

باحیا، باصفا میرے مُرشد نظام
بندۂ بے ریا میرے مُرشد نظام

مرجعِ اتقیا میرے مُرشد نظام
نازشِ اَصفیا میرے مُرشد نظام

دِل رُبا،خوش نما میرے مُرشد نظام
جلوۂ مہ لقا میرے مُرشد نظام

بحرِ جود وسخا میرے مُرشد نظام
رہنما، پیشوا میرے مُرشد نظام

اپنے عارفؔ پہ ہو اِک نگاہِ کرم
اے جمالِ سخا میرے مُرشد نظام



(۸)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحی
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

وہ اک مرد قلندر تھا
سخن ور تھا
یقیناً عکسِ حیدر تھا
وہ اس کا چاند سا چہرہ
وہ اس کا خوشنما جلوہ
تصوف کا حسیں نغمہ
وہ عالم اور فاضل تھا، مفکر تھا
محدِّث تھا، مصنف تھا، مدبر تھا
میں بتلاؤں تمہیں کیا تھا
نبی کے عشق میں گم تھا
کہ دل اس کا بلالی تھا
صداقت میں شرافت میں
وہ صدیقی ہنرور تھا
غیور ایسا کہ کیا کہیے
عمر جیسا جلالی تھا
غریبوں کا مسیحا تھا
سخاوت میں مثالی تھا
غلام غوث اعظم تھا
وہ رازی تھا، غزالی تھا

تھی اس کی سادگی ایسی
بہاریں رشک کرتی تھیں
وہی صوفی نظام الدین
سراپا تھا پیام دین
یہ عارف گرچہ عاصی ہے
ہے نازاں اپنی قسمت پر
کہ اس کے ہاتھ میں آیا
ید صوفی نظام الدین
مرا مرشد نرالا ہے
جہاں میں بول بالا ہے



(۹)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحی
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

کس قدر ہے ذی وَجاہت صوفی ملت کی ذات
بالیقیں ہے اک کرامت صوفی ملت کی ذات

جس کی رگ رگ میں بسا ہے ذکر رب عشق رسول
جس کا ہر لمحہ عبادت صوفی ملت کی ذات

زینتِ بزمِ سنن ہیں شمع بزم مصطفی
منبع علم وصداقت صوفی ملت کی ذات

کہتے تھے اہل جہاں زندہ ولی جس ذات کو
ہے وہی سرِّ ولایت صوفی ملت کی ذات

ہیں مثالِ شمع روشن درمیانِ اولیا
نور ایماں کی علامت صوفی ملت کی ذات

سنتوں کے آئینے میں ہر قدم جن کا اٹھا
پیکر زہد وشرافت صوفی ملت کی ذات

ان کی خدمات جلیلہ پر بجا ہے یہ کہوں
فرد کیا ہے اک جماعت صوفی ملت کی ذات

احسن العلما نے جن کو کردیا اتنا حسن
ہوگئی رشد و ہدایت صوفی ملت کی ذات

ان کے دامن میں ملے گی تم کو اے عارفؔ نجات
کیوں کہ ہے بحر سخاوت صوفی ملت کی ذات



(۱۰)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحی
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

پیر و مرشد کا ہمارے جو دیوانہ ہوگا
اس کے چہرے پہ اُجالا ہی اُجالا ہوگا
ڈوب کر عشق میں جو اُن پر فدا ہو جائے
مرتبہ اس کا زمانے میں دوبالا ہوگا
جن کے رخسار کو دیکھا تو کہا مومن نے
رب کا محبوب ہے اور عاشق بطحا ہوگا
شان و عظمت جو نظر آئی ترے جلوے میں
بالیقیں جلوۂ فاروق کا جلوہ ہوگا
بے نیازی کی جو فطرت تھی دل مرشد میں
شان صدیق کا اس قلب پر سایہ ہوگا
مثل مہتاب اگر چمکے شب تار میں تو
شکل مرشد میں وہ سرکار کا صدقہ ہوگا
زندگی میں ہی لقب جس کو ملا، زندہ ولی
وہ کوئی اور نہیں پیر ہمارا ہوگا
خوشبوئے بادجناں آئے گی اس پھول سے بھی
خاک تربت سے جسے تو نے اُٹھایا ہوگا
مفتی اعظم ملت کی جھلک تھی جس میں
جس کی ہر بات میں پیغام رضا کا ہوگا
آل برکات کی چوکھٹ کا یہ پروردہ ہے
ہاتھ میں ان کے سدا نوری پھریرا ہوگا
آج عارفؔ تری باتوں میں جو شیرینی ہے
نام مرشد کا ترے ذہن میں آیا ہوگا

(۱۱)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحی
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

ہمیں اپنا کہیں مرشد عقیدت ہو تو ایسی ہو
وہ اپنے قدموں میں رکھ لیں عنایت ہو تو ایسی ہو

دلوں میں گھر بناتے ہیں مرے صوفی نظام الدین
جو فطرت ہو تو ایسی ہو، جو سیرت ہو تو ایسی ہو

غریبوں، دردمندوں کی مدد چھپ چھپ کے کرتے تھے
زمانہ کہہ اٹھا وہ واہ سخاوت ہو تو ایسی ہو

جماعت، اصفیا کی صوفی ملت لقب دے دے
اطاعت ہو تو ایسی ہو عبادت ہو تو ایسی ہو

رضائے رب پہ راضِی تھے ہمہ دم صوفی ملت
کسی سے کچھ نہیں مانگا قناعت ہو تو ایسی ہو

وہ ظاہر میں بھی اچھے تھے، وہ باطن میں بھی بہتر تھے
جو جلوت ہو تو ایسی ہو جو خلوت ہو تو ایسی ہو

نظر اُٹھتی نہیں تھی غیر محرم کی طرف عارفؔ
شرافت ہو تو ایسی ہو نجابت ہو تو ایسی ہو



(۱۲)

نتیجۂ فکر: غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحیؔ
خادم مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور، مہراج گنج

جس نے بھی صوفی نظام الدین کو دیکھا جناب
ایسا گرویدہ ہوا کہ دل ہی دے بیٹھا جناب

دیکھ کر اُن کو یقیناً یاد آتا تھا خدا
کیا حسیں تھا اُن کا پیارا، چاند سا چہرہ جناب

یک زباں ہو کر انھیں ”زندہ ولی“ سب نے کہا
ایسا تھا کچھ اُن کا اخلاص و وفا، تقویٰ جناب

حافظ ملت نے اُن کو دے دیا ”صوفی“ لقب
کر دیا ”حضرت مبیں“ نے ان کو پھر ہیرا جناب

”احسن العلما“ نے اُن کو ایسا احسن کر دیا
ہو گیا عالم میں اُن کا جابجا شہرہ جناب

مفتی اعظم کا پیکر، مظہر احمد رضا
اب کہاں سے لاؤں ایسا مُرشدِ یکتا جناب

سیدی یا مرشدی! نظر عنایت کیجیے
ہے کھڑا دربار میں عارفؔ لیے کاسہ جناب



(۱۳)

نتیجۂ فکر: مولانا احسان اللہ علیمیؔ صاحب



عطائے حافظِ ملّت گدائے مصطفیٰ تم ہو
تمھاری شان میں جو کچھ کہوں اس سوا تم ہو

حریمِ دل میں چھائی ہے رُخِ تابانیاں اب بھی
ہماری مجلسوں میں آج بھی جلوہ نما تم ہو

ادائے سنّتِ نبوی رہا ہے مشغلہ ہر دم
محبّ اعلیٰ حضرت اور خیرالاتقیا تم ہو

تقاریریں مزیّن تھیں دلائل سے براہیں سے
عدوئے مصطفیٰ کے واسطے شیر خدا تم ہو

شریعت کو دکھائے جو طریقت کو بتائے جو
جہاں والوں نے دیکھا ہے کہ ایسے رہنما تم ہو

سیاہی سب کے دل کی روشنی میں یوں بدلتی ہے
جہاں کے ہر نظامی کے لیے روشن دیا تم ہو

ہمیں اب خوف کیوں کر ہو بتاؤ تم ذرا احساںؔ
کرم فرمانے والے ہم فقیروں پر شہا تم ہو



(۱۴)

نتیجۂ فکر: نورالہدی نوؔر مصباحی استاذ جامعہ عربیہ اشرفیہ گائے گھاٹ، بستی

مصلحِ قوم و ملت ہیں صوفی نظام
عاشقِ اعلیٰ حضرت ہیں صوفی نظام

قاطعِ شرک و بدعت ہیں صوفی نظام
حامیِ دین و ملت ہیں صوفی نظام

چشمۂ علم وحکمت ہیں صوفی نظام
نازشِ اہل سنت ہیں صوفی نظام

فیضِ گنج ولایت ہیں صوفی نظام
باعثِ خیر و برکت ہیں صوفی نظام

سنّتِ مصطفی جن کی ہر ہر ادا
دین کی شان وشوکت ہیں صوفی نظام

حافظِ دین و ملت کے گلشن کے پھول
رہبرِ راہ جنت ہیں صوفی نظام

روزِ محشر مرید ین کے واسطے
سایۂ ابر رحمت ہیں صوفی نظام

عابد و زاہد و متقی پارسا
ایسے پیر طریقت ہیں صوفی نظام

جن کا فیضان جاری ہے چاروں طرف
ایسے بحر سخاوت ہیں صوفی نظام

ویسے دنیا میں صوفی بہت ہیں مگر
صوفی تو در حقیقت ہیں صو فی نظام

ہے شمار ان کا اعلیٰ محدِّث میں نوؔر
یعنی برجِ ہدایت ہیں صوفی نظام

(۱۵)

نتیجۂ فکر: محترمہ عالمہ فردوس فاطمہ اشرفی

لطف و کرم مدام ہے صوفی نظام کا
ہر سمت فیض عام ہے صوفی نظام کا

ولیوں میں احترام ہے صوفی نظام کا
کس اوج پر مقام ہے صوفی نظام کا

پوری چمک دمک سے ولایت کے چرخ پر
روشن مہِ تمام ہے صوفی نظام کا

سرشار ہے وہ بادۂ عرفاں سے ہر گھڑی
ہاتھوں میں جس کے جام ہے صوفی نظام کا

اشرف پیا سے مجھ کو ملی نسبتِ نظام
پیروں میں میرے نام ہے صوفی نظام کا

کرتی ہے آسماں کی بلندی اسے سلام
رب جانے کیسا بام ہے صوفی نظام کا

شاداب ہونے والا ہے باغِ تمنا اب
چھایا ہوا غمام ہے صوفی نظام کا

میں نے سراغِ منزلِ مقصود پا لیا
پیشِ نگاہ گام ہے صوفی نظام کا

رنج و الم اسے نہیں آنکھیں دکھاتے ہیں
فردوسؔ جو غلام ہے صوفی نظام کا



(۱۶)

نتیجۂ فکر: مولانا نور الہدیٰ نورؔ مصباحی
استاذ جامعہ عربیہ اشرفیہ گائے گھاٹ، بستی

متاعِ اہل حاجت ہیں نظام الدین برکاتی
چراغِ دین و ملت ہیں نظام الدین برکاتی

دکھاتے راہِ جنت ہیں نظام الدین برکاتی
دلوں کو دیتے راحت ہیں نظام الدین برکاتی

چمک سے جس کی مشرق اور مغرب میں اجالے ہیں
وہ مہر علم و حکمت ہیں نظام الدین برکاتی

عطائے حافظِ ملت رضائے مفتیِ اعظم
گدائے اعلیٰ حضرت ہیں نظام الدین برکاتی

نگاہِ شیخ سے ہی پی کے خود سارے زمانے کو
پلاتے جامِ وحدت ہیں نظام الدین برکاتی

پلا کر جامِ الفت اہلِ سنت اور جماعت کو
بھگاتے بغض و نفرت ہیں نظام الدین برکاتی

وہ اپنے ہوں کہ بیگانے مگر کہتے یہی ہیں سب
بڑے ہی نیک سیرت ہیں نظام الدین برکاتی

ملا ہے نورؔ جب سے فیضِ مارہرہ و امروہہ
بہت کچھ پائے عزت ہیں نظام الدین برکاتی

(۱۷)

نتیجۂ فکر: مولانا مظہر علی نظامی سلّمہ علیمی

دارالعلوم رضویہ اہل سنت رستم پور سنیچرا بازار سنت کبیر نگر

سیدی، سندی، حبیبی، مرشدی، صوفی نظام
ہے مزین تم سے میری زندگی، صوفی نظام

مفتی اعظم بھی نازاں آپ پر ہیں بالخصوص
مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی، صوفی نظام

غوث وخواجہ کی عطا، بوالفیض کے تم ہو عزیز
عاشق خیرالبشر، عکس علی، صوفی نظام

دعوت و تبلیغ ہو یا خطبۂ برہان ہو
ہر ادا ممتاز ہے وَاللہ تری، صوفی نظام

یاد آتا ہے خدا صورت تمھاری دیکھ کر
اور سیرت بھی تمھاری ہے بھلی، صوفی نظام

نقش جس نے کرلیا دل پر ترا نقش حیات
ہوگئی پرنور اس کی زندگی، صوفی نظام

فیض جاری آپ کا ہے آج بھی مثل حیات
آپ ہیں اللہ کے زندہ ولی، صوفی نظام

اس زمانے میں نہیں دیکھا ہے میری آنکھ نے
آپ جیسا پارسا و متقی، صوفی نظام

فخر سے لکھتا ہوں میں مظہرؔ نظامی، اس لئے
ہے یہ نسبت آپ کے در سے ملی، صوفی نظام



(۱۸)

نتیجۂ فکر: رمضان علی تنویری
مقام نورئی جوت پوسٹ بیسار ضلع مہراج گنج یوپی

شہنشاہِ بغداد کی وہ عطا ہے
لقب "صوفی صاحب" کا جس کو ملا ہے
یہی ہر نظامی کے دل کی صدا ہے
مرے شیخ تم پر مری جاں فدا ہے
محدث، مفکر، مناظر، مصنف
وہ زہد و ورع علم و فن کا سما ہے
سمجھ پائے کیسے بھلا مجھ سا کم تر
"خطیب البراہین کی شان کیا ہے"
چلو مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ، تم نے
یہ پیغام اہلِ جہاں کو دیا ہے
بجھاتے ہیں پیاس اپنی شاہ و گدا سب
رواں آپ کے در سے نہرِ سخا ہے
کرم کی نظر کیجیے صوفی صاحب!
غلام آپ کا رنج میں مبتلا ہے
ہے رمضاںؔ رضوی پہ بھی خاص فیضان
جو مدح و ثنا آپ کی کر رہا ہے



(۱۹)

نتیجۂ فکر: محمد شعیب اخترؔ قادری دھرم سنگھوا بازار ضلع سنت کبیر نگر

ضیائے شمع دینِ مصطفیٰ صوفی نظام الدیں
بقائے گُلشن جود و سخا صوفی نظام الدیں

مکینِ مسندِ لُطف و عطا صوفی نظام الدیں
امین کشورِ صدق و صفا صوفی نظام الدیں

نبی پر تھے دل وجاں سے فدا صوفی نظام الدیں
شہ جیلاں کی بے شک تھے عطا صوفی نظام الدیں

عظیم المرتبت خوش خلق بھی تھے خوش ادا بھی تھے
یقیناً تھے گل صدق وصفا صوفی نظام الدیں

تیری ہیبت سے ہر دم خیمۂ باطل لرزتا تھا
تو قائد تھا اک ایسا دین کا صوفی نظام الدیں

گزاری اسوۂ آقا میں ڈھل کر زندگی اپنی
تھے ایسے پاک طینت پارسا صوفی نظام الدیں

تلاش و جستجو کے بعد بھی، بزمِ خطابت میں
نہیں تم سا کوئی ہم کو ملا، صوفی نظام الدیں

میانِ اہل دانش ذکر تیرا ہر گھڑی ہوگا
کہ تو نے کام کچھ ایسا کیا، صوفی نظام الدیں

بڑوں کی قدر کرنا، اور چھوٹوں پر بڑی شفقت
وطیرہ تھا ترا یوں ہی سدا، صوفی نظام الدیں

بڑی چاہت ہے اخترؔ دیکھ لیتا آپ کے در کو
خوشا ارمان یہ پورا ہوا، صوفی نظام الدیں

(۲۰)

نتیجۂ فکر: مولانا بلال احمد بلالی نظامی علیمی مہراج گنج

ہے مُسلّم مرتبہ صوفی نظام الدین کا
تذکرہ ہے جابجا صوفی نظام الدین کا

اہلِ نسبت کے لیے ہے بالیقیں وجہِ شرف
معتبر ہے سلسلہ صوفی نظام الدین کا

زندگی دیکھی ہے جس نے آپ کی تقویٰ شعار
پل میں شیدائی بنا صوفی نظام الدین کا

کن کے سر سہرا سجا زندہ ولی کا پوچھتے
نام سب نے ہے لیا صوفی نظام الدین کا

فنِّ تقریر و بیاں نادر، سنو! انداز بھی
ولولہ انگیز تھا صوفی نظام الدین کا

حافظ ملت نے بے شک ہے کتب خانہ کہا
دیکھ کر علم وصفا صوفی نظام الدین کا

فلسفہ کیا تھا خدا چلتی ہوئی جب ریل سے
جسم غائب ہو گیا صوفی نظام الدین کا

کہہ رہا ہے یہ بلالیؔ اہل ایماں کے لیے
تاج ہے نعلین پا صوفی نظام الدین کا



(۲۱)

نتیجۂ فکر: مولانا بلال احمد بلالی نظامی علیمی مہراج گنجوی

کہہ اٹھے زندہ ولی اہل طریقت دیکھ کر
سیدی صوفی نظام الدیں کی سیرت دیکھ کر

ہم سبھی کو عظمتیں کیسے سمجھ میں آئیں جب
آسماں حیراں ہے تیری شان رفعت دیکھ کر

معجزہ ہیں بالیقیں وہ سرور کونین کے
کہہ رہے ہیں سب کے سب کشف وکرامت دیکھ کر

تجھ میں رکھ دی ہے خدا نے جلوۂ ہر دوسرا
دل سے سرکار دوعالم کی اطاعت دیکھ کر

رب نے بخشی تھیں بہت اعلیٰ وافضل خوبیاں
غیر بھی کہتے ہیں یہ طرز خطابت دیکھ کر

اک بلالؔی ہی نہیں کہتے ہیں سب اہل خرد
یاد آتا تھا خدا مرشد کی صورت دیکھ کر



(۲۲)

نتیجۂ فکر: مولانا محمد وثیق الفتؔ نظامی مصباحی مدرسہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی

السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت! السلام

فیضِ غوثِ پاک کا میزاب تو
چشتیت کا ایک مہر تاب تو
تیرے دم سے عام برکاتی پیام
السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت! السلام

اے نظامِ دین صوفی باصفا
مفتی اعظم کی تجھ میں ہے ضیا
چرخِ مارہرہ کا تو ماہِ تمام
السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت! السلام

حافظ ملت کا کامل اعتماد
اور رئیس الاتقیاء کی اک مراد
تو رضا کی ایک سیف بے نیام
السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت! السلام

ہاتھ باندھے کج کلاہانِ جہاں
کہہ رہے ہیں آکے سب در پر یہاں
ہو عنایت کی نظر، بن جائے کام
السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت! السلام

الفتؔ خستہ کے دل کی آرزو
دید کا تیری ملے جام و سبو
تیرے صدقے ہر جگہ ہو شاد کام
السلام، اے سیدی صوفی نظام
اخترِ برج ہدایت !السلام



(۲۴۳)

نتیجۂ فکر: مولانا محمد جیش خان نوریؔ امجدیؔ مقام و پوسٹ کھجوریا ضلع مہراج گنج

نبی کے عشق میں سرشار ہیں صوفی نظام الدیں
یقیناً صاحب کردار ہیں صوفی نظام الدیں

کہ ان کی پارسائی دیکھ کر کہتی ہے یہ دنیا
غلام احمد مختار ہیں صوفی نظام الدیں

خطابت جن کی قلب و روح کو سرشار کرتی ہے
خطیبوں کے لیے معیار ہیں صوفی نظام الدیں

جنہیں احمد رضا خاں قادری کہتی ہے یہ دنیا
انہیں کی فکر کے مے خوار ہیں صوفی نظام الدیں

مریدوں کو رہ حق سے کوئی بہکائے گا کیسے
کہ راہ حق کے پہریدار ہیں صوفی نظام الدیں

ملی ان کو شفا فضل خدا سے ایک ہی پل میں
ترے در جو گئے بیمار ہیں صوفی نظام الدیں

خدا کی یاد آئے دیکھ کر نورانی رخ جن کا
وفا کے وہ علم بردار ہیں صوفی نظام الدیں

بدل لیتے ہیں رستہ اپنا نجدی دیکھ کر ان کو
کہ ایسی حیدری تلوار ہیں صوفی نظام الدیں

فدا اے جیشؔ ہو کیوں کر نہ ان کی شان پر دنیا
فدائے سید ابرار ہیں صوفی نظام الدیں



(۲۴)

نتیجۂ فکر: اسد اللہ نظامیؔ مصباحیؔ
استاذ مدرسہ حنفیہ فیض العلوم اہلِ سنت کوہر گڈی کشی نگر

کرم ہے نبی کا ، یہ فضلِ خدا ہے
مجھے صوفی صاحب سا مرشد ملا ہے
جہاں پہ ہے یکجائی علم وعمل کی
وہ مرشد مرا صوفیِ با صفا ہے
وہ علمِ نبوّت کے تھے سچّے وارث
شمع علم وحکمت کی روشن کیا ہے
تھے زورِ دلائل سے خاموش دشمن
خطیبِ براہین کی شان کیا ہے
رہی زندگی وقف یادِ خدا میں
زباں یا تو مصروفِ صلِّ علیٰ ہے
جو صورت کو دیکھو خدا یاد آئے
تو سیرت ادائے حبیبِ خدا ہے
کرم کی نظر ہو مرے پیر و مرشد
میں سائل ہوں تیرا تو کانِ سخا ہے
تو برکاتیت کی ہے شمعِ فروزاں
ترا راستہ راہِ احمد رضا ہے
اسدؔ اُن سے وابستہ لاکھوں مریدیں
گنہ سے ہزاروں نے توبہ کیا ہے



(۲۵)

نتیجۂ فکر: محمد عبدالمجید محامدؔ رضوی مصباحی براہی وایا سرسنڈ ضلع سیتامڑھی بہار

پاسبان دین و ملت تھے محدث بستوی
حامی حق اہل سنت تھے محدث بستوی

تھے نظام مذہب حنفی کے مستحکم ستوں
مسند افتا کی زینت تھے محدث بستوی

ناز جن کی ذات پر تھا صوفیت کو بالیقیں
باخدا پاکیزہ سیرت تھے محدث بستوی

حافظ ملت نے خود فرمایا تھا صوفی انھیں
بحرعلم دین و حکمت تھے محدث بستوی

تھے رئیس الاتقیا کے نائب و سچے مرید
نیک صورت پاکِ طینت تھے محدث بستوی

یاد رکھے گا امرڈوبھا تری خدمات کو
صاحب کردارو عظمت تھے محدث بستوی

دل کی دنیا ہوگئی زیر و زبر سن کر بیاں
پر اثر کرتے خطابت تھے محدث بستوی

پیر ایسا بے مثالی ڈھونڈ کر لائے جہاں
فیض مارہرہ کی ندرت تھے محدث بستوی

رحم دل ایسے کہ ہر چھوٹے بڑے پر مہرباں
رحمت عالم کی رحمت تھے محدث بستوی

جھک کے کرتا ہے فلک ان کی قیادت کو سلام
عشق کی انمول دولت تھے محدث بستوی

اے محامدؔ ساری دنیا کررہی ہے اعتراف
حق تعالی کی امانت تھے محدث بستوی

(۲۶)

نتیجہ فکر: مولانا محمود فیضی صاحب
رِسال پور مہراج گنج

کہہ اٹھا سارا زمانہ صوفی ملت ہیں آپ
علم کا اک کارخانہ صوفی ملت ہیں آپ

خواب میں بھی یاد رب، ذکر نبی کرتے رہے
زندگی تھی زاہدانہ صوفی ملت ہیں آپ

حافظ ملت نے جن کو صوفی صاحب کہہ دیا
طرز تھا یوں صوفیانہ، صوفی ملت ہیں آپ

صاحب زہد و ورع، دیوانۂ شاہ ہدیٰ
نور ایماں کا خزانہ صوفی ملت ہیں آپ

روز محشر ملت اسلام کے سر پر شہا!
ہو کرم کا شامیانہ، صوفی ملت ہیں آپ

طالبان فیض کا ہے جن کے در پہ اک ہجوم
ہر کوئی جن کا دوانہ صوفی ملت ہیں آپ

ہے یقیں محمودؔ فیضی کو خدا کے فضل سے
اس کی بخشش کا بہانہ صوفی ملت ہیں آپ



(۲۷)

نتیجۂ فکر: مولانا محمد امام الدین نظامی خاکیؔ، سوہن پور سنکٹیا، مہراج گنج

عقل سے ہے ماورا رتبہ نظام الدین کا
ہو رہا ہے چار سو چرچا نظام الدین کا

ان کی عظمت کا ستارہ ہے ثریا سے بلند
پڑھتا ہے سارا جہاں خطبہ نظام الدین کا

علم و عرفاں زہد و تقوی ناز سب ان پر کریں
خوب ہے اے دوستو! رتبہ نظام الدین کا

مصطفی سے جو ملائے ہے وہ پیارا سلسلہ
مرحبا کیا خوب ہے شجرہ نظام الدین کا

آؤ آؤ دامن امید بھرنے کو چلیں
بہ رہا ہے فیض کا دریا نظام الدین کا

بالیقیں ان کے مریدوں میں ہیں عالِم بے شمار
مرتبہ کیا خوب ہے اعلیٰ نظام الدین کا

ان کے روئے نور سے ہٹتی نہیں میری نظر
خوب رو ہے اس قدر چہرہ نظام الدین کا

ہے مقدر کا سکندر ،ہے وہ دنیا کا امیر
جس کو قسمت سے ملا صدقہ نظام الدین کا

سلسلہ رکھنا نہ تم نجدی، وہابی سے کبھی
تھا مریدوں سے یہی کہنا نظام الدین کا

خاکیؔ قسمت کا مری روشن ستارہ ہو گیا
جب پڑا سر پر مرے سایہ نظام الدین کا

یادداشت